جلد اول

محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علامہ صائم چشتی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.
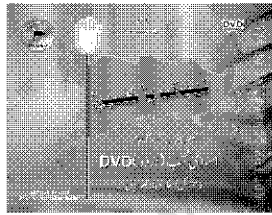
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

الم یجدک یتیما

عیون المطالب

فی اثبات

اول

ایمان ابی طالب رضی اللہ عنہ

محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علامہ صائم چشتی

چشتی کتب خانہ
جھنگ بازار فیصل آباد

نام کتاب　　ایمان ابی طالب اوّل

مصنف　　علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

پہلی بار　　رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

چھبیسویں بار　　دسمبر 2008ء

طابع　　محمد شفیق [illegible]

کمپوزنگ　　چشتی کمپوزرز

ہدیہ

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

۴۰ اردو بازار لاہور

انتساب

تاجدارِ مدینہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی تمام اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے نام

نذرِ عقیدت

بصد احترام و ادب امیر المؤمنین، امام الاولیاء سیّدنا

علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم کے حضور میں

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

نیاز آگین

صائم چشتی

فہرست

باب دوم

باب سوم

باب پنجم

باب ششم

باب ہفتم

نذرانۂ عقیدت بحضور سیّدنا ابو طالبؑ

﴿از مصنف﴾

سراپا دین، سراپا وفا ابو طالبؑ
رسولِ پاک کا مدحت سرا ابو طالبؑ

خدا کی پاک امانت سنبھالنے والا
حصارِ شاہِ رسالت بنا ابو طالبؑ

خدا کے نور کے جلووں کو لے کے دامن میں
خدا کا دین بچاتا رہا ابو طالبؑ

رسولِ پاک کی رحمت نوازتی آئی
زبانِ عشق سے جب بھی کہا ابو طالبؑ

خدا نے اسکو فراست بھی دی بصیرت بھی
عمل کی شان بڑھاتا رہا ابو طالبؑ

وہ شیخِ وادیٔ بطحا عرب کا مردِ غیور
رئیسِ مکہ بڑوں سے بڑا ابو طالبؑ

ازل سے شانِ رسالت کا وہ مصدق تھا
دلیل بلکہ رسالت کی تھا ابو طالبؑ

غلامی شاہِ دوعالم کی روز و شب اُسکی
ملی کسی کو نہ تمیز سے ہوا ابو طالبؑ

تمہاری صلب میں نورِ علیؑ فروزاں تھا
تمہیں تھے مہبطِ نورِ خدا ابو طالبؑ

طوافِ خانۂ محبوب ، رات بھر کرنا
عظیم تر ہے یہ چہرہ ترا ابو طالبؑ

تمہیں شجر ہو ثمر دار باغِ ہاشم کے
تمہیں سے شجرۂ عترت چلا ابو طالبؑ

تمہاری شان کو عظمت کو ہو سلام مرا
قبول کرنا یہ ہدیہ مرا ابو طالبؑ

تمہارے عزم نے ظلمت کو سرنگوں رکھا
تمہارے زور سے باطل مٹا ابو طالبؑ

تمہاری گود میں ایماں کی جان پلتی رہی
تمہارے گھر سے ہی ایمان ملا ابو طالبؑ

مثال اس کی یقیناً محال ہے صائمؔ
ہوئے حضورؐ پہ جیسے فدا ابو طالبؑ

تصدیر

از مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

قارئین کرام !

کتاب شروع کرنے سے پہلے چند مخصوص سطور فرمالیں اس میں شک نہیں کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفر پر فوت ہونے کا قصہ اس قدر شہرت پذیر ہو چکا ہے کہ اس کی برعکس صورت پر اکثر احباب کی سماعت کو یقین نہیں آتا اور وہ ان کے صاحب ایمان ہونے کا ذکر سنتے ہی حیران و ششدر رہ جاتے ہیں مگر آپ یقین فرمائیں کہ آپ کے کفر کا واقعہ باوجود اس قدر مشہور ہونے کے قطعی طور پر اجماعی نہیں بلکہ اختلافی ہے

اور یہ اختلافی صورت محض اور محض شیعہ سنی حضرات پر ہی منحصر نہیں بلکہ سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے اکابرین میں بھی واضح طور پر یہ اختلاف

موجود ہے۔

قائلین کفرِ ابو طالب بخاری شریف کی اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس میں ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اِرتحال و اِحتضار کے موقع کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا جب کہ اس کے برعکس جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے قائلین اپنے موقف میں درج ذیل چار قسم کی روایات بیان کرتے ہیں۔

اوّل :۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے وقت ان کے ہونٹوں کو متحرک دیکھ کر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے کان کو اُن کے ہونٹوں کے قریب کیا اور سُنا کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ رہے ہیں اور یہ کلمہ سُن کر آپ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا چنانچہ قائلین ایمان ابی طالب اس روایت کو بخاری کی مشہور روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔

دوم :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے والدین شریفین، طیبین وطاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ان کے عم محترم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی زندہ فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر دوبارہ فوت ہوئے۔

سوم :۔ حضور سرورِ کائنات امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم قیامت کے دن اپنے والدین کریمین اور اپنے عمِ محترم حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت فرمائیں گے۔

چہارم :۔ ایک طبقہ دیگر متعدد وجوہ کی بناء پر ان کو عنداللہ مومن محصور کرتا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ قابلِ مغفرت ہیں چنانچہ عنداللہ مومن ہونے کے متعلق سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے تین درجے ہیں جن میں ایک درجہ عنداللہ مومن ہونا ہے۔

اس امر کی مزید وضاحت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں ہے کہ:

1:۔ عنداللہ اور عندالناس وہ مومنین ہیں جنہوں نے عقیدۂ توحید و رسالت کی دل سے تصدیق کرتے ہوئے زبان سے اقرار بھی کیا اور فرائضِ خدا و رسول کی کامل طور پر اتباع بھی کی۔

2:۔ بعض لوگ عنداللہ کافر ہیں لیکن عندالناس مومن ہیں یعنی انہوں نے زبان سے اقرارِ توحید تو کیا مگر اس امر کو دل سے تسلیم نہ کیا۔

3:۔ تیسرا درجہ ان مومنین کا ہے جنہوں نے دل سے تو خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلیم کر لیا لیکن زبان سے اقرار نہ کیا۔

﴿الاقتصاد ص ۷۸ الامام اعظم اور علم حدیث ص ۱۲۵﴾

ایمان کی ان ہر سہ شرائط کو بیان کرنے کے باوجود فقہ اکبر میں امام

اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عبارت منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ اور آپ کے عمِ محترم حضرت ابو طالب معاذن کافر ہیں۔

لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب شدہ اس قول پر مطلع ہونے کے باوجود علمائے متاخرین نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین اور دیگر تمام تر آباؤ اجداد باکرام کو قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ صریحہ کی روشنی میں کفر و شرک کی نجاست اور آلودگی سے پاک اور منزہ قرار دیا ہے اور یہ مسئلہ اب تقریباً اجماعی صورت [illegible]

اسی طرح مندرجہ بالا چاروں توجیہات علمائے اسلام اور حفاظ حدیث حضرات نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی بیان کی ہیں۔

بعض احباب کا اصرار ہے کہ چونکہ سیدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کفر پر لکھی ہے لہٰذا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان ثابت کرنا مسلکِ حنفیہ سے متصادم ہونے کے مترادف ہے حالانکہ اس قسم کا تصور غلط محض ہے کیونکہ یہ تخیل اگر درست ہوتا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب شدہ اس قول میں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدِ گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفر پر فوت ہونے کے

تذکرہ کی موجودگی میں کبھی کوئی سنی حنفی یہ جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ سرکار ابد قرار حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا ایمان ثابت کرے یا ان کو مومن تصور کرے اور نہ ہی کوئی سنی حنفی اس بات کو تسلیم کر سکتا تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کریمین قطعی طور پر جنتی ہیں۔

علمائے کرام پر یہ امر ہرگز مخفی نہیں ہوگا کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان یا عدم ایمان کا مسئلہ کسی فقہی حیثیت کا حامل نہیں جس کی تقلید ضروری ہوتی حالانکہ بعض فقہی مسائل میں بھی اختلاف کی گنجائش موجود ہے جب کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ اور عم محترم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان کی بات فقہی مسائل سے ہٹ کر الگ تعلق حیثیت کی حامل ہے ورنہ کم از کم احناف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کو ہرگز مومن تسلیم نہ کرتے۔

ہاں ہم تاجدار سرہند حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ باوجود امام الاحناف ہونے کے اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان اقدس میں [illegible] تحریر فرمانے کے امام اعظم کے تشہد میں انگلی اٹھانے والے قول کو لائق اعتنا نہ سمجھتے ہوئے اس کے برعکس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں جو حدیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے اسے مضطرب قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ باوصف کثر حنفی ہونے کے فاتحہ خلف الامام کے متعلق اپنی تصنیف انفاس العارفین میں فرماتے ہیں کہ جب میں فاتحہ خلف الامام کی احادیث کی کثرت دیکھتا ہوں تو خود بھی اس کا قائل ہو کر اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہوں ﴿انفاس العارفین ص ۱۵۱﴾

حالانکہ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ دہلوی حنفی ہونے کے ساتھ ساتھ نقشبندی بھی ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خاص عقیدت مندوں میں سے ہیں جب کہ فاتحہ خلف الامام کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں [illegible] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے لوگ بہر صورت ہم سے زیادہ سمجھتے تھے مگر تشہد میں انگلی اٹھانے کے متعلق جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے واضح اختلاف موجود ہے حالانکہ آپ سے قبل تمام تر احناف کا اسی پر عمل تھا۔

بہر کیف بحث برائے بحث میں الجھنا ہمارا مقصود ہرگز نہیں ۔ بتانا صرف یہ تھا کہ اگر فقہ اکبر نامی رسالہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تسلیم بھی کر لیا جائے تو جب بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد گرامی اور عم محترم کے متعلق کوئی ایسی روایت آئی ہوگی جس میں ان کے کفر پر فوت ہونے کا ارشاد ہوا اور انہوں

نے نقل کر دی۔

بصورت دیگر تو یہ ہوتا کہ آپ اس موضوع پر متعدد روایات جمع فرماتے اور پھر ان پر اپنی عادت شریفہ کے مطابق باقاعدہ طور پر بحث کرتے مگر ایسی کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں کیونکہ نہ تو آپ نے خود اور نہ ہی آپ کے تلامذہ میں سے بالخصوص صاحبین نے اسے کبھی موضوع سخن بنایا حالانکہ ہمارے سامنے اس وقت ان اختلافات کی طویل فہرست بھی موجود ہے جو سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں امام محمد، امام ابو یوسف اور امام ابو زفر رحمہم اللہ نے متعدد مسائل میں براہ راست حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائے ہیں اور ہم احناف متعدد مسائل میں بجائے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبین کے اقوال کے مقر ہیں مگر ہم دانستہ طور پر اس فہرست کو شامل مضمون کرنے سے گریز کر رہے ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہمارے علمائے اسلام سے مخفی نہیں، اس لیے ہم مضمون کو بے مقصد طوالت کی نذر کرنے سے قاصر ہیں باوجود اس ناقابل تردید حقیقت کے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے کسی ایک بزرگ نے بھی اس مسئلہ پر تائید کے طور پر کبھی خامہ فرسائی نہیں کی اندریں حالات ہم آپ کی خدمت میں یہ التماس کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ بجائے اس مسئلہ کو خواہ مخواہ اُچھالنے کے ٹھنڈے دل سے ان دلائل پر غور فرمائیں جو ہم نے روافض کی کتابوں سے نہیں بلکہ سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے جلیل القدر علماء کرام

کی کتابوں سے اخذ کیے ہیں اور ان میں بعض ایسے اکابرینِ اُمت کی تحریریں بھی موجود ہیں جنہیں آپ اپنے اپنے زمانہ کے غوث اور قطب تصور کرتے ہیں۔

اِن دلائل پر غور کرتے وقت اِس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھیں کہ سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد بالاقول اُن حضرات سے ہرگز مخفی نہیں ہوگا اور نہ ہی ہم اُن لوگوں سے زیادہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا احترام کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ سے بڑا اِس صدی میں کون حنفی ہوگا جو ایک طرف تو سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان و عظمت اور قدر و منزلت کے پورے طور پر معترف ہیں بلکہ علم بردار حیثیت ہیں مگر دوسری طرف تاجدارِ انبیاء و مرسلین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقدسِ نور اور عصمت و طہارت کے پیشِ نظر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو سرے سے ہی نظر انداز فرما دیتے ہیں جس میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ مکرم اور والدۂ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کفر پر موت کا تذکرہ ہے۔

بعض حضرات کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے بھی پایا گیا ہے کہ یہ قول سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں بلکہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے مگر یہاں کی مدعو حقیقت کی وضاحت بیان ہے

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ یہ قول مُلا علی قاری کا بھی نہیں بلکہ کسی نے آپ کی کتاب میں تحریف کرتے ہوئے یہ قول اپنی طرف سے شامل کر دیا ہے۔

بعض بزرگوں کو یہ فرماتے ہوئے بھی سُنا جاتا ہے کہ یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں بلکہ مُلا علی قاری کا ہے مگر اس میں دورانِ طباعت ایک لفظ چھوٹ گیا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدِ گرامی کے متعلق لکھا تھا "مَامَاتَ عَلَی الکفر" [illegible] فوت ہوئے مگر لفظ "مَا" جو کہ نفی کے معنوں ہے طبع نہ ہوسکا اور "مَامَاتَ" کی بجائے "مَاتَ عَلَی الکفر" چھپ گیا یعنی وہ کفر پر فوت ہوئے چنانچہ اس سلسلہ میں ہمیں ایک صاحب نے پرانے چھاپے کی ایک کتاب کی زیارت بھی کروائی جس میں منقولہ بالا عبارت میں فی الواقع لفظ ما بھی موجود تھا مگر یہ قطعی بے مقصد چیز تھی جس کا تفصیلاً ذکر ابھی ہوگا۔

ویسے اگر یہ ثابت ہو جاتا تو ہمارے لیے یہ بات یقیناً آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب ہوتی کیونکہ اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفر پہ موت کے تذکرہ کے ساتھ ہی آپ کے عمِ محترم سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفر پہ فوت ہونے کا بھی تذکرہ ہے وہ عبارت میں صرف ایک سطر حائل ہے جس میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے ایمان کی حالت میں وصال فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بہرحال ! بعض حضرات اس کی یوں تاویل فرماتے ہیں کہ "مات علی الکفر" سے مراد مات علی عہد الکفر ہے یعنی انہوں نے کفر کے زمانہ میں وفات پائی مگر ان تمام تصوراتی شاخسانوں اور تخیلاتی تاویلات کا حقیقتِ حال سے قطعاً اور قطعاً کوئی واسطہ نہیں اور اس امر کے کئی وجوہ ہیں۔

﴿1﴾ اصل عبارت فی الواقعہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب رسالہ فقہ اکبر کی ہے اس لیے محض ملا علی قاری پر سارا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا۔

﴿2﴾ امام اعظم کی اس عبارت میں لفظ ما کا ہونا تسلیم کر لینے سے بھی بات وہیں رہتی ہے کیونکہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو نہ صرف قطعی طور پر کافر ہی ثابت کیا ہے بلکہ ان لوگوں کی بھی تردید کی ہے جو اُن کے مومن اور جنتی ہونے کے قائل ہیں۔

﴿3﴾ امام اعظم سے منسوب جملہ کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری نے جو مزید زیادتی فرمائی ہے طحاوی علیہ الرحمۃ نے اس پر طویل عبارت کی صورت میں شدید گرفت فرمائی ہے۔

﴿4﴾ ملا علی قاری کے مسلک کی جو گرفت علامہ طحاوی نے کی تھی

اس کا محاسبہ صاحب در مختار علامہ شامی نے کر رکھا ہے اور اپنا ووٹ بجائے علامہ طحطاوی کے ملا علی قاری کے حق میں استعمال کیا ہے، اندریں حالات محض تخیل اور قیاسی حجتوں سے اس مسئلہ کی سنگینی ختم کرنے کی کوئی کوشش قطعاً بے سود ثابت ہوگی۔

بایں ہمہ اس امر کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں کہ اس وقت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن اور جنتی ہونے کے متعلق اس قدر شرعی جواز جمع ہو چکا ہے کہ اب اس کے برعکس کسی بڑے سے بڑے آدمی کا قول حجت قرار نہیں پا سکتا، بلکہ ان احادیث کو بھی محل نظر قرار دینا پڑے گا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی یا والدہ معظمہ کے معاذ اللہ کافر و مشرک اور جہنمی ہونے کے الفاظ آئے ہیں۔

علاوہ ازیں متعدد محققین کی تحقیق کے مطابق فقہ اکبر نامی رسالہ سیدنا امام اعظم کی تالیفات میں شمار ہی نہیں ہوتا، جس کی عبارت کو حجت سمجھتے ہوئے ملا علی قاری نے اس رسالہ کی تشریح کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو محل نظر قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے جہنمی اور کافر و مشرک ہونے پر حجت قائم کی ہے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے خود شرح فقہ اکبر کے آخر پر اس امر کا اقرار کیا ہے کہ بعض علماء اس رسالہ کو امام اعظم کی تالیف تسلیم نہیں کرتے مگر ان کا یہ خیال غلط ہے۔

علامہ شبلی سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات سیرت النعمان میں متعدد دلائل سے ثابت کرتے رہیں کہ فقہ اکبر نامی رسالہ امام اعظم کی تالیف نہیں انہوں نے ان دلائل میں سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے کئی سو سال گزر جانے کے بعد تک بھی اس رسالہ کا کہیں نام و نشان تک موجود نہیں تھا ان کی یہ دلیل اس لحاظ سے یقینا بہت وزنی ہے کہ اگر یہ رسالہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات میں سے ہوتا تو یقینا ہر دور کے علمائے احناف اس کی شروحات لکھتے مگر ملا علی قاری سے پہلے علمائے حنفیہ میں سے کسی ایک نے بھی اس رسالہ کی شرح نہیں لکھی۔

علاوہ بریں ہم نے فقہ اکبر اور شرح فقہ اکبر کے متعدد نسخے بچشم خود دیکھے ہیں جن کی متعدد عبارات میں بعد المشرقین ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف خواہ کوئی بھی ہو اس وقت تحریفات والحاقات کا پلندہ بن چکی ہے پرانے نسخوں میں سیدنا امام اعظم سے منسوب زیر بحث عبارت اس طرح ہے۔

عبداللہ والد رسول اللہ مات علی الکفر رسول اللہ مات علی الایمان و ابو طالب عم رسول اللہ وابو علی مات کافرا۔

قارئین خود ہی اندازہ فرمائیں کہ کیا یہ عبارت امام اعظم رحمۃ اللہ

علیہ کی ہوسکتی ہے جس میں اس امر کی وضاحت کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی اور عمّ محترم کی موت تو کفر پر ہوئی ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا وصال ایمان پر ہوا۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اس امر کی محتاج ہے کہ اُنکا صاحب ایمان ہونا ثابت کیا جائے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مومن ہونے میں بھی شک وریب کی کوئی گنجائش موجود ہے؟

کیا سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جانِ ایمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کے بارے میں متردد ہوسکتے تھے؟

اس کے باوجود بھی اگر کسی کو اصرار ہو کہ یہ عبارت فی الواقع امام اعظم کی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان پر وصال فرمانے کو ثابت کیا جاسکتا ہے تو ہم اس کے سامنے امام اعظم کا یہ ارشاد پیش کریں گے کہ اگر میرا کوئی قول قرآن و حدیث اور اقوالِ صحابہ کے برعکس ہو تو اسے مسترد کردیں۔

ہدایہ میں ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب میرا کوئی قول بیان کرو، اور وہ کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اُسے چھوڑ دیں۔

اور جب تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی

ایسی حدیث آجائے جس کے خلاف میرا قول ہو تو میرے قول کو ترک کردیں۔

اور فرمایا کہ اگر تمہیں میرے قول کے خلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی قول مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دیں۔

عن ابی حنیفة اذا قلت قولاً و کتاب اللہ یخالفه اترکوا قولی ، و اذا کان خبر رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم یخالفه اترکوا قولی و اذا کان قول الصحابة یخالفه اترکوا قولی۔

علاوہ ازیں فتاویٰ شامی میں ہے کہ جب تمہیں امام اعظم کے مذہب کے خلاف صحیح حدیث مل جائے تو حدیث پر عمل کرو اور ایسا کرنے سے امام اعظم کا مقلد حنفیت سے خارج نہیں ہوتا۔

اذا صح الحدیث و کان علیٰ خلاف المذهب عمل بالحدیث و لا یخرج مقلده علی کا نه حنفیا بالعمل به۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ جب صحیح کے ساتھ کسی صحابی یا امام کے قول کا تعارض پیدا ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنے کے سوا چارۂ کار نہیں اس لئے اس امام کے قول کو ترک کردیں۔

اذا صح الحدیث و عارضه قول صاحب او امام فلا سبیل الی العدول عن الحدیث و ترک القول

ذالک لامام۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں !

اگر کسی کی تحقیق میں کوئی امر مرفوع حدیث سے ثابت ہو جائے اور اس کے مقابلہ میں کوئی دوسری حدیث بھی نہ ہو اور کوئی حدیث اس کی ناسخ بھی نہ ہو اور امام ابو حنیفہ کا فتویٰ حدیث مذکور کے خلاف ہو تو اِس صورت میں حدیث کا اتباع واجب ہے وکان فتویٰ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خلافہ یجب علیہ اتباع الحدیث۔

ایسی حالت میں اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر جمار ہے گا تو گویا یہ غیر اللہ کی ربوبیت تسلیم کرنے کے مترادف ہے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل میں صحیح اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا !

میں نے خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مل جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کو ترجیح دیں گے اور اگر کسی تابعی کا قول ہو تو ہم اس سے مقابلہ کریں گے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ العلا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے قول کے مقابلہ میں میرے قول کو ترک کر دو۔

واذ کان خبر رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وسلم یخالفہ قال اترکوا قولی

نیز امام صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

﴿تفسیر مظہری جلد دوم ص ۲۹۹ از علامہ قاضی ثناء اللّٰہ پانی پتی﴾

ان حقائق کے باوصف جب کہ ایسے بے شمار شواہد موجود ہیں کہ فقہ اکبر امام صاحب کی تالیف نہیں یا یہ کہ یہ رسالہ الحاق وتحریف کا شکار ہو چکا ہے تو پھر اپنی طرف سے یہ تخیل پیش کرنے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ یہ عبارت بجائے مَاتَ عَلی الکفر کے ماماتا علی الکفر ہوا کرتی تھی یا یہ کہ اس کا مطلب مَاتَ عَلی عھدِ الکفر ہے وغیرہ وغیرہ۔

کیا اس ناقابلِ تردید حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے شاگردوں کے ان کے ساتھ واضح اختلاف موجود ہیں اب جب کہ اختلاف روایات کا دروازہ بند نہیں کیا جاسکتا اور مثبت تحقیق کو ہمیشہ بنظر استحسان دیکھا گیا ہے جس کی ایک دلیل زمانہ رسالت کے صدیوں بعد حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا حضور رسالتمآب صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو باقاعدہ طور پر اور پوری قوت سے مومن ثابت کرنا ہے تو پھر حضرت ابوطالب رضی اللّٰہ عنہ کا ایمان اگر حقائق کی روشنی میں ثابت ہوتا ہو تو پریشانی کیوں؟

ہاں ! اگر جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ کے عدمِ ایمان کا مسئلہ اجماعی ہوتا تو پھر اس کے خلاف تحقیق کرنا یقیناً ایک مکروہ امر تھا۔

اب جب کہ رئیس المتکلمین سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مسلمہ شخصیت آپ کے ایمان اور عدمِ ایمان کو اختلافی مسئلہ قرار دیتے ہیں اور آپ کو امام الاحناف ہونے کا بھی شرف حاصل ہے تو پھر اگر اس مسئلہ کو مثبت طریقہ سے حل کر دیا جائے اور جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ایمان پر دلائل و براہین کو جمع کر دیا جائے تو اس امر کو تنفر و حقارت کی بجائے محبت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت ہے۔

بہر صورت ہم نے اس مسئلہ کو مختلف زاویوں سے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے اور اُمید ہے کہ ہماری یہ محنت اکارت نہیں جائے گی بلکہ اس سے اُمتِ مسلمہ کو کافی فائدہ پہنچے گا اور سچ پوچھیے تو میرا کامل ایمان ہے کہ یہ کتاب میرے لیے بھی دونوں جہان میں نہایت کارآمد ثابت ہوگی۔

نیز میری یہ زبردست خواہش ہے کہ جب قیامت کے دن قبر سے اُٹھایا جاؤں تو یہ کتاب میرے ہاتھوں میں ہو اور یہ خاص تحفہ سرکارِ دو عالم امام الانبیاء رحمۃ للعالمین تاجدارِ مدینہ سید الاولین و آخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حیدرِ کرار شیرِ خدا حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں پیش کر کے اپنی اور اپنے

ماں باپ کی نجات و مغفرت کی سند حاصل کروں۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس آرزو کو پُورا فرمائے آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

خاکپائے اہلبیت مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صائم چشتی

فتویٰ مبارکہ

از خواجۂ خواجگان قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین ، شیخ الاسلام والمسلمین شمع شبستان ہدایت قمر آسمان ولایت حضرت جناب **خواجہ محمد قمر الدین** چشتی نظامی سیالوی دامت برکاتہم القدسیہ زیبِ آستانہ سیال شریف ۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین اما بعد فقد سئل بعض الخلاء ان العقیدۃ المنقلۃ فی نجات ابی طالب صحیحۃ ام غیر ذالک ؟

اجیب ان ھذہ المسئلۃ مفروغۃ عنھا حیث صنف الکتب اجلۃ العلماء کثر اللّٰہ امثالھم فی نجات ابی طالب مثلاً اَسنٰی المطالب فی نجاۃ ابی طالب وغیرہ واما الروایات الدالۃ علی خلاف ذالک فا مثلھا ماروی قولہ اخترت النار علی العار حین قالہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحٰبہٖ اشھد لا اِلٰہ ا ا اللّٰہ فقال ذالک ۔

فا ولاً ان ھذہ الروایۃ تدل علی التصدیق

للتوحید والرسالة لانه اعتقد ان من لم یقل مثل ذالك فله النار وهذا هو الایمان ، لان الایمان تصدیق بالقلب ۔

وثانیاً هذا القول ما کان آخر کلامه یمکن انه قال قبل اوان موته والحق ان سیدنا رحمة للعالمین صلی اللہ علیه وآله وسلم لما کان مختاراً من عند اللہ تعالٰی ان یزکی لمن یشاء ویوتی الایمان لمن یشاء حتٰی للحصاة والبهائم والحجارة فکیف یتصور انه صلی اللہ علیه وآله وسلم ما زکی قلب عمه ونور صدره بالایمان اما باقی الروایات فسندنا غیر موثق لمن تتبع الا ۔

﴿محمد قمر الدین سیالوی عفی عنہ﴾

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رحمة للعالمین محمد وآله واصحابه اجمعین ۔

ہم سے ہمارے بعض احباب نے پوچھا ہے کہ نجات ابی طالب کا عقیدہ درست ہے یا نہیں ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ تو طے شدہ مسئلہ ہے کیونکہ جلیل

القدر علماء اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿ان جیسوں کی کثرت فرمائے ﴾ نے نجاتِ ابو طالب کے متعلق کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مثلاً اسنی المطالب فی نجات ابی طالب اور اس کے علاوہ دیگر کتب ہیں مگر اس کے برعکس بھی روایات موجود ہیں جو اُس کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ابو طالب کا یہ قول بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیں تو انہوں نے کہا کہ میں عار پر نار کو ترجیح دیتا ہوں۔

چنانچہ پہلی بات یہ ہے کہ یہ روایت تصدیق توحید و رسالت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ابو طالبؓ اس پر اعتقاد رکھتے تھے کہ جو کلمہ کا اقرار نہ کرے وہ آگ میں جائے گا اور یہی ان کے ایمان کی دلیل ہے کیونکہ ایمان دل سے تصدیق کرنے کا ہی نام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ قول جناب ابو طالبؓ کا آخری کلام نہیں ممکن ہے یہ بات آپ نے اپنی موت کے وقت سے پہلے کہی ہو۔

اور حق بات یہ ہے کہ سیدنا رحمۃ للعالمین صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم تبارک وتعالیٰ کی طرف سے صاحب
اختیار ہیں آپ جسے چاہیں پاک کریں اور جسے چاہیں
ایمان عطا فرمائیں حتیٰ کہ سنگ ریزوں، چوپایوں اور
پتھروں کو بھی تو یہ کیسے متصوّر کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے
اپنے چچا کے قلب کو پاک نہیں فرمایا اور ان کے سینے کو
نور ایمان سے منور نہیں فرمایا۔

اس کے علاوہ جو دیگر روایات ہیں وہ غیر معتبر ہیں اور یہ بات
اسانید حدیث کی اتباع کرنے والے محققین پر پوشیدہ نہیں واللہ ورسولہ اعلم۔

﴿محمد قمر الدین سیالوی غفرلہٗ﴾

مقدمہ

از گرامی قدر و الا گہر فخرِ ملت شیرِ اہلسنت رہبرِ شریعت
جامع منقول و معقول اُستاذ العلماء حضرت علامہ مولانا
جناب عطا محمد چشتی صاحب مد ظلہ العالی
صدر مدرس بندیال شریف۔

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ
من لانبی بعدہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہ
واولیاء اُمتہٖ اجمعین اما بعد۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی یہ سُنتِ جاریہ ہے کہ دنیا میں وقفہ وقفہ سے ایسے علماء کرام پیدا فرماتا رہے گا جو علماءِ سوء کی تاویلاتِ باطلہ اور مُبطلین کے مزعومات فاسدہ سے مسلمانوں کو متنبہ فرماتے رہیں گے اور جتنا زمانہ نبوۃ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بُعد اور قربِ قیامت ہوگا اتنا ہی تاویلاتِ زائغہ اور اعتقاداتِ فاسدہ کی کثرت ہوگی تا آنکہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب زمین پر اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ اس دوران بھی اپنی سنت جاری فرماتا رہے گا اور علماء سُوء کے مقابلہ میں علماء صدق پیدا فرماتا رہے گا چنانچہ تاریخ دان حضرات پر واضح

ہے کہ ہر دور میں صالحین نے مبطلین کا رد فرمایا اور دین کی تجدید فرمائی اسی سلسلہ کی کڑی میرے ایک عزیز حضرت مولانا العلامۃ جناب صائم چشتی فیصل آبادی ہیں۔ صائم چشتی صاحب کی تین تصانیف بندہ کی نظر سے گذری ہیں۔ اوّل ﴿ گیارھویں شریف ﴾

چونکہ مبطلین نے اولیاء کرام کے لیے ایصالِ ثواب کو ما اُھلّ لغیر اللّٰہ میں داخل کر دیا اور حلال طیّب کو حرامِ قطعی میں داخل کرنے کی سعی نامشکور کی تو جناب صائم چشتی صاحب نے نہایت حسین انداز میں مُبطلین کا ردِ بلیغ فرمایا اور کتاب مستطاب گیارھویں شریف تالیف فرمائی جو کافی مدت ہوئی کہ طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہے اور اب دوسرے ایڈیشن میں قدم رکھ رہی ہے۔

دوسری کتاب ﴿ شہید ابنِ شہید ﴾ ہے کہ بعض خوارج نے حضرت سیّد الشہداء امام مظلوم نبیرۂ ختم المرسلین صلی اللہ و علی اولادہ الکرام پر زبانِ طعن دراز کی ہے اور یزید اظلم عَلیہ ما عَلیہ کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو حضرت صائم چشتی کی حُبِّ اہلِ بیت کرام کی رگ پھڑکی اور کتاب مذکورہ بالا تصنیف فرما کر خوارج کا دندان شکن ردِ بلیغ فرمایا اور حمایت اور تائید اہلسنت کی سعادت سے اللہ تعالیٰ نے صائم چشتی صاحب کو سرفراز فرمایا۔

حالانکہ ملکتان میں مشاہیر علماء اہلِ سنت موجود ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔

﴿این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ﴾

اور تیسری کتاب حضرت مولانا صائم چشتی نے ﴿حضرت ابوطالب عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کے ایمان کے متعلق تحریر فرمائی ہے اس کتاب کا مضمون اور موضوع ایک نہایت نازک مسئلہ ہے جس پر قلم اٹھانا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔

فاضل مصنف نے اس مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کیا ہے کہ اپنی وسعت علمی اور کثرت معلومات کا ثبوت مہیا فرما کر اہل علم پر بڑا احسان کیا ہے اس فقیر محرر ایں سطور خادم الطلبہ عطاء محمد چشتی گولڑوی نے جناب صائم چشتی صاحب کی کتاب گیارہویں شریف پر مختصر تقریظ تحریر کی ہے جو کہ شاید کتاب کی دوسری طبع میں شائع ہوگی اس مقام میں یہ فقیر پر تقصیر مولانا صائم چشتی صاحب کی تیسری تصنیف پر تبصرہ کرنا چاہتا ہے جس میں حضرت ابوطالب کے ایمان پر محققانہ بحث کی گئی ہے اگرچہ تبصرہ وتقریظ اختصار کی متقاضی ہے زیر تبصرہ مسئلہ ایسا دریا ہے کہ اس کو کوزے میں بند کرنا کم از کم اس فقیر کا مقدور نہیں ہے اس لیے اگر تبصرہ میں طوالت ہو جائے تو بندہ قارئین سے معذرت خواہ ہے تبصرہ سے قبل چند تمہیدی مقدمات پیش خدمت ہیں تا کہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

﴿مقدمہ اوّل﴾ ایمان میں دو چیزیں ہیں اوّل تصدیق جس کا تعلق دل سے ہے دوم اقرار جس کا تعلق زبان سے ہے خلاصہ ہر دو چیز کا یہ ہے کہ دل تسلیم کر لے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صادق اور سچے ہیں اور زبان سے ہر دو امر کا اقرار کیا جائے جس کا خلاصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔

﴿مقدمہ دوم﴾ تصدیق قلبی مسلمان سے کبھی ساقط اور معاف نہیں ہوتی خواہ کتنا ہی عذر اور خوف شدید کیوں نہ ہو لیکن اقرار عذر اپنی جان کے خطرہ کے وقت ساقط اور معاف ہے یعنی اگر تصدیق قلبی موجود اور محکم ہے تو زبان پر کلمۂ کفر جاری کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے اور اس کی دلیل قرآن پاک میں مذکور ہے۔

چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ
مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا
فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

خلاصہ مقدمہ دوم کا یہ ہے کہ اگر تصدیق قلبی ہے تو زبان پر صریح کفر منافی ایمان نہیں ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اگر تصدیق قلبی موجود ہے تو زبان پر ایسے کلمات جاری کرنا جو کفر صریح نہیں بلکہ دو معنی کا احتمال رکھتے ہیں یعنی کفری اور غیر کفری تو

ایسے کلمات کا اجراء زبان پر جان کے خوف کے وقت بطریقِ اُولیٰ منافی ایمان نہیں ہے اس میں بھی کسی ذی علم کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔

﴿مقدمہ سوم﴾ جب اپنی جان کو خطرہ لاحق ہو تو زبان پر اجراء کلمات کفر منافی ایمان نہیں ہے تو اگر اپنی جان کے ساتھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جان کو بھی شدید خطرہ لاحق ہو تو زبان پر اجراء کلمات کفر یا اجراء کلمات محتملہ بطریق اولیٰ منافی ایمان نہیں ہونگے۔

﴿مقدمہ چہارم﴾ کفر کی کئی صورتیں ہیں اور دل میں تصدیق نہیں ہے اگرچہ زبان پر اقرار ہے دوم بلا عذر و اکراہ زبان پر اجراء کلمۂ کفر سوم ایسا فعل ہے جو کہ کفر کرنا اور تکذیب پر دلالت کرے اور کوئی جبر اور اکراہ نہیں ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکنا۔

﴿مقدمہ پنجم﴾ ایمان اور کفر کے دلائل بظاہر متعارض ہوں تو ایمان کے دلائل کو ترجیح ہوگی اگرچہ دلائل ایمان ضعیف ہی کیوں نہ ہوں اور اس کی تصریح کتاب حقہ میں ہے" الاسلام یعلوا ولا یُعلیٰ"۔ یعنی اسلام کفر پر غالب ہے مغلوب نہیں ہے۔

﴿مقدمہ ششم﴾ ابتداء میں عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے علماء کو پیدا فرمایا جنہوں نے حق کو ظاہر فرمایا اور تاویلات باطلہ کا

ابطال فرمایا مسئلہ ایمان حضرت ابی طالب بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے اور قدیماً حدیثاً علماء کرام نے اس مسئلہ میں کتابیں اور رسائل تحریر فرماتے اس فقیر کی معلومات کے مطابق ماضی قریب میں مولانا العلامہ محمد بن رسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان ابی طالب پر ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ اور ایمان ابی طالب کو دلائل کثیرہ سے ثابت فرمایا اس رسالہ میں علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دلائل جن سے مخالفین نے عدم ایمان ابی طالب پر استدلال کیا تھا انہی دلائل سے علامہ برزنجی نے ایمان ابی طالب ثابت کیا "فللّٰہ درہ" علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات گیارہ صد تین ہجری میں ہوتی ہے اس کے بعد اسی مسئلہ پر حضرت علامہ سید احمد بن زینی دحلان مفتی الحرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام انہوں نے اسنٰی المطالب فی نجاۃ ابی طالب رکھا یہ دونوں رسالے عربی زبان میں ہیں اور دوسرا رسالہ پہلے سے ماخوذ ہے اور پھر بہت ہی ماضی قریب میں حضرت علامہ مولوی محمد برخودار رحمۃ اللہ علیہ ملتانی بخشی نبر اس نے رسالہ اسنیٰ المطالب کا اردو میں ترجمہ فرمایا اور اس کا نام القول الجلی فی نجاۃ عم النبی وابی علی ہے اور اس کے بعد اس موضوع پر علامہ صائم چشتی کی تصنیف منیف "ایمان ابی طالب" ہے اللہ تعالیٰ زورِ قلم زیادہ عطا فرمائے۔

﴿مقدمہ ہفتم﴾ علوم دینیہ کے کئی شعبے ہیں تدریس افتاء قضاء تبلیغ

مناظرہ تصنیف وتالیف اور ظاہر ہے کہ ایک آدمی یہ سارے کام نہیں کر سکتا لہٰذا علماء کو یہ تمام کام باہم تقسیم کرنے ہونگے تو جب کوئی صاحب علم کسی ایک کام کو اختیار فرما کر سعی بلیغ کرتا ہے تو اس میں فقیر کو بڑی خوشی ہوتی ہے کہ اس عالمِ دین کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہے اور یہ کہ اس نے علماء کا ہاتھ بٹایا ہے کیونکہ اس فقیر کا مشغلہ تدریس ہے تو بندہ کو اس بات پر بڑی خوشی ہے کہ جناب صائم چشتی صاحب نے تصنیف وتالیف کا شعبہ اختیار فرما کر علماء کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اس فقیر نے جو صائم چشتی صاحب کی حوصلہ افزائی کی ہے یہ فقیر دوسرے علماء سے بھی اسی قسم کی حوصلہ افزائی کی توقع رکھتا ہے ان سات تمہیدی مقدمات کے بعد بندہ مختصر طور پر اصلی مقصد بیان کرتا ہے "دعوی مافیہ" تمنا مختصری ہے مگر تمہید طولانی یہاں حضرت ابو طالب کے ایمان پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اوّل : حضرت ابو طالبؓ سے کتب تاریخ میں کئی اشعار اور خطبات منقول ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابو طالبؓ کے دل میں تصدیق بالنبوۃ تھی اور انہوں نے زبان سے اقرار کیا ہے یہاں نمونہ کے طور پر بعض اشعار اور خطبات کا ذکر کیا جاتا ہے شعر۔

ولقد علمت بان دین محمد

من خیر ادیان البریہ دینا

یعنی میں نے یقیناً جان لیا ہے کہ محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا دین تمام لوگوں کے دین سے افضل
ہے۔

شعر!

الم تعلموا انا وجدنا محمداً رسولاً
کموسی صح ذالک فی الکتب

یعنی تم سب لوگ جانتے ہو کہ محمد مصطفےٰ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح رسول ہیں جیسے موسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ بات آسمانی کتابوں سے
ثابت ہے۔

وشق لہ من اسمہ لیجعلہ
فذ والعرش محمود وھذا محمدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے اسم محمود سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مشتق فرمایا ہے
آنحضرت کی عزت افزائی کے لیے اور یہ شعر حضرت حسان رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے اور اس صورت میں یہ شعر من قبیل
توارد ہوگا۔

اب خطبات کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں حضرت ابو طالبؑ نے

قریش کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

والله لکانی به وقد غلب وادانت لهٔ العرب
والعجم فلا یسبقنکم الیه سائر العرب فیکونوا
اسعد به منکم۔

یعنی میں نورِ فراست سے دیکھ رہا ہوں کہ
آنحضرت غالب ہیں اور عرب وعجم انکا مطیع ہے۔

اے قریش ایسا نہ ہو کہ دوسرے عرب اس سعادۃ ایمانی سے تم پر سبقت لے جائیں اور وہ زیادہ سعادت حاصل کرلیں یعنی تم قریش آپ کے ساتھ صرف ایمان ہی نہ لاؤ بلکہ ایمان اور اسلام اور ایمان میں سبقت اور پہل کرو ایک اور خطبہ میں ہے۔

یا معشر قریش کونوا له ولاۃ ولحزبه
حماۃ والله لا یسلك احد سبیله الا رشد ولا
یاخذ احد بهدیه الا سعدا۔

یعنی اے قریش تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے محب اور آپ سے قریب ہو جاؤ اور آپ کے
گروہ کے مددگار بنو۔

خدا کی قسم جو آپ کا راستہ اختیار کرے گا وہ ہدایت پا گیا اور جو آپ کی سیرت پر عمل کرے گا وہ نیک بخت ہے۔

ایک اور خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

لن تزلوا بخير ما سمعتم من محمد
وما اتبعتم امره فاطيعوا ترشدوا

قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

جب تک تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
بات سنو گے اور آپ کے امر اور حکم کی اتباع کرو گے تو
تم ہمیشہ بھلائی اور نیکی میں رہو گے۔ لہٰذا آپ کی
اطاعت کرو راہنمائی پاؤ گے۔

مذکورہ بالا اشعار اور خطبات علامہ برزنجی اور سید احمد بن زین دحلان مکی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل میں مستند تواریخ سے نقل فرمائے ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابی طالبؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوۃ کی تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں حاصل تھے اور وہ ظاہر اور باطن میں مومن تھے۔ مذکورہ بالا دلیل سے حضرت ابوطالبؑ کے اپنے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مومنِ مصدق مقر تھے۔

اب دوسری دلیل ملاحظہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوطالبؑ کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔

دلیل دوم : اس دلیل سے یہ امر ثابت کیا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے چچا کو مومن جانتے تھے۔

دلیل ذکر کرنے سے قبل ایک تفصیل ملاحظہ ہو تا کہ دلیل سمجھنے میں آسانی ہو حضرت عبدالمطلبؑ کے وصال کے بعد مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا اہل مکہ نے حضرت ابوطالبؑ سے بارش کے لئے دعا کی التماس کی تو حضرت ابوطالبؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر بیت اللہ شریف میں گئے اور آپ کے توسل سے بارش کی دعا فرمائی۔

یہ واقعہ بعثت سے پہلے کا ہے۔ اور جب بعد از بعثت قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کیا اور آپ کے آزار اور تکلیف کے در پے ہوئے تو پھر حضرت ابوطالب نے قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان اور برکت جتلائی جو کہ قبل از بعثت صغر سنی میں تھی اور یہ شعر پڑھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

یہ گورے رُخساروں والا جس کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے۔ اور یتیموں کی جائے پناہ اور بیوگان کا محافظ ہے۔

☆ مدینہ منورہ میں قحط پڑا اور ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ

بارش ہوئی اور جب لوگ بارش سے تنگ آ گئے اور بارش کی بندش کی دُعا کی التماس کی اور آپ کی دُعا سے بارش بند ہوئی۔ اِس تفصیل کے بعد دلیل دوم ملاحظہ ہو۔

آپ نے اِس موقع پر فرمایا۔

للہ وابی طالب لو کان حیا لقرۃ عیناہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت ابو طالب کو بڑی خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مذکورہ بالا الفاظ مبارکہ سے ایمان ابوطالب پر دو وجہ سے دلیل ہے۔

اوّل یہ کہ آپ نے شہادت دی کہ حضرت ابوطالب کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر عطا فرمائی ہے اور جس کی موت کفر پر ہو اس کیلئے خیر کثیر کا اثبات نہیں کیا جاتا اور کافر کے متعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے الفاظ نہیں استعمال فرما سکتے۔

حضرت ابوطالب کو اللہ تعالیٰ نے یہی خیر کثیر عطا فرمائی ہے کہ جب تک زندہ رہے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی زبردست اعانت فرمائی اور اس کی وجہ سے قریش نے آپ سے ترک موالات کی اور آپ کو مکہ شریف سے نکل کر تین سال شعب ابی طالب میں گذارنے پڑے اور جب مرے تو خاتمہ ایمان پر ہوا۔

دوم۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا !

اگر آج ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو ان کی بھی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ خوش ہوتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ شریف میں بارش اور اس کی بندش کیلئے دُعا مانگنا اور پھر دُعا کا قبول ہونا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے معجزہ پر صرف مومن ہی خوش ہو سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ حضرت ابو طالب کو مومن جانتے تھے۔

دلیل سوم : ابن سعد نے طبقات میں اسناد صحیح کے ساتھ اور ابن عساکر ہر دو نے حضرت عباسؓ سے حدیث نقل فرمائی،

انہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماترجوا لابی طالب قال کل الخیر ارجو من ربی

یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت سے پوچھا کہ ابو طالب کے متعلق آپ کو کیا اُمید ہے ؟ تو فرمایا ! میں اپنے رب سے ابو طالبؑ کے متعلق مکمل خیر کی اُمید رکھتا ہوں۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ (کل الخیر ارجوا من ربی) ایمان ابو طالب پر دو وجہ سے دلیل ہے۔

اوّل:۔ مکمل خیر کی اُمید مومن کے ساتھ خاص ہے جس کی موت کفر پر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ...... الآية

یعنی اللہ تعالیٰ کافر کی ہرگز بخشش نہیں کرے گا۔ تو معلوم ہوا کہ ابو طالب جنت میں داخل ہوں گے ﴿ازالۂ وہم﴾ بعض لوگ اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ابو طالب کے عذاب میں آنحضرت کی وجہ سے تخفیف ہوئی ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے تو یہ جواب مردود ہے کیونکہ عذاب شر ہے اس میں کوئی خیر نہیں چہ جائیکہ کامل خیر ہو۔

دلیل چہارم:

مُسلم شریف میں ہے۔

عن عبد اللّٰه بن حارث قال سمعت العباس يقول قلت يارسول اللّٰه ان ابا طالب كان يحوطك وينصرك ويغضب لك فهل نفعه ذالك قال نعم وجدته في غمرات من النار فاخرجته الى ضحضاح۔

خلاصہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ابو طالبؑ آپ کی رعایت اور مدد کرتا تھا اور آپ کے لئے لوگوں پر ناراض ہوتا تھا کیا اس بات

نے اس کو نفع دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں نفع دیا ہے میں نے اس کو بلند آگ کی طرف پایا۔ پس میں نے اس کو نہایت پتلی اور ہلکی آگ کی طرف نکالا۔

مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے۔

عن عباس بن عبد المطلب انه قال یارسول الله نفعت ابا طالب بشئی فانه کان یحوطك ویغضب لك قال صلی الله علی وسلم نعم هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار۔

اِس حدیث اور پہلی حدیث کا ترجمہ تقریباً ایک جیسا ہے فرق صرف یہ ہے کہ دوسری حدیث میں یہ ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ابو طالب کو کوئی نفع دیا ہے آپ نے فرمایا! ہاں میں نے نفع دیا ہے وہ پتلی آگ میں ہے اگر میری سفارش نہ ہوتی تو نچلے طبقہ کے دوزخ میں ہوتا۔

ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور سفارش سے حضرت ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے۔

حالانکہ قرآن پاک میں وارد ہے۔

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔

یعنی نہ تو کافروں کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کی مدد کی

جاتجگی یہ آیہ مبارکہ سب کفار کے لئے ہے۔ کسی کافر کی تخصیص نہیں ہے اور
حنفی اصول کے مطابق ابتداءً وہ مخصص ہوتا ہے کہ قرآن کی آیت یا حدیث
متواتر ہو اور مذکورہ بالا ہر دو حدیث متواتر نہیں ہیں۔ تو اگر حضرت ابوطالب کا
خاتمہ کفر پر ہوتا تو ان کے عذاب میں کبھی تخفیف نہ ہوتی چونکہ ان کے عذاب
میں تخفیف ہوئی ہے۔ لہذا وہ مومن ہیں۔ ان ہر دو حدیث کا بعض لوگ
جواب دیتے یہ جواب اس کا دلیل پنجم کے بعد دیا جائے گا۔ انشاء اللہ
تعالی۔

دلیل پنجم:

مسلم شریف میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر عندہٗ عمہ ابو
طالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل
فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کا
ذکر کیا گیا ہے یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ شفاعت عمومات
قرآن کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ عموماتِ قرآنی کا ذکر قبل ازیں گذر چکا ہے
یعنی!

قولہ تعالیٰ لا یخفف عنہم العذاب الآیہ وقولہ

تعالیٰ فماتنفعهم شفاعة الشافعین۔

وجہ دوم ! یہ مخصوص شفاعت دلیل چہارم اور پنجم میں مذکور ہر دو احادیث سے اخذ کی گئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور برکت سے حضرت ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی تو جو علماء حضرت ابو طالب کے ایمان کے قائل نہیں ہیں ان پر اعتراض وارد ہوا کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی اور نہ ان کو کسی کی شفاعت نفع دے گی اور تم لوگ حضرت ابو طالب کے کفر کے قائل ہو تو پھر کافر کو یہ تخفیف کیوں ہوئی اور اس کو شفاعت نے کیوں نفع دیا تو ان علماء نے اس مخصوص قسم کی شفاعت کا سہارا لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک خاص شفاعت ہے کہ کافر کو بھی نفع دے سکتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ قسم شفاعت کفر ابی طالب پر مبنی ہے اور اس شفاعت کو ان ہر دو احادیث سے اس بناء پر اخذ کیا گیا ہے کہ حضرت ابو طالب کافر تھے تو جب ہم نے حضرت ابو طالب کا ایمان ثابت کر دیا تو اس شفاعت کا مبنی فاسد ٹھہرا لہذا شفاع والا جواب نہایت کمزور ٹھہرا اور ہر دو احادیث سے اس شفاعت کا اخذ بھی باطل ثابت ہوا کیونکہ ان ہر دو احادیث سے تو حضرت ابو طالب کا ایمان ثابت ہوا کیونکہ یہ احادیث قرآن کے معارض نہ ہوں تو ان احادیث سے یہ شفاعت ثابت نہ ہوئی قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے کہ منکرین ایمان ابو طالب ہر دو احادیث سے مذکورہ بالا کے دو جواب دیتے ہیں یہاں تک ایک جواب اور

اس کا دو وجہ سے رد کیا گیا ہے۔

اب منکرین کا دوسرا جواب ملاحظہ ہو جواب دوم جس طرح ابو طالبؑ کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے اسی طرح ابولہب کے عذاب میں بھی تخفیف ہوئی ہے اور اس تخفیف کا ذکر بھی کتبِ احادیث میں ہے تو حضرت ابوطالبؑ کی تخفیف عذاب سے اگر ان کا مومن ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر ابو لہب کی تخفیف سے بھی اس کا مومن ہونا ثابت ہو جائیگا جب کہ نصِ قرآنی کے مطابق کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہو سکتی حالانکہ ابولہب کے ایمان کا تو کوئی قائل نہیں ہے تو یہ جواب بھی چند وجوہ سے مردود ہے وجہ اوّل ابولہب کے عذاب میں جو تخفیف کا ذکر کتب حدیث میں ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں ہے بلکہ ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا تو ابولہب نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی آزاد کی تھی اس کی وجہ سے مجھے انگلی سے پانی ملتا ہے برخلاف حضرت ابوطالب کے کہ ان کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری شفاعت ابوطالب کو نفع دیگی اور وہ پتلی یعنی ہلکی آگ میں ڈالا جائے گا۔

وجہ دوم ابولہب کا واقعہ خواب کا ہے جو کسی آدمی کو آئی تھی اور خواب حجت و دلیل نہیں ہے برخلاف حضرت ابوطالب کے کہ ان کی تخفیف عذاب

وجہ سوم جس آدمی نے ابولہب کو خواب میں دیکھا تھا وہ اس وقت بھی مسلمان نہیں تھا اور اس کی بات قابل اعتماد نہیں ہے۔

وجہ چہارم حضرت ابو طالبؑ کے ایمان پر دلائل گذر چکے ہیں کہ ان کے دل میں تصدیق تھی اور زبان سے اقرار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بھر عزت کی دشمن کے شر سے آپ کو بچایا۔

لہٰذا ابو طالبؑ کے ایمان کا اقرار کرنا ہوگا برخلاف ابولہب کے چچا حضرت ابو طالبؑ کا ذکر کیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ امید ہے کہ قیامت کو میری شفاعت ان کو نفع دے گی اور پتلی آگ میں داخل ہوگا جو ٹخنوں تک ہوگی اور اس کا دماغ اس آگ سے جوش کرے گا اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن میں حضرت ابی طالبؑ کی شفاعت کریں گے اور یہ شفاعت ان کو نفع دے گی حالانکہ قرآن پاک میں ہے۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ۔

یعنی کفار کو شفاعت کنندگان کی شفاعت نفع نہ دے گی۔

یہاں کفار اور شفاعت کنندگان ہر دو میں تعمیم ہے یعنی کسی کافر کو کسی شافع کی شفاعت نفع نہ دے گی اور حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابی طالبؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نفع دینی چاہیے اور جب کہ شفاعت نفع دے گی تو معلوم ہوا کہ ابو طالب مومن ہیں۔

یہاں دلیل چہارم اور پنجم پر منکرین ایمان حضرت ابوطالب پر دو اعتراض کرتے ہیں یا یوں کہیے کہ ان دلیلوں کے دو جواب دیتے ہیں۔

جواب اوّل!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی کئی اقسام ہیں اور ان اقسام سے ایک قسم یہ ہے کہ آپ کی شفاعت سے کافر کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے اور تخفیف کی یہ شفاعت بعض کفار کو نفع دے گی لہذا ابو طالب کی تخفیف اور نفع شفاعت آیات کے منافی نہیں ہے۔

وجہ اوّل!

قبل ازیں گذر چکا ہے کہ احناف کے نزدیک عمومات قرآنی قطعیت کا فائدہ دیتے ہیں اور عمومات کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ابتدائی مخصص قطعی ہو یعنی قرآن کی آیت یا حدیث متواتر تو جس مخصوص شفاعت کہ اس نے ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی اور آپ کے حق میں گستاخیاں کیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ گستاخانہ الفاظ کہے۔ ﴿تبًا لک﴾ یعنی تیرے لئے ہلاکت ہے ﴿العیاذ باللہ﴾ اس گستاخی سے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو اتنا غصہ آیا کہ ابولہب کی مذمت میں پوری ایک سورۃ قرآنی نازل فرمائی جب حضرت ابوطالب سے کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے

ترک موالات کی اور ابو طالب کو آنحضرت کی جان کا خطرہ پیدا ہوا تو حضرت ابو طالب کا ساتھ دیا خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر لیکن ابولہب جو کہ حضرت ابو طالب کا بھائی تھا یہ ابو طالب کے ساتھ نہیں گیا تھا اور کفار کا ساتھ دیا کیونکہ اس کی بیوی ابوسفیان کی بہن تھی خلاصہ یہ کہ حضرت ابو طالب اور ابو لہب میں زمین آسمان سے زیادہ فرق ہے تو صرف خواب کی بناء پر ابولہب کو مسلمان نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں تک تو بندہ نے حضرت ابو طالب کے ایمان پر پانچ دلائل ذکر کیے ہیں اور منکرین ایمان ابو طالب نے چونکہ بعض دلائل کے جواب دیئے تھے اس لئے ان جوابات کو ذکر کر کے ان کو رد کیا گیا ہے اب دلیل ششم ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل ششم!

ترمذی شریف اور ابو داؤد شریف اور ابن ماجہ شریف میں حدیث شریف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

شفاعتی لا هل الکبائر من امتی ۔

یعنی میری امت سے جنہوں نے کبائر کا ارتکاب کیا ہے میں ان کی شفاعت کروں گا اور یہ امر مسلم ہے کہ ان اہل کبائر سے مراد مسلمان اور مومن ہیں کیونکہ کافر کے لئے شفاعت نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اور چونکہ حدیث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے حضرت ابو طالب کے لئے

شفاعت ہوگی اور یہ شفاعت اس کو نفع بھی دے گی لہٰذا حضرت ابوطالب بھی

مذکورہ بالا حدیث میں داخل ہیں اور مسلمان ہیں۔

دلیل ہفتم!

محدث ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک

حدیث نقل فرمائی ہے۔

عن ابن عباس ان ابا طالب لما تقارب منه الموت بعد ان

عرض عليه النبی صلی اللہ عليه وآلہ وسلم ان يقول لا اِله الا اللہ

فابیٰ فنظر العباس اليه وهو يحرك شفتيه فاصغیٰ اليه فقال يا ابن

اخی واللہ لقد قال اخی الكلمة التی امرته ان يقول لها ۔

خلاصہ حدیث یہ ہے کہ جب حضرت ابوطالب قریب المرگ ہوئے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھو تو ابو

طالب نے انکار کیا اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا

کہ ابوطالب اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے ہیں تو حضرت عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اپنا کان ابوطالب کی طرف جھکایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی کہ جس کلمۂ طیبہ کا آپ نے ابو

طالب کو حکم فرمایا تھا وہ کلمہ میرے بھائی نے پڑھ لیا ہے۔

تو اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ اگرچہ ایک دفعہ ابوطالب نے

کلمہ پڑھنے سے انکار کیا لیکن اس کے بعد قبل از مرگ کلمہ لاالہٰ الا اللہ پڑھ لیا تو ان کی موت ایمان پر ہوئی منکرین ایمان ابو طالب اس حدیث کے کئی جواب دیتے ہیں۔

جواب اوّل:۔

اس حدیث کے راوی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور وہ اس وقت مسلمان نہیں تھے لہٰذا یہ حدیث قابل حجۃ نہیں ہے یہ جواب چند وجوہ سے مردود ہے وجہ اول یہ درست ہے کہ حضرت ابوطالب کی موت کے وقت حضرت عباس مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن ہمارا استدلال حضرت عباسؓ کی بیان کردہ حدیث سے نہیں ہے بلکہ ہمارا استدلال اس طرح ہے کہ جب حضرت عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو طالب کے کلمہ پڑھنے کے متعلق عرض کی تو آنحضرت خاموش رہے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کی تقریر فرمائی تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کی بات کو درست تسلیم کیا تو بندہ کا استدلال اس تقریر سے ہے کیونکہ حدیث کے اصول میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث تین قسم ہے اول قول، دوم فعل، سوم تقریر، اور تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی فعل کا مشاہدہ فرمالیں یا کوئی بات سنیں اور سکوت فرمادیں تو یہ سکوت دلیل ہے کہ وہ فعل اور قول درست اور صحیح ہے۔

وجہ دوم:۔ مذکورہ بالا حدیث کے راوی حضرت ابن عباس ہیں اور

اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ابن عباس نے یہ حدیث اپنے والد سے بعد از اسلام سنی ہے یہاں تک تو منکرین ایمان ابو طالب کے جواب اول کا رد ہے اب ان کا جواب دوم ملاحظہ فرمادیں۔

جواب دوم !

مسلم شریف میں ایک حدیث ہے۔

لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فوجد عنده ابا جهل وعبدالله بن امیه بن المغیرة فقال رسول الله علیه وآله وسلم یاعم قل لا اله الا الله کلمةً اشهد لك بها عندالله فقال ابو جهل وعبدالله بن امیه یا ابا طالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یعرضها علیه ویعید له تلك المقالة حتی قال ابو طالب آخر ما کلمهم و علی ملة عبدالمطلب وابی ان یقول لا اله الا الله۔

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے تو ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ بھی ابو طالب کے پاس بیٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے چچا لا الہ الا اللہ پڑھو تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں تمہارے کلمہ کی گواہی دونگا تو ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ بھی حضرت ابو طالب سے کہنے لگے کہ تو حضرت عبدالمطلب کے دین سے پھرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ابوطالب پر بار بار کلمہ طیبہ پیش کرتے رہے تو حضرت ابوطالب نے ابوجہل وغیرہ سے جو آخری کلام کی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کیا منکرین ایمان ابوطالب کہتے ہیں کہ حدیث ابن اسحاق سے ابوطالب کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور حدیث مسلم شریف سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے تو ہر دو حدیث میں تعارض ہے چونکہ مسلم شریف کی حدیث اصح ہے لہٰذا اس کو ترجیح ہوگی۔

یہ جواب تین وجہ سے مردود ہے وجہ اول حدیث ابن اسحاق اور حدیث مسلم شریف میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں ﴿آخر ما کلمھم ہو﴾ یعنی ابوجہل وغیرہ کے ساتھ ابوطالب کی آخری کلام یہ تھی اور حدیث ابن اسحاق کے یہ الفاظ ہیں ﴿بعد ان عرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقول لا الٰہ الا اللہ فابی الحدیث﴾ یعنی حضرت عباس نے جو ابوطالب سے کلمہ طیبہ سنا تو یہ ابوجہل وغیرہ سے کلام کرنے کے بعد کا واقعہ ہے تو انکار ابوطالب پہلے ہے اور کلمہ پڑھنا بعد میں ہے تو زمانہ کا اختلاف ہے لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے تعارض تب تھا کہ مسلم شریف کے یہ لفظ ہوتے ﴿قال ابو طالب آخر کلامہ﴾ یعنی حضرت ابوطالب کی آخری کلام یہ تھی حالانکہ الفاظ اس طرح نہیں ہیں منکرین پر حیرت ہوتی ہے کہ مسلم شریف کے واضح الفاظ کے باوجود ان کو متعارض کرایا۔

وجہ دوم منکرین ایمان ابوطالب نے حدیث مسلم کو اصح کہا ہے تو اس

سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک حدیث ابن اسحٰق صحیح ہے اب اُن کے نزدیک صحیح اور اصح میں تعارض ہے تو بندہ کہتا ہے کہ یہاں ایمان ابو طالب میں صحیح کو ترجیح ہے کیونکہ بندہ قبل ازیں مقدمہ میں ذکر آیا ہے کہ ﴿الاسلام یعلوا ولا یعلیٰ﴾ یعنی ایمان اور کفر کے دلائل میں تعارض ہو تو اسلام کو ترجیح ہے اگر چہ اسلام کے دلائل میں کمزوری کیوں نہ ہو جیسا کہ فقہاء کا قاعدہ ہے

وجہ سوم منکرین ایمان ابو طالب نے حدیث مسلم شریف کو اصح اس لئے کہا ہے کہ یہ صحیحین کی حدیث ہے اور ابن اسحٰق کی حدیث صحیحین کی حدیث نہیں ہے تو بندہ اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ حدیث مسلم اس لئے اصح ہے اور اس کو ترجیح اس وجہ سے ہے کہ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے دیکھئے مسلم شریف میں ایک حدیث ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا کافر ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ محققین کے نزدیک ترجیح ان احادیث کو حاصل ہے جن سے آپ کے والدین کریمین کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ ایمان کی احادیث صحیحین میں نہیں ہیں اسی طرح حضرت ابو طالب کے ایمان کی حدیث اگر چہ صحیحین میں نہیں ہے مگر ترجیح اسی ایمان والی حدیث کو ہوگی۔

﴿عطا محمد چشتی گولڑوی بندیال﴾

تبرکات عالیہ

از فخر سادات استاذ العلماء سیّدی ومولائی

سیّد محمود شاہ صاحب المعروف محدّث ہزاروی دامت برکاتہم القدسیہ

محبوب آباد

سب کمالات کی خوبیوں کی حمد اللہ خالق مالک بادشاہ اور معبود کائنات کو جس نے دین اسلام کو لاریب ضابطہ و دستور کائنات مقرر فرمایا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معظم و مقصود و رحمت کائنات بنا کر مبعوث آخریں بنایا اور اپنی ہر نعمت ہر فضل سے ان کو خاص کیا ہر اعتبار ہر درجہ ہر مرتبہ ولحاظ سے جمیع افراد کائنات پر ان کو رفعت و برتری دی حتیٰ کہ اس خالق کائنات وحدہ لاشریک کی اطاعت وتسلیم انہی کی اطاعت وتسلیم ٹھہرائی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ اور ہر منافی ایمان شان وامر سے انہیں معصوم ومصئون فرما کر اپنا خلیفہ اعظم و مظہر اتم بنایا اور اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ سے مخاطب بنایا اور ہر مکروہ سے بچانے کا اعلان فرمایا وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس جب فتنہ جہالت کی تاریکی نے زمانے پر اپنا طوفان اٹھایا تو اللہ نے امام زینی جیسے محقق اور ائمہ مجتہدین جیسے پاک دل ودماغ دین متین میں پیدا

کیے جنہوں نے خداداد صلاحیت سے ملت پر سے فتنوں کا دفاع کیا آج جبکہ جہالت و بد اعتقادی اور گستاخی کا فتنہ اہل ملت کی تاخت و تاراج میں سرگرم ہوا اللہ نے عزیز القدر مجاہد ملت صائم چشتی کو ہمت دی اور توفیق بخشی کہ انہوں نے ایمان ابو طالب و شہید ابن شہید کتاب لکھ کر ملت اور اہل ملت پر احسان کی عظمت پائی بعض دینی نابالغ ملاؤں نے انکی کاوش کا منہ چڑایا اور اپنی دینی اور ایمانی نابالغی کا نادانستہ اقرار کیا اور جن روایات شہرت یافتہ کی اباطیل کے سہارے انہوں نے ایسا کیا وہ دراصل یہودی سازش کی بغاوت کی یادگار ہیں اور دین حق اسلام پر سے اعتماد و اعتقاد کو متزلزل کرنے کو ایجاد کی گئی ہیں معلم و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب بیانی سے ملت کی نگہبانی فرمائی تکثر لکم الاحادیث بعد فاذا روی لکم عنی حدیث فاعر ضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فردوہ تمہیں میرے بعد بہت سے احادیث پیش آئیں گی تو جب مری نسبت سے تمہیں حدیث بیان کی جائے تو اسے متن ضابطہ کائنات قرآن پر پیش کرو اس طرح جو موافق ہو قبول کرو اور جو مخالف ہو تو اسے رد کرو (اصول شاشی بحث سنت) اور یزید باغی طاغی مجسمۂ کفر و نفاق کے مظالم دین کش و ایمان سوز کی حمایت والے اس سے بدتر ظالم ہیں انہیں نفس امارہ کی لگام تھام لینا چاہیے ایک پاکیزہ عالم سے ساری زندگی میں یزید کی حمایت میں ایک کلمہ سرزد ہوا اللہ اسے معاف کرے قبر پر وحشت اور ناراضی الٰہی کا پہرہ ملاحظہ کرنے بغداد کا

قبرستان دیکھو عبرتناک منظر پیش کرتا ہے۔۔ بہرحال صائم چشتی کی یہ کاوش دین آموز ایمان افروز ہے اور عجب نہیں کہ یہی ان کی نجات کا موجب ٹھہرے ﴿آمین﴾

﴿فقیر ابو مسعود سید محمود حسنی کاظمی قادری محبوب آبادی﴾

تقریظ عالیہ

ازعالی جناب فیض مستطاب، شہباز خطابت،

ابوالکلام پاکستان حضرت والا درجت

صاجزادہ سیّد فیض الحسن شاہ صاحب دامت برکاتہم النورانیہ

سجادہ نشین آلو مہار

محبوب سے منسوب ہر چیز مرغوب ہوتی ہے، اور انسان طبعاً ایسی ہر چیز کی تعریف پر مجبور ہوتا ہے، دوست کا دوست ہی دوست ہوتا ہے اور دشمن دشمن۔ کچھ لوگ اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قیمت پر مخالفین خاندانِ نبوت کو متقی، پرہیز گار اور اسلام کا ہیرو ثابت کیا جائے۔ اور ان کی یہ کاوش ان کی باطنی کیفیت کی غماز ہوتی ہے۔

دوسری طرف ایک طبقہ ایسے ہی خوش نصیب اور باذوق مومنین کا بھی ہے جن کی تحقیق اور کاوش، محاسن و محامدِ آل و اصحابِ مصطفےٰ علیہ السلام میں خرچ ہوتی ہے دونوں گروہوں کا فرق ظاہر ہے۔

جنابِ صائم چشتی بھی اسی سعادت مند گروہ میں شامل ہیں جنہیں حضور علیہ السلام اور ان کے اقارب و احباب کی مدح و ثناء کے لئے خدا۔ ؛

چن لیا ہے۔ صائم صاحب نے جناب ابو طالب کے ایمان کا ثبوت مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ابو طالب جنہوں نے نازک سے نازک حالات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت اور حفاظت کی۔

اسی حمایت کی پاداش میں روسائے عرب کے معتوب بنے، شعب ابی طالب میں مقاطعہ کی طویل مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہر موقع پر عشق ومحبت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت دیا۔ جن کی وفات کے سال کو عام الحزن قرار دیا گیا، جن کی مساعی کو حضور نے سراہا۔ اور جن کی شفقت کا ہمیشہ محبت سے ذکر کیا۔

ان کے ایمان لانے یا نہ لانے کے متعلق روایات میں اختلاف ہے ان سے مثبت یا منفی معنی لینا اپنے اپنے ذوق کی بات ہے بہر حال اس اقدام پر جناب صائم چشتی صاحب تبریک کے مستحق ہیں۔

سید فیض الحسن

آلو مہار

﴿۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء﴾

تقریظ عالیہ

واجب الاحترام صوفی وباصفا، فنافی العشق مصطفےٰ

زینت القراء حضرت جناب قاری علی احمد رہتکی صاحب مدظلہ العالی،

امام مسجد سنی رضوی جامع مسجد و معلم جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

الحمد للّٰہ علیٰ ما اعلم وھدانا للدین الاقوم و سلک بنا السبیل اسلام ونصلیٰ ربنا ویبارک وسلم علیٰ دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم سیّدنا وشفیعنا و مولانا محمد مالک السمٰوٰت والارض ورقاب الامم وعلیٰ آلہ واصحابہ اولی الفضل والنہض والعطاء والجود والکرم ،اما بعد

اس ناچیز نے کتاب لاجواب مفید شیخ وشاب "ایمانِ ابی طالب" کے چند مقام دیکھے فاضل مؤلف اخی محترم سیّد الشعراء مولانا الحاج محمد ابراہیم المعروف صائم چشتی نے بہترین تحقیق فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور فاضل مؤلف کی عمر میں برکت عطا فرمائے، یہ ناچیز مؤلف موصوف کی تحقیق کے ساتھ متفق ہے۔

الفقیر الی رحمۃ ربّ القدیر ابو المنیر

قاری علی احمد رہتکی

امام مسجد سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد ۲۰ اپریل ۱۹۷۹ء

خیال اپنا اپنا

از حضرت علامہ پیر سید محمد امین شاہ نقوی رضوی فاضل

جامعہ رضویہ فیصل آباد

ابو طالب جسے بخشا خدا نے
مگر بخشا نہیں دار القضاء نے

اس میں شک نہیں کہ سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بھر جس انداز سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت والفت اور حفاظت ونصرت کا شاندار فریضہ سرانجام دیا ہے وہ چودہ سو سال میں کسی بڑے سے بڑے مرد مومن کو بھی نصیب نہیں ہوا یہ رتبہ بلند وبالا جس کو مل گیا اور آپ کے پورے خاندانِ ذیشان نے میدانِ کرب وبلا میں بھی جس ایثار وقربانی سے دین اسلام کی بنیاد رکھی ہے تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عزمِ حسین عزم تھا پروردگار کا

اس کے باوجود بھی بعض سر پھرے لوگ اپنی جہالت کی بنا پر سیدنا ابو طالب اور والدین مصطفےٰ پر تقریر وتحریر کے ذریعہ سے نت آئے دن مختلف

نوعیت کے بے بنیاد اعتراضات پھینکتے رہتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نے
کلمہ نہیں پڑھا۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہٰ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا اپنا ایمان ہی مشکوک ہے اور محلِ نظر ہے ساتھ ہی ہمیں یہ کہنے میں بھی باک نہیں کہ جن اہل علم نے اس قسم کی روایات زبان قلم سے بتائیں یا کہ بتائیں ہمیں ان کے اعلان میں تو شک ہو سکتا ہے مگر سیدنا ابو طالب کے ایمان میں ایک لحظہ کے لئے بھی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ارشاد قرآن ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے مطابق جس ابو طالب نے خدا کے دین پر احسان کیا ہے وہ خدا ابو طالب کو احسان کا بدلہ احسان کی صورت میں ضرور دے گا بھلا غور تو کرو اگر ایسا عاشق رسول دوزخی ہے تو پھر جنتی کون ہوگا جبکہ صحیح حدیث کے فرمان کے موافق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن آپ کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت سے سیدنا ابو طالب کی نجات و مغفرت بھی ہوگی لہذا آپ کا سیدنا ابو طالب کی شفاعت کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت ابو طالب مومن تھے ورنہ کافر کی شفاعت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہر اک پہ لگا دیتا ہے تو کفر کا فتویٰ
اسلام ترے باپ کی جاگیر نہیں ہے

حالانکہ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث شریف سے آپ کے کلمۂ توحید پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے علاوہ ازیں کتاب وسنت اور صوفیائے ملت اور علمائے اُمت کے واضح ارشادات سے بھی آپ کا مومن کامل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سیّدنا ابو طالب کا نام نامی بعض اہلِ علم نے عمران لکھا ہے اور بعض حضرات عبدالمناف تحریر کرتے ہیں تو آیئے ذرا حضرت کے اسم گرامی کے معنے دیکھیں کہ یہ نام کس حقیقت کی غمازی کر رہا ہے عبد کا معنیٰ ہے بندہ اور مناف کا معنیٰ ہے جس سے ہر چیز کی نفی کی جائے یعنی خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جاسکے لہٰذا منکرین ایمان سے نقوی یہ سوال کرتا ہے کہ سیّدنا ابو طالب کے اسم گرامی نے ہی ڈنکے کی چوٹ اعلان نہیں کر دیا کہ میں اس کا بندہ ہوں جس کے ساتھ بتوں کو شریک نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

حضرت مولانا کوثر نیازی

حضرت علامہ صائم چشتی کی کتاب ایمان ابوطالب یقیناً ان کے لیے ذریعۂ نجات ثابت ہوگی یہ عاشقان رسول اور محبان آل رسول کے لیے ایک اَن مول تحفہ ہے۔ اس موضوع پر اولین و آخرین میں سے آج تک کسی نے ایسی جامع علمی تالیف پیش نہیں کی۔

کوثر نیازی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک خط

﴿چھوٹا گلہ 7 جولائی 1979ء﴾

محترم سید شبیر احمد ہاشمی خلیفہ مجاز محدث ہزاروی

حضور قبلہ عالم سید محمود شاہ صاحب مدظلہ العالی محبوب آباد حویلیاں

محترمی و محسنی جناب صائم چشتی صاحب...... سلام مسنون

کتاب ایمانِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذریعہ جناب قبلہ مرشدی واستاذی محدث ہزاروی پڑھنے کا اتفاق ہو دل میں ایک تڑپ پیدا ہوئی کہ صائم صاحب کا دیدار نصیب ہو جائے تو کیا ہی بات ہے بالآخر ایک وقت آیا کہ آستانہ عالیہ خانقاہ محبوب آباد شریف حویلیاں ہزارہ پر ملاقات ہوئی اور خوب ہوئی کتاب شہید ابن شہید دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا کیا کہوں اور کیا لکھوں جی چاہتا ہے کہ آپ کی تصانیف کا دیدار ہی کرتا رہوں دعا ہے خداوند تعالیٰ اپنے پیاروں کے طفیل آپ کی صحت اور عمر میں برکت فرماوے تاکہ آپ حسب سابق اپنی نیک کوششوں میں کوشاں رہیں۔

جہاں تک کتاب ایمانِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ہے یہ

ایک مستند مدلل مصدقہ کتاب ہے اگر کوئی خدا واسطے کا بیر چھوڑ کر اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھے تو یہ کتاب اس کے تمام شبہات اعتراضات وسوالات کا کافی ووافی جواب ہے اور اس کی غلط فہمی وگمراہی اس سے دور ہو سکتی ہے عرض یہ ہے محبوب اور محب کا تعلق اور رشتہ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کی جس کی نسبت محبوب سے ہو اور ہر چیز کو محبوب رکھا جائے جسے محبوب نے پسند کیا ہو خداوند تعالیٰ کا صاف فیصلہ ہے کہ خدا کو راضی رکھنا ہے تو پھر خدا کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محبوب رکھو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو مجھے محبوب رکھنا چاہتا ہے وہ اسے محبوب رکھے جسے میں نے محبوب رکھا ہے اسے پسند کرے جسے میں نے پسند کیا ہے اور ہر چیز کو محبوب رکھے جس کی نسبت مجھ سے ہو خواہ وہ نسبت ذاتی وابدی ہے یا الحاقی وصفاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپس میں عجیب رشتہ اور تعلق تھا اختلاف ایک ایسی چیز ہے جو کسی قیمت پر بھی اکٹھا نہیں رہنے دیتی جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 42 سال اکٹھے رہے خطبہ نکاح پڑھایا اکٹھے کھاتے پیتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ ہر پروگرام سے اتفاق کیا۔ خدا کو ایک مانا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برحق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانا تبلیغ حق کی تائید کی اور حمایت کی بلکہ خود بھی تبلیغ کی نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں زندگی گزار دی لالچ اور پھر ڈر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ڈٹ کر ساتھ دیا شعب ابو طالب کو بھی قبول فرمایا پوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف کرنے والے پہلے ہی الگ ہو گئے جن میں ابولہب بھی ہے اور اتفاق کرنے والوں میں حضرت ابو طالب صف اوّل میں آتے ہیں چلو ظاہری کلمہ ہی سہی وہ بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں پڑھ لیا۔

اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اور رکھوالی کرنے والا کتا اگر جنتی ہو سکتا ہے اور یقیناً ہے تو پھر تمام نبیوں کے سردار کی غلامی خدمت، حفاظت وحمایت کرنے والی شخصیت کے لئے جنت کا دروازہ کس نے بند کر دیا ہے اس سے زیادہ گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے فرعون والوں میں سے ایک شخص نے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا موسیٰ علیہ السلام کی کوئی خدمت نہ کی اعلانیہ مدد وحمایت نہ کی لیکن ایک وقت آیا جب کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا جانے لگا تو وہ مومن شخص جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا موسیٰ کے حق میں بول اٹھا رب نے اسے مومن قرار دیا اس کا نام ہی مومن رکھا اس کے ایمان کی خود رب نے تائید کی تو پھر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان پر کیونکر شبہ کیا جا سکتا ہے اصل میں یہ ایک سازش ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 42 برس کی غلامی وخدمت سے راہ ہدایت نہیں ملی تو پھر ولیوں اور پیروں سے کیا حاصل ہوگا یہ تحریک اور سازش غیروں اور گستاخوں کی ہے جس میں

ہمارے سامنے بھی سادگی اور کوتاہ علمی کی وجہ سے شامل ہو بیٹھے یہ ہے میری تقریظ و تصدیق حق کتاب ﴿ایمانِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾

سید شبیر احمد غازی کاظمی

ساجھدوی کمالی گلزار اولا کوٹ آزاد کشمیر خلیفہ حضرت مرشدی محدث ہزاروی

تقریظ عالیہ

پیکرِ عشقِ شاہِ اُمم ، شہنشاہِ اقلیمِ قلم

حضرت علامہ صاحبزادہ محمد اقبال احمد فاروقی دامت برکاتہم العالیہ

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

محبی جناب مولانا صائم چشتی دامت برکاتہ آج تک دنیائے ادب و شعر میں نامور تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں نعت گوئی اور نعت نویسی میں جو مقام چشتی صاحب کو حاصل ہے اس کا جواب پنجابی زبان میں نہیں ملتا مگر تحصیل علوم دینیہ اور دستار فضیلت تفسیر و حدیث حاصل کرنے کے بعد آپ کی خداداد صلاحیتیں نظریاتی اور اعتقادی مباحث پر قلم اٹھانے پر مرکوز ہو گئی ہیں۔

وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ، کو موضوع سخن بنا کر آپ نے تمام اختلافی موضوعات پر سیر حاصل کتاب لکھ کر دنیائے علم میں ایک نیا مقام حاصل کیا ہے اب آپ نے حضرت ابو طالبؑ کے ایمان پر کتاب لکھ کر دلائل کا بے پناہ ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔

آپ کی نگاہ نے عربی کی مستند اور جامع تفاسیر اور بھرپور احادیث کے ذخیرہ سے ان روایات کو جمع کر دیا ہے جو مختلف مقامات پر پائی جاتی ہیں آپ کی یہ کوشش نہ صرف تحقیق وتجسس کا عمدہ نمونہ ہے بلکہ حضور کے اہل بیت آباد و اجداد اور لواحقین سے عشق و محبت کا بھی ایک نمایاں ثبوت ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس کتاب کو اہل علم اہل تاریخ اور پھر طلباء علم کے لئے مفید ثابت فرمائے۔

﴿احقر محمد اقبال احمد فاروقی﴾

تقریظ عالیہ

از عالیجناب عزت مآب مجاہد ملت سید الخطباء فخر الادباء شہنشاہ سلطنت خطابت

برادر طریقت محترم و مکرم صاحبزادہ سید محمد افتخار الحسن زیدی شاہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

علامہ صائم چشتی جہاں اردو پنجابی ادب کے ایک بلند پایہ ادیب صاحب طرز شاعر اور نامور لکھاری ہیں وہاں وہ ایک شریف النفس انسان حلیم الطبع آدمی اور سلیم الفطرت شخصیت بھی ہیں دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نگاہوں میں حسن یار کے جلوے سینہ میں دین کی تڑپ اور آنکھوں میں دیار محبوب کی جھلک رکھنے کے ساتھ ساتھ درد و سوز اور جذب و مستی کی دولت سے بھی مالا مال ہیں۔

ہر وقت علماء کی آمد ہر لحظہ شعراء کا ہجوم اور ہر گھڑی ادباء کی بھیڑ کوئی حوالہ پوچھ رہا ہے کوئی اصلاح لے رہا ہے اور کوئی شعر لکھوا رہا ہے پھر کمال یہ ہے کہ کوئی بھی محروم نہیں جاتا۔

شمع و پروانہ کی داستان، شراب و میخانہ کی کہانی، گل و بلبل کا افسانہ
لیلیٰ و مجنوں کے پیار، ہیر و رانجھا کے قصے، سسی و پنوں کی حکایت، سوہنی و
مہینوال کے بیان اور شیریں و فرہاد کے عشق پر تو ہمارے شاعروں نے
کتابیں لکھ ماری ہیں لیکن جہاں تک نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لکھنے کا تعلق ہے وہ اس سعادت سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔

ہاں البتہ اس بحر بیکراں میں مولانا ظفر علی خاں مرحوم کے بعد اگر
کوئی شاعر غوطہ زن نظر آتا ہے تو وہ جناب صائم چشتی ہیں۔

نعت، قصیدہ، رباعی، مثنوی اور مسدس غرضیکہ شاعری کی کوئی بھی
صنف ایسی نہیں جس میں جناب صائم چشتی نے طبع آزمائی کر کے اپنے فن کو
شاعری کے آسمان پر صبح کے ستارے کی طرح نہ چمکایا ہو تخیل کی پرواز، قافیہ کی
بندش، الفاظ کی گہرائی، اشعار میں جدت اور کلام میں شیرینی پیدا کرنا ان کا
خاصا ہے شعروں کے لئے جیسا چاہے ہی [illegible] کیسے بیان کے
لئے دشوار ہے ہر بحر ہر وزن اور ہر قافیہ میں لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔

صائم چشتی جہاں نظم لکھنے میں یکتائے زمانہ ہیں اور پوری طرح مہارت و
روانی رکھتے ہیں وہاں وہ نثر لکھنے میں بھی باکمال ہیں اور دینی و مذہبی مسائل کی
گتھیوں کو سلجھانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اس لئے کہ مطالعہ وسیع ہے
اور دل روشن ضمیر زندہ ہے اور دامن پاک۔

نوائے صائم مکمل تے کنڈے اور نصب دا وی، ان کے شاعرانہ

کلام اور ان کی نظم گوئی کا ہمارے پاس صرف ایک قیمتی خزانہ ہی نہیں بلکہ ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانے والے انسانوں کے لئے حق و صداقت کی شمع اور رُشد و ہدایت کی قندیل بھی ہے اور عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شانِ اہلِ بیت مقامِ صحابہ اور جمالِ اولیاء کی حقیقت سے بیگانہ غبار آلود ضمیر اور مُردہ دل لوگوں کے لئے سرمایۂ حیات روحِ زندگی اور روشنی کا مینار بھی ہے وہاں نثر میں ان کی کتاب گیارہویں شریف صرف مسلکِ حقہ اہلِ سُنت و جماعت پر براہین و دلائل کا بے بہا سرمایہ ہی نہیں بلکہ بدعقیدہ اور گستاخانِ رسول کے لئے تازیانۂ عبرت بھی ہے اور اس کتاب میں اُنہوں نے اپنے دلائل قاہرہ کے تیشہ سے باطل کی دیواروں کو پاش پاش کر کے اور کفر و الحاد کی ظلمتوں میں حق و ہدایت کے چراغ جلا کر جو روشنی پھیلائی ہے وہ صرف اپنوں کے لئے ہی نشانِ راہ نہیں غیروں کے لئے بھی دلیلِ منزل ہے

اب میں نے ان کی تازہ تصنیف ایمان حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھی ہے جس میں مصنف نے پوری دیانتداری حق شناسی اور چشم بصیرت سے ایک ایسی حقیقت سے روشناس کرانے کی کامیاب کوشش کی ہے جو صدیوں سے غبار آلود پردوں میں نہاں تھی اس سے پہلے بھی ہمارے علماء کرام نے اس موضوع پر لکھنے کی کئی بار کوشش کی مگر مخالفین کی جرح و قدح کے خوف سے ہر بار قلم ٹوٹے سیاہی خشک ہوئی اور کاغذ پھٹ

گئے جس کے باعث حضرت ابو طالب کا ایمان مسلمانوں پر عیاں نہ ہو سکا۔

اب جناب صائم چشتی صاحب کی یہ جرأتِ رندانہ سمجھو یا حسنِ عقیدت کی وارفتگی کہ انہوں نے حضرت ابو طالب کے دین و ایمان پر پڑے ہوئے سیاہ پردوں کو دلائل سے چاک کر کے پوری طرح نکھار کر پیش کیا ہے اور باب شہر علم کے والد، شیرِ خدا کے باپ اور داماد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے چچا کے اسلام کے سورج پر چھائے ہوئے بادلوں کو ہٹا کر اس آفتاب کو پوری طرح چمکا دیا ہے جس کی ہر ایک کرن سے ابو طالب کے حق و ایمان اور دین و اسلام کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔

اگرچہ ہمارے مفسرین عظام نے قرآن پاک کی بعض آیات کے شانِ نزول کو حضرت ابو طالب کی ذات اقدس کو ٹھہرایا ہے۔ (مثلاً)

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (1)

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔

لیکن ان مفسرین کی بیان سامنے جھلکی قول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جب ہم سنتِ رسول کی تفسیر قرآن مانتے ہیں تو پھر انہیں آیات کی شانِ نزول کے متعلق حضرت ابو طالب کے حق میں زبانِ مصطفےٰ سے نکلا ہوا کوئی لفظ تلاش کر کے پیش کرنا چاہیئے جو کہیں نہیں ملے گا حالانکہ قرآن پاک کی تشریح ہوا اور اس کے ایک ایک لفظ کو کھول کھول کر بیان

کرنے کا حق و منصب خود خدا وند تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کو عطا کر رکھا ہے۔

جہاں تک میری علمی و تحقیقی معلومات کا تعلق ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہیں بھی ان آیات کے شان نزول کو حضرت ابو طالب کی ذات کو نہیں فرمایا ہاں مفسرین کی رائے تو اس میں اختلاف ہو سکتا ہے

جناب ابو طالب کے ایمان کے منکر حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ سید المرسلین علیہ السلام نے آخری وقت بھی ابو طالب پر اسلام پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ چچا میرے کان میں ہی کلمہ شریف پڑھ دو تو انہوں نے کہا تھا کہ قریش کیا کہیں گے گویا کہ قریش کے خوف سے ابو طالب نے آخری وقت بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا میں ان حضرات کرام سے نہایت ادب سے پوچھتا ہوں کہ بھلا جس مرد حق پرست نے علی المرتضیٰ جیسا جری بہادر قاتل مرحب فارت کرائن ودّ اور شیر خدا کو جنم دیا ہو وہ خود قریش کے چند جوانوں سے ڈر کر دین و ایمان جیسی متاع عزیز سے محروم رہ جائے حیران کن بات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جس مرد حق شناس نے ایک دفعہ صرف اپنے بھتیجے ہی کو نہیں سید المرسلین اور محبوب خدا کو بھی کفار مکہ کی طرف سے ایذا رسانی پر قبیلۂ قریش کے بڑے بڑے بہادروں پہلوانوں اور سورماؤں کے خلاف میان سے تلوار نکال کر انہیں مقابلہ کے لئے للکارا تھا وہ آج انہیں لوگوں سے ڈر کر اسلام قبول نہیں کرتا تعجب نہیں تو اور کیا ہے؟

اس روایت کو ابو طالب کے کفر کی دلیل ٹھہرانے والے حضرات کی نظر سے شاید شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مدارج النبوت ج دوم ص ۶۸ کی یہ عبارت نہیں گذری جس میں انہوں حضرت ابو طالب کا آخر وقت اسلام وایمان ثابت کر کے اختلافات کے تمام قلعے مسمار کر دیے ہیں۔

ودروایت ابن اسحاق آمدہ کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقت موت و گفتہ کہ چوں قریب شد موت وے نظر کرد عباس بسوئے وے دید کہ می جنباند لبہائے خودرا پس گوش نہاد عباس سوئے او و گفت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابن اخی واللہ تحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا۔

ترجمہ:

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت ابو طالب موت کے وقت اسلام لے آئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف دیکھا اور دیکھا حضرت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔

پھر حضرت عباس نے اپنے کان ان کے لبوں پر رکھے اور سنا کہ وہ کلمہ شریف پڑھ رہے ہیں حضرت عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی اے میرے بھائی کے بیٹے خدا کی قسم میں پورے یقین اور پوری تحقیق کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرے بھائی ابو طالب نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا۔

اور شاید ان حضرات کی نظر سے شیخ دہلوی کی یہ عبارت بھی آج تک پوشیدہ رہی ہے کہ صاحب جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلِ بیت آں ست کہ ابو طالب مسلمان از دنیا رفتہ۔

﴿کذا فی روضۃ الاحباب مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۳﴾

صاحب جامع الاصول اور صاحب روضۃ الاحباب اسی بات پر متفق ہیں کہ اہلِ بیت اطہار کا یہ گمان ہے ابو طالب اس دنیا سے مسلمان گئے ہیں ہر مکتبِ فکر کے علمائے کرام اور خصوصاً اکابرین اہلِ سنت و جماعت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب محدث و محقق مانتے ہیں تو پھر حضرت ابو طالب کے ایمان و اسلام کے بارے میں ان کی تلاش و تحقیق سے انکار کیوں؟

ایک دفعہ حضرت ابو طالب بیمار ہوئے علاج کروائے مگر اچھے نہ ہو سکے آخر اپنے بیٹے حضرت علی سے کہا علی جاؤ اور اپنے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا لاؤ تا کہ میری صحت و شفا کے لئے دعا کریں۔

علی المرتضیٰ گئے نبی نے پوچھا علی کیوں آئے ہو؟

عرض کی آقا خود نہیں آیا باپ نے بھیجا ہے۔

کیوں؟

بیمار ہیں ان کی خواہش ہے کہ آپ دعا فرما دیں۔

نبی کریم علیہ السلام تشریف لے گئے اور چچا کے پاس کھڑے ہو کر ان کی صحت و شفا کے لئے دعا کی فوراً صحت بحال ہو گئی ابو طالب فوراً اٹھ کر بیٹھ

گئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رب تیری اطاعت کرتا ہے۔

کیا رسول مقبول علیہ السلام کی یہ دُعا صرف ابو طالب کی ظاہری و جسمانی بیماری کی شفا تک ہی محدود رہی نہیں نسلِ انسانی کے غمخوار کی اس نے دُعا نے ابو طالب کی باطنی و رُوحانی بیماریوں کا بھی علاج کر دیا کفر کے داغ دھو ڈالے الحاد کی سیاہی صاف کر دی شرک کے دھبے مٹا دیئے اور گمراہی کی ظلمت دُور کر دی۔

تمام اہلِ سُنت و جماعت اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ امام الانبیاء علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی خبر سُن کر ابو لہب نے خوشی سے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا اور خدا کی طرف سے اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور نبی کریم علیہ السلام کے سب سے بڑے مخالف اس ابو لہب کو یہ انعام ملا کہ جہنم کی آگ میں جلنے کے باوجود بھی اشارہ کرنے والی اس اُنگلی سے دُودھ نکلتا ہے اگر ابو لہب کے لئے یہ انعام ہو سکتا ہے تو جس ابو طالب نے اسلام کی کبھی مخالفت نہ کی ہو اور محبوبِ خدا کی کبھی مخالفت نہ کی ہو بلکہ ہر لحظہ اپنے بھتیجے کا ساتھ دیا ہو ہر مصیبت میں کام آیا ہو کفارِ مکہ کو مقابلہ کے لئے للکارا ہو اور آخر مکہ کی بستی سے آمنہؓ کے لال کو مشرکین عرب کے ظلم و ستم سے بچانے کے لئے نکال کر شعب ابی طالب میں لے آیا ہو اور پھر متواتر کئی سال تک ساری ساری رات اپنے یتیم کی حفاظت کی خاطر ننگی تلوار سے پہرہ دیتا

رہا ہو کیا اس کی وفا و اطاعت کا صلہ خداوند تعالیٰ کے رحمت و بخشش کے خزانوں میں سے کچھ بھی نہیں؟

حضرت ابو طالب کا اصلی نام عمران تھا ابو طالب آپ کی کنیت تھی اور اگر بغض و عناد کا کوئی پیکر قرآن پاک کی سورۂ آل عمران کو آلِ مروان کہے تو اس کا کیا علاج بہر حال صائم چشتی صاحب نے حضرت ابو طالب کے ایمان و سلام کو جن دلائل سے اور جس انداز میں پیش کیا ہے اور اپنے ذوقِ طبع کے پیشِ نظر ایک ضروری اور اہم مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے وہ ہمارے لئے باعثِ فخر بھی ہے اور ان کے لئے ذریعہ نجات بھی۔

﴿صاحبزادہ افتخار الحسن لائل پور﴾

باب اول

یہ کتاب

اور

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ہذا کے پہلے ایڈیشن کی طباعت کے بعد بعض قائلین کُفر رضوی حضرات نے تحریراً و تقریراً جس جس دلنشین و دلنواز انداز سے یاوہ گوئیاں اور گل افشانیاں فرمائی ہیں ان کی تفصیل طویل بھی ہے اور غیر ضروری بھی تاہم اس کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے کہ بعض نہایت ہی احتیاط پسند کرم فرما اور محسنین کرام نے اس حد تک سعی جمیل فرما ڈالی کہ جیسے بھی ہو سکے زمرۂ اہلسنت سے ہمارا اخراج کردیا جائے کاش یہ حضرات بامراد ہو کر سرخروئی حاصل کر لیتے مگر ہائے وہ حسرت جو پوری نہ ہوئی۔

بعض کتب فروش حضرات نے اس سعی و جہد میں خود کو ہلکان فرمالیا کہ سنّی مکتبۂ فکر کے مکتبہ جات کتاب ہذا کی خرید و فروخت کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور اس شجرِ ممنوعہ کے قریب تک نہ جائیں مگر افسوس کہ اس ضمن میں آپ کے جاری فرمودہ کسی بھی آرڈیننس کا احترام نہ ہو سکا۔

فسانے دردِ محرومی کے دہرائے نہیں جاتے
کچھ ایسے زخم ہوتے ہیں جو دکھلائے نہیں جاتے

مسلک رضا کے سب سے بڑے مبلغ اور فنافی الاعلیٰ حضرت قسم کے ایک کتب فروش بزرگ جو خوش قسمتی سے بجائے رضویت کو محض اپنی ہی ذات

ستودہ صفات پر منحصر سمجھتے ہیں اپنی فرض شناسی کا ثبوت اس طرح فراہم کرتے کہ ان کی دوکان مبارک میں ہماری جس کتاب میں ایمانِ ابوطالب کا اشتہار ہوتا اسے فروخت کرتے وقت مذکورہ اشتہار کا ضرور اپریشن فرماتے۔

ایک دفعہ دردِ دل کی وجہ سے اس کارِ خیر کی انجام دہی سے روکنے کی غلطی ہوگئی تو ارشاد ہوا کہ ہم اپنی دکان پر صرف وہ کتابیں فروخت کرتے ہیں جو اعلیٰ حضرت کے مسلک کے عین مطابق ہوں حالانکہ طوعاً و کرہاً وہ ایسی کتب کی خرید و فروخت بھی کر لیتے ہیں جن پر براہ راست اعلیٰ حضرت کی گرفت موجود ہے بلکہ آپ کے مکتبہ عالیہ کی اپنی بعض مطبوعات میں ترجمہ کرتے وقت ایسی ہر قسم کے لوگوں کے نام کے ساتھ قدس سرہ العزیز لکھا ہوتا ہے جو اعلیٰ حضرت کے مسلک سے براہ راست متصادم ہے بلکہ ممکن ہے اعلیٰ حضرت کے روحانی خلفاء ہونے کی وجہ سے اس قسم کے تصرفات فرما لینے کی مراعات حاصل ہوں ہم تو صرف یہی کر سکتے تھے کہ انہیں اپنی کتابوں کی ترسیل بند کر دیں تاکہ ان کی الماریوں کا تقدس مجروح نہ ہو۔

علاوہ ازیں بھی چند نامور اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے والے بزرگوں نے اپنی انفرادیت اور فرض شناس فطرت کے باعث نظر عوام الناس کو یہاں تک باور کرانے کی کوشش فرما ڈالی کہ ہم نے یہ کتاب خاص طور پر امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کی

تردید میں تسوید کی ہے اب بتایئے کہ ہم اس حقیقت افروز اور صداقت آفرین اہتمامِ مقدس کے جواب میں سوائے اس کے کیا عرض کر سکتے ہیں کہ ان کے حق میں یہ دعا خیر کر دیں۔

خدا آباد رکھے اُن کو اور اُن کی جفاؤں کو
رہیں وہ شاد یارَبّ جو ہمیں ناشاد کرتے ہیں

ہم تو ان عالی قدر اور صداقت مآب بزرگانِ دین کے حضور میں یہ گذارش پیش کرنے کی سکت بھی نہیں رکھتے کہ حضور والا شان کم از کم یہ خیال تو فرمایئے کہ ہماری کتاب پر تاریخ طباعت رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ جبکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا جو رسالہ آپ کی خصوصی توجہ سے زیور طبع سے آراستہ ہوا اس پر تاریخ طباعت رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ہے۔

اگر ہمیں مسلکِ رضا کے ان محافظان کرام کی صداقت پر حرف آنے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم نہایت احترام وادب کے ساتھ یہ سوال ضرور پیش خدمت کرتے کہ اے مخدومانِ ملّتِ حنفیہ اور اے وارثانِ مسلکِ رضا صرف اتنی وضاحت مزید فرما دیجئے کہ اگر ہم نے یہ کتاب فی الواقع اعلیٰ حضرت کے رسالہ کی تردید کے شوق میں ترتیب دی ہے تو اعلیٰ حضرت کے رسالہ کے مصدقین نے ہمیں کس جرم کے صلہ میں بار بار مخاطب فرما کر طعن و تشنیع کے تیر برسانے کے ساتھ ساتھ یہ مشورہ بھی عنایت فرمایا ہے کہ اب ہم اعلیٰ حضرت کی تحقیق کی روشنی میں ایمان ابو طالب کے مسئلہ میں اپنی تحریر سے

رجوع کریں اس مقام پر اس گذارش کا خیال آیا تھا کہ۔

ریت سے بُت نہ بنا اے میرے اچھے فن کار

ایک لمحے کو ٹھہر میں تجھے پتھر لادُوں

لیکن اس کے لئے جرأت گفتار کہاں سے لائیں اور ان تقدس مآب اور عالی قدر ہستیوں کو کس طرح باور کرائیں کہ ہمیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے کس عقیدت کی حد تک عشق ہے یہ الگ بات ہے کہ نادانستہ طور پر ایک ایسے اختلافی مسئلہ میں ان کے خلاف تحقیق ہو گئی جس سے مسلک رضویت پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آتی۔

چند لمحوں کے لیے ہمارے ذہن میں یہ خیال ناقص بھی کلبلاتا رہا کہ اعلیٰ حضرت سے عشق وعقیدت کے متعلق اپنی صفائی پیش کریں ممکن ہے کسی رحمدل اور مہربان قسم کے بزرگ کو ہماری بات پر یقین آجائے مگر اس موہوم سے خیال نے اس ٹھوس حقیقت کے سامنے خود ہی دم توڑ دیا کہ جن والا قدر رجال اعاظم کی عدالت عالیہ میں تم اپنی معروضات پیش کرنا چاہتے ہو وہ کوئی عام قسم کے انسان نہیں ہوتے بلکہ ان میں ہر مقتدر ہستی اپنے اپنے مقام پر علوم و معارف کا ایک ایسا بحرِ ذخار ہے جس کے مدو جزر میں یہ حقیر سی معروضات خس وخاشاک کی طرح گم ہو جائیں گی اس سے بڑھ کر ہماری بے بسی اور کیا ہو گی کہ۔

نکتہ را بر لب رسیدن مشکل است

حقیقت یہ ہے کہ جب ان رہنمایان ملت کے بدلے ہوئے تیور تصور میں آتے ہیں تو ہم لرز کر رہ جاتے ہیں اور سوچنے لگتے ہیں کہ کیا بقول ان مفتیان کرام کے ہم فی الواقع رافضی ہوگئے ہیں؟ کیا ہم سے یقیناً ایسا کوئی جرم سرزد ہوگیا ہے جس سے تائب ہوکر ہی زمرۂ اہل سنت میں رہا جاسکتا ہے؟ حالانکہ ہمارا جرم جو ہمارے علم میں ہے وہ صرف یہ ہے کہ۔

دبی سہمی ہوئی بے چارگی کو

مساوی حق دلانا چاہتے ہیں

قارئین خدا جانے کیا سوچنا شروع کردیں لیکن ہماری محرومی تمنا تو دیکھئے کہ ہم اس مقدس طائفہ کو یہ تک بتانے کی جرأت نہیں کرسکتے کہ اے آسمان رضویت کے درخشندہ ستارو اور اے گلستان رضا کی تابندہ بہارو اگرچہ ہماری کتاب کے بعد آپ حضرات کی سعی مشکور سے عدم ایمان ابو طالب پر اعلیٰ حضرت کا رسالہ مع دیگر چند واجب الاحترام شخصیات کی تصدیقات کے شائع تو ہوگیا مگر اس میں تو باوجود کفریہ دلائل جمع فرمانے کے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت آخر پر یہ فیصلہ صادر فرماتے ہیں کہ۔

ابو طالب کا کفر ضروریات دین سے نہیں جو ان کے ایمان کے قائلین کی تکفیر کا احتمال ہوسکے۔

توڑ کے دیکھ لیا آئینہ دل تو نے

تیری صورت کے سوا اور بھلا کیا نکلا

تکفیر کیوں نہیں؟

اعلیٰ حضرت کے اس واضح ترین فیصلہ کے بعد بھی اگو وارثانِ مسلکِ رضا کی جبیں سے بل نہ جائیں تو ہم کس سے پوچھنے کی یہ جرأت کریں کہ عالی جاہ جب نصوصِ صریحہ وقطعیہ سے ثابت ہے کہ کافر کو مومن اور مومن کو کافر سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے تو پھر حضرت ابوطالب کے خاتمۂ کفر پر اس قدر ٹھوس دلائل کی موجودگی میں ان کے ایمان کے قائلین کی تکفیر کا کیوں احتمال نہیں جبکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت خود یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ مذہب وعقیدۂ کفریہ پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔

﴿احکام شریعت جلد اول ص ۲۲۴﴾

مگر بات تو پھر وہی سامنے آتی ہے کہ ان رجالِ اعاظم کے حضور میں جرأت لب کشائی کیسے کی جائے اور کیسے سمجھایا جائے کہ حضرات والا قدر۔

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

ہم تو ان خسروانِ سلطنتِ رضا کی خدمتِ عالیہ میں یہ عرض بھی نہیں کر سکتے کہ اعلیٰ حضرت کے رسالہ کی تصدیق فرمانے والے بعض عمائدین بلکہ عماد الدین قسم کے حضرات نے حضرت ابوطالب کی کفر پہ موت کا تذکرہ اس حقارت سے کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی روح بھی کانپ کر رہ گئی ہو گی کیونکہ

مجدد ماۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ العزیز اپنے دلائل کا آغاز فرمانے سے پہلے حضرت ابو طالب کا تذکرہ جس احترام وعقیدت سے فرماتے ہیں اسی کی چند جھلکیاں یہ بھی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ابو طالب تمام عمر حضور سید الاولین والآخرین سیّد الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ یوم القرار کی حفظ وحمائت اور کفالت و نصرت میں مصروف رہے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رکھا اور اس وقت میں آپ کا ساتھ دیا جبکہ ایک عالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دشمن ہو گیا تھا اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں اور قریبیوں سے مخالفت گوارا کی اور سب کو چھوڑ دینا گوارا کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غمگساری وجاں نثاری کا کوئی دقیقہ مرعی نہ رکھا۔ اور یقیناً جانتے تھے کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے۔

بنی ہاشم کو مرتے وقت وصیّت کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے نعت شریف میں قصائد ان سے منقول ہیں اور ان میں براہ راست وہ امور ذکر کیے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے اور بعد از بعثت شریف ان کا ظہور ہوا یہ سب احوال مطالعہ احادیث ومراجعت کتب سیَر سے ظاہر ایک شعر ان کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی ہے۔

وابیض یستقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۴۱۰﴾

کافر کی استعانت

کاش ! ہمیں اس وضاحت کی بھی اجازت ہوتی کہ اعلیٰ حضرت کے جن رسائل میں عدم ایمان ابوطالب کا رسالہ شتی کرر رکھا ہے ان میں ایک رسالہ کفار و مشرکین کے ساتھ اہلِ اسلام کے رویئے کے بارے میں بھی موجود ہے اور اعلیٰ حضرت نے اس کی تصریح یوں فرمائی ہے۔

﴿ا﴾ کافر کو کتا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کتے کی طرح مسخر ہو۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۷۶﴾

﴿ب﴾ کافر کی تعظیم حرام ہے۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۸۰﴾

﴿ج﴾ قرآن تو کفار پر اپنا غضب اور لعنت بتاتا ہے اور انہیں ہر مخلوق سے بدتر اور ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۸۶﴾

﴿د﴾ مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی ہے بلکہ کلام الٰہی کی تکذیب ہے۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۷۲﴾

﴿ز﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکوں سے مصافحہ کرنے اور انہیں کنیت سے یاد کرنے اور ان کے آنے پر مرحبا کہنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ کی تکریم ہے کہ کسی کا نام لے کر نہ پکارا اور فلاں کا باپ کہہ دیا یا اس کی آمد پر جگہ دینے کے لیے آئیے کہہ دیا اللہ اکبر حدیث شریف اس سے بھی منع کرتی ہے۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۹۴﴾

ہمیں ڈر ہے کہ اگر اس سلسلہ میں مزید طوالت ہوگئی تو کہیں ہمارے مخدوم بار خاطر ہی نہ سمجھ لیں ورنہ ہم بتاتے کہ اعلیٰ حضرت نے جس قدر عقیدت ومحبت کے ساتھ حضرت ابو طالب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی قدر شدت نفرت کے سات کفار ومشرکین کا ذکر کیا ہے۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو طالب کے حسنِ سلوک اور آپ کی امداد واستعانت کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں جب کہ کافر کو کتا سمجھ کر یہ استعانت قبول فرماتے ہیں۔

یہ عبرت ہے اہلِ نظر کے لیے

یقین تو نہیں آتا کہ علم برادران مسلک رضا آب سر دنوش جان فرما

کر زحمت موازنہ گوارا فرما کر حقائق سے قریب تر ہونے کی کوشش کریں گے تاہم مایوسی بھی تو گناہ ہی کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور خوش قسمتی سے ہمیں ان کی نیتوں پر تو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے بلکہ ہمیں معلوم ہے کہ۔

کبھی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

ہماری ان باتوں پر اگر کسی شوریدہ سر کو یقین نہ آئے تو یہ اس کے وجدان کی بات ہے ورنہ ہماری معلومات کے مطابق تو یہ عالی قدر اور واجب التعظیم وہ ہستیاں ہیں جو مکمل طور پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں اور ان کی حیات طیبہ کا ہر سانس مقدس اعلیٰ حضرت کی اتباع کاملہ کا آئینہ دار ان کے احوال و افعال اعلیٰ حضرت کے عین مطابق بلکہ ان کے اطوار و کردار علم و فضل حسنِ اخلاق رہن سہن گفت و شنید آمد و رفت نشست و برخاست خورد و نوش وغیرہ کا سطحی نظر سے بھی مشاہدہ کیا جائے تو یہ ہستیاں اعلیٰ حضرت کی چلتی پھرتی تصویریں نظر آئیں گی۔

غلط نہیں کہ زمانہ سراہتا ہے انہیں
مگر ہماری طرح کون چاہتا ہے انہیں

ہمارے خلوص کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ ہم ان نوادرات زمانہ سے آنکھیں ملانے کے بجائے خود کو ان کے حضور میں یوں محسوس کرتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی بھیانک جرم کی سزا کے تصور سے

* عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہوا یہ مخلص اتنا بھی نہ کہہ سکے کہ۔

چاہا تھا میں نے آپ کو کتنے خلوص سے
کس بے رخی سے آپ نے دامن چھڑا لیا

ورنہ احترام کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بھی یہ سوال تو کیا ہی جاسکتا تھا کہ یہ تو مان ہی لیا کہ عروسہ مسلک رضا کے ماتھے کا جھومر آپ ہی ہیں اور یہ بھی تسلیم کہ اعلیٰ حضرت کے عشارِ خاص ہونے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے اور یہ امر بھی ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے کہ اس دور میں اعلیٰ حضرت سے سچی محبت اور والہانہ عقیدت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے مگر بندہ نواز آپ نے یہ کیسے تصور فرمالیا کہ ہم اعلیٰ حضرت کی عقیدت و محبت سے یکسر تہی دامن ہو کر ان کی مجددیت کے بارے میں مشکوک ہیں اور ان کی تحقیق کو راہِ صواب پر نہیں سمجھتے۔

اب خدا جانے وفا کا کیا نیا انداز ہو
لوگ اخلاص و محبت پر سزا دینے لگے

اختلاف کی صورت

نیز جان کی امان پا کر یہ عرض بھی کی جاسکتی ہے کہ اے شمعِ قادریت

کے پروانو یہ تو ارشاد فرمایئے کہ کسی واجب الاحترام ہستی کی کسی ایک دلیل سے اختلاف عقیدت و محبت کے فقدان کو کس طرح متضمن ہو سکتا ہے بصورت دیگر آپ کیسے یقین دلا سکیں گے کہ سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی والہانہ عقیدت ہے جبکہ آپ ان سے متعدد مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں بلکہ خاکش بدہن ہم نے تو ایک صاحب کو یہ تک فرماتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ نماز رفع یدین کرنا ایسے ہے جیسے گھوڑا دم ہلاتا ہے حالانکہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ اس بزرگ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایسا کہا ہے یا یہ اس کے دل میں تاجدار بغداد کی محبت کا فقدان ہے اور یہ بھی تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بزرگ سیدنا غوث اعظم کے رفع یدین فرمانے پر مطلع نہیں تھے۔

ابھی تو اور کڑوی دھوپ میں چلنا ہوگا
ربط اتنا نہ بڑھا سایۂ دیوار کے ساتھ

اس قسم کی سینکڑوں معروضات کا گلا گھونٹ دینے کے باوجود بھی ہم انصاف کا دروازہ کھٹکھٹانے کی جرأت و جسارت سے محروم ہیں اور کسی بھی طریقہ سے یہ باور نہیں کرا سکتے کہ اے خداوندانِ نعمت ایسے ہی اگر اعلیٰ حضرت سے کسی ایک مسئلہ میں یا کسی ایک دلیل میں اختلاف ہو جائے تو گردن سے قلادۂ رضویت کے اتر جانے کا کوئی احتمال نہیں مگر پھر مشکل تو یہ ہے کہ۔

حرفِ تمنا لوحِ جنوں پر کیسے ہم تحریر کریں
اپنا پردہ آپ اٹھا کر کیوں اپنی تشہیر کریں

یہی وجہ ہے کہ ہم درونِ خانہ جھانکنے کی جرأت سے بھی تہی نظر ہیں اور اپنی بے چارگی کی وجہ سے ان نابغۂ روزگار شخصیتوں کو یہ بھی باور نہیں کرا سکتے کہ اے قرونِ اُولیٰ کی مقدس یادگار و حضور غوث الثقلین علیہ الرحمۃ سے تو حنبلی المسلک ہونے کی وجہ سے آپ کا اختلاف ہے مگر آپ میں کتنے ہی جید علماء کرام ایسے بھی تو ہیں جو تحریراً و تقریراً بلا واسطہ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے متصادم ہوتے رہے ہیں اور ہوتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ ان کی خوش نصیبی اور علمی وجاہت نے نہ صرف آپ کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے بلکہ انہیں آپ کی آنکھوں کا تارا بھی بنا رکھا ہے اور آپ انہیں طوعاً و کرہاً مسلک رضا کے نگرانِ اعلیٰ اور محافظ سمجھنے پر مجبور ہیں ہم ان خوش نصیب حضرات کی قسمت سے جلتے نہیں البتہ کبھی کبھار رشک کر لینے کو طبیعت ضرور مچلتی ہے مگر پھر یہ سوچ کر اس تمنا سے بھی گریز کرنا پڑتا ہے کہ۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

اس کے باوجود بھی ہم اپنے جلالت مآب بزرگوں کی طبعی حدت کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے ورنہ اس راز کی نقاب کشائی ضرور کرتے کہ

رسائل رضویہ کی وہ جلد جو عدم ایمانِ ابی طالب پر لکھے جانے والے رسالہ کی برکت سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے بالکل اسی جلد میں ہی اعلیٰ حضرت کا وہ رسالہ بھی موجود ہے جس میں آپ نے اعلیٰ حضرت کے انہیں مقدس شیوخ میں ایک بزرگ احمد بن زین دحلان مکی مفتی مکہ مکرمہ کا نام نامی اور اسم گرامی بھی بیان کیا گیا ہے اور یہ وہی دحلان مکی ہیں جنہوں نے اثبات ایمانِ ابو طالب پر ایک عظیم الشان اور ناقابلِ تردید صحیفہ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب کے نام سے تالیف فرما رکھا ہے مگر افسوس کہ۔

تو بھی بھرم نہ رکھ سکا میرے خلوص کا
تجھ پر تو مجھ کو خود سے زیادہ غرور تھا

•

اگر ہم اپنے ان رہنمایانِ وقت سے ڈر کر ان کے علم و فضل کی وسعتوں میں گم نہ ہو گئے ہوتے تو نہایت احترام کے ساتھ یہ ضرور عرض کرتے کہ منقولہ بالا رسائل رضویہ کے مرتب صاحب نے صفحہ ۱۵۔ اور صفحہ ۳۰ پر فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں کتاب کے صفحہ ۴۷ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی مرتبہ اپنے والد محترم کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مطہرہ کا شرف حاصل کیا پھر آگے چل کر مزید نقل کیا کہ۔

اس مقدس سفر میں حرمین شریفین کے اکابر علماء مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد دحلان متوفی ۱۲۹۹ھ اور مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج ۱۳۰۱ھ وغیرہم سے حدیث تفسیر فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔

یہ تو مرتب صاحب کی حوالہ بازی تھی ان رسائل میں اعلیٰ حضرت کے جس رسالہ کا تذکرہ ہم نے اوپر کی سطور میں کیا ہے اس میں مفتی مکہ مکرمہ سیدنا قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی وابستگی کا ذکر خود اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اس طرح سے فرماتے ہیں۔

۱۔ العلامة الكبير الامام الشهير، سيدنا شيخنا السيد احمد بن زين دحلان تغمد الله بالرحمة والرضوان۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۳۳۴﴾

۲۔ الشيخ العلماء بالبلد الامين، الامام، المحدث، الفقيه الرزين المولى السيد احمد بن زين دحلان المكي قدس سره الملكي۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۲۷۰﴾

۳۔ الشيخ العلماء بالبلد الامين، الامام، المحدث، الفقيه الرزين المولى السيد احمد بن زين دحلان المكي قدس سره الملكي۔

۴۔ الشيخ العلماء بالبلد الامين، الامام، المحدث، الفقيه

الرزین المولیٰ السیّد احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ الملکی۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۳۰۴﴾

طوفاں کی اِس ادا میں بھی کتنا خلوص ہے
ساحل تک آگیا ہے مجھے ڈھونڈتا ہوا

عصرِ حاضر کے تقسیم کنندگانِ علوم وعرفان نے اگر ہمیں خوف زدہ نہ کردیا ہوتا تو ہم یہ بھی ثابت کرسکتے تھے کہ مفتی مکہ مکرمہ سیّدنا قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں کے اساتذہ کرام میں سے ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے والدِ محترم سیّدنا محمد نقی خاں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی آپ سے شرف تلمذ و وابستگی حاصل ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس حقیقت کو ظاہر کرنے والی کتاب بھی اسی مطبع سے طبع ہوئی تھی جسکو عدم ایمان ابو طالب پر اعلیٰ حضرت کا رسالہ شائع کرنے کا شرف حاصل ہے لیکن صاحب مکتبہ کا کمال یہ ہے کہ آج تک ان پر یہ بھی ظاہر نہ ہوسکا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

جب ہمارے والدِ گرامی زیارت حرمین شریفین کو گئے تو وہاں حضرت اجل العلماء سید احمد بن زین دحلانؒ شیخ الحرم وغیرہ علمائے معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی، انتھی۔

﴿حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۰﴾

عام طور پر ہمارے کچھ مہربان ہماری گذارشات کو محض ایک واہمہ سمجھ کر شرف قبولیت سے نوازنا گوارا نہیں فرماتے اور تا حال یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ اگر قاضی دحلان مکی اعلیٰ حضرت کی تحقیق کو دیکھ لیتے تو یقیناً اثبات ایمان ابو طالب کے مسلک سے رجوع فرمالیتے ان حضرات کے خیال میں مفتی مکہ مکرمہ حضرت قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کنز قدوری پڑھنے والے کسی طالب علم کا نام ہے اور ان کے سامنے ہرگز وہ دلائل نہیں ہونگے جو اعلیٰ حضرت نے عدم ایمان ابو طالب کے متعلق جمع فرمائے ہیں حالانکہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان اور علمی حیثیت تو ایک طرف ان سے سند حدیث کا شرف حاصل کرنے والے اعلیٰ حضرت کے والدِ گرامی کی شان بقول اعلیٰ حضرت کے یہ ہے۔

ورحمة ربي وولي نعمتي ومالك رقي ورقبتي ختام المحققين وامامه المدققين حامي السنن ماحي الفتن ذي التصانيف الباهرة والحجة القاهرة والمحجة الظاهرة سيّدنا المولوي محمد نقي القادري البريلوي قدس سره العزيز۔

ہمیں کبھی کبھی شدت سے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنے ان تقدس مآب بزرگوں کی خدمت میں یہ استدعا کر کے بھی دیکھ لیں کہ آپ حضرت امام قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہی تصور قائم کر سکتے ہیں کہ اگر وہ اعلیٰ حضرت کی تحقیق کو دیکھتے تو یقیناً اپنے مسلک سے

رجوع فرما لیتے مگر فتویٰ رافضیت کے زہر میں ڈوبے ہوئے تیروں کا رخ

کبھی ان کی طرف پھیرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی جو خاص طور پر ہمارے

لیئے مخصوص کر رکھے ہیں تفریح کے طور پر ہی سہی یہ نیا تجربہ بھی کر کے دیکھ

لیتے ممکن ہے یہ خوشگوار تبدیلی آپ کے لئے زیادہ باعث طمانیت ہوتی مگر

حال تو یہ ہے کہ۔

سب کی جانب ہے تیری نگاہ کرم
ہم ترستے رہے اک نظر کے لئے

اگر ہمیں اپنی معروضات کے صدا بصحرا ثابت ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو

ہم اپنے ان ذی وقار اور ذی حشم بزرگوں کی خدمت میں ایک ایسا تاریخی

موازنہ پیش کرنے کی سعادت ضرور حاصل کرتے جس کی روشنی میں سیدنا

قاضی دحلان مکی کے رسالہ اثبات، ایمان ابو طالب اور سیدنا شاہ احمد رضا

خاں کے رسالہ عدم ایمان ابو طالب کی تاریخی حیثیت روز روشن کی طرح

نمایاں ہو جاتی اور ان تخیلاتی مفروضوں سے نجات حاصل ہو جاتی جو نت

نئے شکوک وشبہات پیدا کرنے کا ذریعہ بھی رہے ہیں۔

اس لئے کہ متعدد بار ذکر کی گئی کتاب رسائل رضویہ ہی میں بلکہ عدم

ایمان ابو طالب کے رسالہ میں ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کی

وضاحت اس طرح فرما رکھی ہے کہ۔

پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں چند ورق کا ایک موجز

رسالہ لکھا اور اس کا نام منتہی الطالب فی شیون ابی طالب رکھا اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسب حالتِ راہنہ وفرصت حاضرہ شرح وبسط کافی کو کام لایا اور اسے اس اجمال اوّل کی شرح بنایا۔

لہٰذا شرح المطالب فی مبحث ابی طالب اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخ کا آغاز وانجام ہے۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۴۲۷﴾

گویا آپ نے پہلی بار اس مسئلہ پہ ۱۲۹۴ھ میں قلم اٹھایا اور اس سے اگلے ہی سال ۱۲۹۵ھ میں آپ زیارت حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور اسی سال یعنی ۱۲۹۵ھ میں ہی اعلیٰ حضرت نے مفتی مکہ مکرمہ قاضی احمد بن زین دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل کر کے ان سے تفسیر وحدیث اور فقہ واصول فقہ میں سند حاصل کی جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بتایا جاچکا ہے

اور اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ناقابل تردید ہے کہ سیدنا قاضی دحلان مکی علیہ الرحمۃ سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کی آپس میں یہ پہلی اور آخری ملاقات ہے کیونکہ مذکورہ بالا رسائل رضویہ کے مرتب صاحب کی تحقیق کے مطابق قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک ۱۲۹۹ھ میں ہوا جبکہ اعلیٰ حضرت حرمین شریفین کی دوبارہ حاضری کے لئے ۱۳۲۳ھ میں تشریف لے گئے لہٰذا دوسری ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اگر چہ رسائل رضویہ کے مرتب صاحب سے قاضی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کے سن وصال میں نادانستہ طور پر کچھ گھپلا بازی ہو گئی ہے کیونکہ ثقہ روایات کے مطابق آپ کا سن وصال ۱۲۹۹ھ نہیں بلکہ ۱۳۰۴ھ کے بعد ہوا جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا تاہم یہ امر مسلّم ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے دوسری ملاقات کبھی نہیں ہوئی کیونکہ اس حساب سے بھی آپ قاضی دحلان مکی کی وفات کے تقریباً بیس سال بعد زیارت حرمین شریفین کو گئے اور قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوستان میں تشریف آوری کے متعلق ہمہ اقسام کے شواہد ناپید ہیں۔

اب نکھری نکھری بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کا عدم ایمانِ ابو طالب پر مختصر رسالہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سے ایک سال قبل تالیف ہوا اور دوسرا مفصل رسالہ آپ کی ملاقات سے اکیس سال بعد ۱۳۱۶ھ میں لکھا گیا ہے۔

اس مقام پر اس حقیقت کو بھی سامنے لانا ضروری ہے کہ قاضی دحلان مکی علیہ الرحمۃ نے اثبات ایمان ابو طالب کے مسئلہ میں جو تحقیق فرمائی تھی اس کی زیارت اعلیٰ حضرت نے کی یا نہیں؟

تو پہلے اس کے لیے ہم سیّد دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف مبارکہ اسنیٰ المطالب فی نجات ابی طالب کی طرف رجوع کریں گے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

وكان الفراغ من تسويد ذالك يوم السبت الثامن

عشر من شهر شعبان المبارك سنة الف وثلثمائة

وثلاثة من هجرة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

﴿اسنیٰ المطالب فی نجات ابی طالب ص ۲۶ مطبوعہ مصر﴾

یعنی میں نے اس کتاب کے مسودہ سے ہفتہ

کے دن ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۰۳ھ کو فراغت حاصل

کی۔

اب بھی اگر رسائل رضویہ کے مُرتب صاحب کو محقق اعظم اور مورخ عظیم کے لقب سے ملقب نہ کیا جائے تو اس سے بڑھ کر کفرانِ نعمت اور کیا ہوگا جبکہ آپ اپنے قلم کے زور سے مؤلف مذکور کو ان کی کتاب مکمل ہونے سے بھی چار سال پہلے دفن کر چکنے کا عظیم فریضہ ادا کرنے کی صلاحیتوں سے بھی مالا مال ہیں اور زبان حال سے ارشاد کناں ہیں کہ۔

منزل نہیں ملی مگر اس کے جنون میں

ان پتھروں پہ کچھ تو بہر گام لکھ دیا

بہر حال یہ عدالتی فیصلے اور تاریخی موشگافیاں ہیں پچھلے دنوں اخبار میں یہ خبر آئی تھی کہ عدالت عالیہ نے ایک شخص کو چودہ سال قید بامشقت اور دس ہزار روپے نقد جرمانہ کی سزا سنائی جو خوش قسمتی سے دس سال پہلے حوالات کے انچارج کی بجائے منکر نکیر کی تحویل میں جا چکا تھا اور ایک برس میں ایک

برخودار نے یہ وضاحت پیش کی تھی کہ میں ابھی پیدا ہونے والا ہوں کیونکہ میرے شناختی کارڈ پر میری تاریخ پیدائش آج سے دو ماہ بعد شروع ہو گی اندریں حالات اگر رسائل رضویہ کے مرتب نے قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کتاب مکمل ہونے سے صرف چار سال پہلے ہی راہی ملک عدم ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا تو یہ کوئی خاموش تشویش کی بات نہیں بلکہ تشویش تو صرف اس بات کی ہے کہ سیدنا قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ ایمان ابوطالب کے اثبات میں کتاب لکھنے کے باوجود بھی فتوائے رافضیت کی زد سے کیوں بچے ہوئے ہیں۔

اور اس سے بھی بڑھ کر تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے جلالت مآب بزرگ یہ فتویٰ تو برابر صادر کر رہے ہیں کہ وہ حضرات علمائے امت جنہوں نے حضرتِ ابوطالب کے حق میں دلائل دیئے ہیں اگر اس کے برعکس اعلیٰ حضرت کی تحقیق کا مطالعہ کرتے تو یقیناً اپنے مسلک سے رجوع کرتے مگر یہ بتانے سے مسلسل پہلو تہی کر رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید میں رسالہ ترتیب دیا ہے یا قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو چیلنج کیا ہے؟

ان واجب الاحترام بزرگوں کی اس خاموشی اور سکوت کو اپنے طور پر معنی آشنا کرنا یقیناً ایک مشکل امر ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے۔

تیرے لہجے کی تھکن تیری نگاہوں کا سکوت

در حقیقت کوئی رنگین عنایت ہی نہ ہو

اس گومگو کے عالم میں ان حضرات کے پیشِ نظر حالات کا پس منظر بیان کرنا تو انتہائی مشکل کام ہے تاہم اگر اجازت ہوتی تو چند تاریخی شواہد کو پیشِ منظر کے طور پر پیش کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً۔

معمولی سے غور و فکر کے بعد یہ سارے کا سارا شاخسانہ محض انہی دو صورتوں کے گرد گھومتا ہوا نظر آئے گا۔

اوّل یہ کہ:۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ العزیز نے مفتی مکہ مکرمہ سیدنا قاضی احمد بن زین دحلان مکی قدس سرہٗ العزیز کی تصنیفِ مبارکہ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب کی زیارت نہیں کی۔

دوم یہ کہ:۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی دحلان مکی کی تصنیف کا مطالعہ کیا تھا مگر آپ کی تحقیق کو مبنی بر صحت نہ سمجھتے ہوئے اسے نظر انداز فرما دیا اور حق گوئی کے معاملہ میں ان سے اپنے رشتۂ تلمذ کی پرواہ نہ کی۔

تابِ گفتن تو نہیں تاہم منقولہ بالا دونوں صورتیں ہی ہمارے زود رنج اور مہربان بزرگوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں کیونکہ پہلی صورت کا واضح طور پر یہ مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت تک ان کے شیخ اور استاذ حضرت علامہ قاضی دحلان مکی قدس سرہٗ العزیز کی تحقیقِ عالیہ نہیں پہنچی ورنہ ممکن ہے کہ اعلیٰ حضرت بجائے عدمِ ایمانِ ابو طالب پر رسالہ لکھنے کے اس

کے برعکس ایمان ابو طالب کے ثبوت میں دلائل تھے ان سے کہیں زیادہ مضبوط دلائل قاضی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان ابو طالب کے بارے میں پیش فرمائے ہیں۔

بہر حال ابھی یہ صورت مزید وضاحتوں کی متقاضی ہے اور جلد ہی ان تمام تقاضوں کو پورا بھی کیا جائے گا تاہم دوسری صورت میں جو صورت حال سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اختلاف دلائل کی موجودگی میں اپنے اساتذہ کرام اور جلیل القدر مشائخ کی تحقیق کی مکمل کر مخالفت کر لینا اور ان کے پیش کردہ دلائل کی واضح طور پر تردید کرتے ہوئے اپنی بات منوانے کی کوشش کرنا نہ تو قابل تعزیر جرم قرار پاتا ہے اور نہ ہی اس فعل پر طعن تشنیع ہونے کا کوئی جواز ہے۔

باوجود اس کے یہ حقیقت اپنی جگہ پر موجود ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفتی مکہ مکرمہ زادہ اللہ شرفہا سیدنا قاضی دحلان مکی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف مبارک اسنی المطالب فی نجات ابی طالب کی قطعی طور پر زیارت نہیں کی اور اس کے چار ٹھوس اور ناقابل تردید شواہد موجود ہیں مثلاً۔

نمبر ایک:۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت احمد بن زینی دحلان کی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے حج کے موقع پر ۱۲۹۵ھ میں ہوئی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس ملاقات سے ایک سال پہلے عدم ایمان ابو طالب پر مختصر

رسالہ تالیف فرما چکے تھے جبکہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب اس ملاقات کے چار سال بعد ۱۳۰۳ھ میں مکمل فرمائی اور آپ کی یہ تالیف مبارکہ باقاعدہ طور پر ۱۳۰۵ھ میں مصر سے طبع ہوئی۔

نمبر دو:۔ اگر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ اپنی مفصل کتاب میں یقیناً اس کا تذکرہ فرماتے کیونکہ آپ نے تفصیل سے اس مسئلہ پر ۱۳۱۶ھ میں قلم اٹھایا جبکہ کتاب مذکورہ کو طبع ہوئے گیارہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔

نمبر تین:۔ ہمارے اس خیال کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی تصانیف میں کفر ابو طالب پر دلائل دیتے تھے مگر جب ان کے سامنے قاضی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال آیا تو اس کو صدق دل سے قبول کرتے ہوئے واضح طور پر یہ تحریر فرمادیا کہ امام اجل قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر اسنی المطالب فی نجات ابی طالب کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اسی طرح اگر سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں سیدنا دحلان کی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب آجاتی تو آپ کے رسالہ کی کیفیت یقیناً مختلف ہوتی۔

اگر چہ یہ ہمارا ذاتی خیال ہے لیکن ہے جاندار کیونکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کی خانوادۂ رسول ہاشمی سے والہانہ عقیدت کی غماز اور اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ اگر خانوادۂ رسول کے احترام وادب کا درس لینا ہو تو برصغیر میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد حضرت شاہ احمد رضا خان کی نگارشات کا مطالعہ ہی اس نعمت غیر مترقبہ سے نواز سکتا ہے اس حقیقت کے پیش نظر ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ ایسے ہی ٹھوس دلائل مل جاتے جن سے عدم ایمان ابی طالب کی نفی ہوتی تو آپ یقیناً ان کی طرف مائل ہوتے کیونکہ آپ یہ جانتے ہوئے بھی کہ عدم ایمان ابوطالب کے دلائل جو ان تک پہنچے ہیں نہایت قوی ہیں احترام وعقیدت اہلبیت اور حضرت ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت کی وجہ سے واشگاف طور پر یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ ابوطالب کا کفر ضروریات دین سے نہیں اور نہ ہی ان کے ایمان کے قائل کی تکفیر ہو سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیصلے کے بعد بھی اگر کچھ حضرات دانستہ طور پر حقائق سے گریز فرماتے ہوئے سلسلہ طعن جاری رکھنے پر تلے ہوئے ہیں تو اس کا انتظار فرمائیں جب ہماری بے بسی ان سے یوں ہمکلام ہوگی۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری
یہ محشر ہے یہاں سننی پڑے گی داستاں میری

اس کے ساتھ ہی ہم ان بزرگان کرام کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کروانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ۔

اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے
جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے

علاوہ ازیں ایک درخواست یہ بھی پیش کرنا ہے کہ اگر اس کفر و ایمان کی جو ضروریاتِ دین میں داخل ہے۔ ابھی تک وضاحت نہیں ہو سکی تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا مزید ایک فتویٰ ملاحظہ کر لیجئے آپ فرماتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اصلاح آئمہ میں اہلِ قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہوں ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔

﴿فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۲۹﴾

اب ہم ڈرتے ڈرتے نہایت ہی رازدارانہ طریقہ سے ایک ایسی دلیل پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں جو اس مسئلہ کی سنگینی ختم کرنے میں کافی مددگار ثابت ہو سکتی ہے وہ برہان قاطع یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فرمان مبارک کے مطابق کسی بد عقیدہ شخص کی اقتداء میں ہماری نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت ﷫ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے کوئی بھی صحیح العقیدہ سنی بریلوی کسی بد عقیدہ شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا بھی قطعاً

ناجائز سمجھتے ہیں جو خود تو اچھے عقائد کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کو برا نہیں کہتے جن کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیر فرما رکھی ہے۔

چونکہ ہمارے محترم المقام بزرگ اس مسئلہ سے اچھی طرح واقف ہیں اس لیے ہم اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے بلکہ اس گزارش کو کنایۃً عرض کرنے کے بعد صرف اتنی درخواست مزید کریں گے کہ کیا آپ حضرات یہ تصور کر سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کسی بدعقیدہ امام کی اقتداء میں نماز ادا کر سکتے ہیں؟ یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا بلکہ اس قسم کا تصور ناممکن ہی نہیں امرِ محال ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ کا ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملے گا جو بدعقیدہ لوگوں کے الحاق سے آلودہ ہو چہ جائیکہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے۔

اب آپ اس ضمن میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کو ۱۳۲۳ھ میں دوسری بار حج بیت اللہ شریف کے موقع پر پیش آیا اور خوش قسمتی سے یہ واقعہ آپ کی دیگر متعدد تصانیف کے علاوہ "رسائل رضویہ حصہ دوم" میں بھی موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں ایک جمعہ میں خطیب کے قریب تھا اس نے خطبہ میں پڑھا۔

وارض عن اعمامہ نبیك الاطائب حمزۃ والعباس وابی طالب۔

یہ بدعت تازہ ایجاد ہوئی تھی اور پہلی بار
حاضری میں دیکھی اور پھر یہ جماعت جانب حکومت
سے تھی اسے سنتے ہی میری زبان سے بلند آواز سے
نکلا "اللھم ھذا منکر" کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا!

من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع
فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف
الایمان۔

فقیر بتوفیق رب کریم یہ حکم بحجا وسط بجالایا مولیٰ اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تعرض کی جرأت نہ ہوئی فرضوں کے بعد ایک اعرابی نے میری طرف متوجہ ہوکر کہا "آہ رکعت؟" تم نے دیکھا میں نے کہا ہاں میں نے دیکھا کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور تشریف لے گئے۔

ان دنوں اکابر علماء نے ہماری مجلس خلوت میں اس کی مبارک باد دی کہ اس رد منکر پر کوئی معترض نہ ہوا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے امور میں کہ جو حکومت کی طرف سے ہیں سکوت شایان ہے۔

﴿رسائل رضویہ ج ۲ ص ۳۸۶﴾

﴿ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۲۱﴾

﴿الشاہ احمد رضا ص ۲۵﴾

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ اگر تاویلات کے بیچ میں الجھانے کی بجائے خلوص و دیانت کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تمام تر شدت وحدت فی الفور ختم ہو سکتی ہے کیونکہ اگرچہ بقول اعرابی حضرت ابوطالب کا اسم گرامی خطبہ میں حکومت کے ایماء پر شامل کیا گیا تھا تاہم علمائے حرمین الشریفین نے اس امر کو صدق دل سے قبول کر رکھا تھا۔

کیا وہ بدعقیدہ تھے؟

ممکن ہے کسی کو علمائے حرمین کے عقائد میں شک نظر آئے لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سفر حج میں ان سے بدعقیدہ لوگوں کے خلاف فتویٰ لیتے وقت ان کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

سلام منا ورحمة الله وبركاته على سادتنا علماء البلد الامين وقادتنا كبراء بلد سيد المرسلين صلى الله عليه وآله وسلم وبارك عليه وعليهم اجمعين وبعد فان المعروض على عنايكم بعد لثم اعتابكم، عرض محتاج فقير مظلوم اسير ذى قلب كسير على عظماء كرماء واصفياء رحماء يدفع الله بهم البلاء والعناء ويرزق بهم الهناء والغناء۔

اس تحریر کا ترجمہ بھی حسام الحرمین ہی میں سے ملاحظہ ہو۔

سلام ہماری طرف سے اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہمارے سرداروں امن والے شہر مکہ معظمہ کے عالموں ہمارے پیشواؤں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینہ طیبہ کے فاضلوں پر۔

اللہ تعالیٰ درود و سلام اور برکت نازل کرے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سارے انبیاء پر پھر آپ کی آستانہ بوسی کے بعد آپ کی جناب میں عرض ہے جیسے کوئی حاجت مند بے نوا ستم رسیدہ گرفتار دل شکستہ عظمت والے کریموں سخا والے رحیموں سے عرض کرے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بلا اور رنج کو دور فرماتا ہے اور ان کی خوشی و برکت سے سودمندی بخشتا ہے۔

﴿حسام الحرمین ص ۹﴾

اعلیٰ حضرت کے مندرجہ بالا چند جملوں سے قطعی طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس وقت کے علمائے حرمین خارجی ناصبی وہابی رافضی قسم کے ہرگز نہ تھے بلکہ خالصتاً صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت تھے مزید اطمینان کے لئے اعلیٰ حضرت کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

جہاں سے دین کا آغاز ہوا

ہمارے عوام بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے مہریں علمائے کرام حرمین وطیبین سے زائد کہاں ہونگی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیثِ صحیحہ کبھی شیطان کا وہاں دور دورہ نہیں ہوگا لہٰذا اپنے عام بھائیوں کی زیادت ایمان کو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام ومفتیان عظام کے حضور فتویٰ پیش ہوا جس خوبی و خوش اسلوبی و جوش دینی سے ان عمائد الاسلام نے تصدیقیں فرمائی ہیں بحمد اللہ تعالیٰ کتاب مستطاب "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴" میں گرامی بھائیوں کے پیش نظر ہر صفحہ کے مقابل میں سلیس اردو ترجمہ مبین احکام اور تصدیقات اعلام جلوہ گر ہیں۔

﴿فتاویٰ افریقہ ص ۱۳۱﴾

﴿از اعلیٰ حضرت بریلوی﴾

وہ کون تھے؟

سیّدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات عالیہ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا ہرگز مشکل نہیں کہ علمائے حرمین الشریفین قطعی طور پر صحیح العقیدہ سنّی تھے۔ بالخصوص امام حرم پر رافضی وغیرہ ہونے کا گمان کسی بھی صورت نہیں کیا جا سکتا۔

اس وضاحت کے بعد ہم فضیلت مآب بالکل اصلی رضوی بزرگان

کرام کی خدمت میں اس موہوم سے خیال کے پیشِ نظر چند نہایت ہی اہم باتیں مشورۃً عرض کرنا چاہتے ہیں کیونکہ

دلوں کی الجھنیں بڑھتی رہیں گی
اگر کچھ مشورے باہم نہ ہوں گے

حالانکہ یہ خدشہ بدستور موجود ہے کہ ہماری ان گذارشات کو شاید ہی شرف پذیرائی حاصل ہو اور ان خدشات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان سلاطین ممالک علوم کے "لا تحصیٰ ولا حصر" علم مقدس کے مقابلہ میں ہماری علمی بے بضاعتی حیثیت ہی کیا ہے جو وہ ہماری معروضات کو لائق التفات خیال فرمائیں تاہم اپنے جذبۂ کامل پر بھروسا کرتے ہوئے جرأت ہمکلامی کی جا رہی ہے ممکن ہے کہ کبھی ان عرضداشتوں کو دیدۂ کج کے بجائے نگاہِ لطف و کرامت کا مورد بننا نصیب ہو ہی جائے کیونکہ ایسا بھی سن رکھا ہے کہ۔

راہِ طلب میں جذبۂ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

یہ الگ بات ہے کہ سابقہ تجربات نے بار بار یہی ثابت کیا ہے کہ۔

آیا ہی تھا ابھی میرے لب پر وفا کا نام
کچھ دوستوں نے ہاتھ میں پتھر اٹھا لئے

بہرکیف بقول اعلیٰ حضرت بریلوی اس دور کے علمائے حرمین صحیح العقیدہ سنّی تھے اور اس پر مزید یہ دلیل بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت

عظیم البرکت کی درخواست پر ان لوگوں نے بد عقیدہ اور گمراہ فرقوں کے خلاف مُہر شدہ فتاویٰ کا اجراء کیا اور وہ تمام تر فتاویٰ جات زیب حسام الحرمین ہیں۔

اندریں حالات یہ ہرگز یہ متصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لوگ خود ہی رافضی وغیرہ "خذلہم اللہ تعالیٰ" گمراہ فرقوں سے وابستہ تھے اب اگر آپ کو یہ ناقابلِ تردید حقیقت حلق سے نیچے اترتی ہوئی معلوم ہوتی ہے تو پھر آپ کو اس بات پر غور کرنے کے لئے مشورۃً عرض کرتا ہے کہ وہی علمائے حرمین الشریفین جمعۃ المبارک کے خطبہ میں سیدنا حمزہ وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسمائے گرامی کے ساتھ سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بھی شامل کیا کرتے تھے جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے سابقہ اوراق میں گذر چکا ہے۔

دو میں سے ایک

اب آپ اپنے تمام تر علوم اور فصاحتوں بلاغتوں سمیت دو میں سے ایک بات کو تسلیم کرنا ہوگا۔

﴿اوّل﴾ یہ کہ سیدنا دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پیش نظر علمائے حجاز اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعی صاحبِ ایمان اور صحابی تھے لہٰذا انکا نام خطبہ میں شامل کرنا ضروری ہے۔

﴿دوم﴾ یہ کہ علمائے حرمین الشریفین یا تو خود رافضی تھے یا رافضیوں کی حکومت کے زیر نگیں ہونے کی وجہ سے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی خطبہ میں شامل کرنے پر مجبور تھے۔

مشورہ

ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ دل پر پتھر رکھ کر بھی آپ پہلی بات تسلیم کرلیں اس لئے کہ اس میں علمائے حرمین کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے وقار کا بھی تحفظ ہے بلکہ ان نفوسِ قدسیہ سے زیادہ آپ کی بچت بھی اسی میں ہے بصورتِ دیگر سوچنا پڑے گا کہ۔

وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا

غور فرمایئے کہ اگر بقول بعض متعصبین علمائے حرمین بھی ہماری طرح ایمان ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقید رکھنے کی وجہ سے معاذ اللہ رافضی ہو چکے تھے تو پھر یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رافضیوں کی اقتداء میں نماز ادا کر لیتے تھے کیونکہ اعلیٰ حضرت نے خطبہ میں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم پاک کی شمولیت پر صرف یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ "اللّٰھُمّ ھٰذا منکر" مگر نماز آپ نے اسی امام و خطیب حرم کی اقتداء میں پڑھی تھی جیسا کہ اسی واقعہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ فرض ادا کرنے کے بعد ایک

اعرابی نے آپ کے اس جملہ کی تحسین فرمائی۔

یہی نہیں بلکہ اس کے بعد بھی آپ کو اس مقدس سفر کے دوران متعدد بار حرمین شریفین میں نماز جمعۃ المبارک ادا کرنے کا اتفاق ہوا مگر اس روز کے بعد آپ نے پھر کبھی " اللّٰھم ھذا منکر " کے جملہ کا بھی اعادہ نہیں فرمایا اگر یہ روشن ترین بات بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو پھر آپ ہی کوئی بات کریں۔

ہم تشنہ جانِ شوق تو بھوکے ہیں بات کے
مقصد یہ ہے کسی نہ کسی ڈھب سے بات کر

ہاں اگر ابھی مزید سمجھنے کا شوق ہو تو توجہ فرمایئے متذکرہ بالا امور سے ثابت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی خطبہ میں شامل کیا جانا باعثِ کراہت تھا اور وہ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے التزام کے ساتھ لیکن اعلیٰ حضرت کے نزدیک وہ لوگ بہر طور واجب الاحترام تھے جنہوں نے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام خطبہ میں شامل فرما رکھا تھا جبھی تو ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کو کسی بھی قسم کی کوئی تشویش نہ ہوئی اور نہ ہی آپ کے دل میں نماز فاسد ہونے کا خیال پیدا ہوا اور نہ آپ اس کا ضرور اظہار فرماتے۔

سو سال پہلے

مندرجہ بالا واقعہ کے پس منظر کو خلوص نیت سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو یہ حقیقت مکمل ترین وضاحتوں کے ساتھ سامنے آجاتی ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا عقیدہ ایجاد بندہ نہیں بلکہ آج سے قریباً سو سال پہلے تمام تر علمائے حرمین شریفین جو کہ صحیح العقیدہ سُنّی حنفی مالکی حنبلی شافعی وغیرہ تھے اسی نورانی عقیدہ پر گامزن تھے یہ الگ بات ہے کہ بعض کرم فرماؤں کی ستم آرائیوں کے ہدیے ہمیں وصول کرنا پڑے مگر۔

ایک دن خود ہی انہیں مجھ پر یقین آجائے گا
میری ساری بے گناہی میری تحریروں میں ہے

ممدوحینِ رضا محترم ہیں

بہر کیف اگر اعلیٰ حضرت کا دامن جھٹک کر کوئی بزرگ یہ ثابت کرنے کی سعی و جہد کرے کہ اس وقت کے علمائے حرمین فی الواقع بدعتی تھے معاذ اللہ اور اگر وہ بدعتوں کے ایجاد کرنے والے نہ ہوتے تو خطبہ میں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سن کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کبھی یہ نہ فرماتے ''اللھم ہذا منکر'' آپ کا خطیب حرم کو ایک مکروہ امر سے ٹوکنا اس حقیقت کا غماز ہے کہ علمائے حرمین کو قطعی طور پر صحیح العقیدہ نہیں کہا جا سکتا وغیرہ وغیرہ۔

بظاہر یہ استدلال جاندار بھی ہے اور پرکشش بھی مگر ہم پوچھتے ہیں

کہ بندہ پرور یہ تو فرمایئے کہ آپ کے اس حسنِ تحقیق کے بعد حسام الحرمین کا کیا مصرف ہوگا؟

اگرچہ ہمیں اس مقام پر مجالِ دم زدنی تو نہیں مگر اتنا تو بتا دیجئے کہ اُن اعزازات و خطابات کا کیا بنے گا جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے خود اپنے مبارک قلم سے علمائے حرمین کی شان میں تحریر فرمار کھے ہیں؟

حضور والا ! یہ تو تسلیم کہ آپ ہی ناخدایانِ سفینۂ رضویت ہیں مگر ممدوحینِ رضا بھی تو آپ کے لئے قابلِ احترام ہیں کہیں یہ آپ کی غیر متوازن سوچ کا نتیجہ تو نہیں؟ غور تو فرمایئے۔

کشتی تڑپ کے حلقۂ طوفاں میں رہ گئی
دیکھو تو کتنی دور کنارے چلے گئے

آپ سے کیا پردہ

بہرحال آپ صاحب خانہ ہیں اس لئے آپ سے کیا پردہ؟ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے پہلے ۱۲۹۴ھ میں اور پھر اس کے ۲۲ سال بعد ۱۳۱۶ھ میں عدم ایمان ابوطالب پر خامہ فرسائی کی اور پھر آخری رسالہ تالیف فرمانے کے بھی آٹھ سال بعد ۱۳۲۴ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کو گئے اور وہاں کے علمائے کرام سے بدعقیدہ لوگوں کے خلاف لئے گئے فتووں کو ۱۳۲۴ھ میں حسام الحرمین کے نام سے کتابی

صورت میں شائع فرمایا بنابریں حالات یہ گمان کرنا تو دیوانگی ہے کہ اس وقت تک آپ کی عدم ایمان ابوطالب پر تحقیق مکمل ہونے تھی کیونکہ مذکورہ بالا سنین کے مطابق اعلیٰ حضرت کی آخری مبسوط تحقیق بھی اس واقعہ سے آٹھ سال قبل طبع ہونے کے بعد پسِ پردہ جا چکی تھی جسے بعض حد سے زیادہ فرض شناس حضرات نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تقریباً اسی سال بعد دوبارہ منصۂ شہود پر لاکر حقِ رضویت ادا کرنے کی بالآخر سعادت حاصل کر ہی لی۔

ان میں لہو ہمارا جلا ہو کہ جان و دل
محفل کے کچھ چراغ فروزاں ہوئے تو ہیں

تکمیل فرائض کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرگزرتا اس لئے بجائے شکایات کا دفتر کھولنے کے ایک سوال عرض کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خداوندِ قدوس کی تلوار جو بدعقیدہ اور گم کردہ راہ لوگوں کے سروں پر ہمیشہ برقِ تپاں بن کر چمکتی رہی اس وقت کیوں نیام میں چلی گئی جب معاذ اللہ ایک کافر و مشرک کا نام مع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے التزام کے خطبوں میں لیا جارہا تھا۔

کیا یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ "الدولۃ المکیہ" کے غیور مصنف نے حالات سے مصالحت کرلی تھی اور اتنے بڑے حادثہ پر صرف کبھی "اللّٰھم ہذا منکر" کہہ لینے کو ہی غنیمت خیال کرلیا تھا؟ جواب ذرا سوچ سمجھ کر تلاش کیجئے گا اور اچھی طرح غور فرمائیں کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

معاملہ میں ہمارے ساتھ اور کون کون آپ کی فتویٰ نگاری کی زد میں آتا ہے۔

میں تو بساطِ ظرف سے خاموش تھا مگر
ساحل کا دل بھی موج کی شوخی سے کٹ گیا

جوش میں ہوش

بزرگوں کا فرمان ہے کہ اگر جوش پر ہوش کو غالب رکھا جائے تو اکثر طور پر ہر معاملہ ہی مثبت نتائج پر منتج ہوتا ہے اور اگر خدانخواستہ جوش ہوش پر غالب آجائے تو پھر شاید ہی یہ ہوتا ہے کہ معاملہ اس کے برعکس نہ ہو یعنی اس کے منفی اثرات مترتب نہ ہوں یہ فارمولا ایسے ٹھوس حقائق کا آئینہ دار ہے جس کے لئے استدلال کی ضرورت ہے اور نہ امثال کی احتیاج اس لئے ہم اپنے محتسبین حضرات کی خدمت میں بصد احترام و ادب التماس کریں گے کہ ہوش کو جوش پر غالب رکھیں اور دورانِ محاسبہ ہر ایسی گفتگو سے اجتناب فرمائیں جس میں جوش کا عنصر غالب ہو۔

اس مقام پر ہم ان لائق صد احترام حضرات کا شکریہ ادا کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں جنہوں نے بعض لوگوں کے برانگیختہ کرنے کے باوجود زیرِ نظر مسئلہ میں ہوش کو جوش پر غالب رکھا اور بجائے اظہارِ تنفر و حقارت کے نہایت ٹھنڈے دل سے ہماری معروضات کو سنا اور اختلاف دور نہ ہوسکنے کی صورت میں بھی یا تو مزید گفت و شنید کے مواقع فراہم کئے یا پھر

اس اختلاف کو غیر معمولی اہمیت کا حامل نہ سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار فرمائی اور اس خامشی میں بھی محبت کا عنصر بدستور قائم رکھا ان کی شفقت آمیز نگاہیں اور خلوص سے لبریز لہجہ واضح طور پر اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ۔

نظر کو حالِ دل کا ترجماں کہنا ہی پڑتا ہے
خموشی کو بھی اک طرز بیاں کہنا ہی پڑتا ہے

اور ان بالغ نظر اور وسیع القلب ہستیوں کے بالعکس جن حضرات کے ہوش پر جوش نے اپنا تسلط قائم کر لیا ان کے لئے بھی خسارہ کیا کم ہے کہ وہ نادانستہ طور پر دورانِ محاسبہ ہمارے ساتھ چند ذی قدر اور عالی مرتبت ہستیوں کو بھی اپنے فتووں کی لپیٹ میں لے آئے ہیں اگرچہ انہیں اس کارِ خیر کو سرانجام دینے کے نتائج کا احساس نہیں تاہم یہ ضروری امر ہے۔

چڑھے گا زہر خوشبو کا مگر آہستہ آہستہ
صلہ مل جائے گا اِک روز پھولوں کو مسلنے کا

باوجود اس کے بھی ہم ان حضرات کو دعائے خیر سے ہی یاد کریں گے اور بارگاہِ خداوندی میں التجا کریں گے کہ اپنے محبوب کریم علیہ تحیۃ والتسلیم کے صدقہ سے انہیں جوش پر ہوش کو غالب رکھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ساتھ ہی ان کے حضور میں استدعا کریں گے جنابِ بندہ ہم آپ کو ہرگز مجبور نہیں کرتے کہ آپ سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے ضروری ہی قائل ہو جائیں مگر کم از کم اتنا ضرور کریں کہ ایسا رویہ ہرگز اختیار

نہ فرمائیں جس کی وجہ سے ہمارے اور آپ کے ممدوح سیدنا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ذات والا صفات پر حرف آتا ہو اگر آپ کو پہلے معلوم نہیں تھا تو اب ہی اچھی طرح سمجھ لیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عدم ایمان ابو طالب پر رسالہ لکھنے کے باوجود قائلین ایمانِ ابو طالب کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے تھے اور ان حضرات کے حضور میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ خطابات والقابات سے بھی نوازتے تھے ان کی مجالس میں پیکرِ خلوص ومحبت بن کر شرکت بھی فرماتے تھے اور اپنے عقائد پر ان سے مہر صداقت بھی لگواتے تھے اور وہ لوگ بھی باجود صاحب علم وفضل ہونے کے آپ سے والہانہ عقیدت کا اظہار فرماتے تھے قائلین ایمان ابو طالب سے اعلیٰ حضرت کا یوں گھل مل کر رہنا آپ کو ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ آپ قائلینِ ایمانِ ابو طالب سے اظہارِ نفرت وحقارت کریں آپ کی اس زیادتی کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ آپ سے پوشیدہ نہیں یہ اور بات ہے لاکھ لوگوں نے مٹائی نہ مٹی میری وفا یہ چراغ ایسا جلایا کہ بجھایا نہ گیا۔

فائدہ کس کا؟

ہمیں آپ سے ایک تعلق خاطر ہے اس لئے بار بار یہ گذارش کرتے ہیں کہ آپ جو کچھ بھی ہمارے متعلق گمان رکھتے ہیں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان علمائے حرمین پر بھی اثر انداز ہوتا ہے جو اعلیٰ حضرت کے مصدق

تھے، ان حضرات میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ اور اساتذہ بھی تھے اور آپ کے خلفاء و تلامذہ بھی،

یہ درست ہے کہ آپ حضرات ہم سے زیادہ صاحبان علم و فضل ہیں، مگر وہ حضرات آپ سے زیادہ عالم و فاضل تھے۔ متذکرہ بزرگانِ کرام کے علاوہ دیگر بھی متعدد کئی عظیم المرتبت ہستیاں جناب ابو طالبؑ کے ایمان کی قائل ہیں اس لئے کسی بھی قسم کا جارحانہ اقدام آپ کے لئے کبھی سود مند نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ ہماری گذارشات لائقِ اعتناء نہ سمجھتے ہوئے مزید آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے۔

میرے ارمانوں کی بربادی پہ ہنسنے والے
تیرے آباد دریچے بھی تو ویراں ہوں گے

ہوش پر جوش کا غلبہ ہو تو شریانوں میں خون کی حدت کا بڑھ جانا یقینی امر ہے، جس کا لازمی نتیجہ سوائے انرجی برباد کرنے کے اور کچھ بھی نہیں، آپ نے شاید کبھی غور نہیں فرمایا کہ جب ہمیں دیکھ کر آپ کے نورانی چہروں کی جبلی حمکنت حرارت و رعونت میں متبدل ہو جاتی ہے تو چہرے کے نقوش متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ تقدس بھی مجروح ہونے سے نہیں بچتا جو صحیح العقیدہ سُنی حضرات کے لئے مخصوص و مختص ہے، اگر آپ عند الملاقات اپنے جذبات کو اعتدال پر رکھا کریں تو اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے ورنہ ہمارا کیا ہے؟

اُٹھا کر چوم لی ہیں چند مرجھائی ہوئی کلیاں

نہ تم آئے تو یوں جشنِ بہاراں کر لیا ہم نے

مگر اپنے خلوص واخلاص کی سچائی کے پیش نظر پورے یقین واعتماد کے ساتھ اپنے متعلق آپ حضرات کے لئے پیش گوئی ضرور کریں گے کہ۔

ڈوب جائے گا یہ خورشیدِ انا بھی اِک روز

ہم کو دُہراؤ گے محفل اِلی مثالوں کی طرح

آج گر ہوتے رضا

محتسبین کرام! ہم نے اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ صفائی پیش کی ہے اور اب بھی اس اظہارِ حقیقت کا اعادہ کرتے ہیں کہ خلاصۂ کائنات تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء واہلِ بیت کی شان میں کتابیں تصنیف کرنے سے بخدا ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ روافض کو تقویت پہنچائی جائے۔

علاوہ ازیں وہ ہم اس ذاتِ مقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقدس و معصومیت کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتے ہیں جس کی شفاعت کبریٰ کے ہم سب محتاج ہیں کہ ہم نے آج تک شیعہ حضرات سے کسی ایک کتاب تصنیف کرنے کے سلسلہ میں ایک پائی تک بھی کبھی وصول نہیں کی۔ اور اگر اب بھی آپ کے ذہن کی طہارت نہ ہو سکی تو اس کا فیصلہ قیامت کے دن جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آلِ اطہار علیہم السلام کی موجودگی میں خداوندِ قدوس جل مجدہٗ الکریم کے دربار میں ہوگا۔

بہر کیف ہمارا مقصد روافض کو خوش کرنا ہرگز نہیں ، بلکہ خوارج و نواصب کی شرانگیزیوں اور چیرہ دستیوں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا پوری قوت سے قلع قمع کرنا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ سب کچھ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

اہلبیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و مناقب کو پس پردہ کر دینے کے لئے خارجیوں کی ایک پوری جماعت قوتِ قلم صرف کر رہی ہے، اس لئے بجائے ہمارے متعلق بدگمانیاں پھیلانے کے کم از کم ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں، نت نئی وضاحتیں طلب کرنے کی بجائے ہمیں یکسوئی سے کام کرنے دیں۔

جو درد چھپا ہے سینے میں اس درد کا کوئی نام نہیں
یہ زخم ہمارا اپنا ہے یہ درد متاعِ عام نہیں

آج اگر سیدی و مرشدی امامِ اہلسنت مجددِ مأۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز بقید حیات ہوتے تو یقینی بات ہے کہ آپ کے غیور و جسور قلم کا پورے کا پورا رُخ خوارج کی طرف ہوتا۔ بلکہ اب تک فتنہ خوارج اپنے منطقی انجام کو پہنچ چکا ہوتا اس لئے ان لوگوں کی جن باتوں کا جواب دینے کا کام ہم مہینوں میں نمٹاتے ہیں آپ لمحوں میں پورا فرماسکتے

تھے۔ عصرِ حاضر میں خوارج کا فتنہ اس لئے پھل پھول رہا ہے کہ کوئی احمد رضا نہیں۔

رضوی کہلانا اور بات ہے لیکن منصب رضویت کی حفاظت کرنا اور بات ہے مسلکِ رضویت پر چلنے کے دعاوی پیش کرنا اور بات ہے مگر مسلکِ رضویت کی بقا کے لئے ہمہ تن جدوجہد بن کر رہنا اور چیز ہے ہم محسوس کریں یا نہ کریں، لیکن بریلی شریف سے آنے والی فرحت بار ہواؤں میں یہ کربناک چیخیں بھی شامل ہوتی ہیں کہ۔

اس درد لا علاج کی کوئی دوا نہیں
رضوی ہیں لیکن وارث احمد رضا نہیں

حق یہ تھا

عصرِ حاضر کے علمائے اہلسنت اگر اپنے فرائض کا احساس فرماتے تو یقینی امر تھا کہ اب تک خوارج اپنے مذموم ارادوں سمیت کب کے پس پردہ چلے گئے ہوتے، لیکن افسوس کہ یہ طائفہ بھی اپنے منصب سے مسلسل پہلو تہی کرتے ہوئے یا تو اس معاملہ میں خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے یا پھر ان لوگوں کے وہ ہتھکنڈے روافض پر استعمال کرنے کی کوشش میں مصروف ہے جنہیں وہ محض خانوادۂ رسول کی دشمنی میں تیار کرتے رہتے ہیں۔

حالانکہ حق یہ تھا کہ یہ لوگ اتباع اعلیٰ حضرت کا فریضہ ادا کرنے میں

ہماری معاونت کرتے، ہمیں خارجیوں کے خلاف بہتر سے بہتر مواد فراہم کرتے تا کہ اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں آسانی ہو جاتی جس کی بنیاد تاجدار بریلی نے رکھی تھی۔ بہر حال! اس یاس انگیز عالم میں بھی ہمارے جذبات کچھ اس قسم کے ہیں۔

گو تیری ملاقات کا امکان ہے بہت کم
پھر بھی تیرے ملنے کی ہمیں آس رہے گی

ہم جانتے ہیں کہ بعض حضرات کا اظہار تنفر اگر چہ شدت انانیت کا مظہر اتم ہے تاہم اس کے پس منظر میں اس والہانہ عقیدت کی بھی چند جھلکیاں ضرور موجود ہیں جو انہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ باوجود زیادتیاں برداشت کرنے کے ہم ان عقیدت آفرین پرچھائیوں کا احترام کرنے پر مجبور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جرأت گویائی رکھتے ہوئے بھی اذن لب کشائی کے منتظر ہیں۔ حالانکہ ہم تو اس تصور کے پاسبان ہیں۔

کچھ بن نہ پڑے گا تو ڈبو دیں گے سفینہ
ساحل کی قسم منتِ طوفاں نہ کریں گے

ان احساسات و جذبات کی لطافتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود بعض لوگوں کے تصوراتی انتشار و افتراق کو دور کرنے کے لئے ایک بار پھر ایک طویل صفائی نامہ پیش کر رہے ہیں جس پر یقین کر لینے سے یقیناً بہتوں

کا بھلا ہوگا اگرچہ سابقہ حالات کے پیشِ نظر اس پیش رفت کے عقب میں بھی ایک اضطرابی کیفیت ہمہ تن سوال ہے۔

ارادے باندھ کر تیری طرف ہم آ تو جاتے ہیں
ترے ماتھے پہ لیکن پھر شکن آئی تو کیا ہوگا ؟

کوئی مانے یا نہ مانے

ہم خداوندِ بزرگ و برتر اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ کتاب "ایمان ابوطالبؑ" تصنیف کرتے وقت ہمارے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ داعیہ موجود نہیں تھا کہ ہم یہ کتاب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ کے خلاف تحقیق کی تردید و تکذیب میں تصنیف کر رہے ہیں۔ اور نہ ہی ہمارے سامنے اس کے خلاف آپ کی کوئی واضح تحقیق موجود تھی۔ اگر کوئی اہلِ ایمان ہمارے اس حلف نامہ پر یقین کر ہی لے تو اس سے ہماری درخواست ہے۔

ہمارے دل سے تعلق نہ منقطع کیجئے
اُجڑ کے دیس بمشکل بحال ہوتے ہیں

تبرا کیسا ؟

ہم نے کتاب ہذا کے پہلے ایڈیشن میں اہلسنت بریلوی علمائے

کرام ذوی الاحتشام کو نشانہ بنا کر کسی کا تبرا نہیں کیا جیسا کہ بعض لوگوں نے
ہم پر یہ بیہودہ الزام لگانے کی سعیٔ ناسعید کی ہے البتہ چند ایسے لوگوں کو
مخاطب کرنے کا ناخوشگوار فریضہ ضرور ادا کرنا پڑا، جنہوں نے بلا وجہ ہمیں
شیعوں کے ہاتھ فروخت ہونے سے مُتّہم کیا تھا یا پھر دورانِ گفتگو حضرت ابو
طالب کی شان میں شدید گستاخیاں کرنے کے مرتکب ہوئے لیکن اس کے
باوجود بھی ہم نے انداز تخاطب میں انتہائی احتیاط سے کام لیا اور اس میں یہ
جذبہ کارفرما تھا۔

گلہ بھی ان سے کرتے ہیں شکایت جن سے ہوتی ہے
خفا بھی ان سے ہوتے ہیں محبت جن سے ہوتی ہے

یہاں ہم آپ کو حلفاً یقین دلاتے ہیں کہ اگر اپنوں کی بجائے
اتہامات والزامات کا یہ سلسلہ غیروں کی طرف سے شروع ہوتا تو پھر یقیناً
تخاطب میں وہی شدت وحدت ہوتی جس کے وہ مستحق تھے۔

غیروں کی بے رُخی کا گلہ ہم نے کب کیا
اپنوں کی شفقتوں کے ستائے ہوئے ہیں ہم

احترامِ رضاؒ

چونکہ بیان حلفی کا سلسلہ جاری ہے اس لئے اس شق کو بھی شامل سمجھئے
کہ اعلیٰ حضرت کا رسالہ طبع ہونے کے بعد اس مسئلہ میں واضح ترین اختلاف

سامنے آگیا ہے باوجود اس اختلاف کے ہمارے دل میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا وہی احترام اب بھی موجود ہے جو اس سے پہلے تھا۔

ہم اب بھی آپ کو اس صدی کے مجددِ برحق، اہلسنت کے امام اور نجات دہندہ اور سچے عاشق رسول تسلیم کرتے ہیں اور اب بھی ہمیں ان سے عشق کی حد تک عقیدت ہے اور اگر کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی بزرگ سے کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف ہو جانا ان سے برئیت کو مستلزم ہے تو ان کو سابقہ اوراق میں حضور سیدی غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دی گئی مثال سے رجوع کرنا چاہیے۔ ہم اس سلسلے میں اور بھی بہت سی مثالیں پیش کر سکتے ہیں، مگر!!

یوں بار بار آپ کا آ جاتا ہے خیال
ہر ذوق آرزو کو دبانا پڑا ہمیں

جوابِ آں غزل

اس ایڈیشن میں جن حضرات کے ارشاداتِ عالیہ پر تبصرہ کیا گیا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری محض اور محض انہی حضرات پر عائد ہوتی ہے جو قلم کا تقدس برقرار نہ رکھ سکے، تاہم "جوابِ آں غزل" کے باوجود بھی حتی الامکان ہم نے احتیاط و سلامتی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا البتہ ہمارے وہ بزرگان کرام اس مضمون کو خود پر ہرگز چسپاں فرمانے کی کوشش نہ کریں جنہوں نے

بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمیں طعن و تشنیع اور سب و شتم کا نشانہ نہیں بنایا، ہم ان کے لئے مکرر حلفاً عرض کرتے ہیں کہ ہم نے کسی بھی مقام پر انہیں ہرگز ہرگز مخاطب نہیں کیا اور انہیں مخاطب کیا بھی کیسے جا سکتا تھا، جبکہ

مجھے گفتگو سے بڑھ کر غمِ اذنِ گفتگو ہے
وہی بات پوچھتے ہو جو نہ کہہ سکوں دوبارہ

باور کریں

علاوہ ازیں ہم متعدد بار یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ ہم نے یہ کتاب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے رسالہ کی تردید میں ترتیب نہیں دی تھی یہ الگ بات ہے کہ "عدمِ ایمان ابوطالب" پر اعلیٰ حضرت کے پیش کردہ دلائل سے بھی زیادہ زیرِ بحث آ گئے۔ آپ باور کریں کہ ہمارے قبضہ میں رجال غیب جیسی کوئی چیز کبھی نہیں رہی جو آپ کے پوشیدہ رسالہ کے دلائل ہم تک خود بخود پہنچ جاتے۔

یہاں اس امر کا اعادہ اس لئے کیا گیا ہے کہ ہمارے ایک بزرگ نے اس امر کا سختی سے نوٹس لیا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت کی تردید کرتے وقت ان کی کتابوں سے استدلال کیوں کرتے ہیں؟ اب جبکہ ہم حلفِ مکرر کا اعادہ کرتے ہوئے بتا چکے ہیں کہ ہماری کتاب اعلیٰ حضرت کی تردید میں ہرگز نہیں لکھی گئی، اس لئے متذکرہ نوٹس کو قطعی طور پر غیر اہم قرار دیتے ہوئے ہر

ممکن حد تک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی کتابوں سے استدلال کریں گے تا

کہ اس مسئلہ میں اختلافات کی سنگینی کو حتی الامکان حد تک کم کیا جا سکے۔

نیز اس مقام پر یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ کتاب ہذا کے پہلے

ایڈیشن کی طباعت کے وقت ہمارے سامنے صرف آپ کے رسالہ ''شمول

الاسلام'' کی خفیف سی تحریر حضرت ابو طالبؑ کے متعلق یقیناً موجود تھی، جسے

ہم نے نہایت التزام سے پیش کرتے وقت اپنے حق میں ہی متصور کیا تھا۔

کیونکہ اس تحریر میں آپ نے جناب ابو طالب کا ذکر نہایت احترام و محبت

سے کیا تھا چونکہ اس قسم کی تحریریں اکثر طور پر دیگر آئمہ اہلسنت کی کتب میں

موجود تھیں اس لئے اسے خاص طور پر نشانہ بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باور کریں کہ ''عدمِ ایمان ابو طالب'' پر جس قدر دلائل کو زیر بحث لا

کر ہم نے ان کا بطلان کیا ہے وہ متعدد کتب سے حاصل کئے گئے تھے کیونکہ

براہ راست کفر ابی طالب پر کسی بھی مصنف کی کتاب اس وقت ہمارے

سامنے موجود نہیں تھی اندریں حالات صرف یہ گذارش ضرور کریں گے۔

دھوکہ کریں فریب کریں یا دغا کریں

ہم کاش دوسروں پہ نہ تہمت دھرا کریں

آخری گذارش

حضرت ابو طالبؑ کے ایمان اور عدم ایمان کے متعلق آج سے نہیں

بلکہ قرونِ اولیٰ سے ہی اختلاف موجود ہے جس کے اکثر شواہد ہم نے اس کتاب میں پیش کیے ہیں اور یہ واضح اختلاف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ سیدی شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دُور رس نگاہوں سے ہرگز پوشیدہ نہیں تھا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ ہرگز قائلینِ ایمان ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر سے پہلوتہی نہ فرماتے اور نہ ہی ابولہب وغیرہ کے کفر سے ممیز کرتے ہوئے آپ کے کفر کو ضروریات دین سے الگ قرار دیتے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی یہ نرم پالیسی یقینی طور پر آپ کو راہِ اعتدلال اپنانے کی جانب راغب کرتی ہے ورنہ آپ غور فرمائیں کہ قائلین سماع بالمزامیر کے ساتھ آپ کا نرم رویہ بھی آپ کو اتباعِ اعلیٰ حضرت سے محروم کرسکتا ہے۔

پیچھے نہ بھاگ وقت کی اے ناشناس دھوپ
سایوں کے درمیان ہوں سایا نہیں ہوں میں

﴿وما علینا الا البلاغ المبین﴾

محبت کی قیمت

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہُو
جس منزل تے عشق پچاوے ایمان نوں خبر نہ ہوئی ہُو

یکے از تبرکات سلطان العارفین حضرت سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ

تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

لا یومن احدکم حتٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین ۔

یعنی تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ہم سے اپنے والدین اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرتا ہو۔

﴿بخاری وغیرہ متفق علیہ﴾

بخاری ہی میں ایک روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب آئے گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے

لئے نیک اعمال وغیرہ سے کیا کچھ تیار کر چکے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بھی نہیں صرف اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں تاجدار انبیاء نے فرمایا تو پھر سُن لو کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

اِس ضمن میں اور بھی بہت سی احادیث آئندہ اوراق میں پیش کی جائیں گی جن سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت رُوحِ ایمان بھی ہے اور جانِ ایمان بھی امام العاشقین سیدنا امام جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

روحِ ایماں مغزِ قرآں اصلِ دین
ہست حبِّ رحمۃٌ للعٰلمین

ہر کلمہ گو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعوے دار ہے اور اپنے ذہن میں شائد یہ تصور بھی رکھتا ہے کہ میں ہی سب سے زیادہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سرشار ہوں۔

کیوں نہ ہو جبکہ ہر کلمہ گو جانتا ہے کہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی ذریعۂ نجات و مغفرت ہے اور آپ کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا بقول جناب حفیظ جالندھری۔

محبت مصطفےٰ کی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اگر اس میں ہی خامی ہو تو ایماں نامکمل ہے

اندریں حالات کون یہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس کا ایمان بھی نامکمل ہے الغرض ہمیں اپنے ایمان کے مکمل ہونے پر ہی مکمل یقین ہے کیونکہ ہم مختلف طریقوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مستغرق ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہی رہتے ہیں اس لیے کہ۔

اب زندگی بھی زندگی کے بانکپن بھی ہیں
ہم صرف غزنوی ہی نہیں بُت شکن بھی ہیں

ہم ہی میں ملے جلے کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اس قدر مستغرق ہیں کہ دوسروں کو مخاطب کر کے ببانگ دُہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ اے قبروں کے پجاریو اور ہر ایرے غیرے کی تقلید میں گرفتار ہونے والے مُشرکو محبت مصطفےٰ کا درس لینا ہے تو ہمارے حضور میں آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ اگر کسی کو پیر و مرشد ماننا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانو اگر کسی کی بھی تقلید کرنا ہے تو محمد مصطفےٰ کی تقلید کرو۔

ارے بدبختو! ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانتے ہیں جبکہ تم ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کے پیچھے بھاگے پھرتے ہو تم جن لوگوں کو اپنا امام مانتے ہو اُن میں پیغمبر صلعم سے بڑا امام کون ہے سنو ہمیں صرف خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے جبکہ تم ہزار وں لوگوں کی محبت میں ہی گرفتار ہو آؤ ہم تمہیں محبت کی تکمیل ہوتی دکھائیں ہمارا نبی اس شان کا مالک ہے کہ اسے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور ہمارے نبی کو نور کہنے والے گمراہو ہمارا نبی تو

ہمارا بڑا بھائی ہے اور ہم اس کی اتنی ہی عزت کریں گے جتنی اپنے بڑے بھائی کی کرتے ہیں بلکہ بڑے بھائی سے بھی کچھ کم ہی کریں گے کیونکہ ہمارے دل میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت ہے اور ہماری محبت پکار پکار کر کہتی ہے کہ۔

تکمیلِ حادثات میں گزری تمام عمر

تفصیلِ حادثات میرے ہمسفر نہ پوچھ

اور پھر اپنے پیغمبر سے محبت یوں پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے لئے بے قرار ہو جاتی ہے کہ اے نبی کو نور کہنے والو ! ہمارے پیغمبر کی توہین نہ کرو ہمارا پیغمبر تو ہم جیسا بشر ہے اس کی عام بشر جیسی تعظیم کرو۔

ارے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیات النبی ماننے والے مشرکو خدا کا خوف کرو ہمارا نبی تو مر کر مٹی میں مل چکا ہے۔

اور پھر یہ حق محبت یوں بھی ادا کیا جاتا ہے کہ ارے بدعتیو ہمارے پیغمبر صلاً سلم کے یہ مخفف شاید اس لئے تیار کئے ہیں کہ کہیں درود شریف کا ثواب نہ مل جائے۔

نبی صلعم کو حاجت روا مان کر کافر نہ بنو ہمارا نبی تو اس شان کا مالک ہے کہ اس سے زیادہ تو ہمارے ہاتھ کی لاٹھی فائدہ پہنچاتی ہے۔

یہ فرضی داستانیں نہیں بلکہ مطبوعہ حقیقتیں ہیں اب اس عظیم محبت کے صلہ میں حاصل ہونے والا ایمان کن رفعتوں اور عظمتوں کا آئینہ دار ہوگا اس

کا فیصلہ تو خود قارئین ہی کر سکیں گے کیونکہ ماضی کے تجربات ہمیں یہ صدا دے رہے ہیں کہ۔

اے دل ترے خلوص کے صدقے ذرا سا ہوش
دشمن بھی بے شمار ہیں یاروں کے شہر میں

ہم مندرجہ بالا محبت بازیوں کی فہرست کو طویل بھی کر سکتے تھے اور اس قسم کے اظہار محبت کے بدل میں ملنے والے ایمان کی اتنی ہی قوت سے پوری پوری نقشہ کشی کر سکتے تھے جتنی قوت کے حالات متقضی ہیں مگر یہ سوچتے ہیں کہ۔

ترکِ وفا بھی جرمِ محبت سہی مگر
ملنے لگیں وفا کی سزائیں تو کیا کریں گے

بہر حال مندرجہ بالا تحریروں میں بیان کردہ محبت کسی بھی صورت میں ایمان کی دولت سے بہرہ اندوز نہیں کر سکتی اگر چہ اس قسم کے محبّ امیر المومنین بننے کے بھی خواب کیوں نہ دیکھتے ہوں۔

یہ تو امیر المومنین کی بات ہے مومنین کی محبت مصطفےٰ بھی کمال وارتقاء کے تمام مدارج طے کر چکی ہے ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہم سے بڑا مومن کونسا ہوگا جبکہ ہم موسوم ہی مومن کے نام سے کیے جاتے ہیں ہم اس لئے اعظم ترین محبان رسول سے ہیں کہ ہم "مولا" کی قدرتوں کے نظارے حشیش کی عطا کردہ جلوہ آفرینیوں میں کرتے ہیں ہم اس لئے محبت مصطفےٰ میں مستغرق

ہیں کہ پیتے ہیں اور جیتے ہیں۔

ہمارے ایمان کے کامل ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہے کہ ہم مولا کے ہر حکم کو ٹھکرا کر بھی مولا کا نام لیتے ہیں ہماری عظیم محبت کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا پیش کی جاسکتی ہے کہ ہم اپنے محبوب کی سنت کا مذاق اڑاتے ہیں خالص محبت یہی تو ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر خواہش ہر فرمان ہر قول ہر فعل کی مکمل طور پر مخالفت کرتے ہوئے بھی محبت کے دعویٰ پر حرف نہ آنے دیا جائے اس سے بڑی دلیل محبت اور کیا ہے کہ قرآن و حدیث کے احکام سے انحراف کرتے ہوئے محبت کا تعارف یوں کرایا جائے۔

لفظ و معنی میں نہیں جلوہ و صورت میں نہیں
عشق اک چیز ہے جو حرف و حکایت میں نہیں

علاوہ ازیں ہم میں کتنے ہی گرفتاران محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہیں جو محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے سینماؤں کی رونق دوبالا کرنے کے لیے تو بیقرار رہتے ہیں مگر مساجد کے قریب سے گذرتے وقت یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے سے پکڑ نہ لے۔

غرض کہ محبان مصطفےٰ کی فہرست اس قدر طویل ترین ہے کہ شمار و قطار سے باہر ہے۔

ابتدائے آفرینش سے اب تک کتنے ہی لوگ اس مادر گیتی نے جنم

دیئے ہیں جنہیں کسی نہ کسی طرح تاریخ کے سنگین اور ہولناک مذاق کا اہداف بنا پڑا مختلف النوع اقوال و روایات کبھی محض مبہم اور غیر واضح پرچھائیوں کی صورت اور کبھی تہہ بر تہہ پردوں کے روپ میں بے شمار حقائق کو زیر نقاب رکھنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور دے رہے ہیں حقیقتیں افسانوں کے لباس میں اور افسانے حقیقتوں کا بہروپ بھر کر پیش کرنے والوں پر ان کے حالات نے اس قدر دباؤ ڈالا کہ ان کی دبی دبی سسکیوں میں اور گھٹی گھٹی چیخوں کی صدائے بے صوت کی بازگشت یوں سنائی دیتی ہے۔

ہر حقیقت کو یہاں اک داستاں کہنا پڑا
سوزشِ جانسوز کو آرامِ جاں کہنا پڑا

اس صورت حال کی تفصیل بیان کر لینا آسان کام نہیں اس لئے کہ ان سنگین حالات کی زد میں آنے والے ہر شخص کی داستان ایک الگ نوعیت کی حامل ہے ہر ایک کی حیثیت جداگانہ ہے ہر ایک کا ماحول علیحدہ ہے اور اگر ان میں کوئی قدرِ مشترک ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ ان سب کے تشخص کو بدل ڈالنے کی کوشش کی گئی ان میں یا تو وہ لوگ ملیں گے جو رہرو منزل بھی نہ تھے مگر انہیں آسودۂ منزل کر دیا گیا اور یا وہ ہیں جو ساری عمر راستے کی ناہمواریاں دور کرتے رہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی منزل آشنا کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے لیکن آج ان کی روحیں بابِ تاریخ پر دستک دے کر ہمہ تن سوال بن کر پوچھ رہی ہیں کہ۔

وہ تو منزلوں پہ پہنچ گئے جنہیں کارواں سے غرض نہ تھی
ہمیں منزلیں تھے سنوارتے ہمیں کارواں سے بچھڑ گئے

بہرکیف حادثات کا شکار ہونے والے ان سب لوگوں کی داستان راحت والم کو بیان کرنا تقریباً ناممکنات سے ہے تاہم ان میں سے کسی ایک شخصیت کو افسانوں کی گھمبیرتا سے نکال کر حقائق کی روشنی میں لے آنا اگرچہ مشکل کام لیکن ناممکن نہیں یہ الگ بات ہے کہ جب بھی کسی کانٹوں میں بکھرے ہوئے پھول کو اس کی تمام تر لطافتوں اور رعنائیوں سمیت منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائے گی کانٹوں کی چبھن کی لذت سے بھی آشنا ہونا پڑے گا۔

ہاں ہاں ! اس درد میں بھی ایک انجانی سی لذت اور ایک ناقابل بیان کیف یقیناً پوشیدہ ہوتا ہے مگر اس لذت و کیف کا صرف وہی شخص احساس کر سکتا ہے جو کبھی کانٹوں سے الجھنے کا اتفاق ہوا ہو۔

بہرحال وقت ہر غم کا مداوا بن جاتا ہے اور جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے زخم مندمل ہوتے جاتے ہیں البتہ لذت احساس باقی رہتی ہے لیکن بظاہر یہ کہنا پڑتا ہے۔

وقت کے ہاتھوں نے آخر مندمل کر ہی دیا
اب مرے معصوم زخموں سے لہو بہتا نہیں

برسبیل تذکرہ یہ بات سامنے آگئی ہم بتا رہے تھے کہ کسی ایک شخص

کے کردار کو روایات کے خواہ کتنے ہی دبیز پردوں میں دفن کردیا جائے اگر خلوصِ نیت سے کوشش کی جائے تو اس کے تشخص پر ڈالے گئے اقوال کے پردے ایک ایک کر کے اٹھائے جاسکتے ہیں اور اس کے کردار کو دھندلانے والی روایات کی متحرک پرچھائیوں کو ایک ہی جنبشِ قلم سے فضائے بسیط میں تحلیل کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ حقیقت جب رونما ہونا چاہتی ہے تو وہ تمام حجابات کا سینہ چاک کرتے ہوئے پوری تابانی سے نمایاں ہوجاتی ہے۔

حقائق کے پھولوں کو مسل مسل کر تہہ خاک بھی کردیا جائے تو وہ خوشبوئیں ہی بکھیرتے رہتے ہیں اور حساس قوتِ شامہ ان خوشبوؤں کا احساس کرتے ہی پکار اٹھتی ہے۔

مٹی میں مل چکے ہیں مگر پھر بھی ہے مہک
بادِ صبا یہ پھول ہیں کس کے مزار کے

سردارِ بطحا، حصارِ رسالت، مرکبِ سرورِ کونین، وقارِ بنو ہاشم، بہارِ وادیٔ مکہ، متولیٔ کعبہ، ساقیٔ حجاج، رئیسِ قریش، مداحِ مصطفےٰ نعت خوانِ اوّل، شاعرِ دربارِ رسالت، والدِ اسد اللہ وذوالجناحین، جدالحسن والحسین، عمِ رسول جدِ اولادِ بتول مہبطِ انوارِ مصطفےٰ مجسمۂ خلوص واخلاق پیکرِ اخلاق وایثار سیّدنا حضرت ابوطالب ابن عبدالمطلب ابن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذات والا صفات اگرچہ ان ہی ستم رسیدہ لوگوں میں سے ایک ہے جو تاریخ ساز

شخصیت ہونے کے باوجود تاریخ کی ستم ظریفیوں کا شکار ہوئے مگر اپنی ذات وحیثیت اور خاندانی عظمت کے پیش نظر آپ ہر طور پر ان تمام لوگوں میں سے منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں۔

اس لئے کہ آپ نے محبت مصطفےٰ کی جو قیمت ادا کی ہے وہ نہ کوئی دوسرا کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

افسوس تو یہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کے ایمان بلکہ ایمان کی جان کی حفاظت کرنے والی ہستی دنیا والوں کے عطا کردہ کرب کا اظہار کچھ یوں کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

اپنی تو یہ مثال ہے جیسے کوئی درخت
دنیا کو چھاؤں بخش کر خود دھوپ میں جلے

اس محبت کی قدر و قیمت معلوم کرنا آسان نہیں جو ہر قسم کے معاوضے اور صلے سے بے نیاز ہو کر کی جاتی ہے غالباً اہل عرفان کے نزدیک اس قسم کی محبت کی معاوضہ سے بے نیازی کا یہ عالم ہوتا ہے۔

ترکِ دنیا ترکِ عقبےٰ ترکِ ترک

شائد اسی قسم کی محبت کی درسگاہوں میں پہلا سبق یہ دیا جاتا ہے کہ۔

گر جاؤ گے تم اپنے مسیحا کی نظر سے
مر کر بھی علاجِ دلِ بیمار نہ مانگو

بہر کیف! ہم بتا یہ رہے تھے کہ تقریباً ہر وہ شخص جو خود کو مومن اور

مسلمان تصور کرتا ہے عام طور پر یہی کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ خدا کرے میرا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہو مگر سلطان العارفین سیدنا سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد گرامی سے اس امر کی خاص طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ ایمان کی سلامتی وطلب کرنا عمومیت کو مستلزم ہے جب کہ خواص کے نزدیک عشق ومحبت کا مقام ایمان سے کہیں آگے بڑھ کر ہے جبھی تو عارفِ پنجاب فرماتے ہیں۔

جس منزل تے عشق پچاوے ایمان نوں خبر نہ ہوئی ہو

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کا یہ مصرعہ محض شاعرانہ تخیل ہی نہیں بلکہ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جسے کسی بھی صورت میں مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے بھی اس امر کی خاص طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں ہماری محبت رچ بس نہیں جاتی گویا ایمان کا نصیب ہونا محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشروط ہے۔

ان احادیث واقوال کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی ذی شعور کو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت رکھنا محض ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان کی جان ہے۔

اور محبت کی یہ دولت محض زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے

سے نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس کے حصول کے لئے معرفتِ مصطفےٰ کی ضرورت ہے اور معرفتِ مصطفےٰ ہر کس و ناکس کو کہاں یہ نصیب ہے۔

یہی وہ غیر فانی اور لازوال دولت عظمےٰ ہے جس کے حصول کے لئے کلمہ پڑھ لینے کے بعد بھی ہزاروں نادیدہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور پھر جب کسی کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے تو دنیا اس شخص سے ایمان کی بھیک مانگتی ہوئی نظر آتی ہے یہ مضمون سینکڑوں صفحات پر بھی پھیلایا جاسکتا ہے مگر ہمیں ابھی کئی مزید الجھنوں کو رفع کرنا ہے اس لئے مختصر طور پر بتاتے ہیں کہ سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم شخصیت اور عالی قدر ہستی ہیں جن کو حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفتِ تامہ حاصل تھی یہی وجہ تھی کہ وہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدس کو اپنی زندگی پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

ہم لوگ تو محض محبت کے زبانی دعاوی تک ہی محدود ہیں اور اسی نشہ میں سرشار رہتے ہیں کہ ہماری مثل شاید ہی کوئی دوسرا شخص مومن ہو مگر جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ صرف دامن ہی محبت رسول سے لبریز تھا بلکہ مشیّتِ ایزدی نے تو اس ہستی مقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو ان کی آغوش میں ڈال دیا تھا جس کی محبت کا نام ایمان اور ایمان کی جان ہے۔

قارئین کرام اب خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس محبت کی قیمت کیا ہوسکتی ہے؟

"کفر و شرک یا ایمان و اسلام"

جب کہ اس عشق و محبت کا مقام ایمان سے کہیں آگے بڑھ کر ہے
ہمیں یقین ہے کہ اگر آپ خلوصِ دل سے حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی قیمت کا تصور کریں گے تو سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو جہنم کی دماغ کھولا دینے والی آگ کی بجائے فردوسِ اعلیٰ کے زمرّدین تختوں پر جلوہ افروز نظر آئیں گے۔

باب دوم
تاریخ معکوس

دورِ جدید کی ایک عنایت یہ بھی ہے کہ ہمارے بعض جدت پسند حضرات جب خوارج کی کوئی تصنیف دیکھتے ہیں تو ان کی شوخ و دشنگ تحریروں کی مصنوعی چمک دمک پر والہانہ فریفتہ ہونا شروع کر دیتے ہیں اور یہ زحمت گوارا نہیں فرماتے کہ تھوڑی سی ہمت کر کے ان زرق برق نقابوں کو بھی ذرا سا سرکا سکیں جن کے پس منظر میں ہماری آبرومندانہ تاریخ دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہے اس سلسلہ میں معمولی سی کوشش بھی اس حقیقت کو منکشف کر سکتی ہے کہ۔

ظاہریت کی کتابوں میں چھپا کر رکھ دیئے
آہ وہ نوحے جو تاریخوں کے خستہ دل میں ہیں

اگر ہماری کشتِ نو کے وہ نونہال جو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی رُوحِ رواں ہونے کے مدّعی ہیں اپنی تجدد پسند فطرت کو بالکل ہی آوارہ نہ چھوڑ دیں بلکہ کسی حد تک ہی سہی اسلامی حدود و قیود کا پابند کر لیں اور بجائے اخلاف کی جدید تحریکوں کی مصنوعی آب و تاب سے متاثر ہونے کے اسلاف کی سادہ مگر صداقت آفرین تحقیق کو مشعلِ راہ بنائے رکھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ اضطراری کیفیتوں سے دوچار ہوئے بغیر وہ آسودۂ منزل نہ ہو جائیں

ان نونہالانِ اسلام میں ہمارے اپنوں ہی کی اکثریت ہے غیروں کی بات ہوتی تو یہ سانحہ اس قدر المناک نہ ہوتا اس لئے کہ غیروں کا تو کام ہی عوام الناس کے ایمانوں پر ڈاکہ زنی کرنا ہے۔

خوارج کی ریشہ دوانیوں کی افزائش مذکورہ نونہالانِ وطن کے علاوہ ماڈرن علمائے سُو کے ہاتھوں بھی ہو رہی ہے جنہیں کتب عربیہ سے محض ''کُلُّ جدید لذیذ'' کا مقولہ ہی یاد رہ سکا ہے اور اس کے ساتھ ہی علمائے حقہ کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ وہ خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں ہمارے سامنے موجودہ دور کے خارجیوں کی تصنیف کردہ کئی کتابیں بکھری ہوئی ہیں اور ان میں ہی ایک ایسی کتاب بھی موجود ہے جس میں نہ صرف حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے گئے ہیں بلکہ پورے خاندانِ ہاشمی کی توہین و تذلیل کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج مقدس کا بھی تمسخر اڑایا گیا ہے آئندہ اوراق میں جناب ابو طالب جناب عبد المطلب سیدنا حمزہ اور سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے متعلق اس کتاب کے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں مگر اس سے پہلے کہ ہم ان ایمان کش تحریروں کا تعارف قارئین کرام سے کرائیں ایک انتہائی اذیت ناک اور تکلیف دہ صورت حالات کا تذکرہ ناگزیر سمجھتے ہیں۔

اور وہ صورت حال یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے ہمارے علم میں بعض

ایسے حضرات آئے ہیں جن کی گفتگو سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں خارجیت کے جراثیم آہستہ آہستہ سرایت کرتے جا رہے ہیں۔

حالانکہ وہ لوگ صحیح العقیدہ سنی متصور کیے جاتے ہیں اور اہلِ سنت کی اسٹیج پر ہی جانے پہچانے جاتے ہیں ہوسکتا ہے کہ بعض نا عاقبت اندیش حضرات ہماری اس گفتگو سے یہ مطلب نکالنے کی کوشش کریں کہ ایسی باتیں ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں رفض سے متہم نہ کیا جاسکے مگر ایسا سوچنے والے جب خود کو مکمل طور پر دامِ خوارج میں جکڑا ہوا پائیں گے تو چیختے چلاتے ہوئے ٹکریں مارتے پھریں گے۔

خدا نہ کرے کہ اہلِ سنت وجماعت پر کبھی ایسا دور ابتلا آئے، تاہم سطورِ بالا میں ہم نے جن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے بظاہر تو وہ ردِّ روافض کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں لیکن در حقیقت وہ اس ملک میں خارجیت کے پنپنے کی راہیں ہموار کر رہے ہیں۔

شانِ اہلِ بیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بعض واقعات کے سلسلہ میں وہ بلا خوف ایسا طرزِ استدلال پیش کرتے ہیں جو چودہ سو برس سے لے کر آج تک کسی صحیح العقیدہ سنی کی زبان پر نہیں آسکا۔ اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ اہلِ سنت وجماعت کی مسلمہ کتابوں میں ان دلائل کی توثیق موجود ہو۔

ان لوگوں کے اس طرزِ استدلال کو سن کر صاف طور پر معلوم ہو جاتا

ہے کہ عباسی اور اس کی ذُریت کی تلبیسات، وساوس کی صورت میں ان کی رُوح کے نہاں خانوں میں منتقل ہونا شروع ہو چکی ہیں۔

انہی لوگوں میں ایک ناقابلِ تذکرہ سُنّی مولوی صاحب کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ۔

چھوڑو یار علی کی بہادری بھی دیکھ لی، گھر میں بی بی فاطمہؑ نے ڈنڈوں سے مارا تو مسجد کی طرف دوڑ پڑے اس واقعہ کے عینی شاہد بفضل اللہ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں اگر کسی کو شک ہو تو وہ ہم سے مل کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔

التجا آپ ہی کیلئے

ہم نہیں جانتے کہ بات کہاں تک بڑھے گی اور نہ ہی اس بات پر تبصرہ کریں گے کہ مخالف کی تردید کی صورت میں اضطراری گفتگو کی کہاں تک گنجائش ہے اور نہ ہی آپ سے یہ سوال کریں گے کہ ہمارے نظریات کو تحفظ دینے کے لئے ہماری حمائت کا اعلان فرمائیں بلکہ۔

ہم آپ کی خدمتِ اقدس میں انتہائی درد و کرب سے صرف ایک التجا پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اس خدا کے نام پر جسے آپ ربِّ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کی وجہ سے مانتے ہیں۔

اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر جسے آپ اپنا اور خدا کا

محبوب تسلیم کرتے ہیں اپنا سہارا اور اپنا شفیع مانتے، اپنی جان کا مالک و مختار سمجھتے ہیں اور اپنی محبت کا مرکز تسلیم کرتے ہیں۔

اس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یاروں کے نام پر جنہیں آپ ہدایت کے ستارے سمجھتے ہیں،

اس محبوب کریم کے بچوں کے نام پر جنہیں آپ نوجوانانِ جنت کے سردار سمجھتے ہیں،

اس محبوب کی مقدس بیٹی کے نام پر جسے آپ دونوں جہان کی عورتوں کی سردار سمجھتے ہیں۔

اِس محبوب کی اولادِ طاہرہ کے نام پر جس کے ہر بچے کو آپ نور تسلیم کرتے ہیں۔

ان تمام اولیائے اُمت کے نام پر جن سے کسی نہ کسی طرح آپ وابستہ ہیں کیا اتنے واسطے دینے کے بعد بھی آپ ہماری التجا کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیں گے اس استدعا کو شرف قبولیت سے نہیں نوازیں گے، اس گزارش کو قبول نہیں فرمائیں گے جو آپ کی خدمت میں اپنے لئے نہیں بلکہ آپ ہی کے لئے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ہماری یہی خواہش ہے

اب آپ قبول فرمائیں یا مسترد کر دیں یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے

ہم اپنی گذارش آپ کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ شوق سے تردیدِ روافض کریں پوری قوت سے ان کے عقائدِ باطلہ کی تکذیب کریں۔

اہلسنت کا پرچم بلند رکھنے کے لئے اپنی پوری قوتِ علیہ صرف کریں مگر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اہلِ بیت مصطفیٰ کے دامنِ کرم کو مضبوطی سے تھام کر رکھیں کیونکہ یہی فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

موجودہ گمراہ کن حالات اگرچہ اذیت ناک اور تکلیف دہ ہیں اس کے باوجود ہم مایوس نہیں۔

ہمیں بھی یقین ہے کہ خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاشمی ہمارے تحفظ کا محتاج نہیں اس لئے کہ۔

جہاں آنکھیں برستی رہتی ہوں برسات سے پہلے
وہاں برسات میں بادل برس جانے سے کیا ہوگا

ہماری خواہش تو صرف یہ ہے کہ آپ آئندہ نسلوں کے لئے خاندانِ مصطفیٰ کی محبت و مودت اور احترام و عقیدت کے پھول کھلا کر جائیں کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ تردید روافض کے ساتھ ساتھ تکذیبِ خوارج کا عمل بھی جاری رکھیں بلکہ کچھ وقت کے لئے موخرالذکر فرقہ پر ہی پوری توجہ مبذول فرمادیں اس لئے کہ یہ ابلیسی فرقہ ہمارے ملک میں ابھی پا بر ہوا ہے جبکہ

رافضیوں کی جڑیں کافی گہری ہیں۔

جب آپ خوارج کا قلع قمع کرنے کے بعد روافض کا محاسبہ کرنا چاہیں گے تو ان کے بیشتر دلائل خود ہی دم توڑ چکے ہوں گے اور اس کے منطقی نتائج ان کی واضح ترین شکست کے آئینہ دار ہونگے۔

اپنی اس التجا اور استدعا کا انجام خداوندِ قدوس کی برتر واعلیٰ ذات پر چھوڑتے ہوئے اب تحقیق جدید کے متعلق مزید چند کارآمد باتیں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں۔

تأسف اس امر پر ہے کہ کچھ لوگ ہمارے اپنے ہوتے بھی غیروں کی گھناؤنی سازش میں دانستہ یا غیر دانستہ شریک ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں

متاعِ کارواں لٹنے کا کس کافر کو صدمہ ہے
اَلم یہ ہے تمہارا لوٹنے والوں میں نام آیا

دورِ جدید کے محققین

دورِ جدید کی نرم و نازک پالیسیوں نے ہر کس و ناکس کے لئے رنگارنگ "ریسرچ" (Reserch) کے دروازے کھول رکھے ہیں اور اچھے بڑے صحیح و سقیم ہر قسم کے موضوعات پر دل کھول کر حق تحقیق ادا کیا جا رہا ہے محققین کے اس طائفہ میں یقیناً اچھے لوگ بھی موجود ہونگے مگر ایسے شوریدہ سر اور شر انگیز لوگوں کی بھی کمی نہیں جو نت نئے ہولناک موضوعات

سمیت حشرات الارض کی طرح پیدا ہورہے ہیں اور متعدی امراض کی طرح پھیلتے جارہے ہیں۔

اس قسم کے تمام تر موضوعات اور محققین کی فہرست اب اس قدر طویل ہوچکی ہے جنہیں منظر عام پر لانے کے لئے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہیں اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح اس قدر تحفظ ضرور حاصل ہے کہ وہ ایک عظیم اسلامی ریاست میں اِسلام کش جراثیم پھیلانے کے لئے اپنے اپنے وضع کردہ طریقوں کو عملی جامہ پہناتے رہیں اگرچہ متذکرہ بالا موضوعات بادی النظر میں الگ الگ نوعیت کے حامل نظر آتے ہیں تاہم ان سب میں یہ ایک قدر مشترک ہے کہ اسلام کی ان اعلیٰ ترین اقدار کو بتدریج زوال آشنا کر دیا جائے جن میں آثارِ قدامت کی انمٹ اور گہری چھاپ موجود ہے اگر یہ قدم مستشرقین نے اُٹھایا ہوتا تو اس کا سدِباب آسان تھا مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس قسم کے وحشت ناک فرائض سرانجام دینے والوں کے نام مسلمانوں جیسے ہیں۔

اسلام دشمنی کا زہر

اگرچہ یہ نام نہاد مسلمان گلشنِ اسلام کے نرم و نازک اور مسکراتے ہوئے پھولوں کو توڑ توڑ کر مسلنے کا فریضہ بزعمِ خویش نہایت محتاط طریقہ سے سرانجام دیتے ہیں اور اسلام دشمنی کا زہر اتنا ہی غیر محسوس طریقہ سے قوم کی

شریانوں میں منتقل کرتے ہیں مگر ان کو کیا معلوم کہ ان کی اس احتیاط کے باوجود بھی تاریخ کے کراہنے کی صدائے بازگشت حساس دلوں کو چیر کر رکھ دیتی ہے اب انہیں کون سمجھائے کہ،

تم نے تو احتیاط سے توڑا تھا پھول کو
شاخوں کا احتجاج بڑا درد ناک ہے۔

ہم یہ مشورہ دینے کے مجاز تو نہیں کہ اسلام پر جدید طریق تحقیق کا تجربہ ہی نہ کیا جائے مگر یہ ضرور کہیں گے کہ ماڈرن ریسرچ کو اسلام پر مسلط نہ کیا جائے بلکہ ایسی تحقیق کو نذرِ آتش کر دینے کا قانون بنایا جائے جو اسلامی اقدار کو پامال کرتی ہو اس لئے کہ ایسی تحقیق سوائے بربادی اور نامرادی سے ہمکنار کرنے کے اور کچھ بھی نہیں دے سکتی جو حقائق کا منہ چڑائے اور تاریخ کا چہرہ مسخ کر دے ایسی تحقیق غلاظت کے ڈھیروں پر پھینک دینے کے قابل ہے جو اسلام کی لائقِ صد احترام شخصیات کے تابندہ تر تشخص کو دھندلانے اور ان پر کیچڑ اُچھالنے کا قابلِ مذمت فریضہ ادا کرتی ہے۔

نئے طریقوں سے مقصد شرع کار فرما نہ ہو سکے گا
اُدھر جو پردہ نہ ہو سکے گا اِدھر بھی تقویٰ نہ ہو سکے گا

حق یہ ہے کہ کسی بھی اسٹیٹ میں ایسی ریسرچ کے لئے تمام تر دروازے بند ہونا چاہئیں جو لوگوں کو ان کے اسلاف سے بدظن کر دے اور مسلمان نام نہاد محققین کے غچہ میں آ کر محسنین کے حضور نذرانہ عقیدت پیش

کرنے کی بجائے ان کی تذلیل وتوہین پر آمادہ ہو جائیں۔

محاسبہ کا دن

ہم ان نام نہاد محققین کو بھی یہ انتباہ ضرور کریں گے کہ اپنے اپنے ایمان کا جنازہ نکلوانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ایمانوں کو ڈبونے کا دھندہ اب ختم ہی کردو تو بہتر ہے اس لئے کہ ایک روز ایسا بھی مقرر ہو چکا ہے جسے محاسبے کا دن کہتے ہیں اور پھر اس دنیا میں بھی تحفظ کی شورٹی اور ضمانت ہمیشہ کے لئے کوئی نہیں دے سکتا اگر وقت کی نزاکتوں نے تمہیں دنیاوی طور پر ساحل آشنا کر بھی دیا ہے تو پھر بھی اس ٹھوس فارمولا کی تکذیب کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

آسودۂ ساحل ہو بھی تو کیا شاید یہ تمہیں معلوم نہیں
ساحل سے بھی موجیں اٹھتی ہیں خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں

اب ہم پھر جدت زدہ نونہالانِ وطن کی خدمت میں التماس کریں گے کہ اپنے اسلاف سے بیزاری اور برئیت کے اظہار کا ایک نتیجہ یقینی طور پر یہ بھی ہوگا کہ آپ کے خلاف آپ سے اظہار بیزاری اور برئیت کر دیں اور اس میں وہ حق بجانب بھی ہوں گے۔

علاوہ ازیں آپ جس شدید مصیبت میں گرفتار ہونگے وہ یہ ہے کہ دینی معاملہ میں آپ پر ہمیشہ ایک ایسی اضطراری کیفیت طاری رہے گی جو

آپ کو اطمینانِ قلب کی دولت سے ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر محروم کر کے رکھ دے گی اور یہ آپ کے لئے اتنے بڑے خسارے کی بات ہے کہ جس خسارے اور گھاٹے کو آپ دنیا کے کسی بھی کاروباری شعبہ میں پورا نہیں کر سکیں گے۔

حالات کے مطالعہ کے پیشِ نظر اگر چہ ہم کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتے تاہم یاس کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اُمید کی ایک موہوم سی کرن ہمیں آمادہ رکھتی ہے کہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو تحریروں کے ذریعہ آپ تک پہنچانے کی کوشش جاری رکھیں حالات جو بھی ہیں مگر۔

ایک موہوم سی اُمید پہ اب بھی ہم نے
اپنے خوابوں کے جزیرے کو سجا رکھا ہے

ہم اس حقیقت سے کسی بھی صورت میں انکار نہیں کر سکتے کہ موجودہ دور مادیت اور ہوس پرستی کا شدید دور ہے حطامِ دنیوی اور زر و مال کی ہوس نے انسان کو درندہ بنا کر رکھ دیا ہے دولت کمانے کا بھوت دنیاداروں کے علاوہ دین دار کہلانے والوں کے سروں پر بھی پوری قوت سے مسلط ہو چکا ہے الا ماشاءاللہ ہر شخص جلب زر کی لپیٹ میں آچکا ہے مگر اس ہوس پرستی کا نتیجہ بقول اکبرالہ آبادی صرف اور صرف یہی ہوگا۔

یہ منزل حرص و مال و دولت نہ دیگی دنیا میں تم کو راحت
ہوس بڑھ جائے گی تشنگی کو نظر کرے گی سراب پیدا

اکبر مرحوم کے اس صداقت آفرین شعر کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کرنا ہرگز مشکل نہیں کہ نظر کے یہ سراب کسی بھی صورت میں ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے نہیں آسکیں گے بلکہ عقلی بھول بھلیوں کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کا سبب ثابت ہونگے۔

بہر حال دیکھنا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی شہ رگ پر چھریاں چلانے کی کوشش کرتا ہے تو اسے احتساب کے دائرہ عمل میں کیوں نہیں لایا جاتا۔

اگر کوئی نام نہاد محقق مجاہدین اسلام کے کارناموں کے پیشِ نظر ان کی جرأت و جوان مردی کو خراج عقیدت پیش کرنے کی بجائے ان کی بے مثال قربانیوں کو من گھڑت افسانے قرار دیتا ہے اوران پر مختلف قسم کی الزام تراشیاں کرتا ہے تو اس کی پذیرائی کیوں کی جاتی ہے۔

کیا چودہ سو سال کی تاریخ اسلام میں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ پر یہ الزام کبھی عائد کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے تھے اور انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ تو کفالت کی اور نہ ہی کسی قسم کی امداد و استعانت کی۔

جس شخص کے والہانہ پیار کے خود بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معترف ہوں اسے لولا لنگڑا بنا کر پیش کرنا فرامینِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔

آئندہ اوراق میں خوارج کی عبارات ان لوگوں کی وجہ سے پوری کی پوری نقل کرنا پڑی ہیں جو جدید حوالوں کی بھرمار دیکھ کر اضطراب واضطرار کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اور وہ کذب وافتراء کے مقابلہ میں صداقت کو تسلیم کرنے سے بھی اس وقت تک گریز کرتے ہیں جب تک ان کے سامنے آنے والی ایک ایک بات کا جواب نہ مل جائے۔

عباسی کی تحقیق جدید یہ ہے کہ حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب نے حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت وپرورش ہرگز نہیں کی بلکہ یہ سعادت جناب زبیر بن عبدالمطلب کے حصہ میں آئی تھی نیز یہ کہ جب حضرت ابوطالب خاندان کے سربراہ بنے تو وہ اپنے قبیلہ کو اسلام قبول کرنے سے روکتے تھے۔

یہی نہیں بلکہ اس تحقیقی کارنامہ میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی امیر عورت نہ تھیں اس لئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے کاروبار کو اپنی تحویل میں لیکر چلانا محض افسانہ اور من گھڑت کہانی ہے۔

بلکہ ان تحقیقی تلبیسات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کا اسلام قبول کرنا اس شان کا حامل نہیں جو مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کیونکہ آپ نے نسلی تعصب کی وجہ سے غصہ میں آ کر

اسلام قبول کیا تھا۔

بہر حال یہ ساری تحقیق ہدیۂ قارئین ہے اگرچہ عباسی اپنی کذب سرائی میں وزن پیدا کرنے کے لئے ایک ہی بات کو بار بار کرتا چلا گیا ہے تاہم ہمیں یہ سب کچھ اس لیے نقل کرنا پڑا ہے کہ اس کی تحقیق سے متاثر ہو کر تباہی پھیلانے والے لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ فلاں فلاں جملہ کا جواب نہیں دیا گیا۔

ایمان کُشی کے بعد کردار کُشی

﴿کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟﴾

خدماتِ ابو طالب یا؟

ایمانِ ابو طالب کتاب کا پہلا ایڈیشن زیر طبع تھا کہ ہمارے ایک نہایت واجب الاحترام اور صادق القول بزرگ نے مشورۃً ارشاد فرمایا کہ کتاب کا نام بجائے ایمان ابی طالب کے خدمات ابی طالب رکھ لو تو کوئی اختلاف باقی نہ رہے گا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے دین متین کے متعلق آپ کی خدمات اظہر من الشمس ہیں جبکہ ایمان میں اختلاف موجود ہے۔ چونکہ آپ کا عطا فرمودہ یہ نام ہمارے موضوع کی وضاحت سے قاصر تھا لہٰذا نہایت احترام کے ساتھ آپ کا مشورہ مسترد کر دینا پڑا۔

سطورِ بالا سے ملتا جلتا مضمون ہم نے اپنی نئی تصنیف مشکل کشا میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین کے حالات میں بھی درج کیا

تھا اور یہ بھی بتایا ہے کہ جناب والا ! آپ تو خدمات ابو طالب کے قائل ہیں مگر عصر حاضر کے بعض نام نہاد مورخین تو ان خدمات وغیرہ کا پتہ کاٹ چکے ہیں جن کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے اور حالات یہ ہیں کہ

ہر نئے چہرے پہ اک پیدا نیا چہرہ ہوا
طاق نسیاں پر ہے کوئی آئینہ رکھا ہوا

گیارہ سال قبل

آج سے گیارہ سال قبل ۱۹۶۹ء میں دور حاضر کے ایک مخبوط الحواس محقق نے ایک کتاب مسمیٰ بہ "وقائع زندگانی اُم ہانی" لکھی تھی مگر اس قدر طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود تادم تحریر تشنہ جواب ہے ہم اس امید پر اس کے چند حصص کا مبسوط مدلل اور مسکت جواب ہدیہ قارئین کر رہے ہیں کہ ممکن ہے کوئی اور صاحب قلم بھی ان تمام تر خرافات کا جواب تحقیق کی روشنی میں دے کر سرمایہ آخرت جمع کرنے کی سعی بلیغ کرے۔

شاید کوئی بندۂ خدا آئے
صحرا میں اذان دے رہا ہوں

بہرکیف ! متذکرہ بالا رسوائے زمانہ کتاب بظاہر تو حضور رسالت مآب سرور کائنات سیاح لامکان نوشۂ شب معراج احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کی نفی میں تصنیف کی گئی ہے اور یہ ثابت

کرنے کی مذموم کوشش اور صیہونی سازش کی گئی ہے کہ نہ تو حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کو جسمانی معراج ہوئی اور نہ ہی رُوحانی معراج کی کوئی حقیقت ہے بلکہ یہ محض ایک خواب تھا جسے قصہ گو کذاب راویوں نے افسانوی رنگ دے کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ کتاب مذکورہ کا ایک ایک لفظ رائٹر کے کافرانہ ذہن کا غماز ہے۔ اندازِ تحریر اس قدر سوقیانہ اور رکیک ہے کہ کوئی غیر مسلم بھی اسقدر جرأت و جسارت اور بے حیائی کا مظاہرہ نہ کر سکے اس کتاب کی ایک ایک سطر پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے۔

واعظ نے آج زہر اُگل کر دمِ خطاب
یکسر فضائے دھر کو مسموم کر دیا

مکر بباطن

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ بظاہر تو یہ کتاب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج اقدس کو افسانہ ثابت کرنے کے لئے تصنیف کی گئی ہے مکر بباطن اس میں ہر وہ ناپاک حربہ استعمال کیا گیا ہے، جس سے خاندانِ ہاشمی کی تذلیل و توہین کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔ بالخصوص جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس قدر شدید گستاخیاں کی گئی ہیں جن کے تصور ہی سے اہلِ ایمان حضرات کا رواں رواں کانپ اُٹھتا ہے۔ آئندہ اوراق میں اُن واہیات

تحریروں کے اقتباسات اس لئے پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ آپ بھی زہر میں بجھے ہوئے ابلیسی اور صیہونی قلم سے تاریخ کے قتل ہونے کا نظارہ بچشم خود کر سکیں اور محسوس کر سکیں کہ !

زندہ لاشیں بھی کتابوں میں چھپا رکھی ہیں اس نے
بوئے خوں آتی ہے بجھی ہوئی تحریروں میں

بہرکیف ! کتاب ہذا میں متذکرہ بالا کتاب کی وہی عبارات پیش کی جا رہی ہیں جو خاندان ہاشمی کے بغض و عناد میں ڈوب کر سپرد قلم کی گئی ہیں اور خاص طور پر اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کردار کشی کرنے میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہ ہونے پائے۔

قارئین کرام! یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و کفالت کرنے والا یہ وہی ابو طالب ہے جسے بازاری لفنگوں کی طرح تضحیک و استہزا کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ شاعر مشرق فرماتے ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ ہے تاریخ معکوس

عباسی کے کارخانۂ دجل وفریب اور کذابیت کی فیکٹری میں تیار شدہ تاریخ معکوس کی چند جھلکیاں ہدیۂ ناظرین ہیں۔ انھیں پورے انہماک اور توجہ سے ملاحظہ فرما کر فیصلہ کریں کہ محقق مذکور تاریخ اسلام کا مطالعہ کتابوں کو الٹا لٹکا کر کرتا ہے یا وقتِ مطالعہ سر کے بل ہو جاتا ہے۔

اس معمہ کا حل تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ بھی فیصلہ کرنا ہو گا کہ ان درج ذیل عبارات میں محقق صاحب نے تاریخی شواہد سے کس قدر استفادہ کیا ہے اور اپنی اُلٹی کھوپڑی کو کہاں تک استعمال کیا ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضور سرورِ کائنات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے جدِ امجد سیدنا حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ بوقتِ احتضار آپ نے خدا تعالیٰ کی مقدس امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی مرضی کے مطابق اپنے پیارے بیٹے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت و پرورش میں دے دیا مگر عباسی کا ذاتی خیال ہے کہ آپ کے کفیل حضرت

ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھے بلکہ جناب زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید المرسلین کو اپنی کفالت میں لیا تھا اور پوری زندگی جناب زبیر ہی حضور کی کفالت کرتے رہے۔"

اب اس مفروضہ کفالت کے متعلق وہ عقلی اور نقلی دلائل ملاحظہ فرمائیں جو عباسی نے پیش کیے ہیں۔

نہاں ہے کذب و باطل جس کے ہر معکوس جملے میں
یہ کس ناز جفا کے ہاتھ کا حسنِ نگارش ہے

کفالت ابن زبیر کا پہلا ثبوت

دعائے خلیل اور نوید مسیحا کے ان نومولود یتیم عبد اللہ کی آمد سے جناب زبیر کو جو یثرب میں اپنے پیارے بھائی کو دفنا کر غمزدہ لوٹے تھے غیر معمولی خوشی تھی تا بینا دادا عبد المطلب کی آنکھیں بھی جواں مرگ بیٹے کی یاد اور نومولود پوتے کی خوشی کے جذبات سے پرنم ہو گئیں

﴿وقائع زندگانی ام ہانی صفحہ ۱۲۸﴾

قارئین! مندرجہ بالا جملوں سے کوئی ایک ایسا جملہ یا اشارا تلاش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت جناب عبد المطلب کے بعد جناب زبیر نے کی ہو۔

شہر میں چھایا ہوا ہے لاکھ سناٹا مگر
آج چپ ہے زندگی کل گنگنائے گی ضرور

دوسرا ثبوت بے ثبات

سن مبارک کا چھٹا سال تھا کہ سیدہ آمنہ شوہر مرحوم کی یاد میں اس درجہ بے قرار ہوئیں کہ اکلوتے فرزند دلبند کو ساتھ لے کر یثرب کا طویل سفر اس غرض سے کرنا چاہا کہ اُس مکان کی زیارت کریں جہاں جناب عبداللہ نے ایامِ علالت بسر کیے تھے۔

عبدالمطلب اس زمانہ میں نابینا ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے زبیر بن عبدالمطلب نے جو گھر کے منتظم تھے پیارے بھتیجے اور بھاوج کے سفر کے جملہ انتظام کیے اور دایہ اُم ایمن کو ساتھ بھیجا۔

﴿وقائع زندگانی اُم ہانی صفحہ ۱۲۸﴾

پھر نابینا ہو گئے

عباسی کا بار بار جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نابینا لکھنا بھی یقیناً اس کے کسی نہ کسی ابلیسی جذبے کی تسکین کا سامان ضرور فراہم کرتا ہوگا ورنہ چند سطور پہلے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اقدس

اور پھر جناب سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی مدینہ کو روانگی پر نابینا لکھ لینے کے بعد اب حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوشِ مادر کی محرومی کے وقت پھر یہ لکھنا کہ اس وقت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا تھے خالصتاً دیوانگی کے علاوہ اور کیا ہے۔

عباسی کی اس جنوں خیزی اور دیوانگی کے شدید دوروں کے پیشِ نظر ہمیں ایک لطیفہ یاد آ رہا ہے جو یقیناً قارئین کے لئے بھی دلچسپی کا باعث ہو گا۔

لطیفہ یہ ہے

ایک گاؤں میں دو افیونی رہا کرتے تھے اور "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" کی وجہ سے ہر دو ایک دوسرے پر جان دیتے تھے اور گاؤں والوں سے الگ تھلگ اپنی موج میں مگن رہتے تھے خدا کی قدرت ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تو اس کے گھر والوں نے سب سے پہلے اس کے جگری دوست یعنی دوسرے افیونی کو اطلاع دی کہ تمہارا دوست دنیا سے چل بسا ہے اور فلاں وقت اس کا جنازہ اٹھے گا افیونی صاحب نے اظہارِ تاسف فرمایا اور جھوک میں چلے گئے۔

جنازہ تیار ہو چکا تو لوگوں نے پھر اطلاع دی کہ تمہارے دوست کا جنازہ تیار ہے اب بلا تاخیر اٹھو چلو۔ افیونی صاحب نے خمار آلود نگاہیں اٹھا

کر پوچھا بھئی کیا بات ہے؟

لوگوں نے کہا ! ارے تمہارا یار مر گیا اور تم ابھی یہ پوچھ رہے ہو کہ کیا بات ہے۔

افیونی صاحب نے کفِ افسوس ملتے ہوئے فرمایا اچھا تو وہ پھر مر گیا ہے؟

قارئین اندازہ فرمائیں کہ عباسی جنونی کی کیفیت اس افیونی سے کسی طرح کم تو نہیں شیخ ابطح، رئیسِ مکہ، سردارِ قریش سیدنا عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر کسی ثبوت کے یوں بار بار اندھا اور نحیف و نزار ثابت کرنا حقائق کی گردن پر چھری پھیر دینے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔

بہت دشوار ہے شائستۂ راہِ طلب ہونا
نظر کا حد میں رہنا شوقِ دل کا با ادب ہونا

بہرکیف ! عباسی کا یہ اعتراف موجود ہے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دایہ جناب اُمّ ایمن نے آپ کو والدۂ محترمہ کی آغوشِ رافت کے بعد آپ کے جدِّ امجد سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی آغوشِ مبارک میں دیا تھا لہٰذا اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ کی کفالت جناب زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی تھی۔

اور نہ ہی اس بے محل جملے سے عباسی کا مقصد پورا ہو سکتا ہے کہ

عبدالمطلب کمزوری کی وجہ سے ابولہب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلتے تھے ابولہب کا اس احترام سے ذکر کرنا واضح طور پر اس امر کا غماز ہے کہ عباسی بھی......؟

کیا حضرت عبدالمطلب نابینا تھے

شریر خارجی نے حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت بھی سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندھا اور نابینا ہونے کی کذاب سرائی اور افترا پردازی کی ہے اور اب جبکہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اطہر بقول اُس کے چھ سال ہو گئی تو پھر از سر نو جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندھا اور نابینا کر کے گوشہ نشین کر دیا۔

اب اگر اس کے اس قول کو تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت بھی نابینا ہی تھے تو پھر قرآن مجید سے سورۂ فیل کو بھی نکال دینا پڑے گا اور تاریخ وسیر کے ان تمام واقعات پر بھی خطِ تنسیخ پھیر دینا پڑے گا جو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذوات عالیہ سے مشترک طور پر منسوب ہیں ہم آئندہ اوراق میں اس موضوع کو بالوضاحت بیان کریں گے تاہم قارئین یہاں اس بات کو نوٹ کریں کہ عباسی اگلی سطور میں خود اعتراف کرتا ہے کہ جناب عبدالمطلب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ مبارک کے بعد جناب زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کفیل مقرّر ہوئے۔ حالانکہ اس کا موجودہ موقف یہ ہے کہ عبدالمطلب نابینا ہونے کی وجہ سے گوشہ نشین ہو چکے تھے لہٰذا جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کی مدینہ منورہ کو تیاری کے لئے سامانِ سفر جناب زبیر بن عبدالمطلب نے تیار کیا تھا۔"

تاہم اس دوسرے ثبوت بے ثبات میں اس امر کا کوئی کُھرا کھوج نظر نہیں آتا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جناب زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت کی تھی کیونکہ اس وقت تو حضور امام الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام براہِ راست اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی آغوشِ رافت میں پرورش پا رہے تھے بہرحال قارئین اندازہ فرمائیں کہ جناب زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کو مدینہ منوّرہ روانہ کر دینے سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت جناب زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔

جیسے ساحل سے چُھڑا لیتی ہیں موجیں دامن

کتنا سادہ ہے ترا حق سے گریزاں ہونا

تیسرا ثبوت تا ثبوت

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے واپسی سفر میں ابھی ۲۵
میل مسافت بھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ یکا یک
مقام ابواء پر ہی منزلِ آخرت طے کرلی اُمّ ایمن دایہ
ساتھ تھیں وہ لختِ جگرِ آمنہ کو لے کر کے آگئیں مادرِ
پدر کی شفقتوں سے محروم دادا کی آغوش محبت میں پہنچایا
عبدالمطلب ان ایام میں نابینا بھی تھے اور اسی نوے
سال کی پیرانہ سالی میں نحیف ونزار بھی۔

ابولہب اپنے ایک بیٹے کا سہارا لے کر ہی چلتے
تے پدر بزرگوار کے ذاتی وخاندانی حوائج وضروریات
بڑے بیٹے زبیر پوری کرتے تھے جو باپ کے وصی اور
جانشین تھے۔

﴿وقائع زندگانی ص ۱۲۸﴾

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

بہرحال عباسی کی اس اختراعی تاریخ میں یہ ہرگز نہیں بتایا گیا کہ
جناب زبیر کا اپنے والدِ گرامی سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی

سے محرومی کی وجہ سے ان کی ذاتی اور خاندانی ضروریات پوری کرنے کا واقعہ کسی اور کتاب میں بھی موجود ہے یا نہیں۔ قارئین کرام یقیناً عباسی کے اب تک کے بتائے گئے کذب وافترا کی حقیقت سے پُورے طور پر آگاہ ہو گئے ہو نگے۔

چوتھا بے حقیقت ثبوت

سیدہ آمنہ کی ناگہانی وفات کے بعد سے کوئی دو برس شفیق دادا کی آغوش میں رہے ان ایام میں بھی کفالت و پرورش عملی طور سے جناب زبیر کے ذمے رہی جیسا کہ ابھی ذکر ہوا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کبیر سنی میں جملہ حوائج اور ضروریات ان کی زبیر فرزند ہی پوری کرتے تھے اور آنحضور بھی صغرسنی سے تایا زبیر سے زیادہ مانوس بھی تھے بارہ تیرہ برس انہی کی آغوش محبت اور مشفقانہ کفالت میں رہے۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ ۱۲۹﴾

ہم پوچھتے ہیں

ہم نام نہاد محقق صاحب سے صرف اتنا ہی پوچھنا چاہتے ہیں کہ ایک نابینا اور نحیف و نزار شخص جو خود ہی دوسروں کا محتاج ہو ﴿معاذ اللہ﴾ کی

اندھی آغوش سے آپ کو کون سی شفقتیں نصیب ہوئی ہوں گی جبکہ بقول تمہارے حضرت ابوطالب (معاذ اللہ) لُولے لنگڑے ہونے کی وجہ سے آپ کی کفالت کا بوجھ اٹھانے کے ہرگز ہرگز قابل نہ تھے۔

علاوہ ازیں جب اس وقت عملی طور پر آپ جناب زبیر کی ہی کفالت میں تھے تو پھر صاف صاف لکھ دیا ہوتا کہ جناب اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابواء سے واپسی پر آپ کو جناب زبیر کی آغوش رافت میں دے دیا تھا یوں دیگر بارہ تیرہ برس کی کفالت کیساتھ یہ دو سال بھی براہِ راست ان کے کھاتہ میں ڈال سکتے تھے۔

مذکورہ بالا مشورہ ہم نے تمہیں اس لئے دیا ہے کہ جب یہ تمام الف لیلوی واقعات اور افسانوی قِصّے تمہارے اپنے ہی آٹو میٹک اور اُلٹے دماغ کی اِختراع ہیں تو پھر مزید اینچ پیچ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہارے وضعی شاخسانے کی تائید اب تک کے تمام اسلامی لٹریچر میں کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی موجود ہے؟

کیا تمہارے جمع کردہ اکاذیب و اباطیل کے پلندے میں صداقت کا کوئی ایک واقعہ بھی موجود ہے؟

اب جبکہ یہ ایک واضح ترین حقیقت بھی تمہارے سامنے موجود ہے کہ تم نے سچ نہ بولنے کی قسم کھا رکھی ہے تو پھر یہ دو برس بھی (معاذ اللہ) اندھے اور معذور عبدالمطلب کے کھاتہ سے نکال لو۔

ورنہ حیاداری کا تقاضا یہ ہے کہ جھوٹ موٹ ہی سہی کی نہ کسی کتاب کا حوالہ تو دے دیا کرو۔

اسلام کی درخشندہ تاریخ اس قدر اُلجھی ہوئی تو نہیں جس قدر تم اپنی الجھنیں ڈال کر تم اپنے بغلی جذبات کی تسکین کرنا چاہتے ہو۔

اتنی ویران تو نہ تھی یہ گذر گاہِ حیات
کون اس راہ سے گذرا ہے کہ سناٹا ہے

پانچواں ثبوت نقلی

قدماء کی روایتوں میں صراحتاً بیان ہے کہ آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صغیر سنی میں تایا زبیر اپنے گلے لگائے رہتے ہاتھوں پر جھلاتے اور یہ لوری گنگناتے جسے دیگر مؤلفین کے علاوہ علاّمہ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ ص ۳۰۸ میں عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب کے تذکرہ میں درج کیا ہے۔

یقال ان الزبیر بن عبد المطلب یرقص النبی
صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وھو صغیر یقول

محمد بن عبدم
عشت بعیش انعم
فی عز فرع اسلم

کہتے ہیں کہ زبیر بن عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب

"آپ صغیر سن تھے اپنے ہاتھوں پر جھلایا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ یہ محمد بن عبداللہ (بھائی کی نشانی) خوب عیش و آرام سے جئے اور بڑی منزلت اور توقیر پائے۔

کتاب المنمق کے قدیم ترین مؤلف ابو جعفر محمد حبیب الہاشمی متوفی ۲۲۵ھ نے بھی جناب زبیر کی یہ لوری دو بول کے اضافے کے ساتھ یوں لکھی ہے۔

محمد بن عبدم

عشت بعیش انعم

لازلت فی عیش عم

ودولة و مغنم

یغنیك عن کل العم

وعشت حتی تهرم

(المنمق ص ۴۳۵)

یعنی یہ محمد میرے عبداللہ بھائی کی نشانی خوب عیش و آرام سے حکومت کرے مال غنیمت میں کمی نہ آئے سب چچوں سے زیادہ مستغنی ہو اور اتنا جئے کہ بوڑھا ہو جائے۔

لوری کب دی جاتی ہے

محقق صاحب نے تحقیق بے طریق کے بحر عمیق میں ناک کے بل غوطہ لگا کر ایک نقلی ثبوت حاصل کر ہی لیا مگر وائے بدنصیبی

یہ تیری تمنا کی منزل ہے شاید
کہ ہوتا رہے خوں جری حسرتوں کا

ارے بزعم خویش شاطر و چالاک مگر فی الحقیقت احمق و نادان محقق صاحب حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی اس لوری سے یہ کیسے ثابت ہو گیا ہے کہ آپ کی کفالت بھی انہوں نے ہی کی تھی کیا جناب زبیر آپ کو آٹھ سال کی عمر سے بیس سال کی عمر تک ہاتھوں پر جھلایا کرتے اور لوریاں سنایا کرتے تھے جبکہ اصابہ کی عبارت میں واضح طور پر یہ جملہ موجود ہے " وھو صغیر " یعنی آپ کی عمر اس وقت چھوٹی سی تھی۔

اب جب کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف الاصابہ فی تمیز الصحابہ سے جناب زبیر کی لوری نقل کرنے کی جسارت کر ہی بیٹھے ہو تو کیوں نہ اسی کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی سے فیصلہ کروالیا جائے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش جناب عبد المطلب کے بعد آپ کو لوریاں سنانے والے جناب زبیر بن عبدالمطلب نے کی تھی یا جناب ابو طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کو یہ

سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی تھی علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی اسی تالیف مبارکہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں۔

ابو طالب بن عبد المطلب بن ھا شم عبد مناف بن قصي القر شي الھا شمي عم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم شقیق ابیہ امھما فاطمة بنت عمر و بن عا ئذ المخزو میة الشتھر بکنیتہ و اسمہ عبد مناف علی المشھور وقیل عمران ، وقال الحاکم، اکثر المتقد مین علی ان اسمہ کنیتہ ولد قبل النبي بخمس و ثلا ثین سنة ولما مات عبد المطلب اوصی بمحمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم الیٰ ابی طالب فکفلہ و احسن تربیتہ و سا فر بہ صحبة الی الشام و ھو شاب و لما بعث قام فی نصر تہ و ذب عنہ من عاداہ و مدحہ عدة مدائح منھما قولہ استسقی اھل مکت فسقوا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتا می عصمة للا را مل

ومنھا قولہ من قصیدہ،

وشق لــہ مـن اسـمــہ لیـجلــہ

فذو العـرش محمود هذا محمد

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد چہارم ص ۱۱۵ مطبوعہ مصر﴾

یعنی ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قریشی ہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور آپ کے والدِ گرامی ﴿حضرت عبد اللہ﴾ کے سگے بھائی جناب ابو طالب اور جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہما دونوں کی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنت وعمرو بن عائذ مخزومیہ ہیں،

آپ اپنی کنیت ﴿ابو طالب﴾ سے مشہور ہیں جب کہ آپ کا مشہور نام عبد مناف ہے اور بعض نے آپ کا نام عمران بھی بتایا ہے۔

اور حاکم نے کہا کہ اکثر متقدمین آپ کی کنیت کو ہی آپ کا نام سمجھتے تھے حضرت ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے ۳۵ سال قبل پیدا ہوئے اور جب حضرت عبد المطلب کا وقت ارتحال آیا تو انہوں نے ابو طالب کو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وصیت فرمائی

چنانچہ حضرت ابوطالب نے آپ کی کفالت

فرمائی اور بہترین تربیت فرمائی اور جب شام کے سفر کو

تشریف لے گئے تو آپ کو اپنے ساتھ رکھا حتیٰ کہ

آپ جوان ہو گئے اور پھر جب آپ نے اعلان نبوت

فرمایا تو ابوطالب آپ کی نصرت وحمایت پر کمر بستہ ہو

گئے اور آپ کی مدح وستائش میں متعدد قصائد انشاء

فرمائے منجملہ ان کا ایک شعر یہ ہے جس میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے اہل مکہ کو بارش

نصیب ہوئی۔

اور وہ گورے رنگ والے جن کے چہرۂ انور

کے صدقہ سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کی

جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

نیز آپ کے قصیدے کا ایک شعر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجلال کے لئے

آپ کے اسم گرامی کو اپنے اسم گرامی سے مشتق کیا

ہے پس صاحب عرش محمود ہے اور آپ محمد ہیں ﴿صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾

تمہاری پسند

متذکرہ بالا عبارت تمہاری پسند کردہ کتاب کی طویل عبارت کا ایک انتہائی مختصر ٹکڑا ہے ورنہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس ضمن میں دیگر بھی متعدد روایات نقل کی ہیں علاوہ بریں اس حقیقت کے اظہار کے لئے ہم نہایت ہی ثقہ کتب سے سینکڑوں حوالے اس مقام پر پیش کر سکتے ہیں مگر یہ فریضہ تمہارے دیگر مفروضوں کے دامِ تزویر کے تاروپود بکھیرنے کے بعد ہی ادا کیا جائے گا۔

البتہ تم اب صرف یہ بتاؤ کہ "الاصابہ" میں حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے واقعات کے ضمن میں جناب زبیر کا مختصر تذکرہ اور ان کی لوری کے چند بول تو تمہیں نظر آ گئے مگر اس کتاب میں متعدد صفحات پر پھیلے ہوئے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وہ حالات کیوں نگاہوں سے پوشیدہ رہے جن میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری اپنے والدِ گرامی کی وصیت کے مطابق حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہٗ نے اپنے ذمہ لی تھی اور اس ذمہ داری کو زندگی کے آخری سانس تک پورے خلوص اور مکمل دیانت داری سے پورا بھی فرمایا اور حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں ایسے ایسے نعتیہ قصائد تحریر فرمائے جو صرف اور محض ایک

عاشق رسول کی زبان پر ہی آسکتے ہیں جناب زبیر کی لوری تو حضور کے بچپن مبارک کا واقعہ ہے مگر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتیں تو تصدیق رسالت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

نا قابلِ فہم نہیں

بہر کیف تمہاری یہ چالا کی اتنی بھی نا قابلِ فہم نہیں جس قدر تم خیال کئے بیٹھے ہو کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کردار کشی کرنے کے لئے ان کے ہی سگے بھائی کو مقابلہ میں لا کھڑا کیا کیونکہ تمہاری دوسری بے شمار تحریروں سے قطعی طور پر وضاحت ہو چکی ہے کہ تمہیں پورے کے پورے خاندانِ ہاشمی سے کھلی عداوت اور ننگی دشمنی ہے لہٰذا جناب زبیر بن عبدالمطلب کی فرضی خدمات کا کاشاخسانہ بھی ان سے تمہاری حقیقی محبت کا آئینہ دار نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ دوسروں کو دھوکا دینے کے ساتھ دانستہ طور پر تم خود کو بھی فریب دیتے ہو۔

یہ مانا دعویٰ الفت تمہارا سچ ہے مگر
ذرا اُلٹ کے دکھاؤ تو آستیوں کو

تغافل نہ برتو

اگرچہ ہم اس حقیقت سے قطعی طور پر آگاہ ہیں کہ تم جس قعرِ مذلت اور اسفل السافلین کے گہرے کھڈوں میں تہ نشین ہو چکے ہو وہاں سے باہر

نکل آنے کے تمام تر ذرائع مفقود ہو چکے ہیں تاہم بالواسطہ طور پر تمہارے متبعین میں سے ہی شاید کسی کا بھلا ہو جائے اس لئے یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ اگر تم خود کو فی الواقع مسلمان متصور کرتے ہو تو یوم احتساب سے اس حد تک تغافل نہ برتو کہ تمہیں اپنے متعلق یہ غضب ناک صدا سننی پڑے وامتازو الیوم ایھا المجرمون اور پھر محاسبے کا عمل تو اس دنیا میں بھی جاری رہتا ہے خدا کو مانتے ہو تو خدا سے ڈرنا بھی سیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے اہل بیت کے معاملہ میں خدا سے ڈرو اتقوا اللّٰہ فی اھل بیتی۔

اور اگر تم دنیا و آخرت کے محاسبے سے بالکل ہی بے نیاز ہو چکے ہو اور تمہارے دلوں سے خدا کے خوف کا تصور بھی ختم ہو چکا ہے تو پھر ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ،

آجاؤ گے حالات کے زد پہ جو کسی دن
ہو جائے گا معلوم خدا ہے کہ نہیں ہے

چھٹی عیاری

زبیر اوران کی زوجہ محترمہ سیدہ عاتکہ بنت ابو وہب بن عمرو مخزومیہ نے جنہیں آنحضور میری ماں کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے اور جو آپ کی دادی فاطمہ بنت عمرو کی حقیقی بھتیجی تھیں اپنی اولاد سے کہیں زیادہ شفقت و محبت سے

پرورش کی تھی،

جناب عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب عہدِ رسالت کے بڑے جانباز مجاہد تھے غزوۂ حنین میں اپنے عمِ محترم حضرت عباس کے ہم پہلو ثابت قدم رہے تھے وہ جب حاضرِ خدمت ہوتے تو آنحضور اپنے پہلو میں بٹھاتے حاضرین سے فرماتے انه ابن امی یہ میری ماں کے بیٹے ہیں۔ "الاصابہ"

ان کے والد اپنے شفیق تایا کی محبتیں اور شفقتیں یاد آتیں تو فرماتے

وکان ابوہ بی برّا

یعنی ان کے والد نے میرے ساتھ نیک سلوک کیا تھا "الاصابہ"

ابنِ سید الناس نے بھی اس ضمن میں یہی کچھ بیان کیا ہے حضرت عبداللہ موصوف کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

کان النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم یقول ابن عمی و حبی منهم عم یروی انه کان یقول ابن امی وحبی۔

﴿عیون الاثر صفحہ ۲۹۰﴾

یعنی عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب کے بارے میں فرماتے یہ میرے چچا کے فرزند میرے محب ہیں بعض روایت کرتے ہیں آپ فرماتے یہ میری ماں کے بیٹے

میرے محب ہیں۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۳۱﴾

یہ عیاری

نام نہاد محقق صاحب نے اس ثبوت مثل تار عنکبوت کے سلسلہ میں دو کتابوں کے حوالے پیش کرنے کی جسارت تو کر ڈالی مگر اس کے اس دیوانے پن کا کیا کیجئے کہ سوال چنا اور جواب گندم۔

بلکہ من چہ می سرائم وطنبورہ من چہ می سرائد کے مصداق ثابت کچھ اور کرنا چاہا ہے اور حوالوں میں کچھ اور بتایا جا رہا ہے محقق صاحب یہ تو بتانا۔

ترا رنگ زرد کیوں ہے ترا حال زار کیوں ہے
تجھے اضطراب کیوں ہے تجھے اضطرار کیوں ہے

اس لئے کہ تمہارا دعویٰ تو یہ ہے کہ جناب زبیر بن عبدالمطلب اور ان کی زوجہ محترمہ سیدہ عاتکہ "لفظ سیدہ یاد رکھنا" نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت شفقت ومحبت سے کفالت و پرورش فرمائی تھی۔

مگر حوالہ یہ دے رہے ہو کہ جناب زبیر کے بیٹے حضرت عبداللہ زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما اپنے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے ساتھ غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے بتاؤ یہ تمہاری جنوں خیزی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ غزوۂ حنین کا حوالہ دیتے وقت بھی چلتے چلتے درانتی پھیر گئے ہو اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے درمیان میں آنے والا حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کا اسمِ گرامی صاف گول کر گئے ہو۔

سوچتا ہوں تجھے یاد دلاؤں کہ نہیں
وہ ترا عہدِ وفا ترکِ وفا سے پہلے

محقق صاحب الاصابہ کی وہ عبارت اس طرح ہے

کان ممن ثبت یوم الحنین العباس و علی و عبد اللّٰہ بن الزبیر بن عبد المطلب ،

﴿الاصابہ ج۲ ص۳۰۰﴾

مگر تمہیں تو مولائے کائنات سیدنا علی علیہ السلام کے اسمِ مقدس سے ہی چڑ ہے لہٰذا تمہاری ابلیس فطرتی کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ حضرت علی کو ثابت قدم رہنے والوں میں خود ہی ثابت کر دو۔

ملا صاحب تمہاری اطلاع کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ جنگِ حنین میں ثابت قدم رہنے والے صرف اور صرف ہاشمی شہزادے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنیز زادہ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی تھے ایک روایت میں ان کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی بھی

آتا ہے مگر باقی تمام حضرات کسی نہ کسی وجہ سے اس ثبات کو قائم نہ رکھ سکے تھے بہر حال ہمارا موضوع یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اگر جنگ حنین میں ثابت قدم رہے تو یہ ان کا مخصوص اعزاز اور ہاشمی خون کی عظمت و کرامت ہے اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے والد گرامی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کفالت و پرورش فرمائی تھی۔

علاوہ ازیں تمہارا یہ حوالہ پیش کرنا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور فرماتے کہ یہ میری ماں کے بیٹے اور میرے محب ہیں اور ان کے والد مجھ سے حُسنِ سلوک سے پیش آتے تھے اس امر کو مستلزم نہیں کہ ان کے والدین نے آپ کی کفالت و پرورش فرمائی ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے خاندان اور اپنے اقرباء سے خاص محبت ہے اور ان میں سے ہر ایک کا تذکرہ بہتر سے بہتر الفاظ میں فرمایا کرتے تھے جب کہ تمہاری الٹی کھوپڑی سے اُبلنے والی تاریخ کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ حضور سرور کائنات کو سب سے زیادہ اذیتیں دینے والے ہاشمی خاندان کے لوگ اور ان کے رشتہ دار تھے اب اپنی اس تاریخ بازی پر خود ہی غور کر کے نتیجہ اخذ کرو کہ،

جگر سے اٹھتے ہیں شعلے کہ دل سے اٹھتے ہیں ظالم
کدھر یہ آگ بھڑکی ہے ذرا گھر کی خبر لینا

تم نے حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتوں اوران کی والدہ محترمہ کو اپنی ماں کے نام سے یاد کرنے سے کفالت و پرورش کا نتیجہ تو اپنی عقلِ ناتمام اور چالا کی سے اخذ کر لیا مگر جواز میں الاصابہ اور عیون الاثر کی ایسی عبارات پیش کی ہیں جن کا تمہارے مطلب سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ اس کے بالعکس امام محمد بن محمد بن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۳۴ھ اپنی اسی کتاب عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کے متعلق بالوضاحت تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سعادت جناب ابوطالب بن عبدالمطلب کو ہی حاصل ہوئی تھی۔

عیون الاثر

جب آپ کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا وصال مبارک ہو گیا تو آپ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کے کفیل ہوئے جب آپ کی عمر مبارک آٹھ سال دو ماہ دس دن کی ہوئی تو آپ کے شفیق دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ بھی سفرِ آخرت اختیار فرما گئے پھر حسب وصیت آپ کے عم محترم حضرت ابوطالب نے آپ کی تربیت و کفالت فرمائی چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک بارہ سال دو ماہ دس دن کا ہوا تو آپ اپنے چچا جناب ابوطالب کے ہمراہ ملک

شام کے سفر کے لئے تشریف لے گئے۔

فلما بلغ بصرٰی فراه بحیرا الراهب فعرفه بصفة فجاءه و اخذ بیده و قال هذا رسول رب العالمین یبعثه اللّٰه رحمة اللعالمین انکم حین اقبلتم من العقبة لم یبق حجر و لا شجر الآخر ساجد او لا یسجد الا لنبی و انا نجده فی کتبنا وقال ارجع بابن اخیك الی بلده و احذر علیه الیهود ورجع ابو طالب۔

﴿عیون الاثر علامہ ابن سید الناس بحوالہ جواہر البہار﴾
﴿للبہانی جلد اول ص ۲۱۱﴾

یعنی دورانِ سفر جب آپ مقامِ بصریٰ پر پہنچے تو بحیرا راہب نے زیارت کرتے ہی آپ کو آپ کی صفاتِ رسالت سے پہچان لیا اور آگے بڑھ کے آپ کے دستِ مقدس کو تھام کر گویا ہوا کہ یہ دونوں جہان کے پروردگار کے رسول ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں دونوں جہان کی رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

اہلِ قافلہ کے استفسار پر کہ تم نے یہ سب کچھ کیسے جان لیا بحیرا نے کہا کہ جب تم گھاٹی پر چڑھ رہے تھے تو کوئی حجر و شجر ایسا نہیں تھا جس نے

انہیں سجدہ نہ کیا ہو جب کہ سوائے نبی کے حجر و شجر کسی دوسرے کو سجدہ نہیں کرتے اور ہم نے اپنی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہوا پایا ہے بعد ازاں بحیرا نے حضرت ابو طالب کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ انہیں واپس اپنے شہر کو لے جائیں مبادا آگے جانے کی صورت میں یہودی انہیں نقصان پہنچائیں چنانچہ بحیرا کی خواہش کے مطابق جناب ابو طالب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہیں سے واپس لے آئے۔

ثابت کیا ہوا؟

یہ تھی علامہ ابن سید الناس کی عیون الاثر کی عبارت کفالت مصطفیٰ کے بارے میں مگر سوال تو یہ ہے کہ تمہاری الٹی کھوپڑی میں عداوت حیدر کرار کا جو خناس سمایا ہوا ہے وہ تمہیں کبھی سچ بولنے پر آمادہ نہیں ہونے دے گا مشہور حدیث ہے کہ سچا آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا مگر جھوٹا شخص کبھی کبھی سچی بات کر لیتا ہے جیسا کہ شیطان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آیت الکرسی کے فوائد سے آگاہ کیا تھا مگر تمہارا خمیر تو نہ جانے کس مٹی سے اٹھایا گیا ہے جو صداقت کو قریب تک پھٹکنے نہیں دیتا۔

ذوقِ ایمان سے انصاف سے نفرت کی ہے
تو نے ہر موڑ پہ توہینِ صداقت کی ہے

بہر کیف "الاصابہ" کی واضح ترین عبارت سے پیش ازیں ثابت کیا

جا چکا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت فی الحقیقت جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے ہی فرمائی تھی اور تمہاری دوسری بیان کردہ کتاب عیون الاثر کا حوالہ بالوضاحت سطور بالا میں پیش کر دیا گیا ہے تاہم تمہارا ایک قرض ادا کرنا ابھی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ماں کے بعد اپنے ساتھ کس ماں کی ماممتا کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے لئے بھی صرف تمہاری معتمد تصنیف الاصابہ کا بھی واضح ترین ایک حوالہ ضرور پیش کیا جائے گا کیونکہ اسی حوالہ کو غلط طور پر پیش کر کے تم نے اپنے سفلی جذبات کی تسکین فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ عوام الناس کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

تم نے آداب تحقیق سے پہلو تہی کرتے ہوئے جس عبارت کے سیاق وسباق کو قلم انداز کرتے ہوئے محض ایک ٹکڑے سے کام نکالنا چاہا تھا وہی پوری کی پوری عبارت تمہارا اس طرح گھیراؤ کرے گی کہ تمہاری ذریت کو بھی تمہارے فراڈ پر ماتم کرنا پڑے۔

منجدھار سے ڈر کر جو پلٹ آئے تھے کم ظرف
طوفان نے گھیرا انہیں ساحل کی طرف سے

توہینِ صداقت

تم نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ بنت

اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق جس خبث باطنی کا اظہار کیا ہے وہ تمہارے بیان کے مطابق اس طرح ہے۔

فاطمہ بنت اسد سے نہ کسی حدیث کی روایت ہے اور نہ ہی آنحضرت کے زمانہ قبل نبوت کے حالات کے متعلق کوئی ایک لفظ اور نہ ہی ان کا نام ہاشمی خاندان کی عورتوں میں شامل ہے جو اسلام سے مشرف ہوئیں اور ہجرت کی حالانکہ ان کی بیٹیوں تک کے نام رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کرنے والی ہاشمیہ عورتوں میں شامل ہیں۔

الاصابہ ج ۲ ص ۳۸۰ میں ان کا ہجرت سے پہلے فوت ہو جانے کا بھی ذکر ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کے مسلمان ہونے اور ہجرت کرنے کی روایت صحیح نہیں۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۴۲﴾

ساتویں بددیانتی

اس سے پہلے کہ ہم روایت بیان کرنے کے متعلق تمہارے اپنے ہی معیار صحابیت کو سامنے لائیں الاصابہ کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ

قارئین پر تمہاری قلمی بددیانتی کی قلعی کھل سکے۔

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف الہاشمیہ والدۃ علی و اخوتہ قیل انہا توفیت قبل الہجرۃ والصیح انہا ہاجرت و ماتت بالمدینۃ و بہ جزم الشعبی قال اسلمت و ہاجرت وتوفیت با لمدینۃ و اخرج ابن ابی عاصم من طریق عبد اللّٰہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کفن فاطمہ بنت اسد فی قمیصہ وقال لم نلق بعد ابی طالب ابر بی منہا ۔

وقال الاعمش عن عمرو بن مرۃ عن ابی البحتری عن علی قلت لا می اکفی فاطمۃ سقائۃ الما والذھاب فی الحاجۃ و تکفیک الطحن والعجن۔

وقال الزبیر بن بکار ھی اول ہاشمیۃ ولدت خلیفۃ ثم بعدھا فاطمۃ الزہرا و سیاتی لہا ذکر فی فاطمۃ بنت حمزہ یدل علی انہا ماتت بالمدینۃ۔

وقال ابن سعد کانت امراۃ صالحۃ وکان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یزورھا وتقیل فی

بیٹھا

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ مع الاستیعاب جلد چہارم ص ۳۷۸﴾

ترجمہ! فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمیہ
حضرت علی اور آپ کے بھائیوں کی والدہ مکرمہ کہا کہ
آپ ہجرت سے پہلے فوت ہو گئیں مگر صحیح یہ ہے کہ
آپ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا
اور شعبی نے اس پر قطعی یقین کرتے ہوئے کہا
کہ آپ نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی اور مدینہ
منورہ زاداللہ شرفہا میں وفات پائی۔

اور ابن ابی عاصم نے عبداللہ بن محمد بن عمر بن
علی ابن ابی طالب کے طریق سے اپنے باپ سے
روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی
قمیص مبارک کا کفن عطا فرمایا اور فرمایا کہ ہمارے
ساتھ ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ حسن سلوک
سے یہی پیش آتی تھیں۔

اعمش عروہ بن مرۃ سے اور وہ ابی بختری سے
اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت

کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا
کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ سے گزارش کی کہ آپ
حضرت فاطمہ الزہرا "سلام اللہ علیہا" کا پانی اور دیگر
بیرونی ضروریات کی کفایت کیا کریں تاکہ انھیں باہر
آنے جانے کی زحمت نہ ہو اور وہ گھریلو کام چکی پیسنے
اور آٹا وغیرہ گوندھنے میں آپ کو کفایت کیا کریں گی۔

اور زبیر بن بکار نے کہا کہ حضرت فاطمہ بنت
اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جنہوں
نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا پھر ان کے بعد حضرت فاطمۃ
الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

نیز یہ کہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا
ذکر فاطمہ بنتِ حمزہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں بھی آتا
ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کا انتقال مدینہ منورہ
میں ہوا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ نہایت ہی صالحہ
خاتون تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی
زیارت کے لئے تشریف لے جاتے اور ان کے گھر
میں دوپہر کو آرام فرماتے۔

صداقت یہ ہے

واخرج ابن ابی عاصم من طریق ابی فاخته عن جعدة بن ھبیرہ عن علی قال اھدی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم حلة استبرق فقال اجعلها خمرا بین الفواطم فقسمتھا اربعة اخمرة خمار الفاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم و خمارا الفاطمة بنت اسد و خمارا الفاطمة بنت حمزة ولم یذکر الرابعة قلت ولعلھا امراة عقیل الآتیة قریباً۔

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ مع الاستیعاب جلد چہارم ص ۳۷۰﴾

یعنی ابن ابی عاصم ابی فاختہ کے طریق پر جعدہ بن ہبیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا بطور ہدیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے ٹکڑے کرکے فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم کردو چنانچہ اس کپڑے کو پھاڑ کر چار ٹکڑے کیے گئے جن میں سے ایک ٹکڑا فاطمہ بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا اور

ایک ٹکڑا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا کیا

گیا اور ایک ٹکڑا فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

عطا فرمایا گیا اور چوتھے ٹکڑے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا

میں کہتا ہوں کہ چوتھا ٹکڑا حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی بیوی کو عطا کیا گیا تھا۔

اور بھی دیکھو

الاصابہ کی پوری عبارت ہدیہ ناظرین کرنے کے بعد ہم عباسی اور اس کی ذریت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ تو تسلیم کہ تمہاری خیانتوں اور بددیانتیوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا لیکن یہ تو بتاؤ کہ ان شرمناک جسارتوں سے سوائے ایمان کا جنازہ نکلوانے کے تمہیں حاصل کیا ہوگا۔

اگر تم اپنے مکان کے دروازے بند کر کے یہ گمان کرنا شروع کر دو کہ اب طلوع آفتاب کے راستے مسدود ہو چکے ہیں تو اسے سوائے دیوانگی کے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

عباسی کا کہنا ہے کہ الاصابہ کی روایت یہ ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد نے ہجرت نہیں کی لہٰذا ان کا اسلام لانا بھی ثابت نہیں ہوتا۔

حالانکہ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ قیل کے اس مختصر ٹکڑے کی پوری قوت سے تکذیب وتغلیط فرما کر متعدد روایتوں سے ثابت کرتے ہیں

کہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول فرما کر ہجرت بھی فرمائی تھی اور انہیں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص مبارک کا کفن بھی نصیب ہوا تھا نیز یہ کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت بھی تشریف لے جاتے اور دوپہر کو ان کے گھر میں آرام بھی فرماتے تھے نیز یہ کہ وہ اپنی بہو جناب سیدۃ النساء العٰلمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو پانی لانے اور کھانا وغیرہ پکانے میں مدد بھی دیا کرتی تھیں اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا اسم گرامی فاطمہ ہونے کی وجہ سے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا بھی عطا فرمایا تھا۔

ان تمام تر شواہد اور الاصابہ کی پوری عبارت کو گول کرتے ہوئے صرف اس ٹکڑے کو نقل کرنا جس کی تردید میں علامہ ابن حجر کو اس قدر روایات نقل کرنا پڑیں صریح بددیانتی قلمی خیانت اور شرمناک جسارت نہیں تو اور کیا ہے اور پھر اس مجروح ٹکڑے کو دلیل بنا کر بڑے ٹھاٹھ سے یہ لکھ مارنا کہ اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے اسلام بھی قبول نہیں کیا تھا تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش اور آدابِ تحقیق سے ناآشنائی نہیں تو اور کیا ہے یہ الگ بات ہے کہ،

دامن بھرے ہوئے ہیں پھولوں سے آج ان کے
جو آشنا نہیں ہیں آدابِ گلستاں سے

ہم بھی پوچھیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہتا ہے اور وہ شخص جسے کافر کہا گیا کافر نہیں ہے تو جس شخص نے اسے کافر کہا وہ یقیناً کافر ہو گیا۔

اس نصِ حدیث کے پیشِ نظر عباسی کو سوچنا پڑے گا کہ وہ اب تک کافر ہو چکا ہے یا ابھی کوئی کسر باقی ہے اس لئے کہ اس نے الاصابہ کی پوری عبارت پڑھنے کے بعد محدثین کے مسترد کردہ اس ٹکڑے سے کہ آپ نے ہجرت نہیں کی یہ مطلب نکال لیا ہے کہ آپ مسلمان ہی نہ تھیں جب کہ وہ الاصابہ کے علاوہ دیگر بھی کتابوں میں آپ کے حالات زندگی پڑھ چکا ہوگا کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ آپ کا نام صحابیات اور ہجرت کرنے والوں کی فہرست میں نہیں آتا حالانکہ اس کا یہ دعویٰ بکواس محض ہے کیونکہ طبقات ابن سعد جیسی ثقہ کتاب میں صحابیات کے تذکار کے باب میں سب سے پہلے اسم گرامی جناب سیدہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے۔

کافر ہوا یا نہیں؟

طبقات ابنِ سعد کی پوری عبارت ہم ابھی پیش کریں گے تا ہم یہ مسلمہ امر ہے کہ عباسی نے دانستہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منہ بولی ماں اور عزت مآب صحابیہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو کافر کہا

ہے اور بمواے حدیث مصطفیٰ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے لہٰذا جب تک عباسی اپنی اس واہیات تحریر اور عقیدے سے رجوع کرتے ہوئے توبہ نہیں کرے گا کافر و مرتد ہی رہے گا اور جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک کرے گا وہ بھی یقیناً یقیناً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ جو شخص کسی شخص کے کفر پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔

روحِ ایمان نہیں اس کے بدن میں رہتی
جس نے فرمانِ رسالت سے بغاوت کی ہے

پذیرائی کیوں؟

بہر کیف! مندرجہ بالا عبارات کا عربی متن آئندہ اوراق میں پیش کیا جا رہا ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ اس قسم کے ملحدانہ اور کافرانہ اذہان کی مزید نشو و نما کی راہیں کیوں ہموار کی جا رہی ہیں اور ان نام نہاد محققین کی پذیرائی کیوں کی جاتی ہے اور اس سے بھی بڑی بات یہ کہ اسلام کے رگ و ریشے میں مسلسل پھیلنے والے اس ناسور کو ختم کیوں نہیں کیا جاتا جس کا زہر قوم کو بالآخر ایمان کش سرطان کے مرض میں مبتلا کر دے گا کیا اندریں حالات ہمارے اس تصور کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے کہ،

بے وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

عباسی کا دعویٰ ہے کہ بیعت کرنے والی عورتوں میں جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام کسی کتاب میں موجود نہیں مگر محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ اپنی عظیم تالیف طبقات ابن سعد میں بیعت کرنے والی صحابیات کے تذکرے میں سب سے پہلے جناب فاطمہ بنت اسد کا ہی تذکرہ کرتے ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں بہر حال طبقات کی عبارت ملاحظہ ہو۔

بیعت کرنے والی خواتین اسلام کے اسمائے گرامی

حضرت فاطمہ!

آپ اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی کی صاحبزادی ہیں آپ کی والدہ فاطمہ بنت قیس بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی ہیں آپ زائدہ بن اصم بن ہرم بن رواحہ جو خدیجہ بنت خویلد کے دادا ہیں کی چچازاد اخیافی بہن ہیں۔

حضرت فاطمہ سے ابوطالب نے نکاح کیا جن سے آپ کے چار بیٹے طالب عقیل جعفر اور علی پیدا ہوئے نیز ام ہانی جمانہ اور ریطہ تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت فاطمہ مسلمان ہو گئی تھیں اور ایک نیک دل خاتون تھیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملتے جلتے رہتے تھے اور دوپہر کو انہیں کے گھر میں آرام فرمایا کرتے تھے۔

﴿طبقات ابن سعد مترجم جلد ہشتم ص ۳۰۴﴾

آخری حوالہ

اگر ہم جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشرف بہ اسلام ہونے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آنے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص مبارک میں دفن ہونے کے تمام تر حوالے ایک جگہ جمع کر دیں تو سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب بن جانے کا امکان ہے علاوہ ازیں چند ثقہ کتب کے حوالے ہماری تصنیف مشکل کشا جلد اول میں بھی تحریر ہو چکے ہیں اس لئے یہاں صرف مزید ایک حوالہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حالات صحابہ کرام پر مشتمل کتاب الاستعیاب میں علامہ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ جناب سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے حالات میں رقمطراز ہیں۔

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ام علی
ابن ابی طالب و اخوۃ رضی اللہ عنہم قیل انہا
ماتت قبل الھجرت ولیس بشیء والصواب انہا

ھا جرت الی المدینة بھا ما تت قال حدثنا ابو

محمد بن اسد عبد بن علی التطیمی قال حدثنا

محمد بن عبدوس قال حدثنا محمد بن عبد اللہ

بن نمیر قال حدثنا محمد بن بشر عن ذکریا عن

الشعبی قال ام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا

فاطمة بنت اسد بن ھاشم اسلمت وھا جرت الی

المدینة و تو فیت بھا وقال الزبیر ھی اول

ھاشمیة ولدت لھا شمی ، قالوا وقد اسلمت

وھاجرت الی اللہ و رسولہ وماتت بالمدینة فی

حیاة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و شھد ھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قال ابو عمر روی سعدان بن الولید

السابری عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس قال

لما ماتت فاطمة ام علی بن ابی طالب البسھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قمیصہ و

اضطجع معھا فی قبرھا، فقالو ا ما رأ ینک صنعت

ما صنعت بھذہ؟ فقال انہ لم یکن احد بعد ابی

طالب ابر بی منھا، انما البستھا قمیصی لتکسی

من حلل الجنة واضطجعت معھا لیھون علیھا۔

﴿الاستیعاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر۔ ج ۴ ص ۳۷۰﴾

یعنی حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف حضرت علی اور آپ کے برادران رضی اللہ عنہم کی والدہ مکرمہ، کہا! کہ آپ نے ہجرت سے پہلے انتقال کیا مگر یہ قول کوئی چیز نہیں اور صحیح و صواب یہ امر ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں ہی آپ کا انتقال ہوا

ابو محمد بن اسماعیل بن علی الحطمی محمد بن عیدوس محمد بن عبد اللہ بن نمیر محمد بن بشر ذکریا سے امام شعبی علیہ الرحمۃ نے روایت نقل کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مکرمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول فرمایا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں انتقال فرمایا۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ سعدان بن ولید سابری حضرت عطا بن ابی رباح سے اور وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں جب جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنی قمیص
مبارک پہنائی اور ان کے ساتھ قبر میں لیٹے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ لطف وکرم
دیکھا تو صحابہ کرام نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم جو سلوک آپ نے ان کے ساتھ کیا ہے
اس سے پہلے کبھی کسی دوسرے کے ساتھ تو نہیں کیا؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو
طالب کے بعد ان سے زیادہ بہتر سلوک بھی ہمارے
ساتھ کسی اور نے نہیں کیا میں نے انھیں اپنی قمیص کا
لباس اس لئے عطا فرمایا کہ انھیں جنت الفردوس کے
حلے نصیب ہوں اور ان کے ساتھ قبر میں اس لئے لیٹا
ہوں کہ ان کی قبر ان پر فراخ ہو جائے۔

نور الابصار کی روایت

علامہ شبلنجی نور الابصار فی مناقب آل بیت اطہار میں مزید یہ روایت
بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنی قمیص
مبارک کا کفن اس لئے عطا فرمایا کہ آپ کے نزدیک جناب فاطمہ بنت اسد
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بمنزلہ ماں کے تھیں عربی متن ہے۔

ولما ماتت کفنها صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بقمیصہ لانہ کانت عندہ بمنزلۃ امہ

﴿نور الابصار مطبوعہ مصر ص ۸۶﴾

ان رواتیوں کا حق تبصرہ قارئین کرام پر چھوڑا جاتا ہے اور نہایت اختصار کے ساتھ صحابیت اور روایت حدیث کے متعلق عباسی کی فتنہ خیز اور شر انگیز چالاکی کا پردہ فاش کیا جاتا ہے۔

روایت وصحابیت

عباسی کا دعویٰ ہے کہ چونکہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے کوئی روایت کتب احادیث میں موجود نہیں اس لئے ثابت ہو گیا کہ آپ نے اسلام قبول نہیں کیا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحابیہ نہیں تھیں عباسی کے اس باطل دعویٰ کی تردید وتکذیب کے لئے سیر حاصل بحث کی جائے تو یہ مضمون ہزاروں صفحات سے بھی تجاوز کر جائے گا ممکن ہے کسی دوسرے موقعہ پر یہ چند مخصوص لطافتوں کے ساتھ ہدیۂ قارئین کر ہی دیا جائے فی الحال اپنے موضوع کے انتہائی قریب رہتے ہوئے صرف انہیں حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے صحابی ہونے اور روایت نہ بیان کرنے کے متعلق عباسی کی اپنی پیش کردہ روایت سے ثابت کریں گے جو اس نے ان کے متعلق الاصابہ سے نقل کی ہے ممکن ہے اپنی اس خیانت

مجرمانہ کو یاد کر کے اسے کچھ حیا آ جائے الاصابہ کی ابتدائی عبارت اس طرح ہے۔

عبد اللّٰہ بن الزبیر بن عبد المطلب بن ھاشم الھاشمی ابن عم النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم ذکرہ ابن سعد فی الطبقہ الخامسۃ من الصحابۃ وقال ام عاتکۃ بنت ابی وھب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔ وحکی عن الواقدی قال لا نعلم لہ حدیثا۔

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۳۰۰﴾

یعنی عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب بن ہاشم ہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں ابن سعد نے آپ کا تذکرہ پانچویں طبقہ کے صحابہ میں کیا ہے اور کہا کہ آپ کی والدہ عاتکہ بنت ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تھیں اور واقدی نے نقل کیا ہے کہ آپ سے کوئی ایک حدیث روایت کرنا ثابت نہیں۔

علامہ ابن عبد البر الاستیعاب میں اس حقیقت کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

لا احفظ له رواية عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿الاستیعاب مع الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۰﴾

ہمارے خیال میں عباسی اور اس کی ذریت کو انہیں دو روایات سے مطمئن ہو جانا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ روایت بیان نہ کرنے سے صحابیت پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور روایت بیان کرنا ہرگز ہرگز شرط صحابیت نہیں اور اس قسم کے داؤ اور فریب کسی بھی محقق کے شایانِ شان نہیں حالانکہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی والدہ مکرمہ کا روایت بیان کرنا بھی کتب احادیث و تفسیر میں ثابت ہے جس کا واضح تذکرہ اپنے مقام پر ہوگا البتہ ہم عباسی کے متبعین پر یہ ضرور واضح کریں گے کہ،

کتنا ہشیار ہے وہ اور تو کتنا سادہ
اس کے ہر کذب کو تو نقشِ صداقت سمجھا

آٹھویں کذابیت

زبیر بن عبد المطلب بہادر، شجاع، خوبصورت، باوجاہت، خطیب، شاعر، سخی اور سردار تھے،

کان الزبیر بن عبد المطلب شجاعاً ابیاً و جمیلاً بہیا و کان خطیباً شاعراً و سیداً جواداً۔

﴿شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۶﴾

ایسے مجمعِ صفات ونیک ذات تایا کی آغوشِ محبت وشفقت میں جو سردار وسربراہ خاندان تھے بارہ تیرہ برس بہت آرام وآسودگی سے بسر فرمائے

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۳۲﴾

شارح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید جو ثقہ لوگوں کے نزدیک معتزلی ہیں محقق صاحب نے ہمیشہ انہیں شیعہ ہونے سے متہم کیا ہے مگر بوقتِ ضرورت جب ان سے استفادہ کرتا ہے تو پھر ہر قسم کی اتہام بازیاں بھول کر انہی کی ثقاہت کا دم بھرنے لگتا ہے اور پھر اس کی بے بسی کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ،

گرچہ می دانم قسم خوردن بجانت خوب نیست

ہم بجانِ تو کہ یادم نیست سوگند دِگر

بہر حال بعض لوگ تو بوقتِ ضرورت گدھے کو بھی والدِ محترم سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اگر عباسی کو ہر طرف سے مایوس ومحروم ہو کر علامہ ابن ابی الحدید کے دامن میں پناہ لینا پڑی تو یہ اس قدر تعجب کی بات نہیں بلکہ حیرت انگیز اور تعجب خیز تو یہ امر ہے کہ مذکورہ بالا حوالہ پیش کرنے سے حاصل کیا ہوا؟

شارح نہج البلاغہ نے تو جناب زبیر بن عبدالمطلب کے مناقب ومحاسن بیان کیے ہیں یہ تو نہیں لکھا کہ انھوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت وپرورش فرمائی تھی۔

لہٰذا عباسی کے ان تفسیری کلمات کو سوائے فراڈ کے اور کیا کہا جا سکتا

ہے کہ ایسے مجمع صفات و نیک تایا کی آغوشِ محبت و شفقت میں بارہ تیرہ برس آرام و آسودگی سے بسر فرمائے ہوسکتا ہے کہ عباسی کے ہمنوا ان تصوراتی افسانوں کو محقق صاحب کا بہت بڑا کمال تصور کریں مگر اہلِ دانش تو اس تانے بانے کو ناہموار ذہن کی پیداوار ہی سے موسوم کریں گے بلکہ عباسی کے مضمحل دماغ اور معکوس ذہن سے بھی یہی صدا اٹھے گی۔

ہمیشہ تار و پود کار ناہموار می بستم
دل و دستم نبود و خویش را برکار می بستم

نواں ثبوت از پیر فرتوت

زبیر بن عبد المطلب اپنے آٹھ بھائیوں سے عمر میں بڑے تھے اور دیگر صفات حسنہ سے ممتاز تھے وہی پدر بزرگوار کی زندگی میں ان کے وصی و نامزد جانشین تھے وفات پدر کے بعد وہی سربراہ و سردار خاندان ہوئے انہوں نے ہی آنحضور کی کفالت و پرورش غیر معمولی شفقت و محبت سے کی تھی ان کی وفات کے زمانے میں حضور کا سن شریف بیس بائیس برس تھا اور آپ خود کفیل تھے اور کسی چچا کی اعانت سے مستغنی تھے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۳۲﴾

کہاں لکھا ہے؟

محقق صاحب کی دیوانگی اور مسلسل کذب سرائی کا عالم تو دیکھئے کہ ایک جملے میں حضرت زبیر بن عبدالمطلب کا کوئی تعریفی پہلو بیان کر لیا اور پھر بغیر کسی کتاب کا حوالہ دیئے اپنا تخیلاتی افسانہ مکرر دہراتا چلا گیا ارے یہ تو بتاؤ کہ یہ سب کچھ کہاں لکھا ہوا ہے جو تم نے یوم احتساب سے بے نیاز ہو کر اپنی طرف سے لکھ مارا ہے۔

جہل خرد نے دن یہ دکھائے

گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

دس نمبر یہ ہے

زبیر کو آپ سے غیر معمولی اُنس تھا اپنی صُلبی اولاد سے زیادہ یتیم بھتیجے سے محبت تھی گودوں میں لئے پھرتے ہاتھوں پر جھلاتے اور لوری گنگناتے جاتے۔

ابو طالب یا کسی اور چچا کی کسی لوری کے بول یا ایسا کوئی واقعہ کہیں مذکور نہیں ابولہب نے البتہ اپنی کنیز کی زبانی آپ کی ولادت کی خبر سنتے ہی جوشِ مسرت میں اسے آزاد کر دیا۔

﴿وقائع زندگانی اُمّ ہانی ص ۱۵۲﴾

کچھ بات تو بنی

اگر چہ یہ بات کسی کتاب میں بھی مذکور نہیں کہ جناب زبیر بن عبدالمطلب آپ کو اپنی صلبی اولاد سے زیادہ پیار کرتے تھے البتہ لوری کی بات درست ہے۔

اور یہ بھی درست ہے کہ ابولہب نے اپنی کنیز کو حضور کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا مگر ہاتھوں پر جھلانے اور لوریاں سنانے کے معنی اگر یہ ہیں کہ جناب زبیر نے آپ کی کفالت و پرورش فرمائی تھی تو پھر ابولہب کے کنیز کو آزاد کرنے کا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمائت و نصرت اور کفار و مشرکین سے محافظت کا سہرا ابولہب کے سر ہے۔

کیونکہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو بقول تمہارے آپ کے لئے نہ ہی لوری کا کوئی بول انشاء فرمایا اور نہ ہی آپ کو ہاتھوں پر جھلایا اور نہ ہی آپ کی ولادت کی خوشی میں کسی کنیز کو آزاد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے کیف آور اور سرور انگیز لمحات کے موقع پر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسرتوں کو فراموش کرتے ہوئے ابولہب کی خوشیوں کا تذکرہ عباسی کے نہاں خانہ دل میں چھپی ہوئی بولہبیت کی زندہ مثال ہے اور یہی بات اس کی ازلی شقاوت

کی ایسی واضح ترین برہان ہے جس کے بعد کسی مزید دلیل کی حاجت نہیں قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے ہم آئندہ اوراق میں چند ایسے واقعات ثقہ کتب سے پیش کریں گے جن سے قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ، نے حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا پر تشریف آوری کے وقت کس قسم کی والہانہ مسرتوں کا اظہار کیا تھا۔

بہر کیف عباسی کے مندرجہ بالا ثبوت میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں جو کسی بھی ثقہ کتاب کے حوالہ سے اس مسئلہ پر نقل کیا ہو جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت بجائے حضرت ابو طالب کے جناب زبیر بن عبدالمطلب نے کی ہو بلکہ،

یہ سب فرضی افسانے ہیں سب جھوٹ موٹ کی باتیں ہیں
الفاظ کے دام بچھائے ہیں سب داؤ ہیں سب گھاتیں ہیں

گیارھواں چکر

جیسا کہ پچھلے اوراق میں بیان ہوا عبدالمطلب کے ایام معذوری میں ان کے جانشین زبیر ہی ان کی جملہ ضروریات پوری کرتے تھے اس لئے پیارے بھتیجے کی کفالت و پرورش عملی طور پر اس وقت بھی کرتے رہے اور بعد میں بھی انہوں نے کی بنوخزاعہ کے دوامی معاہدے کے وقت ہی سے زبیر اپنے

والد کے وصی تھے طبقات ابن سعد میں بھی اس وصائت کی تصریح ہے۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی﴾

اس میں کیا ہے؟

مندرجہ بالا عبارت میں پھر جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معذوری کا مکرر تذکرہ عباسی کی عادت قبیحہ کی دلیل صریح ہے ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ اس وضعی خرافات کی حقیقت آئندہ اوراق میں بالوضاحت قارئین کے سامنے لائی جائے گی۔

تاہم یہ امر غور طلب ہے کہ اگر بنو خزاعہ کے دوامی معاہدہ کے وقت ہی سے جناب زبیر بن عبدالمطلب اپنے والدِ گرامی کے وصی مقرر ہو چکے تھے اور اس وصائت کا تذکرہ طبقات ابن سعد میں بھی ہے تو کیا اس وصائت سے اس امر کا ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کی وصیت بھی جناب زبیر بن عبدالمطلب کو ہی کی تھی۔

ہو سکتا ہے کہ کسی عباسی نواز کے ذہن میں یہ خیال چٹکیاں لینے لگے کہ جب جناب زبیر شروع ہی سے اپنے والد گرامی کے وصی تھے تو حضور سرور کونین کی پرورش و کفالت بھی یقیناً اسی وصیت میں شامل ہو گی جب کہ

اس وصائت کا ذکر طبقات ابن سعد جیسی ثقہ کتاب میں بھی موجود ہے۔

لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے ان ہر دو وصیتوں کی الگ الگ حیثیت واضح کرنے کے لئے طبقات ابن سعد ہی کو معیار بنا لیا جائے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی

عبدالمطلب جب مشرف بموت ہوئے وقتِ رحلت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و احتیاط کے لئے ابو طالب کو وصیت کی۔

﴿طبقات ابن سعد مترجم جلد اول ص ۱۸۰﴾

مجاہد، ابن عباس، محمد بن صالح، عبداللہ بن جعفر، ابراہیم بن اسماعیل، ام حبیبہ اپنی ان مخلوط روایات میں فرماتے ہیں کہ،

جب عبدالمطلب انتقال کر گئے تو ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کے ساتھ رہنے لگے ابوطالب مال و دولت والے نہ تھے مگر آنحضرت کو بہت ہی چاہتے تھے حتیٰ کہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ تھی سوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں کے پہلو میں سوتے تھے اور یہ گرویدگی

اتنی بڑھی اور اس حد تک پہنچی کہ ابو طالب کسی بھی چیز کے اتنے
گرویدہ نہ ہوئے تھے۔

﴿طبقات ابن سعد مترجم جلد اول ص ۱۸۲﴾

طبقات ابن سعد کی اس کفالت و پرورش کی روایت ابھی باقی ہے جو انشاء اللہ دیگر کسی مقام پر نقل کی جائے گی کم از کم عباسی کی بیان کردہ وصائت کا بھرم تو کھل ہی چکا ہے اور یہ وضاحت بھی عباسی کو اپنی پسندیدہ کتاب سے ہو چکی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی صُلبی اولاد سے زیادہ حضرت ابو طالب چاہتے تھے یا جناب زبیر بن عبدالمطلب،

بہر حال اگر جناب زبیر بھی حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتے تھے اور آپ کو ہاتھوں پر جھلا کر لوریاں دیا کرتے تھے تو یہ ان کی سعادت اور ہاشمی خاندان کے اخلاص ومحبت کی روشن ترین دلیل ہے مگر ان کو بنوخزاعہ کی صُلح کے وقت ملنے والی وصائت میں یہ امر تو مذکور نہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کی وصیت بھی جناب زبیر کو ہی کی گئی تھی بلکہ اس کے برعکس طبقات ابن سعد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کے دوران پیش آنے والے متعدد واقعات جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہیں لہٰذا عباسی کی یہ گھن چکر قسم کی عبارتیں اور واہی استدلال حقیقت پسند حضرات کی نگاہوں میں گوز شتر سے زیادہ حیثیت

ہرگز نہیں رکھتے۔

صداقت کب ہوا کرتی ہے فرضی داستانوں میں
حقیقت مل نہیں سکتی کبھی جھوٹے فسانوں میں

بارھویں محرومی

زبیر عبدالمطلب کے ایک فرزند طاہر نام مکہ کے بہت خوش مزاج نوجوانوں میں سے تھے وہ نوجوانی میں فوت ہو گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام پر اپنے ایک صاجزادے کا نام طاہر رکھا،

﴿شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد دوم ص ۴۵۶﴾

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۳۲﴾

خوشی کی بات ہے

مندرجہ بالا روایت بیان کرنے سے محقق صاحب کا مقصد اگر اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جناب زبیر نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی تھی۔

تو یہ "خیال است محال است وجنوں" سے بھی چند چھلانگیں آگے کی بات ہے البتہ بنا بر صدق روایت یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ارفع واعلیٰ خاندان کے تمام افراد سے اپنی

گہری وابستگی کا اظہار فرماتے تھے جب کہ یہی امر عباسی کی تمام تر تحقیق معکوس کی موت ثابت ہو سکتا ہے جو وہ خاندان ہاشمی کی عداوت اور دشمنی کے پیش نظر کر رہا ہے۔

اس کی تحریر کا ہر لفظ ہے بھٹکا بھٹکا
بغض جذبات نے کہرام مچا رکھا ہے

تیرھویں بے بسی

شیعہ مؤرخ یعقوبی متوفی ۲۸۲ھ نے حرب فجار کے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں ہر قریشی قبیلے کے افراد اپنے خاندانی سربراہ کی قیادت میں شریک جنگ ہوئے اور بنی ہاشم کے رئیس و سردار زبیر بن عبدالمطلب تھے۔

ابن ابی الحدید زبیر بن عبدالمطلب کے متعلق لکھتے ہیں۔

فاما الزبیر بن عبد المطلب فکان من اشراف قریش و جودها

یعنی زبیر بن عبدالمطلب قریش کے معزز اور باوجاہت سرداروں میں سے تھے۔

دیگر سرداران قریش کے ساتھ جو شریک جنگ تھے زبیر بن عبدالمطلب کا نام سردار بنی ہاشم کی حیثیت سے ان ہی شیعہ مؤلف نے یوں

تحریر کیا ہے بنی عبد شمس کے سردار حرب بن اُمیہ بنی ہاشم کے سردار زبیر بن عبد المطلب تھے بنی مخزوم کے سردار ہشام بن مغیرہ تھے اور کل قریشی قبیلوں کے سردار اپنے افراد خاندان کے ساتھ محاذ جنگ پر تھے۔

﴿شرح ابنِ ابی الحدید جلد دوم ص ۴۵۶﴾

جناب زبیر سردار بنی ہاشم کی قیادت میں ان کے سب بھائی بھتیجے بنو لعمام سب ہاشمی شریکِ جنگ تھے سوائے ابو طالب کے جو اپنی جسمانی معذوری لولے لنگڑے ہونے کی وجہ سے کسی معرکے میں شرکت کے قابل نہ تھے کتاب المعارف ابن قتیبہ و کتاب المجر۔

اس وقت بروائت اصح آنحضرت کا سن شریف تقریباً بیس برس تھا آپ اپنے تایا زبیر سربراہ خاندان کے ساتھ محاذ جنگ پر تشریف فرما تھے مگر لڑائی میں شرکت نہ کی البتہ تایا چچوں کو تیر اُٹھا کر دیتے تھے۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۴۱﴾

متذکرہ بالا حرب فجار کا واقعہ بیان کرنے سے اگر یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش جناب زبیر بن عبد المطلب نے کی تھی تو نی الواقع عباسی کی یہ تمیں مار خانی ہے مگر اس کی بدقسمتی اور بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ اس تمام تر واقعہ میں ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں جس سے محقق صاحب کا مقصد پورا ہو سکے البتہ یہ ضرور ہے کہ اس

کے مداحوں پر اس کی تاریخ دانی کا سکہ مزید بیٹھ جائے۔

حالانکہ اس قسم کے لوگوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ عباسی جب اس قسم کی غیر حقیقی اور بے محل گفتگو چھیڑتا ہے تو پھر شیعوں کی جھولی میں کیوں کود کود پڑتا ہے مندرجہ بالا سطور میں بقول خویش شیعہ مورّخ یعقوبی کی کتاب کے حوالے سے بات شروع کرتا ہے اور پھر ابن ابی الحدید معتزلی سے استفادہ بھی کیا ہے اور اسے شیعہ بھی لکھا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ واقعہ حرب فجار تو سیرت کی تقریباً تمام کتب میں ہی موجود ہے پھر شیعہ مورخ یعقوبی اور بقول اس کے شیعہ مورخ ابن ابی الحدید کو ہی کس خوشی میں منتخب کیا گیا ہے۔

پکارتا رہا کس کس کو ڈوبنے والا
خدا تھے اتنے مگر کوئی آڑے نہ آسکا

اگر چہ ہم اس قسم کی بے مقصد اور لایعنی گفتگو میں اپنا اور قارئین کا وقت ہرگز نہیں ضائع کرنا چاہتے تاہم صرف یہ بتانے کے لئے کہ عباسی نے دیگر ثقہ مؤرخین کی کتب سے یہ واقعہ اخذ کرنے سے کیوں پہلوتہی کی ہے طبقات ابن سعد کی مختصر عبارت ہدیہ قارئین کرتے ہیں جنگ فجار میں حصہ لینے والے قریش کے سرداروں کے یہ نام ہیں۔

﴿۱﴾ عبداللہ بن جدعان

﴿۲﴾ ہشام بن مغیرہ

﴿۳﴾ حرب بن امیہ

﴿۴﴾ ابو احیحہ سعید بن عاص

﴿۵﴾ عتبہ بن ربیعہ

﴿۶﴾ العاص بن وائل

﴿۷﴾ معمر بن حبیب الجمحی

﴿۸﴾ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد دار۔

کیا عباسی مذکورہ آٹھ سرداروں میں جناب زبیر کا نام دکھا سکتا ہے

مزید یہ ہے ہر لشکر علیحدہ علیحدہ جھنڈیوں کے تحت نکلا سب کی

ٹولیاں اور جماعتیں الگ الگ تھیں کسی ایک سردار لشکر کے تحت نہ تھا اور یہ

بھی روایتوں میں آتا ہے کہ عبداللہ بن جدعان کے ماتحت یہ تمام لشکر تھے۔

﴿طبقات ابن سعد ص ۱۹۶﴾

ہائے ری بے بسی

قریش کے مخالف فریق یعنی سرداران قیس کے نام تحریر کرنا قطعی غیر

ضروری ہیں اس لئے ہم محقق صاحب سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ قبائل قریش

کے ان آٹھ سرداروں میں جناب زبیر بن عبد المطلب کا نام کہاں لکھا ہوا ہے

جب کہ خاندان بنو ہاشم میں سے بھی یہ سرداری عکرمہ بن عامر بن ہاشم کے

حصے میں آئی تھی۔

نیز یہ بزعم خویش شیعوں کی جن کی کتابوں سے تم نے زبیر بن عبد

المطلب کی سرداری ثابت کی ہے ان میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ اس جنگ میں حضرت ابوطالب اس لئے شریک نہیں ہوئے تھے کہ وہ لُولے لنگڑے اور اپاہج تھے معاذ اللہ اب اس کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ تمہارا مشن ہی فقط یہ ہے۔

کوئی سکھ ہم سے کیوں پہنچے کسی کو
کسی کا نام کیوں اونچا کریں ہم

نتیجہ اخذ کیجئے

یہ درست ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جنگ میں بنفسِ نفیس شریک ہوئے اور مخالفین کی طرف تیر بھی چلائے اور آپ نے فرمایا ہے مجھے اس امر پر افسوس اور پشیمانی نہیں جب کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ آپ صرف اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے۔

طبقات ہی کی مزید عبارت ہے کہ حرب الفجار کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا اور تیر چلائے تھے اور میں یہ نہیں کہتا کہ میں اپنے اس فعل پر پشیمان ہوں۔

﴿طبقات ابن سعد ص ۱۹۸﴾

نیز یہ کہ روض الانف سہیلی میں جیوش قریش کے سردار کا نام حرب

بن امیہ بتایا گیا ہے۔

وكان قائد قريش و كنا نة حرب بن امية بن عبد الشمس۔

﴿روض الانف ج ا ص ۱۲۱﴾

اور اپنے اپنے قبیلے کے سرداروں میں بھی جناب زبیرن عبد المطلب کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی کتاب میں اس قسم کا تذکرہ موجود ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں اپاج ہونے کی وجہ سے شرکت نہیں کی حتیٰ کہ تمہاری المعارف ابن قتیبہ اور المنجر وغیرہ میں اس قسم کا تذکرہ تک موجود نہیں بلکہ سیرت ابن ہشام میں قبیلہ قیس کے مقتولوں کا خون بہا دینے والے قریش میں جناب ابو طالب کا تذکرہ بایں الفاظ موجود ہے۔

وكان يقال ما يسد من قريش مملق الا عتبه و ابو طالب فانها سا دا بغير مال ۔

﴿سیرت ابن ہشام ص ۱۳۱﴾

دیگر کتب معتبرہ میں بھی صرف یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے قبیلہ قریش کو قبائل قیس پر فتح حاصل ہوئی ورنہ آغاز حرب کے وقت قبیلہ قیس والوں کا پلہ بھاری تھا اور قریش ہزیمت سے دوچار ہونے والے تھے۔

بہر حال یہ ہمارا موضوع نہیں اور خواہ مخواہ اپنا اور قارئین کا وقت

برباد کرنا قطعی مناسب نہیں مختصر طور پر یہ سب کچھ اس لئے بتایا گیا ہے کہ عباسی ڈوبتے وقت جس تنکے کا بھی سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے وہ بہر حال اس کے لئے ہلاکت آمیز طوفان کا پیش خیمہ اور ایک فریب ہی ثابت ہوتا ہے۔

ہر سو کہ کردہ ایم رواں کشتی ء امید
طوفاں بباد و شور بدریا نوشتہ ایم

بفرضِ محال اگر زبیر بن عبدالمطلب حرب فجار میں بحیثیت سردار بنو ہاشم بھی شریک ہوں تو کیا حرب فجار کا معنیٰ کفالتِ مصطفیٰ بھی ہوسکتا ہے جب کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بیس سال تھی۔

ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں کہ قطعی غیر ضروری بحث کا آغاز کر بیٹھے مگر ہماری مجبوریاں بھی پیش نظر رکھیں اور یہ نہ بھولا کریں کہ ہمارا واسطہ دورِ حاضر کے اس سب سے بڑے کذّاب کے ساتھ پڑا ہوا ہے جو صداقت کو زیرِ نقاب کرنے کے لئے اس قدر گھماؤ پھراؤ اور داؤ پیچ کا ماہر ہے جس کی مثال شاید دنیا بھر کی تاریخ میں بھی کہیں نہ مل سکے۔

اندریں حالات ہمیں اس کی قطعی طور پر بے مقصد اور بے محل باتوں کو اس لئے زیر بحث لانا پڑتا ہے کہ سادہ لوح عوام اس کی چالاکیوں اور

سنا کیوں سے خود کو بچا سکیں بالخصوص اس کے متبعین یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ،

تم سے فریب کھائے تو یہ سوچنا پڑا
تم مجھ سے کیوں ملے تھے بڑی سادگی کیساتھ

چودھویں دیوانگی

وقائع زندگانی امّ ہانی کے صفحہ ۱۴۲ تا ۱۵۳ میں متعدد کتب سے واقعہ حلف الفضول سے اوراق سیاہ کرنے کے بعد محقق صاحب نے یہ بتایا ہے کہ چونکہ حلف الفضول میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے اور اس معاہدہ کے بانی جناب زبیر بن عبدالمطلب تھے لہٰذا آپ کی کفالت و پرورش جناب زبیر بن عبدالمطلب نے ہی کی تھی۔

ہم اس واقعہ کی تفصیل بیان نہیں کریں گے کیونکہ یہ واقعہ سیرت کی ہر کتاب میں موجود ہے البتہ یہ ضرور بتائیں گے کہ عباسی نے یہ واقعہ کن کتابوں سے اخذ کیا ہے تاکہ آئندہ ان کتب سے حوالے پیش کرتے وقت یہ واقعہ یاد دلاتے رہیں۔

یہ کتابیں

﴿۱﴾ نسب القریش

﴿۲﴾ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

﴿۳﴾ التنبیہ والاشراف مسعودی

﴿۴﴾ المحبر مؤلفہ ابو جعفر محمد بن حبیب

﴿۵﴾ السیرت الحلبیہ مؤلفہ برہان الدین حلبی

﴿۶﴾ السیرت النبویہ والآثار المحمدیہ مؤلفہ قاضی دحلان مکی

﴿۷﴾ البدایہ والنہایہ مؤلفہ علامہ ابن کثیر

﴿۸﴾ بہجۃ المحافل

﴿۹﴾ حیات محمد مؤلفہ علامہ محمد حسین ہیکل

﴿۱۰﴾ سیرت النبی مؤلفہ علامہ شبلی

﴿۱۱﴾ محمد ایٹ مکہ مؤلفہ منٹگمری واٹ

﴿۱۲﴾ شفا الغرام

﴿۱۳﴾ لائف آف محمد

﴿۱۴﴾ رحمۃ للعالمین مؤلفہ قاضی سلیمان منصور پوری

حلف الفضول کیا ہے؟

حلف الفضول کے بانی جناب زبیر بن عبدالمطلب کو ثابت کرنے کے لئے پہلی بار اس قدر محنت سے کام لیتے ہوئے محقق صاحب نے چودہ حوالے پیش کر ڈالے ہیں حالانکہ اس واقعہ کے ثبوت میں کم از کم ایک سو حوالہ ثقہ ترین کتب سے پیش کیا جا سکتا تھا۔

بہر حال ان تمام تر عبارات میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب زبیر بن عبدالمطلب نے ایک ایسے معاہدے کی بنیاد رکھنے کی سعادت حاصل کی جس کے تحت قریش اور دیگر قبائل کے درمیان مدت مدید سے چلی آنے والی عداوت صلح و آشتی میں تبدیل ہو گئی اور معمولی معمولی باتوں پر ہونے والی خون ریزی کا دروازہ بند ہو گیا ایک حوالہ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

پندرہواں فریب

لڑائیوں کے متواتر سلسلہ نے سینکڑوں گھرانے برباد کر دیئے تھے اور قتل و سفا کی موروثی اخلاق بن گئے تھے یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے یہ تجویز پیش کی چنانچہ خاندان بنی ہاشم بنی زہرہ بنی تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے کہ ہم میں ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاہدہ میں شریک تھے اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی ایسے معاہدے کے لئے مجھے کوئی بلائے تو میں

حاضر ہوں۔

﴿بحوالہ سیرت النبی شبلی ص ۱۸۳﴾

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۴۸۔۱۴۹﴾

یہ فریب

حلف الفضول کے واقعہ کو بالصراحت ہدیہ قارئین کر دیا گیا ہے اب آپ خود ہی نتیجہ اخذ فرمائیں کہ کیا حضرت زبیر بن عبد المطلب کا اس معاہدہ کی بنیاد رکھنا ان معنوں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفیل تھے محقق صاحب کی ڈھٹائی تو ملاحظہ فرمائیے۔

بات کفالت مصطفیٰ کی ہو رہی ہے اور حوالے حلف الفضول کی بنیاد رکھنے کے پیش کئے جا رہے ہیں اس کی دماغی اور کج نگاہی کا تو یہ عالم ہے۔

ٹھہری ہے تو اک چہرے پر ٹھہری ہی رہی ہے
بھٹکی ہے تو پھر آنکھ بھٹکتی ہی رہی ہے

نتیجہ یہ نکالا

ہم نے قارئین کو یونہی دعوت غور و فکر نہیں دی بلکہ اس واقعہ سے عباسی نے فی الواقعہ نتیجہ نکالا ہے کہ چونکہ حلف الفضول کی بنیاد زبیر بن عبد المطلب نے رکھی تھی اور حضور سرور کائنات اس معاہدہ میں شریک ہوئے تھے لہٰذا آپ کی پرورش و کفالت بھی جناب زبیر ہی نے فرمائی تھی ملاحظہ ہو۔

مشیت الٰہی نے نبی و آخر الزمان علیہ السلام کی کفالت و
پرورش کے لئے جناب زبیر جیسی پاک طینت شخصیت کو منتخب
کیا جن کی نیکی و رحم دلی و نصفت شعاری کی بدولت عامئہ
خلائق کے مفاد اور ان کی بھلائی کے لئے عہد جاہلیت میں
جب سفا کی و غارتگری لوگوں کے موروثی اخلاق بن گئے تھے
امن و امان اور عدل و انصاف پروری کی خاطر حلف الفضول
معرضِ وجود میں آیا تھا کتاب مذکور ص ۱۵۲۔

حیاء کا چھوڑ کر ہاتھوں سے دامن
فسانوں کو حقیقت کہہ رہا ہے

کذب نمبر سولہ

جناب زبیر کی شخصیت کے بارے میں ایک قدیم شیعہ مؤلف ہی
بتاتے ہیں کہ وہ بڑے صاحب فکر و نظر شخص تھے اعمال انسان کی جزا و سزا کے
لئے معاد یعنی آخرت کے قائل تھے کسی ظالم کے بری طرح مرنے پر ان ہی
شیعہ مؤلف نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے ان للناس معاد یو خذ فیہ
للمظلوم من الظالم (شرح ابن ابی الحدید جلد سوم ص ۲۶۳) انسانوں
کے واسطے معاد جہان دیگر ہے جہاں ظالم سے بدلہ و انتقام لیا جائے گا۔

علامہ سہیلی نے بھی اسی واقعہ پر جناب زبیر کا یہ قول تغیر

الفاظ الروض الانف میں یہ لکھ کر مظلوموں کی دادرسی اللہ کے

یہاں ایک دن ہونا ضروری ہے مثلاً بل من یوم ینتصف

اللہ فیہ للمظلومین فرمایا ہے کہ جناب زبیر کا یہ قول ہی اس

بات کی دلیل ہے کہ وہ حشر و قیامت کے قائل تھے بالفاظ

دیگر بت پرست اور مشرک نہ تھے زمانہ جاہلیت میں مکے کے

معدودے چند لوگوں میں بت پرستی ترک کر کے دین حنفی کے

پیرو تھے جناب زبیر اور حضرت فاروق اعظم کے چچیرے

بھائی جناب زید بن عمرو بن نوفل تھے وہ جناب زبیر کے ہم

خیال ہی صرف نہ تھے بلکہ ان مساعی میں بھی شریک تھے جو

قیام امن امان اور مدافعت ظلم و تعدی کی کر رہے تھے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۲۱﴾

ایک دعویٰ

مندرجہ بالا عبارت میں عباسی کا جناب زبیر کیلئے ثابت کرنا کہ آپ

بت پرست اور مشرک نہیں تھے اور حوالہ کے طور پر علامہ ابن ابی الحدید کی

کتاب شرح نہج البلاغہ اور علامہ سہیلی کی کتاب روض الانف کی ان تحریروں

سے استدلال کرنا کہ چونکہ وہ حشر نشر کے قائل تھے لہذا ثابت ہوا کہ وہ مشرک

اور بت پرست نہیں تھے بہت اچھی بات ہے اور ہمیں یہ جان کر خوشی ہوئی

کہ بغض ابو طالب کے تحت ہی سہی کم از کم اس محقق صاحب کو زمانہ جاہلیت میں ہاشمی خاندان کا کوئی فرد عقیدۂ توحید پر نظر تو آیا۔

ورنہ اس کی خاندان ہاشمی سے بغض و عناد کا تو یہ عالم ہے کہ سید الشہداء اسد اللہ و رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایمان بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح برضا و رغبت قبول کیا ہوا معلوم نہیں ہوتا بلکہ وہ خاندانی عصبیت کی وجہ سے اشتعال کی حالت میں مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ اس کتاب کے حوالے سے آئندہ اوراق میں بیان ہوا ہے۔

بہر کیف ہم جناب زبیر بن عبد المطلب کے متعلق اس کے استدلال کو انتہائی مسرت کے ساتھ قبول کرتے ہوئے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ متذکرہ بالا جن کتابوں کے حوالے تم نے پیش کیے ہیں ان میں تمہیں جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ کا تو کوئی ایسا شعر یقیناً نظر نہیں آیا ہو گا جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ نہ صرف حشر و نشر کے ہی قائل تھے بلکہ توحید خداوندی اور رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی مکمل طور پر معترف نظر آتے ہیں۔

چونکہ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کے انتہائی توہین آمیز ریمارکس آئندہ صفحات میں قارئین کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اس لیے مذکورہ کتابوں سے وہ اشعار بطور خاص نقل کیے جائیں گے جن میں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روز جزا اور توحید و رسالت پر ایمان آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں و روشن ہے اس مقام پر تو صرف یہ بتانا

ہے کہ کیا عباسی کا جناب زبیر کو عقیدۂ توحید پر ثابت کرنا اس امر کی دلیل ہو سکتا ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت و پرورش بھی آپ نے ہی کی تھی جب کہ اس کی بیان کردہ دونوں کتابوں میں اس قسم کا کوئی ایک لفظ بھی موجود نہیں کہ جناب زبیر نے حضور کی کفالت کی تھی بلکہ اس کے بالعکس ان کتابوں میں پوری وضاحت کے ساتھ اور متعدد واقعات کی روشنی میں صرف یہی لکھا ہوا ہے کہ جب جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا وقتِ وصال آیا تو آپ نے خداوند قدوس کی عظیم ترین امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سپرد فرما کر مکمل طور پر حفاظت وکفالت کرنے کی وصیت فرمائی تھی جیسا کہ آپ آئندہ اوراق میں بچشمِ خود ملاحظہ فرما ہی لیں گے اندریں حالات عباسی کی اس مکاری اور فریب دہی کو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

بیہ عجوبہ

محقق صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی کفالت سے نکال کر زبردستی جناب زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی کفالت میں دینے کے لئے اب خیر سے قرآن

مجید کی آیات مقدسہ کو بھی استدلال کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا ہے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ من فسر القرآن برایہ فقد کفر یعنی جس نے قرآن مجید کی تفسیر اپنی مرضی سے کی بس وہ کافر ہوا اور ان احادیث مبارکہ سے واقف ہونے کے باوجود کہ تفسیر بالرائے کرنے والے جہنمی ہیں محض ضدِ نمود حق اور صداقت کی مخالفت کے پیش نظر اب یہ دھندا بھی شروع کر دیا ہے کہ تفسیر بالرائے کا فریضہ بھی ناتمام نہ رہ جائے اور حصب جہنم بننے میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

یہ درست ہے کہ یہ شخص اپنے ذوقِ ابلیسی کی تکمیل کے لئے نہایت شاطرانہ انداز میں الفاظ سے کھیلتا چلا جاتا ہے مگر الفاظ کے زرق برق لباس کے اندر اگر حقیقت کا جسم ہی موجود نہ ہو تو کیا حاصل ہوگا اور اس کی تو بس یہی صورت ہوگی۔

ریشم کے اک لباس پہ نازاں تھا ایک شخص
دیکھا تو اس لباس کے اندر بدن نہ تھا

چالاکی نمبر سترہ یہ ہے

محقق صاحب نے نظم جدید لہ وضوا کا وعا کی اپنے ارشاد کردہ آیت کی تیار کردہ جو تفسیر بیان کی وہ یہ ہے۔

جناب زبیر علی تو اس اجماع کے بانی محسن وکی مہیت

میں آپ کی شرکت ہوئی انہی کی آغوش آپ کے ایام یتیمی میں وہ ٹھکانہ اور جائے پناہ تھی جسے آیت مبارکہ میں لفظ آوی فرمایا گیا اور لفظ آوی تو جعت الا ناوی میں بھی شامل ہے آوی سے مراد مفلس چچا کا مسکن تو نہیں ہو سکتا جن کی کفالت کے سلسلہ میں خود ساختہ حکایتوں کے پلندے تیار کئے گئے ہیں۔

﴿کتاب مذکور ص ۱۶۱﴾

عباسی کو اس خود ساختہ تفسیر کے جواب میں ہم مع اس کی پوری ذریت کے اسے چیلنج کرتے ہیں کہ دنیا بھر کی کسی تفسیر میں زیر آیت یہ لکھا ہوا دکھا دو کہ اس سے مراد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت میں رہنا ہے اگر تم یہ ثابت کر سکو تو ہم تمہیں مبلغ یک صد روپیہ کی خارجیوں کی اصلی معلی کتابیں دینے کا وعدہ کرتے ہیں تاکہ تم ان کے مطالعہ سے [illegible] کر سکو۔

بصورت دیگر تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس تفسیر کی موجد تمہاری اپنی ہی بدفطرتی ہے اور یہ تفسیر باطل ہے فی النار جع عذاب الیم بن کر تمہارے سامنے آئے گی۔

ملا رخ بھی زمیں میں بدل جائے گا

جس پہ تعمیر کی بنیاد ہے ڈالی تم نے

مفسّرین کیا فرماتے ہیں؟

اسی آئت کریمہ کے ضمن میں اگر کسی مفسّر نے کفالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے تو صرف اور محض جناب ابو طالب ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذات والا صفات ہے ہم آئندہ اوراق میں اس آیتِ کریمہ کے ضمن میں متقدمین و متاخرین کی تفاسیر کے بے شمار حوالے ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

تاہم چند ثِقہ کتب تفاسیر کے حوالے یہاں بھی نقل کر دیئے جاتے ہیں تاکہ سند رہے اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ حقیقت کو حقیقت تسلیم کر لینے کی جراٗت وہی خوش نصیب کر سکتا ہے جس کے ماتھے پر ازلی شقاوت مرقوم نہ ہو اور جو شخص جہنم کا انگارہ بن چکا ہو اس کے پھول بن جانے کی توقع عبث محض ہے۔

وفا کی آرزو اک بے وفا سے کس طرح رکھیں
شرارہ پھول اور شعلہ کبھی شبنم نہیں ہو گا

بہرکیف! معتبر تفاسیر کے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب "تفسیر سراج المنیر" سورۃ والضحیٰ کی ان ہر سہ آیات کی تفسیر بالترتیب اسی طرح فرماتے ہیں۔

﴿۱﴾ تفسیر سراج المنیر

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْماً فَاٰوىٰ بان ضمك الى عمك ابى طالب فا حسن تر بيتك،

﴿تفسیر سراج المنیر مطبوعہ بیروت لبنان جلد چہارم ص ۵۵۰﴾

یعنی آپ کو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوشِ رافت میں دے دیا تو انہوں نے آپ کی احسن طریقہ سے بہترین تربیت فرمائی۔

وَوَجَدَكَ ضَالاًّ فَهَدىٰ ، فاكثر المفسرين انه كان ضالا عما هو عليه لان من الشريعه فهدا الله تعالىٰ اليها "الضلال" بمعنى المحبت كما قال الله تعالىٰ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلاَلِكَ الْقَدِيْمِ الضلال اى فى حبعك ۔

﴿تفسیر سراج المنیر جلد چہارم ص ۵۵۱﴾

﴿۲﴾ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد آپ کا شریعتِ مطہرہ کی راہوں پر گامزن ہونا ہے اور ضال کا معنی محبت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں کا یہ کہنا کہ آپ تو یوسف علیہ السلام کی محبت میں پرانے ہی مستغرق ہیں اور ضلال یعنی تمہاری محبت۔

ووجدك عائلا فاغنى وقال صلى الله عليه وآله وسلم قد افلح من اسلم ورزق كفافا وقنعه الله بما اتاه وقيل اغناك بمال خديجة وتربية ابى طالب۔

﴿تفسیر سراج المنیر جلد چہارم ص۵۵۲﴾

﴿۳﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اسلام لایا بے شک وہ فائز المرام ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے رزق میں کفایت فرماتا اور اسے جو کچھ عطا کیا جاتا ہے اس پر قناعت بھی نصیب کی جاتی ہے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ محبوب ہم نے آپ کو خدیجہ الکبریٰ کے مال ومنال اور ابوطالب کی بہترین تربیت کے ذریعہ سے مال دار کردیا ہے۔

تفسیر ابن عباس

علاوہ ازیں زیر آیت تمام کبار مفسرین رقمطراز ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابوطالب کی کفالت ہے۔

چنانچہ صحابی رسول حبر اعظم حبر الامت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یتیما کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں یتیم بلا باپ کے اور فآویٰ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو اس کے چچا ابوطالب کی آغوش شفقت عطا فرمائی۔

"یتیماً" بلا اب و بلا ام "فاوی" فاواک الی عمک
ابی طالب

﴿تنویر المقیاس تفسیر ابن عباس مطبوعہ مصر ص ۳۶۷﴾

تفسیر کبیر

صاحب تفسیر کبیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت فرماتے ہیں۔
حضرت ابو طالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی وصیت فرمائی تھی کیونکہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ دونوں ایک ہی ماں کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے تھے۔

چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد آپ اپنے عم محترم حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت آ گئے۔

وکان عبد المطلب یوصی ابا طالب لان عبد اللہ وابا طالب کان من ام واحدة فکان ابو طالب هو الذی یکفل رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم بعد جده۔

﴿تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۲۴﴾

تفسیر ابنِ کثیر

عباسی وغیرہ کے معتمد خاص حافظ عماد الدین ابن کثیر "تفسیر ابن کثیر" میں زیرِ آیت رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت آٹھ سال تھی جب آپ اپنے عمِ محترم حضرت ابوطالب کی کفالت میں آئے بعدازاں حضرت ابوطالب ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احاطہ کیے رہے اور آپ کی نصرت وحمایت فرماتے رہے اور آپ کو ہر اس چیز سے بچاتے رہے جو آپ کی عزت وتوقیر پر حرف لانے والی ہو اور ہر حال میں کفارِ مکہ کی اذیتوں سے آپ کو بچاتے رہے۔

ولہ العمر ثمان سنین فکفلہ عمہ ابو طالب ثم لم یزل یحوطہ و ینصرہ و الا حوی و یرفع من قدرہ و یوقرہ و یکف عنہ اذی قومہ۔

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان ج ۵ ص ۲۳۶﴾

تفسیر کشاف

علامہ محمود بن زمخشری تفسیر کشاف میں زیرِ آیت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر شریف آٹھ سال تھی پھر آپ اپنے چچا ابوطالب کی

کفالت میں آ گئے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابو طالب کے زیر کفالت ہی بہترین تربیت سے مشرف فرمایا۔

تفسیر غرائب القرآن

عظیم مفسر قرآن علامہ نظام الدین حسن محمد اپنی مشہور زمانہ تفسیر غرائب القرآن المعروف نیشا پوری میں زیر آیت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو طالب کے زیر کفالت ہی رہے حتیٰ کہ آپ کی بعثت مبارکہ کا وقت قریب آ گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت پر متمکن فرما دیا اس طویل تر عرصہ میں حضرت ابو طالب آپ کی نصرت وحمایت کا فریضہ پوری تندہی سے سرانجام دیتے رہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی زیر کفالت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین سے بہترین تربیت فرماتا رہا۔

فكفل ابو طالب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى ان ابتعثه الله للرسالة فقام بنصرته مدت مديدة و عطفه الله عليه فاحسن تربيته ـ

﴿تفسیر نیشا پوری ج ۱۰ ص ۳۲۷﴾

تفسیر فتح البیان

غیر مقلدین وہابیہ کے امام نواب صدیق حسن بھوپالی زیر آیت

وَوَجَدَکَ عَآئِلاً فَاَغْنٰی رقمطراز ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے آپ کو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال و دولت اور حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی تربیت مبارک کی وجہ سے غنی کر دیا۔

وقیل بمال خدیجۃ بنت خویلد و تربیت ابو طالب

﴿تفسیر فتح البیان ج ۵ ص ۲۹۹﴾

تفسیر خازن

علامہ خازن علیہ الرحمۃ اپنی مشہور زمانہ تالیف تفسیر خازن میں زیر آیت فرماتے ہیں۔

کہ پھر جب عبد المطلب کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عم محترم جناب ابو طالب کے زیر کفالت آ گئے چنانچہ جناب ابو طالب حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت اور حفاظت کے معاملہ میں انتہائی مضبوط اور سخت تھے اور آپ ہی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح مبارک اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کیا۔

فلما عبد المطلب کفلہ عمہ ابو طالب الی ان اقوی و اشتد و تزوج خدیجۃ

﴿تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۱۶ مطبوعہ مصر﴾

تفسیر معالم التنزیل

ثقہ ترین محدث و مفسر امام بغوی اپنی عظیم تفسیر قرآن تفسیر معالم التنزیل میں زیر آیت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کی آغوشِ رافت میں آ گئے حتیٰ کہ جناب ابو طالب نے آپ کی بہترین تربیت فرمائی اور ہر معاملہ میں آپ کی کفالت کی۔

وضمك الی عمك ابی طالب حتیٰ احسن تربیتك

و كفاك المؤنة

﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۱۶﴾

﴿مطبوعہ مصر﴾

تفسیر صاوی

امام احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر قرآن میں زیر آیت فرماتے ہیں کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان حضرت عبد المطلب کا وصال ہوا تو اس وقت آپ سن شریف آٹھ برس تھا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی آغوش میں آ گئے کیونکہ حضرت ابو طالب آپ کے والدِ گرامی حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب کے سگے بھائی تھے۔

ومات جده عبد المطلب و هوا بن ثمان سنين

فکفلہ عمہ ابو طالب لا نہ کان شقیق ابیہ

﴿تفسیر صاوی ج ۴ ص ۲۷۸﴾

تفسیر جمل

صاحب تفسیر جمل زیر آئت روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے احتضار کے وقت حضرت ابو طالب کو وصیت فرمائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے زیر کفالت رکھیں اوراس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوطالب اور حضرت عبداللہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ایک ہی تھیں چنانچہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت فرماتے حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرما کر خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔

وکان عبد المطلب وصی ابا طالب بہ لان عبد اللہ و ابا طالب کان من ام واحدۃ فکان ابو طالب ہو الذی کفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد جدہ الی ان بعثہ اللہ نبیاء

﴿تفسیر جمل ج ۴ ص ۵۴۹﴾

تفسیر جلالین

تفسیر جلالین میں زیر آیت لکھا ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے چچا ابو طالب کی آغوشِ رافت میں آنا ہے۔

بان ضمك الی عمك ابی طالب

﴿تفسیر جلالین مع صاوی ج ۴ ص ۲۷۸﴾

تفسیر عزیزی

امام اہلِ سنت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیر آئت الم یجدك یتیماً فاوی نہایت شرح وبسط کے ساتھ اور انتہائی لطیف انداز میں اس کفالت و پرورش کا تذکرہ فرماتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا اور آپ کے جدِ امجد سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور عمِ محترم سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں الم یجدك یتیماً فاوی یعنی آپ کو یتیم پایا اور پھر جگہ دی اس نعمت کا بیان یہ ہے کہ آمنہ کے دریتیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بطنِ مادر سلام اللہ علیہا میں ہی تھے کہ آپ کے والدِ محترم و مکرم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہو گیا۔

پھر آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی اور ابھی آپ تقریباً چھ برس کے ہوئے تھے کہ آپ کی والدہ مکرمہ سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اور پھر اس واقعہ کو صرف دو سال کا عرصہ گزرا تھا آپ کے جدِ امجد حضرت

عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہو گیا اور آپ کو والدِ مکرم والدۂ محترمہ اور جدِّ امجد کے یکے بعد دیگرے داغِ مفارقت دے جانے کی وجہ سے تین قسم کی یتیمی حاصل ہوئی اس صورت میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر اس دُرِّ یتیم کی پرورش و کفالت اور حفاظت ٹھیک طور پر نہ ہوئی تو اسکی آب و تاب متاثر ہو گی چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے ابتدا ہی سے آپ کی پرورش و کفالت کا یہ اہتمام فرمادیا کہ آپ کے والد ماجد سلام اللہ علیہ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کی وجہ سے آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ اور آپ کے جدِ امجد سیدنا عبد المطلب کے دلوں میں آپ کی محبت اس قدر بڑھادی کہ شفقتِ پدری کا نعم البدل ہو گئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ اور دادا جان کو آپ کی شانِ محبوبی اور حسنِ دلبری کے ایسے ایسے کرشمے دکھاتا کہ وہ آپ پر عاشق ہو کر عاشقوں کی طرح آپ کی پرورش و حفاظت میں پوری پوری کوشش اور سعی و جہد کرتے حتیٰ کہ آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے۔

پھر جب آپ کے جدِ امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا وقتِ وفات آیا تو آپ نے اپنے بیٹے جناب ابو طالب جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے کو بلا کر وصیت فرمائی اور آپ کو ان کے سپرد کرتے ہوئے نہایت تاکید فرمائی کہ آپ کی خدمت و حفاظت میں ہرگز

کوتاہی نہ کرنا،

چنانچہ حضرت ابو طالب والدِ محترم کی وصیت کے مطابق آپ کی حفاظت اور خدمت گزاری پر ہمہ وقت کمر بستہ اور سرگرم رہتے حضرت ابو طالب کی اس کفالت کے دوران ہی تعلیماتِ الٰہیہ پوشیدہ طور پر آپ کی باطنی تربیت یعنی نیک اخلاق سکھانے اور پسندیدہ آداب بتانے میں اپنا فریضہ سرانجام دیتی رہیں یعنی آپ کا چال چلن اور کردارِ معظم ہر ایک کے دل کو اچھا لگتا حتیٰ کہ آپ حدِ بلوغت کو پہنچ گئے۔

الم یجدک یتیماً فاویٰ حضرت حق تعالیٰ از ابتدا صورت پرورش ایشاں را چنیں ظاہر فرمود کہ بعد از مردنِ پدر ایشاں را و مادر ایشاں را شفقتے زاید در دل پیدا کرد کہ آں شفقت قائم مقام شفقت پدر شد و در ہر روز و شب مادر و جد ایشاں را کرشمہ ہائے محبوبیت در ایشاں می نمودند تا عاشق شود در پرورش ایشاں می کوشیدند واز جان ہائے خود عزیز تر می داشتند و چوں جد ایشاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضا کرد عم حقیقی ایشاں را کہ ابو طالب نام داشت سپردہ رفت و بغائت تاکید و تحریص بر خدمت ایشاں نمود ابو طالب بموجب وصیت او در خدمت ایشاں باقصی الغائت کشید و دریں ضمن تربیت

معنوی الٰہی از حسن اخلاق در رعایت آداب پنہان کار
خود میکرد تا آں کر بسر حد بلوغ رسید عد باسجاع اوصاف
کمال فخر قوم خود گشتہ

﴿تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۳۰۔ ص ۲۸۶﴾

"ووجدک ضالاً فھدیٰ" کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضلال کے معنی محبت اور عشق کا ایک خاص مرتبہ ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ کے ساتھ کمال ترین عشق و محبت کو جو انہیں اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے تھا ان الفاظ میں بیان کیا ہے اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ اس کے یہ معنی ہیں کہ یقیناً آپ ضلال قدیم یعنی اپنے اسی پہلے عشق و محبت میں مستغرق ہیں۔

مفسرین کرام نے ایسا ہی بیان کیا ہے یہاں اس قدر یہ ضرور سمجھ لیں کہ تمام انبیاء کرام علیہ السلام ظاہر طور پر حصول نبوت سے پہلے بھی اور خلعتِ نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی اصلی اور طبعی کفر و ضلالت سے پاک اور معصوم و محفوظ ہیں بلکہ دانستہ یا نادانستہ ہر قسم کا گناہ کرنے سے بھی پاک ہیں۔

مراد از ضلال محبت و مرتبہ عشق است چنانچہ پسران
حضرت یعقوب علیہ السلام فرط عشق ایشاں را با
حضرت یوسف بایں لفظ تعبیر کردہ اند کہ انک لفی

ضلالك القديم

از ہمیں قماش است سخنان اہل تفسیر دریں جا، ایں قدر بالیقین باید دانست کہ انبیاء قبل از بعثت نیز از ضلال و کفر اصلی و طبعی معصوم و محفوظ اند بلکہ از معاصی نیز بہ تعمد،

﴿تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۲۸۷﴾

"وَوَجَدَكَ عَائِلاً فَأَغْنٰى" یعنی آپ کو دنیوی مال ومنال سے الگ تھلگ دیکھا تو مال و دولت دے کر غنی اور بے پروا کر دیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ نعمت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے تو ان کے دادا حضرت عبدالمطلب کے مال کی بدولت مستغنی فرمایا کہ وہ اپنے سب بیٹوں سے آپ کو بہتر اور عزیز جان کر پرورش کرتے تھے ان کے بعد حضرت ابوطالب کی دولت سے غنی فرمایا وہ بھی آپ کو اپنے والدِ محترم کی وصیت کے مطابق انتہائی عزیز رکھتے تھے حتیٰ کہ اپنی اولاد پر بھی آپ کو ترجیح دیتے پھر جب آپ کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو آپ کا نکاح مبارک سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوگیا آپ صاحب حیثیت اور مالدار خاتون تھیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری اور باطنی حسن کی اس قدر گرویدہ تھیں کہ اپنا سب مال و دولت آپ کے قدموں پر نچھاور کر دیا

بلکہ روسائے قریش کو بلا کران کی موجودگی میں اعلان فرمایا کہ میرے تمام مال ومنال کے مالک ومختار میرے شوہر نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

> [illegible] آں است کہ اول آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بمال جد خود مستغنی ساختند کہ او ایشاں را بہتر وعزیز تر از جمیع فرزندان خود پیدا پرورش می کرد بعد ازاں بمال ابوطالب کہ او نیز بموجب وصیت پدر ایشاں را بر اولاد خود مقدم می داشت بعد ازاں چوں بست وپنج سالہ شدند حضرت خدیجہ را کہ خیلے مالدار بودند در نکاح آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند وآں قدر معروف محبت وخدمت ایشاں گردانیدند کہ تمام مال خود را از نقد وجنس پیش ایشاں گزاشتند وروسائے قریش را طلبد داشتہ شاہد کردند کہ ایں ہمہ مال مال ایں شخص است اگر خواہد ہمیں دم اورا تقسیم کند

﴿تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۳۰ ص ۲۸۸﴾

معتمد اور ثقہ تفسیروں کے چند حوالے اختصاراً اس مقام پر پیش کیے گئے ہیں کیونکہ اس آیت مبارکہ کے لئے اسی کتاب میں ایک مستقل عنوان قائم کیا گیا ہے جس کے تحت دیگر بے شمار کتب تفاسیر کے حوالہ جات کے

ساتھ یہ پانچوں حوالے بھی مع اردو ترجمہ نقل کر دیئے گئے ہیں یہاں تو قارئین کو اختصار کے طور پر صرف یہ بتانا تھا کہ دورِ حاضر کی خارجیت نے قرآن مجید کو بھی ایک کھلونا سمجھ رکھا ہے اور کلام خداوندی میں تحریف کرتے وقت انہیں ذرّہ برابر بھی شرم محسوس نہیں ہوتی افسوس تو یہ ہے کہ ارضِ پاک میں ان محرفین کلامِ الٰہی کے محاسبہ کے لئے بھی کبھی کوئی قانون وضع ہوگا یا اس مقدس سرزمین کو اپنے خون سے سیراب کرنے والوں کی طرف سے یہی صدائے المناک آتی رہے گی۔

کیا خبر تھی کہ خزاں ہو گی مقدر اپنا
ہم نے ماحول بنایا تھا بہاروں کے لئے

اٹھارھویں شوخی

خاندان کے سردار و سربراہ کی حیثیت سے بھی محبوب بھتیجے کی کفالت انہی کو کرنا تھی اور یہی غیر معمولی شفقت سے کرتے بھی رہے۔ زبیر تجارت پیشہ صاحب ثروت تھے شام و یمن کو تجارتی قافلے لے جاتے آں حضرت بھی کم سنی میں ان کے ہم سفر ہوتے سیرۃ الحلبیہ علامہ علی الحلبی اور سیرت النبویہ والآثار المحمدیہ علامہ دحلان و نیز دیگر کتب میں آنحضرت کا اپنے کفیل تایا زبیر کے ساتھ یمن کے تجارتی سفر پر تشریف لے جانے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن شریف کچھ اُوپر دس برس تھا کہ اپنے سگے تایا زبیر بن عبدالمطلب کی معیت میں جیسا پہلے ذکر ہوا یمن کے سفر پر گئے تھے۔

و سافر و قداتت علیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
بضع عشرۃ سنۃ مع عمہ الزبیر بن عبد المطلب
شقیق ابیہ قد تقدم الیٰ یمن ۔

﴿سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۳۰﴾
﴿سیرت النبویہ للدحلان مکی علی السیرۃ الحلبیہ ص ۱۰۲﴾
﴿وقائع زندگانی ام ہانی﴾

سیرت حلبیہ اور اس کے حاشیہ پر قاضی دحلان مکی کی کتاب سیرت النبویہ کا حوالہ دے کر محقق صاحب نے بزعمِ خویش یہ ثابت کرلیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کے ہمراہ شام کا سفر نہیں کیا تھا بلکہ اس کے برعکس اپنے امیر کبیر اور صاحبِ ثروت تایا جان کے ساتھ کچھ اوپر دس برس کی عمر میں یمن کا سفر کیا تھا۔

حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یمن کے سفر پر جانا سیرت نگاروں کے نزدیک پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتا تاہم یہ روایت چند مزید کتب میں بھی موجود ہے مگر اس کے ساتھ ہی مؤلفین نے بتا دیا ہے کہ یہ روایت درست نہیں بلکہ آپ کا اپنے چچا ابو طالبؑ کے ہمراہ شام کو تشریف

لے جانا ہی قطعیت کے ساتھ ثابت ہے علاوہ ازیں بضع عشرہ کا ترجمہ کچھ
اوپر دس سال کی بجائے انہوں نے انیس سال کی عمر مبارک کیا ہے۔

بہر کیف! ہم اس روایت کو زیادہ زیرِ بحث نہیں لائیں گے بلکہ محقق صاحب سے صرف یہ پُوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر مذکورہ بالا دونوں کتابیں تُمہارے نزدیک ثقاہت کا درجہ رکھتی ہیں تو کیوں نہ انہیں دونوں کتابوں کی روشنی میں تُمہاری تحقیق جدید کا تجزیہ کرلیا جائے۔

جُھوٹے وعدے بھی بڑی چیز تھے جینے کے لئے
تُونے خود ہم تسلی تو نہ ڈھایا ہوتا

بہر کیف! تم ہمارے اس سوال کا جواب دو یا نہ دو مگر ہمیں اب یقین ہوتا جارہا ہے کہ تُم شاطر ہونے کے ساتھ یقینی طور پر پرلے درجے کے احمق بھی ہو اور اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ تم نے جن دو کتابوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے ان میں تو تُمہارے تمام تر تصوّراتی شاخسانے کی دھجیاں بکھری پڑی ہیں۔

بھکی ہوئی دانش سے جہالت بہتر
دھوکے کی محبت سے عداوت بہتر

ان کتب کے حوالے تو ہم کسی دوسرے مقام پر ہی دیں گے مگر یہاں یہ ضرور بتائیں گے کہ علامہ برہان الدین حلبی کی سیرت حلبیہ میں حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا شام کے سفر کو جانا انتہائی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور اسی کتاب میں ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والدِ گرامی حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ایامِ جاہلیت میں بھی مکروہات کو ترک کر رکھا تھا اور شراب وغیرہ نہیں پیتے تھے۔ اور اسی کتاب میں ہے کہ جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ شعبِ ابی طالب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب گاہ کا پہرہ اس طرح دیا کرتے تھے جیسے شمع کے گرد پروانہ چکر لگاتا ہے۔

نیز اس کتاب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے لئے حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واضح ترین وصیت بھی موجود ہے کیا ان واقعات کو دیکھتے وقت تم آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔

علاوہ ازیں موخر الذکر کتاب السیرۃ النبویہ مؤلفہ قاضی دحلان مکی میں تو تمہاری تمام تر خرافات کی موت چھپی ہوئی ہے اور اس میں نہ صرف یہ کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت کے زمانہ میں شام کے سفر کو جانے کی روایات ہی موجود ہیں بلکہ متعدد زوردار دلائل سے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کا صاحب ایمان ہونا بھی ثابت کیا گیا ہے۔

عرق آلود جبیں، نیچی نظر، لب خاموش
کچھ تو ہی پہ کہیں آپ پشیماں تو نہیں

اُنیسواں فراڈ

اکثر نسابین نے عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب کو مقطوع النسل بتایا ہے بعض کُتبِ قدیمہ میں ان کے ایک فرزند علی اور پوتے عتیق بن علی کا ذکر ملتا ہے۔

صوبہ بہار بھارت کے مشہور بزرگ مولانا محمد مَعروف بہ تاج فقیہ منیری کا سلسلۂ نسب چوّدہ واسطوں سے جناب عبد اللہ بن زبیر بن عبدالمطّلب سے متصل کیا جاتا ہے ان کے اَخلاف میں علماء فضلاء اور ذی وجاہت اشخاص ہوتے رہے مولانا ولایت علی وعنایت علی وفرحت حسین ابنائے مولانا فتح علی یہ تینوں بھائی برفقائے حضرت سیّد احمد شہید رائے بریلوی میں سے تھے۔

پاکستان میں اس زبیری ہاشمی خاندان کے بعض ذی علم حضرات موجود ہیں جن میں پروفیسر محمد مُسلم بن محمد شفیع بن حافظ عبدالمجید بن مولانا عنایت علی نیز دیگر افراد کراچی اور پاکستان میں ہیں۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۶۲﴾

جناب زبیر کی آٹھ اولادیں تھیں چار بیٹے طاہر، حجل، قُرہ، وعبداللہ چار بیٹیاں ضباء، اُم الحکم، اُم الزبیر وصفیہ طاہر مکّے کے خوش مزاج نوجوانوں میں تھے اور نوجوانی میں فوت ہوگئے ان ہی کے نام پر آنحضرت صلعم نے

اپنے ایک صاحبزادے کا نام طاہر رکھا کتاب مذکور ص ۱۶۲

اولاد بنا ڈالی

قارئین کرام! کو بار بار اس امر کی طرف متوجہ کرنا ضیاعِ وقت کے سوا کچھ بھی نہیں کہ عباسی محض ایک فراڈ کا نام ہے تاہم یہ ناخوشگوار پہلو اِس لئے بار بار سامنے لانا پڑتا ہے کہ مذکورہ نام نہاد محقق بار بار تحقیق کے نام پر دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

عباسی کی منقولا بالا عبارت سے اَب ایک یہ نئی چیز بھی سامنے آئی ہے کہ اس ماہر نسّاب زمانہ کو اگر کسی خاندان کے متعلّق کتب نسّاب سے اپنے مطلب کی کوئی چیز حاصل نہ ہو تو پھر یہ کسی کا شجرہ نسب مرتب کرتے وقت کچھ ایسے لوگ بھی پیدا کر لیتا ہے جن کو بجائے ان کے باپ کے زبردستی کسی دوسرے کی اولاد بنا کر مقصد پورا ہو سکتا ہو چنانچہ جن لوگوں کے متعلّق اس نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کا شجرہ نسب فلاں فلاں سے ہو کر جناب زبیر بن عبد المطّلب تک پہنچتا ہے ان بیچاروں کو شاید وہ بات بھی معلوم نہ ہو جس کا عباسی نے خود ہی پہلے اظہار کر رکھا ہے کہ جناب زبیر کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطّلب مقطوع النسل تھے لہٰذا ان کا سلسلۂ نسب آگے نہ بڑھ سکا۔

مگر اب جب کہ ان کی اولاد بنا ڈالی ہے اور کچھ لوگ خود کو ان کی

اولاد میں شامل سمجھنے پر مجبور ہیں تو ہمیں اس سے غرض نہیں اس لئے کہ ہمارے ملک میں ان لوگوں کی تعداد لاکھوں سے بھی متجاوز کر جاتی ہے جو اپنے آباؤ اجداد کو کمینے اور رذیل خاندان کے افراد سمجھتے ہوئے مُسترد کر دیتے ہیں اور اپنا سلسلۂ نسب کسی ایسے خاندان سے جوڑ لینا ضروری سمجھتے ہیں جو نجیب الطّرفین ہو۔ چونکہ اس امر سے اکثر قارئین کرام بخوبی واقف ہیں لہٰذا ہم اس کو مزید وضاحت کی نذر نہیں کریں گے تاہم یہ انکشاف ضرور کریں گے کہ جناب زبیر بن عبد المطلب کی اولاد میں سے کوئی فرد دُنیا میں موجود نہیں چنانچہ اس کے لئے بھی صرف ایک حوالہ عباسی کی مُعتمد علیہ کتاب طبقات ابن سعد سے ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

فرزندانِ عبد المطلب میں عباسؓ ابو طالبؑ حارث اور ابو لہب کی اولاد تو چلی اور اگر چہ حمزہ مقوم زبیر اور حجل کی صُلبی اولاد بھی تھی مگر سب کا خاتمہ ہو گیا اور باقی جو تھے لاولد تھے۔

﴿طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۴۷﴾

یاد رہے کہ جناب زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے خاتمے کا ذکر موجودہ دَور کے کسی مورّخ نے نہیں کیا بلکہ اِس حقیقت کا اِنکشاف کرنے والے محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ ہیں۔

اب جب کہ دُوسری صدی ہجری میں ہی جناب زبیر بن عبد المطلب کی اولاد کا خاتمہ ہو چکا تھا تو چودھویں صدی ہجری میں کسی شخص کا ان تک اپنا

سلسلۂ نسب ملانا سوائے اس کے اور کیا معنی رکھتا ہے کہ وہ شخص اپنے صحیح آباؤ اجداد کو رذیل اور ذلیل سمجھتا ہے۔

بیسویں بدنصیبی

یہ غلط روایت بھی مشہور ہے کہ بارہ برس کی عمر میں چچا ابو طالب عبد مناف کے ساتھ آپ تجارتی قافلے میں ملک شام تشریف لے گئے تھے۔

مقام بصریٰ پر جس وقت یہ قافلہ پہنچ رہا تھا عیسائی راہب بحیرا نامی اپنی خانقاہ سے دیکھ رہا تھا کہ ابر قافلے پر سایہ فگن چلا آ رہا ہے شجر و حجر سربسجود ہو رہے ہیں جس درخت تلے قافلے نے پڑاؤ کیا شاخیں اس کی سب جھک کر قافلے پر چھا گئیں یہ دیکھ کر راہب باہر آیا اہل قافلہ کی ضیافت کی علامات نبوت آپ میں دیکھ کر ابو طالب کو مشورہ دیا کہ انہیں جلد واپس لے جاؤ کہیں یہود در پے آزار نہ ہوں ابو بکر و بلال بھی قافلے میں بتائے گئے ہیں انہیں کے ساتھ آپ کو واپس بھیج دیا یا خود بھی واپس ہو گئے۔

روایت وضع کرنے والے کو ابو بکر و بلال کے سن و سال کا اندازہ نہ تھا ابو بکر تو آپ سے بھی کم سن تھے اور بلال کا وجود بھی اس عالم میں اس وقت نہ تھا یہ روایت جس قدر مشہور ہے اسی قدر بے حقیقت بھی ہے۔ عیسائی مصنفین نے اس وضعی روایت پر طرح طرح کے حاشیے چڑھائے ہیں اور کہا ہے کہ بحیرا راہب اور نسطوری عیسائیوں سے ملاقاتوں میں آپ نے معاذ

اللہ مذہبی معلومات اور انبیاء سابقین کے حالات اخذ کیے تھے مگر ابو طالب
کے ساتھ نہ تو آپ کسی تجارتی قافلے میں تشریف لے گئے اور نہ ہی ابو طالب
جسمانی معذوری لُولے لنگڑے ہونے کی وجہ سے تجارتی قافلوں میں طویل
اور کٹھن سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

ان کی جسمانی معذوری ہی جیسا کہ پہلے ذکر ہوا مالی کمزوری کا اصل
سبب تھی۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۸۱﴾

جھوٹ کی یہ روانی

شام کے سفر میں سردار بطحا سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ سے بحیرا
راہب کی ملاقات کو وضعی واقعہ قرار دے لینے کے بعد محقق صاحب نے اب
عیسائی مستشرقین کی ہفوات کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے اور یہ اس کی مجنونانہ
تحقیق کا خاص انداز ہے کہ اپنی ذہنی کذابیت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اسے
غیر مسلموں کی گود میں بھی گرنا پڑے تو شرمسار نہیں ہوتا خواہ ان کے دلائل کا
سہارا لینا اس کے لئے جہنم کا راستہ ہی کیوں نہ ثابت ہوتا ہو اور اس کی بدنصیبی
کی انتہا یہ ہے کہ،

غیروں کے ساتھ مل کر خوشیاں منا رہا ہے
یوں اپنے آشیاں کو خود ہی جلا رہا ہے

بحیرا راہب کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرنا انہیں کسی بھی صورت میں گوارا نہیں اور ان کے لئے سب سے بڑی مصیبت اس ملاقات میں یہ ہے کہ اگر اس روایت کو درست تسلیم کرلیا گیا تو اس سے حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت میں رہنا ثابت ہوجاتا ہے جبھی تو اس نے لکھا ہے کہ،

یہ روایت جس قدر مشہور ہے اسی قدر بے حقیقت بھی ہے عیسائی مصنفین نے اس وضعی روایت پر طرح طرح کے حاشیے چڑھائے ہیں اور کہا ہے کہ بحیرا راہب اور نسطوری عیسائیوں سے ملاقاتوں میں آپ نے معاذ اللہ مذہبی معلومات اور انبیاء سابقین کے حالات اخذ کیے تھے مگر ابو طالب کے ساتھ آپ نہ کسی تجارتی قافلے میں تشریف لے گئے اور نہ ہی ابو طالب جسمانی کمزوری (لنگڑے) ہونے کی وجہ سے تجارتی قافلوں میں طویل اور کٹھن سفر کی صلاحیت رکھتے تھے۔

(وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۸۳)

محقق صاحب کی منقولہ بالا عبارت کا تجزیہ پیش کرنے سے پہلے ہم قارئین کی خدمت میں التماس کریں گے کہ اس عبارت کو کم از کم دوبارہ مزید پڑھ لیں تاکہ آپ ہمارے پیش کردہ دلائل سے کامل طور پر محظوظ ہوسکیں اور آپ پر یہ راز بھی منکشف ہوجائے کہ،

مکروہ عزائم کے یہ چیچک زدہ چہرے
حالات کی گردش ہے کہ گمنام بنے ہیں

سہارا تو دیکھئے

غیر مسلم مؤرخین عیسائی ہوں یا یہود، آتش پرست ہوں یا ہنود جب سیرت رسول عربی اور تاریخ اسلام کو مرتب کرتے ہیں تو وہ قطعی طور پر اپنے غیر اسلامی نظریات اور معاندانہ انداز فکر میں ڈوب کر قلم اٹھاتے ہیں ان غیر مسلم مصنفین میں جو بزعم خویش قطعی طور پر غیر جانب دار ہونے کا دعوے دار ہے اس کی تحریر بھی اسلام دشمنی کے زہر میں اس قدر تو ضرور بجھی ہوئی ہوتی ہے کہ کوئی بھی سچا پکا مسلمان اُسے برداشت نہیں کرسکتا۔

خاص طور پر عیسائی مؤرخین نے جس جس انداز سے تاریخ اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اگر ہم ان لوگوں کی شرانگیزیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مختصر ترین فہرست بھی ترتیب دیں تو اس کے لئے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ثابت ہوں گے چنانچہ زیر بحث واقعہ کے متعلق عیسائیوں کی خرافات کے جواب میں ایک جچا تلا حوالہ پیش کرنے پر اکتفا کرنے کے بعد مزید چند ضروری باتیں ہدیہ قارئین کریں گے۔

عیسائی مؤرخین اور سیرت مُصطفیٰ

مشہور صاحب طرز ادیب الشیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد

قاہرہ مصر سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی معروف تالیف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بحیرا راہب سے جناب ابو طالب کی معیت میں تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کو ہدف تنقید بنانے والے عیسائی مصنفین کے جواب میں متعدد دلائل پیش کرتے ہیں جن میں سے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مسٹر ولیم یورنے نے اپنی تالیف لائف آف محمد حیات محمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے چچا کی ہمراہی میں ملک شام کے سفر کے متعلق لکھا ہے کہ،

سیرت نبی مدون کرنے والے تمام مؤلفین نے سرکار دو عالم کے اس سفر کے بارے میں بہت سی مضحکہ خیز باتیں بیان کی ہیں جو آپ کی نبوت منتظرہ کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے بیان کی گئی ہیں۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ مسٹر یورنے اس قصہ کو مضحکہ خیز کیوں قرار دیا ہے جب کہ انہیں اسکا بھی اعتراف ہے کہ تمام مؤرخین نے ان واقعات کو اس طرح نقل کیا ہے۔

پھر اس کے علاوہ خود ان کے پاس ان مؤرخین کی روایت سے زیادہ کوئی اور قابل اعتماد اور مستحکم روایت بھی نہیں جو ان مؤرخین کی روایات سے متعارض ہو یا ان کی تردید اور نفی کرتی ہو۔ جہاں تک ان روایات کو مضحکہ خیز قرار دینے کا تعلق ہے تو یہ ایسی بات ہے جیسے اُن تمام اکابر مؤرخین سے کسی

نے بھی نہیں کہا ہے جن کی کتب پر وہ اپنی تالیف کے مواد کا تمام تر انحصار رکھتا ہے پس مناسب ہوتا اگر وہ اپنے مؤرخانہ منصب و مرتبہ کا صحیح اندازہ لگاتا اور وہ اچھی طرح سمجھتا کہ وہ ایک نبی کی سیرت لکھ رہا ہے کسی عام انسان کی نہیں۔

اور یہ مسلّم امر ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی مقدس زندگیوں میں ہمیشہ ایسے غیر معمولی خوارق عادت واقعات ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں جن سے ان کی نبوت پر روشنی پڑتی ہے اور ان کی رسالت کی تائید ہوتی ہے۔

﴿محمد رسول اللہ ص ۵۴﴾

بعینہ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں کہ جب وہ ابھی ماں کی گود میں بچے ہی تھے کہ انہوں نے معقول گفتگو فرمائی اور کوڑھیوں اور اندھوں کو دست مبارک پھیر کر اچھا کر دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیا تھا اس کے باوجود کسی مسلمان نے آج تک یہ نہیں کہا کہ یہ باتیں مضحکہ خیز ہیں۔

﴿کتاب [illegible]﴾

ایک لڑکا

دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو نہ نبی ہیں نہ ولی لیکن تم انہیں ہر

دور میں اپنے دور کی نسلوں سے ممتاز تھے ہو چنانچہ ہم نے مصر میں ایک
ناخواندہ ان پڑھ لڑکا دیکھا ہے یہ ایک کسان کا لڑکا ہے اس کی بہت شہرت
ہوئی اخبارات نے اس کے فوٹو شائع کئے واقعہ یہ تھا کہ یہ لڑکا بڑی بڑی رقمیں
لکھتا اور قلم چلائے بغیر حیرت انگیز سرعت سے فی البدیہہ ہر سوال کا فوراً
جواب دے دیتا۔

میں نے خود اس لڑکے کو متعدد مرتبہ دیکھا ہے اس واقعہ سے بڑے
بڑے ماہرین حساب حیرت زدہ رہ گئے بڑے بڑے صحافیوں اور حکومت
کے افسران نے اس کا امتحان لیا۔

یہ ایک عامی لڑکا ہے مگر وہ ایک خاص وجدان کا مالک ہے جس نے
خواص تک کو حیرت زدہ کر دیا ہے اس کے غیر معمولی وجدان کا انکار نہیں کیا
جا سکتا یہ بچہ ہمارے درمیان [illegible] اور [illegible] بڑے بڑے
سوال حل کر [illegible] اور سوال کرنے [illegible] بالکل صحیح جواب دیتا ہے۔

[illegible] اگر ایک نسل بعد مسٹر میور جیسا مؤرخ آئے اور وہ
لوگوں کے اس مشاہدہ کو خرافات و [illegible] قرار دیتے ہوئے
کہے کہ یہ واقعہ مصریوں نے گھڑ لیا ہے تو صرف اس کے کہنے
سے اس امر واقعہ کی حقیقت نہیں بدلی جا سکتی۔

(محمد رسول اللہ ص ۵۵)

علاوہ ازیں [illegible] علیہ السلام نے مٹی لے کر اس کا

تصویر بنائی پھر اس میں پھونکا تو وہی مٹی کی تصویر پرندہ بن کر
فضا میں اڑنے لگی تو کیا کسی نے اس واقعہ کو مضحکہ خیز کہا پھر
خاص کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارہاصات و
معجزات کو ہی کیوں مضحکہ خیز اور بعید از عقل کہا جائے۔

﴿محمد رسول اللہ مؤلفہ علامہ محمد رضا قاہرہ مصر ۵۶﴾

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عیسائی مؤرخین نے تحقیق کے نام
پر اپنی اسلام دشمنی کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے اور دنیا بھر کے پڑھے لکھے مسلمان
اس حقیقت سے کما حقہ آگاہ ہیں لہذا عباسی کا بانی اسلام کے متعلق دشمنان
اسلام غیر مسلموں کی تحریروں سے استدلال قائم کرنا اسکے اپنے کافرانہ ذہن
کا مکمل طور پر ترجمان ہے۔

ہم نے متعدد بار اس امر کا اعادہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کا لبادہ
اتار کر اپنے کافرانہ تصورات مسلمانوں کے سامنے پیش کرے گا تو وہ اس حد
تک خطرناک ثابت نہیں ہوگا جس حد تک وہ شخص جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر
کافرانہ باتوں سے اہل اسلام کے لئے خطرات کے پہاڑ کھڑے کر سکتا ہے
اس لئے کہ مسلمان کسی غیر مسلم کے پنجے میں مشکل ہی سے جکڑا جا سکتا ہے
جب کہ اسے اپنا بن کر دام فریب میں جکڑ لینا تھوڑا ہی آسان ہے۔

میرا عزم اتنا بلند ہے کہ پرائے شعلوں کا ڈر نہیں
مجھے خوف آتشِ گل سے ہے کہیں یہ چمن کو جلا نہ دے

آگے نکل گیا

عباسی کا مستشرقین کی عبارات اسلام اور بانی اسلام کے متعلق استدلال کرنا اس کی اسلام دشمنی کی واضح ترین دلیل ہے جس پر کسی بھی قسم کے تبصرے کی ضرورت ہرگز محسوس نہیں ہوتی تاہم قارئین یہ جان کر ضرور متحیر ہوں گے کہ زیب عنوان واقعہ کو وضعی قرار دے کر تو اس نے عیسائیوں کی تعلیمات کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے کیونکہ کسی بھی عیسائی مورخ نے اس واقعہ کو وضعی نہیں کہا البتہ سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر سینکڑوں واقعات کی طرح اس پر بھی کافرانہ انداز میں نکتہ چینی کی ہے اب اسے اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی چند قدم آگے نکل کر بات کرتا ہے۔

علامہ محمد رضا مصری کی تحریر سے پہ تو منکشف ہو ہی چکا ہے کہ شام کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں سفر کرنا اور دوران سفر بحیرا راہب سے ملاقات ہونے کا واقعہ تمام تر مورخین اور سیرت نگاروں کے نزدیک متفق علیہ ہے اور اس اجماعی واقعہ میں عباسی کے مستشرقین مورخین میں بھی اختلاف نہیں رہا تاہم اہلِ اسلام کو محقق صاحب کے دامِ فریب سے بچانے کے لئے ہم بتقریب اس واقعہ کی قطعیت ثابت کرنے کے لئے سیرت کی متعدد ثقہ کتب کے حوالہ

جات پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

جن میں کثیر تعداد ان کتب کی ہوگی جو موجودہ دور کے خوارج کے لئے بھی ضرورت کی حد تک شباہت کا وجد رکھتی ہیں فی الحال آپ عباسی کے ایک مرید سے شوشے کی دھجیاں فضائے بسیط میں اڑتی ہوئی ملاحظہ فرمائیں۔

نظر کو ہو ذوقِ معرفت کا کرے تو شوق اضطراب پیدا
سوال پیدا کرے گا جو بھی اسی سے ہوں گے جواب پیدا

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شام کے سفر کو وحشی قرار دینے کے لئے عباسی نے شوشہ چھوڑا ہے کہ چونکہ اس واقعہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے جب کہ بلال ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے لہٰذا یہ پورا واقعہ باطل ہے حالانکہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال کا تذکرہ کسی بھی ثقہ مؤرخ نے اس واقعہ میں ہرگز نہیں کیا بلکہ کسی نے [illegible] نقل بھی کیا ہے تو ساتھ ہی اس کا بطلان بھی کر دیا ہے جیسے کہ [illegible] سے واقعہ کو بے حقیقت قرار دیا ہے اب اسے عباسی کی بدبختی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے بہرحال ان کا مزید ایک شوشہ ملاحظہ فرمائیے۔

اب آخر میں اعمام رسول اللہ میں سے ان دو سگے بھائیوں نے زبیر و ابو طالب (عبد مناف) کے ذاتی و خاندانی

حالات کو جو ذیل میں بالاختصار درج ہیں تاریخی شواہد کی روشنی

میں ملاحظہ کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی

کہ بڑے چچا جناب زبیر نے جو آنحضرت کے ایام کمسنی میں

سرپرست خاندان تھے آپ کی کفالت کی تھی یا جیسا کہ وضعی

روایات کے انبار میں ظاہر کیا جاتا ہے چھوٹے چچا ابو طالب

نے کی تھی جو بڑے بھائی کے انتقال پر اس وقت سرگروہ

خاندان ہوئے تھے جب آنحضرت کا آغاز شباب تھا اور آپ

خود کفیل تھے کفالت تو درکنار جناب زبیر نے اپنی بیٹی بھی آپ

کے نکاح میں دیدی۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۵۳﴾

بے شک ثبوت خانہ حکیم

عباسی کی ناصبی کمپنی کی گھڑی ہوئی تاریخ معکوس میں کل یہ ہیں ثبوت

ہیں جو اس نے جمہور مفسرین و محدثین اور سیرت نگاروں کی تحقیق کو نگاہ

حقارت سے ٹھکراتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھے ہیں کہ جناب رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے بعد جناب زبیر بن عبدالمطلب نے کی ہے اور جناب ابو طالب کی

کفالت و پرورش کرنے کی تمام تر روایات وضعی باطل من گھڑت اور کذب

سرائی پہنچی ہیں۔

اگر ہم ان تمام عبارات کو بغیر کسی قسم کے تبصرہ کے جوں کا توں بھی رہنے دیتے تو ہمیں یقین ہے کہ حقیقت پسند اور بالغ نظر قاری بہر طور یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ سوائے ثبوت نمبر تین کی ایک معلق عبارت کے ان تمام تر عبارات میں کسی ثقہ روایت کا ایک جملہ بھی ایسا نہیں جس سے یہ مترشح ہوتا ہو کہ حضرت زبیر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و کفالت فرمائی تھی۔

البتہ عباسی کے شعبدہ باز قلم کی حیرت انگیز صلاحیتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ شخص ان لوگوں کا بھی گرو گھنٹال ثابت ہو رہا ہے جنہوں نے کبھی یہ فارمولا تیار کیا تھا کہ اس قوت اور تسلسل کیساتھ جھوٹ بولو کہ لوگ سچ کہنے پر مجبور ہو جائیں۔

بغیر یہ بتائے کہ اس روایت کا ذکر فلاں کتاب میں موجود ہے مسلسل یہ کہتے جانا تو ثابت ہوا کہ آپ کی کفالت جناب زبیر نے کی تھی۔

اور یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ کی کفالت جناب زبیر نے کی تھی۔

لہذا معلوم ہو گیا کہ آپ کے کفیل جناب زبیر ہی تھے۔

چنانچہ یہی درست ہے کہ آپ کو حضرت زبیر نے پالا تھا۔

چونکہ یہ ہوا تھا لہذا یہی ٹھیک ہے وغیرہ وغیرہ انتہائی شرمناک جسارت ہے۔

بہر حال! اب جب کہ عباسی کی تمام تر چٹکیات اور چنانچیات ہدیہ قارئین کر ہی چکے ہیں تو مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بلکہ یہ بتانا ضروری ہے کہ اثباتِ کفالتِ نبی بعہد عبدالمطلب کے بعد حضرت ابوطالب کی کفالت کی نفی میں کس قسم کی تصریحات کا سہارا لیا گیا ہے تاکہ اس اثبات ونفی کی مکمل ترین تصویر سامنے آجانے کے بعد ہر دو صورتوں کا اصل حقائق کی روشنی میں تجزیہ کیا جاسکے۔

قارئین کرام! کارخانۂ دجل وفریب کی تیار شدہ کذابیت کے بیس نمونے مع تبصرہ ملاحظہ فرما چکے ہیں ان میں وضعی کہانیوں پر تبصرہ کرتے وقت ہمیں آخر تک اس شدتِ احساس میں مبتلا رہنا پڑا کہ کہیں کوئی مضمون طوالت کا شکار نہ ہو جائے یہی وجہ ہے ہم ابطالِ باطل اور احقاقِ حق کے لئے خود اختصار کی نظر ہو کر رہ گئے اور ہر بات کا جائزہ اور مختصر جواب دیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے حالانکہ ہمارا [illegible] طریق تردید شروع ہی سے یہ رہا ہے کہ کسی بھی جھوٹ کو بے نقاب کرنے کے لئے اس کے باریک سے باریک گوشوں کو بھی [illegible] بلکہ حقائق کو اجاگر کرنے کے لئے زیادہ [illegible] مستند اور مسلمہ کتابوں کی تحریریں آئینوں کی طرح سجاتے چلے جاتے ہیں۔

اور ہمیں یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارے قارئین میں اکثر لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی ایک مضمون میں حوالوں کی بھرمار دیکھ کر متحیر نہ

جاتے ہیں اور ہر تحریر پر اُچٹتی ہوئی نظر ڈال کر آگے گزر جاتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی ہم اپنے مضامین کو افسانوی رنگ نہ دے سکنے پر مجبور ہیں اس لئے کہ ہم جو کچھ بھی لکھتے ہیں اس سے ہمارا مقصد ایسے لوگوں کی ایک کھیپ تیار کرنا ہے جو اگر چہ اعداد وشمار میں دوسرے لوگوں سے کم ہوں مگر ان میں ہر شخص اپنی ذات میں ایک مکمل تاریخ بھی ہو اور تاریخ ساز بھی اور ہمیں اپنے اس مقصد میں کامیابی کی پوری پوری اُمید بھی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مستقبل قریب میں ہی ہماری تحریروں کے یہ آئینے ہر اہل محبت کے طاقچوں میں سجائے جا رہے ہیں اور وہ ان میں ہر قسم کے چہروں کے واضح ترین نقوش پورے یقین و اعتماد کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

بیس جمع بیس

بہر حال! ہم نے گزشتہ اوراق میں عباسی کے جو بیس جھوٹ قارئین کے سامنے پیش کیے ہیں ان کا جواب نہایت اختصار سے ہر جھوٹ پر تبصرہ کرتے وقت ساتھ ہی ساتھ دے دیا گیا ہے۔

اب ہم عباسی کی اسی وحشت ناک کتاب سے مزید بیس جھوٹ قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں مگر ہم ان کذب بیانیوں کا دامن چاک کرتے وقت ہر جھوٹ کا جواب ساتھ دینے کا التزام قائم نہیں رکھ سکیں گے

کیونکہ اس صورت میں ہمیں ان پابندیوں کو بھی خود پر لازم کرنا پڑتا ہے جو ہماری اس مقصد براری میں حائل ہوتی رہتی ہیں جس کے لئے ہمارا رہوار قلم میدان عمل میں رواں دواں ہے۔

چنانچہ پہلے اس کے مزید بیس جھوٹ بغیر کسی قسم کے تبصرہ کے مسلسل نقل کریں گے پھر اس کے بعد بالوضاحت ان مضامین کا سلسلہ شروع کر دیں گے جن میں ان کذب سرائیوں کا دامن مکمل طور پر چاک کرنے کے ساتھ ساتھ جناب ابو طالب کی ذات اور ایمان پر اٹھائے جانے والے دیگر تمام تر اعتراضات کا بھی قلع قمع کر دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں عباسی کے بے غیرت قلم کی بے حقیقت تحریریں۔

تینوں باتیں غلط

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے متعلق یہ تین قول مشہور ہیں۔

﴿۱﴾ آپ کے دادا عبد المطلب نے اپنے بعد آپ کی کفالت و پرورش کے لئے آپ کے دو سگے چچوں ابو طالب ﴿عبد مناف﴾ وزبیر کے درمیان قرعہ ڈالا جو ابو طالب کے نام نکل آیا۔

﴿۲﴾ دادا عبد المطلب کی وفات کے بعد زبیر وابو طالب ﴿عبد مناف﴾ ان دونوں سگے چچوں نے مل کر کفالت کی۔

﴿۳﴾ تایا زبیر کی وفات کے بعد ابو طالب نے کفالت کی اس وقت آپ کی عمر چودہ برس کی تھی۔

یہ تینوں قول صحیح نہیں پہلے دونوں قول جناب عبدالمطلب کے مندرجہ بالا حالات و واقعات کے پیش نظر لائق اعتناء نہیں عبدالمطلب سے اپنے ان دونوں بیٹوں کی حالت پوشیدہ نہ تھی قرعہ تو ان میں ڈالا جاتا ہے جن کی حالت ہر اعتبار سے مساوی ہو ابو طالب ﴿عبد مناف﴾ جسمانی طور سے معذور و مجبور تھے اسی سبب سے مالی حالت بھی ان کی شروع سے کمزور تھی دونوں بھائیوں کی مشارکت باہمی سے جن کی مالی حیثیت کا نمایاں فرق تھا کفالت ہونا اور بھی مہمل ہے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۷۷﴾

بکریاں چرانا

کفالت کی وضعی روایتوں میں پہلے تو یہ بیان ہوا ہے کہ ابو طالب کو مال کی ایسی قلت تھی کہ اہل و عیال ان کے خواہ سب مل کر کھانا کھاتے یا جدا جدا کسی کا پیٹ نہ بھرتا اور اگر نبی صلعم ان کے ساتھ تناول کرتے سب شکم سیر ہو جاتے۔

وضعی روایتوں میں ابو طالب کی مفروضہ کفالت کے سلسلہ میں ان کی تنگدستی و ناداری کے پیش نظر یہ غلط بیانی بھی کی گئی ہے کہ آنحضرت بچپن میں

کسب معاش کی خاطر بکریاں چرایا کرتے تھے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۷۷۔۱۷۸﴾

تہی دست ونادار

الغرض جناب زبیر کی وفات کے وقت آپ خود کفیل تھے تجارت ذریعہ معاش تھا ابوطالب یا کسی دوسرے چچا کی کفالت واستعانت سے قطعاً مستغنی تھے یہ روایت بھی صریحاً غلط ہے کہ شفیق دادا نے جن کو آپ سے غیر معمولی انس ومحبت تھی اپنے آخری وقت میں آپ کی پرورش وکفالت کے لئے ایک ایسے چچا ابوطالب کے سپرد کیا تھا جو اتنے ہی تہی دست ونادار تھے کہ خود اپنے ہی اہل وعیال کی پرورش ان پر دشوار تھی۔

بیٹی نہ دی کیسی محبت

غرضیکہ جو چچا سیاسی وسماجی مصلحت کے پیش نظر بھتیجے کی دلی خواہش پوری کرنے پر آمادہ نہ ہوں دوشیزہ دختر کو جو خود بھی اپنے ابن عم علیہ السلام کے حبالہ عقد میں آنے کی آرزومند ہو اسے ان کے نکاح میں دینے کے بجائے ایک مخزومی کو بیاہ دیں بھتیجے کے شکوہ وشکایت پر یہ کلمات بھی زبان پر لائیں کہ ان مخزومیوں سے تو ہمارے رشتے ہوتے آئے ہیں اور ذی عزت اور آبرودار کے مثل ذی عزت وآبرودار ہی ہوتے ہیں اسی ایک واقعہ اور اس طرز عمل سے ان تمام وضعی روایتوں کا بطلان ہو جاتا ہے جو ابوطالب

کے آنحضرت صلعم کے بچپن میں کفالت اور پرورش کرنے کی صدیوں سے

مشہور چلی آتی ہیں۔

سیاسی مصلحتیں

ابوطالب کے ابتدائی ایام سربراہی میں دو پیام ان کی دوشیزہ دختر ہند کے نکاح کے لئے تھے ایک حقیقی بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرا مخزومی خاندان کے ہبیرہ بن ابو وہب کا چنانچہ سیاسی سماجی مصلحتیں مقتضی ہوئیں کہ بنی مخزوم سے جو اس وقت سے زیادہ ذی اثر خاندان تھا مزید تعلقات قربت استوار کریں۔

چنانچہ اسی مصلحت سے حقیقی بھتیجے کی ظاہری حالت کے اعتبار سے کہ بحالت یتیمی بڑے بھائی جناب زبیر کی کفالت و پرورش میں رہے تھے۔ ان کے پیام نکاح پر انہوں نے ہبیرہ مخزومی کے پیام کو ترجیح دی تھی اس کی وجہ بھی ابوطالب کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے جو انہوں نے آں حضرت کے شکوہ شکایت کے جواب میں کہے تھے کہ ذی عزت کا مکمل ذی عزت اور آبرو دار سے ہوتا ہے۔

مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کے یہ دُرِ یتیم اور نادرِ روزگار بھتیجے جن کی کفالت و پرورش میں خود ان کا کوئی حصہ مطلق نہ تھا ایسے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہونے والے ہیں کہ مخزومی اور ہاشمی الکریم تو کجا دنیا جہان کے اکرم الاکرم ماان

کے اتباع کو موجب صد افتخار اور باعث نجات سمجھیں گے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۷۷﴾

جسمانی معذوری مالی کمزوری

جسمانی معذوری اور مالی کمزوری کے علاوہ ابو طالب کے ایامِ سربراہی میں ان کے خاندان بنی ہاشم کی عددی قوّت بھی بہت کم تھی ان کے تین بھائی حارث عبداللہ اور زبیر تو فوت ہو چکے تھے۔

خاندان کے بالغ مردوں کی تعداد پندرہ سولہ سے زیادہ نہ تھی ان میں چھ تو ان کے اپنے بھائی ابولہب، حمزہ، عباس، ضرار، غیداق اور مقوم تھے دو بیٹے طالب اور عقیل جوان تھے جعفر، علی اور طلیق تو کئی سال بعد پیدا ہوئے دو حقیقی بھتیجے زبیر بن عبدالمطلب کے بیٹے حجل اور قرہ تھے اور تین سوتیلے بھتیجے فرزندان حارث بن عبدالمطلب، نوفل، مغیرہ اور ربیعہ نوخیز تھے یا پھر ابو طالب کے سوتیلے چچوں فضلہ، اسد اور صیفی کی اولاد میں ایک دو شخص تھے چنانچہ ہاشمیوں کی اس قلیل تعداد کا بنو مخزوم اور بنو امیہ کی تین چار گنی تعداد کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا۔

یوں تو عبدالمطلب اور زبیر کے ایامِ سربراہی میں بھی افراد خانہ کی تعداد قلیل تھی مگر ان حضرات کے ذاتی اوصاف، شجاعت وشہامت، قیادت

حرب، دولت وثروت وغیرہ سے قلت تعداد کی بہت کچھ تلافی ہوگئی تھی۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۷۱﴾

ان ہی واقعات سے جو مختصراً بیان ہوئے کفالت و پرورش کی ان وضعی روائتوں کا باطل اور بے اصل ہونا عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ کی ذات اقدس سے ابو طالب کو اس درجہ انس و محبت تھی کہ صغیر سنی میں آپ کو ساتھ سلاتے سفر و حضر میں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے طرح طرح کے معجزے بھی دیکھتے بحیرا راہب سے آپ کی نبوت کی علامتیں بھی سنتے مگر نہ اپنی بیٹی آپ کی خواہش کے باوجود آپ کے نکاح میں دینی پسند کی اور نہ آپ کے اصرار پر ایمان لائے یہ کہنا کہ ابو طالب نے اس لئے اظہار اسلام نہیں کیا کہ وہ قریش پر اپنا اثر و رسوخ قائم رکھ سکیں محض بے معنی اور مہمل ہے اپنے اثر و رسوخ سے وہ نہ اپنے دامادوں کو رسول اللہ کی مخالفت اور ایذا رسانی سے روک سکے اور نہ ہی اپنے سگے بھانجوں کو۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۹۱﴾

مرنجاں مرنج ☆ رکے رہے

ابو طالب بزرگانہ طور طریقے مرنجاں مرنج طبیعت اور خاندانی عصبیت سے اقرباء و اعزہ میں ایسے ہر دلعزیز اور با اثر رہے کہ ان کے جیتے جی افراد خاندان اسلام لانے سے رکے رہے ہاشمی خاندان کے بالغ مردوں اور

ان کے دونوں دامادوں اور بھانجوں وغیرہ میں کوئی بھی قبول اسلام سے مشرف نہ ہوا بلکہ متعدد اشخاص آں حضرت کی مخالفت پر جمے رہے۔

اور بات

ابو جہل کی بدکلامی پر حضرت حمزہ کا البتہ عصبیتِ خاندانی کے جذبے سے اس بدبخت سے لڑ پڑنا اور طیش میں آ کر اظہار اسلام کر دینا اور بات ہے

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۸۸﴾

جعفر و علی نے تو اسلامی ماحول ہی میں پرورش پائی تھی ان کے اسلام لانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔

غریب عورت

خدیجہ بنتِ خویلد کوئی بڑی دولت مند خاتون نہ تھیں ان کے والد خویلد جن کے سات اولادیں تھیں کوئی بڑے متمول تاجر بھی نہ تھے اور نہ خدیجہ کے مرحوم شوہران بیوہ کا حالت بیوگی میں دوسری خواتین کی طرح آپ کے قافلے میں اپنی پونجی لگا کر حصہ رسدی منفعت حاصل کر لینا عام دستور کے مطابق معمولی بات تھی ابو طالب کی مفروضہ کفالت کی غلط بیانیوں میں جناب خدیجہ کے مفروضہ جداگانہ تجارتی کاروبار میں آنحضرت صلعم کا تعلق مستاجری کا جو بیان کیا جاتا ہے محض غلط و بے اصل ہے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۸۳﴾

سب غلط ہے

یہ وضعی روایت مشہور ہے کہ ابُوطالب نے خدیجہ بنت خویلد سے معاوضہ طے کر کے آنحضرت کو کارندۂ تجارت مقرر کرادیا تھا غرضیکہ جس چچا کی مالی حالت شروع ہی سے اس درجہ کمزور ہو کہ اپنی صُلبی اولاد کی بھی خود پرورش نہ کرسکیں۔

وہ دوسرے کی اولاد اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش کیسے کرتے جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ان کے ایک فرزند جعفر کی حضرت عباس نے اور دوسرے فرزند علی کی آنحضرت نے پرورش کی الغرض ابوطالب کی کفالت کی روایتیں قطعاً بے اصل ہیں۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۸۲﴾

لُولے لنگڑے ناکموں کا نقص

اس واقعہ مجملہ میں آٹھ فرزندان عبدالمطلب کے سات کی موجودگی اور ایک کی غیر موجودگی سے بھی صاف ظاہر ہے کہ عبدالمطلب کے وہی فرزند یعنی ابوطالب موجود نہ تھے جو اعرج لنگڑے لُولے ہونے کی وجہ سے اپنے بھائیوں کے پہلو میں تیغ بکف کھڑے ہونے سے معذور تھے اور یہی جسمانی معذوری ان کی مالی کمزوری کا سبب تھے۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۷۱﴾

اہلِ خاندان کا ذریعۂ معاش تجارت تھا جس کے سلسلے میں شام و یمن وغیرہ دُور دراز مقامات پر تجارتی قافلوں میں سفر کرنا ناگزیر تھا تومند اور صحیح الاعضاء اشخاص ہی ایسے طویل اور کٹھن سفر کی صعوبتیں جھیل سکتے ہیں۔ ابو طالب اپنے ناگوں کے نقص کی وجہ سے شام و یمن اور دوسرے بعید مقامات کے سفر نہیں کر سکتے تھے البتہ وہ اپنے یہاں خوشبوئیں تیار کرا کے مقامی طور سے یا قُرب وجوار کے بازاروں میں فروخت کراتے تھے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۷۲﴾

...ن کا مذہب آبائی مذہب

اَبُو طالب نے مرتے وقت صاف صاف کہہ دیا تھا میں تو اپنے بزرگوں عبدالمطلب ہاشم اور عبد مناف کے مسلک پر مرتا ہوں الغرض کُتبِ تاریخ وسیّر کی تصریحات نیز آیات قرآنیہ واحادیثِ نبویہ سے کہ ظاہر نصوص شریعت میں بدرجہ تواتر ثابت ہے کہ ابو طالب کا خاتمہ آبائی مذہب کُفر و شرک پر ہوا۔

بنا بریں سواد اعظم مسلمانان خصوصاً عُلمائے مذہب اربعہ اہلِ سُنّت و الجماعت سلف سے خلف تک حتیٰ کہ بریلوی مسلک کے علماء بھی عدم اسلامِ ابو طالب متفقاً قائل رہے ہیں دیکھئے فتاویٰ افریقہ احمد رضا خان ص ۵۲ و تفسیر نعیمی ص ۲۱۶۔۲۱۴

ابو طالب عمِ رسول اللہ کو توقیر و عزت تو اسی لئے کی جاتی ہے کہ بحیثیت سر گروہِ بنی ہاشم اپنے بھتیجے کی علی الاعلان طرف داری اور حمایت کی یہ اور بات ہے کہ مرتے دم تک ایمان نہ لائے اور اپنے بزرگوں کے مسلک پر قائم رہے۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۹۰﴾

ابو طالب کے پوتے

اگر ابو طالب اور ان کی اولاد کی فضیلتِ عظیمہ مان بھی لی جائے تب بھی ابو طالب کے بیٹوں ﴿علی عقیل جعفر﴾ اور پوتوں ﴿حسن و حسین﴾ کی زندگیوں میں تو یہ فضیلت حاصل نہ ہو سکی۔

زبیر کے نواسے

کیونکہ زبیر کے اخلاف ان کے بیٹے پوتے پروتے حضرت عبداللہ ان کے فرزند علی اور علی کے بیٹے عتیق نیز زبیر کی چاروں صاحبزادیاں جو سب صحابیات تھیں اور ان کی اولاد زبیر کے نواسی نواسے یہ سب قرنِ اوّل و ثانی میں بقیدِ حیات موجود تھے۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۶۳﴾

وجہِ عنایت

حضرت زبیر کی ایک دختر حضرت ضباعہ آنحضرت کی چچیری بہن حضرت مقداد کے عقد میں تھیں ان کے فرزند آنحضرت کے بھانجے اپنے ماموں علی کے مقابل جنگِ جمل میں قصاصِ خونِ عثمان کی خاطر نبرد آزما ہو کر مقتول ہوئے۔

زبیر کی دُوسری صاحبزادی حضرت اُمّ الحکم اپنے ابن عم ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کو بیاہی تھیں سیدہ اُمّ الحکم کے فرزند حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ کی شادی آنحضرت نے اپنے اِہتمام سے اپنے چچیرے بھائی حضرت سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی دُختر سے کی تھی یہ عبدالمطلب ہاشمی حضرت عثمان کے ایامِ خلافت میں مدینہ سے ملک شام چلے گئے دمشق میں مسکن گزین ہوئے۔

امیر یزید کی صفاتِ حسنہ کی بناء پر حضرت عبدالمطلب کو ان سے بڑا اُنس تھا اپنی وفات سے قبل جو امیر یزید کے زمانہ خلافت میں ہوئی تھی نے اُنھیں اپنا وصی کہا تھا اور یزید نے اِس وصیت کو قبول کر لیا تھا۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۹۳﴾

آخری سطور

آنحضرت صلعم کی کفالت و پرورش کے بارے میں غلط بیانیوں کا

پردہ چاک کرنا بھی ضروری تھا اس لئے آپ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب کے حالات وواقعات تحقیق وریسرچ سے پیش کیے گئے ہیں جن کی تغلیط وتردید نہیں ہوسکتی۔

﴿۳۰ جولائی ۱۹۶۹ء محمود احمد عباسی﴾۔

﴿کتاب مذکورہ ص ۱۹۲﴾

باب سوم
کردار سیدنا ابو طالبؑ
گفتار کے آئینے میں
www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ خارجی عباسی کے دل و دماغ کے ہر گوشہ میں خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بُغض و عناد اور حسد و کینہ اس طرح کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہے کہ اب کسی بھی صورت میں وہاں صداقت کی کسی ایک کرن کا گزر بھی ناممکن الامر بلکہ محال ترین ہے۔

اس راندۂ درگاہ شخص کی ایک ایک نَس میں اہلِ بیتِ رسول ہاشمی کی عداوت اور دشمنی کا زہر اس قوت سے سرایت کر چکا ہے کہ اب دنیا کا کوئی معالج اس کو کسی بھی طریقہ سے اِس کی وحشت ناک اور عبرت خیز ہلاکت سے نہیں بچا سکتا۔

ہمارے پاس بڑے بڑے جُگادری اور دجّال قسم کے خوارج کی ایسی بے شمار تحریریں موجود ہیں جو اُنہوں نے شہنشاہِ ولایت امیر المومنین امام المتّقین سیّدنا و مُرشدنا شیرِ خُدا حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کے بُغض و عناد میں پُورے طور پر ڈُوب کر سپردِ قلم کر رکھی ہیں مگر یہ بات حلفاً کہی جا سکتی ہے کہ جو کذّابیت اور شیطنیت عباسی کے قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہے اس کا عکس اس سے پہلے کسی بڑے سے بڑے خارجی کی تحریر میں نظر نہیں آئے گا۔

یہ سفیہ و رذیل شخص اِس روانی اور تیزی سے جھوٹ بولتا چلا جاتا ہے اور اس

قسم کی شاطرانہ موشگافیاں کرتا ہے کہ شیطان بھی اپنی تمام ذریت سمیت سر پیٹ لیتا ہوگا۔

کاش! ارضِ مقدس میں اس زہریلے ناسور کے جنم لیتے ہی خاطر خواہ طریقہ سے اپریشن کر دیا جاتا مگر افسوس کہ یہ ناسور اَب سرطان سے بھی زیادہ لاعلاج ہو کر رہ گیا ہے۔

بہر حال! ہم خداوند قدوس جلّ مجدہٗ الکریم کی رحمت سے قطعی طور پر مایوس نہیں اور پورے اعتماد و یقین کے ساتھ اس سلسلہ میں پرامید ہیں کہ انشاء اللہ العزیز جلد ہی ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہر ڈھول کا پول کھل جائے گا اور ہر کذّاب آخرت کے علاوہ دُنیا میں بھی اپنے منطقی انجام سے ہمکنار ہو کر رہے گا۔ ہم نہیں تو ہمارے بعد کے لوگ یقیناً اِن حقیقتوں کا مشاہدہ بچشم خود کر لیں گے۔

اِنہی الفاظ کے ساتھ ہم اپنے اُن مضامین کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جن کا تذکرہ متعدد بار سابقہ اوراق میں کیا جا چکا ہے اس باب میں ہمارے قارئین پہلے سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ کے چند قصائد ملاحظہ فرمائیں گے جن کا آغاز آپ کی طویل نظم جو کہ مشاہیر علماء کرام کے نزدیک "قصیدہ لامیہ" کے نام سے مشہور و معروف ہے کیا جا رہا ہے۔

آپ کا یہ مشہور و معروف قصیدہ تمام محققین کے نزدیک ایک مسلمہ حیثیت رکھتا ہے اور عباسی کے بعض معتمدوں نے اس کی

تعریف و توصیف میں بطور خاص ریویو Review اور فٹ نوٹ Foot Note لکھے ہیں۔

اس قصیدہ کے بعض نعتیہ اشعار تو اس قدر مسلّم اور شہرت یافتہ ہیں کہ بُخاری جیسی حدیث کی کتاب میں منقول ہیں بہر کیف! ہم یہاں پُورا قصیدہ نقل کرتے وقت ضمناً چند مستند کتابوں کے حوالہ جات بھی درج کر رہے ہیں مگر اس کے اکثر حوالے آئندہ اَوراق میں مختلف مضامین کے تحت اس کے نقل شدہ اشعار کے ضمن میں درج کیے جائیں گے۔

عباسی کے جواب میں ابتداء ہی سے سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ کے قصائد کا کچھ حصّہ نقل کر دینا اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کا سہرا اس بناء پر جناب زبیر رضی اللہ عنہ کے سر باندھنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لوری کے چند بول انشاء فرمائے تھے۔

ان قصائد کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی کُھل کر قارئین کے سامنے آ جائے گی کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ قوّت و شُجاعت اور شوکت و سطوت کا پیکر تھے یا بقول عباسی چلنے پھرنے سے معذور اور لُولے لنگڑے تھے۔

﴿معاذ اللہ﴾

پروانہ شمع رسالت، محافظ اسلام و بانیِ اسلام، پیکر ایثار و صاحب شوکت و صولت، ساقی حجاج، سردار بطحا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ونصرت اور حفاظت و صیانت سے باز رکھنے کی کافرانہ کوششیں ناکام ہو گئیں تو کفار قریش خاندان ہاشمی کے خلاف باقاعدہ طور پر محاذ آرائی کا پروگرام ترتیب دینے لگے اور بالآخر یہ سلسلہ بنو ہاشم کے ساتھ سوشل بائیکاٹ Social Bycot پر منتج ہوا اسی دوران میں جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے سربراہ خاندان کی حیثیت سے ہاشمی خاندان کی عددی قوت کو جمع کرنے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ممکن طریقہ سے حفاظت وصیانت کا فریضہ ادا کرنے میں جس مدبرانہ انداز کا مظاہرہ کیا اس کی پوری تصویر آپ اپنے اشعار میں اس طرح کھینچتے ہیں کہ !

ولما رأيت القوم لا ودّ فيهم

وقد قطعوا كل العرى والوسائل

☆ میرے دوستو! میں اس سلسلہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی بات سننا پسند نہیں کرتا خواہ وہ جھوٹی بات ہو یا اس کے زعم میں حق ہو اور اے میرے دوستو! رہ گیا مشورے اور رائے کا معاملہ تو وہ پوشیدہ نہیں اور نہ ہی سخت اور مشکل امور میں اس سے انکار کیا جا سکتا ہے جب میں نے دیکھا کہ میری قوم قریش مکہ نے ہماری محبت ومودت سے تہی دامن ہو کر آپس داری اور باہمی محبت کے رشتوں اور وسائل کو منقطع کر لیا ہے۔

وقد صارحونا بالعداوة والاذی

وقد طاوعوا أمر العدو لة المزایل

☆اور یہ لوگ ہمارے خلاف باقاعدہ طور پر دشمنی اور ایذا اور سانی کا اعلان کرنے کے بعد ہمارے اس دشمن سے گٹھ جوڑ کر رہے ہیں جو ہمیں الگ الگ کر دینے کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے۔

وقد حالفوا قوما علینا أظنةً

یعضون غیظاً خلفنا بالانامل

☆اور پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ قریش نے ہمارے ان دشمنوں اور حریفوں سے رشتۂ موالات استوار کر لیا ہے جو ہماری غیبت میں حسد و عناد کی وجہ سے اپنے ہی دانتوں میں اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔

صبرت لھم نفسی بسمراء سمحة

وابیض ماض من تراث المقاول

☆تو ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میں نے اپنی جان کی بازی لگا دی اور گندم گوں لچک دار نیزے اور خاندانی میراث تیز دھار والی برق بار تلوار کو اُٹھا لیا۔

قارئین ! جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کے دُرِ یتیم تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی حفاظت کے لئے جاں نثارِ مصطفیٰ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دینے کے بعد اپنی عظیم فراست و بصیرت اور حکمت عملی کا ثبوت دیتے ہوئے بنو ہاشم کو متحد رکھنے

کے لئے جو طریقہ اختیار فرمایا اسے آپ اپنے اشعار میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

واحضرت عندالبیت رھطی واخوتی
وامسکت من اثوابہ بالوصائل

☆ پھر میں نے اپنے برادران اور تمام خاندان یعنی گروہِ بنی ہاشم کو بیت اللہ شریف کے قریب جمع کیا اور دشمنوں سے تحفظ اور اپنی حاجت براری کے لئے کعبہ شریف کے سُرخ پردوں کو تھام لیا۔

قیاما معا مستقبلین رتاجہ
لدی حیث یقضی نسکہ کل نافل

☆ اور اپنے تمام اہلِ خاندان کو ساتھ لے کر کعبہ شریف کے دروازہ یعنی بابِ ملتزم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور یہ وہ مقام ہے جہاں قسم کھانے والے کو اپنی قسم پُوری کرنا ہوتی ہے اور اپنے عہد کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔

قارئین ! جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متذکرہ بالا اشعار سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اگرچہ بنو ہاشم ان کے کسی بھی حکم سے سرتابی نہیں کرتے تھے تاہم آپ ان کو ایک ایسے مقام پر بھی لے آئے جہاں پہ کئے ہوئے وعدہ سے کسی بھی طور پر انحراف نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہاں قارئین کو یہ بات یاد دلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بنو ہاشم کو بیت اللہ شریف میں اس لئے نہیں بلایا

تھا کہ ان سے کسی اپنے ذاتی کام کی انجام دہی کے لئے کوئی حلف یا عہد لیں بلکہ یہ اہتمام صرف اور صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے کیا گیا تھا اور یہ وہ صورت تھی کہ اگر اس وقت کفار قریش بائیکاٹ کرنے کی بجائے بنو ہاشم پر جنگ مسلط کر دیتے تو جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایما پر ہاشمی گھرانے کا ایک ایک فرد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو جاتا۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار بھی ابھی بیان ہوں گے جن میں اس حقیقت کا واضح طور پر اظہار کیا گیا ہے اور کفار مکہ کو واشگاف الفاظ میں اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔

بہر کیف! آپ فی الحال جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار ملاحظہ فرمائیں جن میں آپ نے اس دور کی ثقافت کی ایک مختصر سی جھلک نمایاں فرمائی ہے اور اندازہ کریں کہ آپ فن شعر گوئی کی کن بلندیوں پر پرواز کرتے ہیں، آپ بنو ہاشم کو قریش مکہ سے نبرد آزما ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحبث ينيخ الاشعرون ركابهم

بمفضى السيول من اساف ونائل

☆ کہ ہم جس مقام پر کھڑے ہیں یہ وہ جگہ ہے جہاں کثیر بالوں والے لوگ اپنی سواریوں کو بٹھا دیتے ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے

اساف ونائل اصنام کی طرف جانے والے مشرکین گزرتے ہیں۔

موسمة الاعضاد أو قصراتها
مجسه بين السويس وبازل

ترى الودع فيها والرخام وزينة
باعناقها معقودة كالعثاكل

☆ یہ لوگ اپنی سواریوں کے شانوں اور گردنوں پر رنگارنگ کے نقش ونگار کر کے لاتے ہیں، اگرچہ ان کی سواریوں کی عمریں چھ سال یا اس سے کچھ اوپر ہوتی ہیں مگر جوان ہونے کے باوجود یہ سواریاں سرکشی نہیں کرتیں اور آرام سے بیٹھ جاتی ہیں اور ان سواریوں کی گردنوں کو سفید پتھر کے ٹکڑوں اور کوڑیوں وغیرہ سے اس طرح سجایا جاتا ہے کہ دیکھنے والا یوں محسوس کرتا ہے جیسے پھلدار درختوں کی شاخوں سے پھلوں کے گچھے لٹک رہے ہوں۔

اس دور کی تہذیب وثقافت کی اس منظر کشی کے بعد آپ بارگاہ خداوندِ قدوس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے شر وفساد سے پناہ طلب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اعوذ برب الناس من كل طاعن
علينا بشرا وملح بباطل

☆ میں ان تمام لوگوں سے جو ہمیں برائیوں کا طعنہ دیتے ہیں تمام

لوگوں کے پروردگار کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

ومن کاشح یسعی لنا بمعیبۃ
ومن ملحق فی الدین مالم نحاول

☆ اور میں اس دشمن سے بھی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو ہماری عیب جوئی کرتا ہے اور جو ہماری خواہش کے برعکس دین میں نئے امور شامل کرنے کے درپے ہے۔

حلف نامے کا آغاز

حاسدین اور دشمنان مصطفیٰ کے شر و فساد سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے بعد بنو ہاشم کو ترغیب کے لئے اور اپنے عزم بالجزم کے اظہار کے لئے پروانہ شمع رسالت جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حلف نامے کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں۔

وثور ومن ارسی ثبیراً مکانہ
وعیر وراق فی حراء ونازل

☆ مجھے قسم ہے "جبل" ثور کی اور قسم ہے اُس ذات کی جس نے جبلِ ثبیر کو اس کے مقام پر قائم فرمایا اور قسم ہے غار حرا میں تشریف لے جانے کے لئے جبلِ نور پر چڑھنے اور اترنے والے کی۔

وبالبیت رکن البیت بطن مکۃ
وباللہ ان اللہ لیس بغافل

اور قسم ہے بیت اللہ شریف کی اور بیت اللہ شریف کے حق کی جو بطنِ مکہ معظمہ میں واقع ہے میں اس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو ہمارے حالات سے ہرگز بے خبر نہیں۔

مقدس مقامات کی قسمیں

مذکورہ بالا اشعار میں سردار بطحا جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسمیں اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان مقدس مقامات کی بھی قسم اٹھاتے ہیں جن کا تعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے واضح طور پر ثابت ہے اور اسکے ساتھ ہی آپ کو اپنے معاملہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی ذات اقدس پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ضرور مدد فرمائے گا۔

قریش کو انتباہ

خدا جانے لوگ اس کے علاوہ کس قسم کی توحید کے قائل ہیں بہر کیف! درج ذیل اشعار میں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بصیرت وفراست اور حکمت عملی کا ایک نیا باب کھلتا ہے آپ بیک وقت اپنے گھر والوں یعنی بنو ہاشم کو اور اپنے مخالفین کفار قریش مکہ کو درپیش حالات کے انجام سے خبردار فرماتے ہیں۔

چونکہ دیگر قریشِ مکہ کو بالعموم اور خاندانِ بنو ہاشم کو بالخصوص کعبۃ اللہ

کی وجہ سے تمام اہلِ عرب پر ایک خصوصی امتیاز حاصل تھا اس لئے آپ انہیں بتاتے ہیں کہ اگر آپس میں جنگ ناگزیر صورت اختیار کر گئی تو تم لوگوں سے یہ اعزاز چھن بھی سکتا ہے اور یہ امر تمہارے لئے انتہائی خسارے کا باعث ہوگا

ان اشعار میں بظاہر تو کفار قریش کی جگہ سے باز رکھنے کی سعی سعید فرمائی گئی ہے مگر بباطن خاندانِ ہاشمی کو اپنے اعزاز کے تحفظ کی ترغیب دی جارہی ہے کیونکہ خاندانِ بنو ہاشم ہی کعبۃ اللہ کے متولّی ہونے کے ساتھ ساتھ دُور و نزدیک سے آنے والے حاجیوں کی کفالت فرماتا تھا بہر کیف! آپ قریش مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہیں ان وجوہات کی بناء پر جنگ سے گریز کرنا چاہیے۔

وبالحجر الاسود اذ یمسحونہ

اذا اکتنفوہ بالضحیٰ والاصائل

☆ حجرِ اسود کی حرمت کے لئے جسے لوگ طلوعِ آفتاب اور نصف النہار کے اوقات میں اپنے حلقے میں لے کر ہاتھوں سے چھوتے ہیں اور لبوں سے بوسہ دیتے ہیں۔

وموطئ ابراھیم فی الصخرۃ وطاۃ

علی قدمیہ حافیاً غیر ناعل

☆ اور مقامِ ابراہیم کی حرمت کے لئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سنگِ تر پر کھڑے ہوگئے تھے۔

ومن حج البیت اللہ من کل راکب

ومن کل ذی نذر ومن کل راجل

☆ اور تمام حجاج کے لئے جو بیت اللہ شریف کا حج کرنے کے لئے سواریوں پر یا ایفائے نذر کے لئے پاپیادہ آتے ہیں۔

وبالمشعر الاقصی اذا عمدوا لہ

الا الی مفضی الشراج القوابل

☆ اور مقامِ عرفات کے تحفظ کے لئے جس کے الال یعنی جبلِ رحمت کی طرف حاجی لوگ بڑھتے ہیں اور تمام میدان میں پھیل جاتے ہیں۔

وتوقافهم فوق الجبال عشیة

یقیمون بالایدی صدور الرواحل

☆ اور پہاڑ پر حاجیوں کے رات کو ٹھہرنے کی خاطر جب وہ اپنی تھکی ہوئی سواریوں کے سینوں کو اپنے ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر سیدھا کرتے ہیں۔

ولیلة جمع والمنازل من منی

وما فوقها من حرمة ومنازل

☆ اور رات کے وقت حجاج کے مزدلفہ میں جمع ہونے کے لئے اور منیٰ کی منزلوں کی خاطر اور کیا ان حرمتوں اور منزلوں سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہے۔

وجمعم اذا ما المعرضات اجزنه
سراعاً كما يفرعن من وقع وابل

☆اور حاجیوں کے پا پیادہ چلنے والی جماعت کی خاطر جس کے سامنے سے اچھی قسم کے گھوڑے یوں تیزی سے گزر جاتے ہیں جیسے وہ بارش کے موٹے موٹے قطرے گرنے کی وجہ سے بھاگنے لگے ہوں۔

قریش کو یاددہانی

متولی کعبہ سردار بطحا سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار قریش کو ان حرمتوں کی نشان دہی فرمانے کے بعد ایک اور موڑ پر لے آتے ہیں تا کہ جنگ ٹالنے کی کوئی بھی امکانی صورت نظر انداز نہ ہوسکے آپ دوران حج میں دو حلیف قبیلوں کے ٹکراؤ کی اس طرح یاددہانی کراتے ہیں۔

وبالجمرۃ الکبریٰ اذا صمدوا لھا
یامون قذفا راسھا بالجنادل

وکندۃ اذ ترمی الجمار عشیۃ
تجیز بھا حجاج بکر بن وائل

اور قبیلۂ کندہ کے لوگ جب غروبِ آفتاب کے بعد مقامِ جمرات پر کھڑے تھے تو بکر بن وائل کے قبیلہ کے حاجی وہاں سے گزرے۔

حلیفان شد اعقدما احتلفالہ
ورد علیہ عاطفات الذلائل

☆ چونکہ یہ دونوں قبیلے آپس میں حلیف تھے لہذا انہوں نے اپنے حلفیہ اقرار کو مزید مستحکم کرتے ہوئے اپنے وسائل کا رُخ دوستی کی طرف موڑ دیا۔

☆ اور تم غور کرو کہ وہ لوگ بغیر ایک دُوسرے سے کسی قسم کا تعرض کیے پہاڑوں کے دامن میں چھوٹی بڑی جھاڑیوں کو چوپایوں کی طرح روندتے ہوئے تیزی سے گزر گئے تھے۔

حُسنِ توحید

فھل فوق ھذا من معاذ لعائذ
وھل من فھعذ یعتقی اللّٰہ العاذل

یا اِن تمام تر وضاحتوں کے بعد بھی کسی پناہ طلب کرنے والے کو پناہ مل سکے گی یا نہیں؟ اور کیا تم میں کوئی ایسا پناہ دینے والا بھی موجود ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے بھی ڈرتا ہو اور ہمارا بھی ہمدرد ہو۔

اِسلام اور بانیِ اِسلام کے محافظ سیدّنا ابو طالب رضی اللہ عنہٗ کفارِ قریش کو تمام تر اُونچ نیچ سمجھانے کے بعد ان لوگوں کی اس قلبی کیفیت کا بھی واضح طور پر اور واشگاف الفاظ میں اظہار فرما دیتے ہیں جسے آپ اپنی خداداد فراست و بصیرت کی بدولت اُن کے چہروں پر پڑھ رہے تھے اور ساتھ ہی

ساتھ انہیں یہ بھی اچھی طرح سمجھا دیتے ہیں۔

کہ تمہیں ان حرمتوں کا واسطہ دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم کسی وجہ سے تمہارے دباؤ میں آ کر اپنی محبوب ہستی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو معاذ اللہ قتل کرنے کے لئے تمہارے حوالے کر دیں گے چنانچہ آپ اپنے آئندہ اشعار میں فرماتے ہیں کہ !

یطاع بنا الاعداء ودوا لو انہا
تسد بنا ابواب ترک وکابل

☆ ہم اس امر کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ قریش ہمارے مقابلہ میں دشمنوں کی اتباع کرتے ہیں کرتے ہیں اور انہیں ہم پر ترجیح دیتے ہیں بلکہ ان لوگوں کی تو یہ خواہش ہے کہ ہم پر اب ترکستان اور کابل کے دروازے بھی بند کر دیں۔

کذبتم وبیت اللہ نترک مکۃ
ونظعن الا امرکم فی بلابل

☆ مگر اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کی قسم تم جھوٹے ہو اور تمہارا یہ گمان قطعی طور پر غلط ہے کہ ہم تمہاری دھمکیوں سے مرعوب ہو کر مکہ معظمہ کو چھوڑ دیں گے۔

یاد رکھو ! کہ ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک کہ تم بھی سختیوں اور مصیبتوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

تمہارا گمان جھوٹا ہے

کذبتم وبیت اللہ یبزی محمداً
ولما نطاعن دونہ ونناضل

☆ اور تم نے یہ بھی جھوٹ کہا ہے اور غلط گمان کیا ہے کہ تم ہم سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھین لو گے اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقدس گھر کی قسم! تم اپنے ان مذموم ارادوں میں اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک ہم نیزے اور تیر چلاتے چلاتے ان پر قربان نہ ہو جائیں۔

ونسلمہ حتیٰ نصرع حولہ
ونذھل عن ابنائنا والحلائل

☆ اور تم نے یہ بھی غلط سوچا ہے کہ ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے حوالے کر دیں گے یاد رکھو! تمہاری یہ تمنا اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم ان کے گرد گھیرا ڈال کر لڑتے لڑتے گرا نہ دیئے جائیں اور ہمارے حواس یوں معطل نہ ہو جائیں کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھی بھول جائیں۔

وینھض قوم فی الحدید الیکم
نھوض الروایا تحت ذات الصلاصل

وحتی نری ذوالبغی یرکب ردعہ
من الطعن فعل الانکب متحامل

☆ اور یہ بھی یاد رکھو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے ہاشمی خاندان کا ہر فرد اپنی ہتھیاروں سے لیس ہو کر اسلحہ کی جھنکار میں تمہاری طرف اس طرح بڑھے گا جیسے پانی لانے والے اُونٹ پانی کی چھنکار میں چلتے ہیں حتیٰ کہ تم دیکھو گے کہ ہمارا کینہ توز دشمن نیزہ کی ضرب کھا کر لڑکھڑاتا ہوا منہ کے بل اس طرح گر رہا ہے جیسے کوئی شخص ایک جانب کو جھک جھک کر اُٹھتا ہے۔

وانا لعمر اللّٰہ ان جد ماارى
لتلتبسن اسيافنا بالاماثل

☆ اور جو کچھ میں اس وقت دیکھ رہا ہوں اگر یہی ہوا تو معبود عظیم کی قسم! ہم اس حال میں ہیں کہ ہماری تلواریں دُشمنوں کے بڑے بڑے سرداروں کے جسموں کو چیر ڈالیں گے۔

بكفى فتى مثل الشهاب سميدع
اخى ثقة حامى الحقيقة باسل

☆ ہماری تلواریں ان جوانوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو لائق اعتماد بھائی، حقیقت کے حامی، شجاعت کے پیکر اور شہاب ثاقب کی طرح مُنور اور جھپٹنے والے ہیں۔

شهوراً وايـامـاً وحولا مجرما
علينا وتاتى حجة بعد قابل

☆ اور پھر یہ سلسلہ مہینوں اور دنوں تک جاری رہے گا حتیٰ کہ پورا سال گزرنے کے بعد دُوسرا سال آئے گا اور پھر اس کے بعد ایک اور سال آئے گا۔

متذکرہ بالا اشعار میں سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفارِ قریش کے چیلنج کو جس مجاہدانہ انداز سے قبول فرمایا ہے وہ قارئین سے پوشیدہ نہیں۔

عباسی سے سوال

ہم یہاں گستاخِ اہلِ بیت خارجی عباسی سے پُوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس شجاعت بہادری کا اظہار کسی لُولے لنگڑے اور اپاہج اِنسان سے ممکن ہوسکتا ہے۔

کیا ہاشمی خاندان کے گنتی کے چند افراد کے سہارے پر پُورے کفرستان کو مقابلہ کی دعوت دینے والا ایک بُوڑھا شخص اپاہجوں کے زمرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

بے وقوف اور بدنصیب محقق! جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز اپاہج اور لُولے لنگڑے نہیں تھے بلکہ حقیقت صرف یہ ہے کہ خاندانِ مصطفیٰ کی عداوت اور دُشمنی نے تمھیں دائرہ انسانیت سے ہی باہر نکال کر رکھ دیا ہے اور تم خود ذہنی طور پر اس قدر مفلوج اور اپاہج ہوکر رہ گئے ہو کہ منزل

صداقت کی طرف ایک قدم اُٹھانے سے بھی معذور ہو، لگاتار اور مُسلسل جُھوٹ بکنے کی وجہ سے تُمہارا دماغ ماؤف ہو چکا ہے اور تُمہاری رُوح اس قدر اپاہج ہو چکی ہے کہ اَب یہ خُود ہی لنگڑاتی ہوئی مَوت کے جبڑوں میں پہنچ جائے گی۔

اے غیرتِ باطل اور ضدِ صداقت! تم نے جناب زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی لوری کے دو بول نقل کرنے کے بعد حضور رسالت مآب صلّی اللہ علَیہِ وآلہٖ وسلّم کو جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوشِ رافت سے نکال لینے کا فریضہ تو سرانجام دے لیا مگر تُم اسلام کے اِس ثقہ ترین لٹریچر کو کہاں دفن کرو گے جو قدم قدم پر تُمہاری فریب کاری اور فریب خُوردگی کا منہ چڑا رہا ہے۔

اَے حسبِ شعلۂ جحیم! یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ تم اہلِ ایمان کے ایمانوں کے ضیاع کا سامان دانستہ طور پر فراہم نہیں کر رہے اور تمہارے علم میں وہ حقائق نہیں ہوں گے جن کو پسِ پردہ کرنے کے لئے تُم مَیدانِ عمل میں آئے ہو! بہرحال ہم بتا رہے تھے کہ،

حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے انتہائی بگڑے ہوئے حالات میں سردارِ بطحا متولّیِ کعبہ سربراہِ خاندانِ ہاشمی سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جن وسائل کو بروئے کار لانے کا ذکر اب تک کے بیان کردہ اشعار میں کیا ہے وہ یہ ہیں۔

﴿۱﴾ اپنی حاجت براری کے لئے بتوں سے استعانت طلب کرنے کی بجائے کعبۃ اللہ کے پردوں کو تھام کر پروردگار عالمین کو اللہ اور معبود کے نام سے پکارتے ہوئے کفر کے شر و فساد سے پناہ طلب کرنا۔

﴿۲﴾ خاندانِ ہاشمی کو بابِ ملتزم کے سامنے کھڑا کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کا حلف اٹھوانا اور عہد لینا کیونکہ اس مقام پر کیا ہوا وعدہ بہر صورت پورا کرنا پڑتا تھا خواہ ایفائے عہد کے سلسلہ میں جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

﴿۳﴾ کفار قریش کو حرمت کعبہ اور شعائر اللہ کے تحفظ کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے خطرات سے آگاہ کرنا اور ساتھ ہی خانوادۂ ہاشمی کو ان حرمتوں کی حفاظت اور مخصوص ذمہ داریوں کا احساس دلانا۔

﴿۴﴾ کفار قریش کو پوری بہادری اور جوانمردی سے انتباہ کرنا کہ اگر تم لوگ اپنی شر انگیزیوں سے باز نہ آئے تو پھر ہماری تلواریں سالہا سال تک بے نیام رہیں گے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بصیرت و فراست کی اس درخشندہ تصویر کے بعد قارئین کرام اب ایک ایسے منظر کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں جن کی روشنی میں سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ تمام عشاقانِ مصطفیٰ کے امام نظر آتے ہیں کفار قریش کو اپنی تلوار کی کاٹ کا تعارف کرانے کے بعد جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں فرماتے ہیں۔

وما ترك قوم لا ابا لك سيدًا
يحوط الذمار غير ذرب مواكل

☆ تم پر افسوس! کیا کوئی قوم ایسے سردار کو الگ کر سکتی ہے جو اپنے وعدوں کی مکمل طور پر پابندی فرماتے ہوں اور وہ نہ تو بدزبانی کرتے ہوں اور نہ ہی وہ مفت کا مال کھاتے ہوں اور پھر!

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

☆ وہ حسین اور روشن چہرے والے سردار! جن کے رُخِ اقدس کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے اور وہ یتیموں کی جائے پناہ بھی ہیں اور بیواؤں کے نگہبان بھی۔

یلوذبه الهلاك من آل هاشم
فهم عنده فی نعمة وفواضل

☆ اور وہ سردار تو اس شان کے مالک ہیں کہ بنو ہاشم کے نادار لوگ ان کے دامن میں پناہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے فضل و رحمت کے سایہ میں خوشحالی پاتے ہیں۔

امام الانبیاء و مرسلین رحمۃ للعالمین خلاصہ کائنات فخرِ موجودات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں ہدیۂ نعت کی صورت میں زبردست خراجِ عقیدت پیش کرنے کے بعد سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ اب اُن کفار قریش کی نشاندہی فرماتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت اور

دشمنی میں انتہائی حدود سے بھی تجاوز کر چکے تھے۔

آپؑ فرماتے ہیں۔

لعمری لقد اجری اسید ورهطه

الی بغضنا وجرا ٔ باالة آکل

☆ مجھے میری جان کی قسم! اسید بن ابی العیص بن امیہ ﴿۱﴾ اور اسکا بیٹا عتاب بن اسید ہماری دشمنی میں بہت آگے بڑھ چکا ہے اور وہ یوں سمجھتے ہیں جیسے انہوں نے بطور چارہ ہمیں قطع برید کر کے کھانے والے کے سامنے ڈال دیا ہو۔

وعثمان لم یربع علینا وقنفذ

ولکن اطاعا امر تلك القبائل

☆ نیز عثمان بن عبداللہ اور قنفذ بن عمیر بن جدعان ﴿۲﴾ نے بھی ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ ہمارے مقابلہ میں دشمن قبائل کی بات کو ترجیح دی ہے۔

﴿۱﴾ قال ابن اسحاق واسید وبکر ة عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیه بن عبدالشمس بن عبد مناف ﴿۲﴾ وعثمان بن عبید الله اخو طلحه بن عبید الله التمیمی

اطاعا انما الغاوین فی کل وجھة
ولم یرقبا فینا مقالة قائل

☆ان دونوں نے اخنس بن شریق ثقفی ﴿۳﴾ اور اسود بن عبد یغوث کی بات تو مان لی مگر ہمارے متعلّق کسی ناصح کے قول کو قبول نہیں کیا،

کما قد لقینا من سبیع و نوفل
وکل تولی معرضا لم یجامل

فان یلقیا اویمکن اللّٰہ منھما
نکل لھما صاعاً بکیل المکایل

☆ایسے ہی ہمیں سبیع بن خالد بن فہر ﴿۴﴾ اور نوفل بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ کی عداوت کا سامنا کرنا پڑا اور ان تمام لوگوں نے نہایت بداخلاقی کے ساتھ ہم سے اعراض کر لیا مگر جب کبھی یہ دونوں میدانِ کارزار میں ہمارے سامنے آ گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ممکن فرما دیا تو ہم انھیں پیمانے کے مقابلہ میں پورا پورا پیمانہ ناپ کر دیں گے۔

﴿۳﴾وثقیف بن عمیر بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرة وابی الخنس بن شریق الثقفی والاسود بن عبد یغوث ﴿۴﴾وسبیع بن خالد اخو بلث بن فہر

وذاك ابو عمرو ابی غیر مغضب
لیظعننا فی اھل شاء وجامل

☆ اور ابو عمرو یعنی قرظ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف ﴿۵﴾ کو تو سوائے ہماری دشمنی کے کوئی بات سوجھتی ہی نہیں اور وہ چاہتا ہے کہ ہمیں مکہ معظمہ سے نکال کر بکریوں اور اونٹوں والے خانہ بدوشوں میں شامل کر دے۔

یناجی بنا فی کل ممسی ومصبح
فناج ابا عمرو بنا ثم خاتل

☆ اور وہ دن رات ہماری مخالفت میں لوگوں سے سرگوشیاں کیا کرتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اے ابو عمرو اب تم سازشوں کے دام بچھانے اور دھوکہ فریب کرنے پر پوری قوت صرف کر لو۔

ویقسم بالله ما ان یغشنا
بلی قد نراه جهرة غیر حائل

☆ وہ خدا کی قسم کھا کر لوگوں کو بتاتا ہے کہ ہم پر دھوکے سے حملہ کرے گا مگر ہم اس کی ہر سازش کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

﴿۵﴾ ونوفل بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ

﴿سیرت ابن ہشام مع روض الانف جلد اول صفحہ ۱۸۰﴾

اصبحاق علیہ بغضنا کل تلعۃ
من الارض بین اخشب فالا جادل

☆ اور اسے یاد رکھنا چاہئے کہ ہم پر حملہ کرنے کی اسکی ہر کوشش ناکام ہو گی کیونکہ ہمارے ساتھ دشمنی رکھنے کے باعث مکہ معظمہ کے پہاڑوں اور شام و عراق کے محلات کے درمیان واقع ٹیلے کو اس کے لئے تنگ کر دیا ہے۔

وسائل ابا الولید ماذا حبوتنا
بسعیک فینا معرضاً کالماخاتل

☆ اور ابو الولید عتبہ بن ربیعہ سے تو پوچھو کہ تو جو ہم سے منہ موڑ کر مکاریوں اور فریب کاریوں سے ہمارے مخالف کوششیں کرتا رہا ہے تو ان سے تو نے ہمارا کیا نقصان کر لیا ہے؟

وکنت امراً ممن لعیاش برأیہ
ورحمتہ فینا ولست بجاھل

حالانکہ تو زندگی کے لئے بہترین مشورہ دینے والا شخص تھا اور تیرا ہمارے ساتھ رحم کا رشتہ بھی تھا جسے تو بھی جانتا ہے۔

وعتبہ لاتسمع بنا قول کاشح
حسود کذوب مبغض ذی دغاول

اے عتبہ! ہم تجھے اب بھی مشورہ دیں گے کہ آپس میں پھوٹ ڈالنے والے حاسد کینہ توز جھوٹے اور فسادی شخص کے فریب سے بچ جا۔

ومر ابو سفیان عنی معرضاً
کانك تیل فی لهار ام لمجادل

یسفر الی نجد و برد میاهه
ویزعم انی لست عنهم بغافل

یخبرنا فعل المناصح انه
شفیق و یخفی عارقات الدواغل

☆ اور ابوسفیان تو مجھ سے یوں منہ موڑ کر گزر گیا ہے جیسے کوئی بہت بڑا بادشاہ متکبرانہ انداز میں گزر رہا ہو اور ابوسفیان بظاہر تو ٹھنڈا پانی لینے کے لئے نجد جا رہا ہے لیکن اسے معلوم ہے کہ ہم بھی اس کے اندرونی مقصد سے غافل نہیں اور اسے جاننا چاہئیے کہ ہم اس کی قساوت سے غافل نہیں اور حق و باطل میں اس کی عداوت کو جانتے ہیں اگرچہ وہ بڑے ناصحانہ انداز سے ہمارے ساتھ اپنی ہمدردیوں کا یقین دلاتا ہے مگر درپردہ وہ ہمارے ساتھ شدید دشمنی اور بغض رکھتا ہے۔

امطعم لم اخذلك فی یوم نجدۃ
ولا عند تلك المعظمات الجلائل

☆ اور اے مطعم بن عدی! کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے ہمیشہ

جنگوں میں تمہارا ساتھ دیا ہے اور مشکل ترین اُمور میں بھی تمہیں اکیلا نہیں چھوڑا۔

ولا یوم خصم اذا توک لدنة

اولی جدل مثل الخصوم المساجل

☆ اور میں نے اُس وقت بھی تیرا ساتھ دیا جس دن تیرے بہت بڑے اور طاقتور دُشمن تُمہارے ساتھ جھگڑا فساد کرنے آئے تھے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ تجھ پر یقیناً غلبہ حاصل کر لیتے۔

امطعم لم ان القوم ساموك خطة

وانی متی اوکل فلست بوال

☆ اے مطعم! قُریش نے تُمہارا رُخ نہایت ہی غلط سمت کو موڑ دیا ہے مگر یاد رکھو کہ اگر مجھے مار دیا گیا تو تُم بھی زندہ نہیں بچ سکو گے۔

قارئین!

اس سے پہلے کہ ہم شیخ بطحا سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ کے اس قصیدہ کے دیگر شعروں کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کریں ایک بار پھر عباسی خارجی کی توجہ مندرجہ بالا اشعار کی طرف مبذول کروا دینا ضروری سمجھتے ہیں اور اس سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اے دُشمنِ صداقت! جب تُم اپنے ناپاک ہاتھوں سے جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ کو لوٹے لنگڑے اور اپاہج شخص کے رُوپ میں پیش کر رہے تھے تو اس وقت تُمہاری آنکھوں کا پانی کیوں مر گیا تھا اور تم

شرم سے ڈوب کر کیوں نہ مر گئے جب کہ تمہاری نگاہوں سے یہ حقائق ہرگز پوشیدہ نہیں تھے کہ جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ عرب کے بہت بڑے شجاع اور بہادر ترین انسان تھے اور مطعم بن عدی جیسے لوگوں کی حفاظت بھی آپ کی برق بار تلوار کیا کرتی تھی۔

بارگاہِ خدا میں عرض گزاری

بہرکیف! متولی کعبہ ساقی حجاج سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی مزید نقاب کشائی کرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتے ہیں۔

جزى الله عنى عبد شمس و نوفلا

عقوبة شر عاجلا غير آجل

☆ الٰہی! ہمارے ساتھ دشمنی رکھنے کی وجہ سے بنی عبدالشمس اور بنی نوفل کے شرانگیزوں کو ان کی شرانگیزیوں کی سخت ترین سزا دے۔

بميزان قسط لا يخيس شعيرة

له شاهد من نفسه غير عائل

☆ الٰہی! اِن لوگوں سے اس میزانِ عدل میں تول کر انتقام لے جس میں ایک جَو کے برابر بھی کمی بیشی نہیں ہوتی اور اللہ تبارک وتعالیٰ تو بغیر کسی رکاوٹ کے خُود مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔

پھر اس کے بعد جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ کُفارِ قُریش کے مختلف

پہلوؤں کو سامنے لاکران کے حالات کا مکمل تجزیہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لقد سفهت اخلاق قوم تبدلوا
بنی خلف قیضاً بنا والغياطل

ونحن الصميم من ذوابة هاشم
وآل قصى فى الخطوب الاوائل

☆ یقیناً ان لوگوں کا اخلاق و کردار برباد ہو چکا ہے جو ہم سے ترک تعلق کر کے بنو خلف اور بنو غیاطل یعنی بنو سہم کی جھولی میں جا پڑے ہیں حالانکہ ہم لوگ تمام قدیم حالات و واقعات کی رُو سے اولادِ ہاشم اور آل قصی کی اصل ہیں۔

وكان لنا حوض السقاية فيهم
ونحن الذرى منهم وفوق الكواهل

☆ اور ہمیں حوضِ زم زم کے ساقی ہونے کا شرف حاصل ہے اور ہم ان کی ذرّیت ہیں جو تمام بزرگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

فما ادركوا ذحلاً ولا سفكوا دماً
وما حالفوا الا شرار القبائل

☆ اور ہمیں ان لوگوں پر بھی فوقیت حاصل ہے جو صاحبِ ادراک ہیں اور خون بہانے سے پرہیز کرنے والے ہیں اور سوائے شریر قبیلوں کے

دوسرے سب لوگوں کے حلیف اور دوست ہیں۔

بنی امیة محبونة هند كة

بنی جمح عبید قیس بن عاقل

☆ بنواُمیہ تو پاگل ہو کر رہ گئے ہیں اور ان کے ساتھ بنو جمح کے غلام اور قیس بن عاقل ہیں یہی نہیں بلکہ بنو سہم اور بنو مخزوم کے لوگ بھی ہماری مخالفت کی طرف جھک گئے ہیں اور انہوں نے ہمارے خلاف نادار اور گمنام دشمنوں کو لا کھڑا کیا ہے۔

وسائط كانت في لوى بن غالب

نفاهم الينا كل صقر حلاحل

☆ اور لوئ بن غالب کی اولاد میں جو اعتدال پسند اور بزرگ لوگ تھے انہیں بھی قوم کے سخت مزاج سرداروں نے ہماری طرف دھکیل دیا ہے۔

ورهط نفيل شر من وطئ الحصا

والأم حاف من معد وناعل

☆ اور نفیل کا گروہ تو سنگریزوں پر ننگے پاؤں چلنے والے تمام لوگوں سے بُرا اور معد کی تمام اولاد میں سب سے بدتر ہے۔

فعبد مناف انتم خير قومكم

فلا تشركوا في امركم كل واغل

☆ پس اے اولادِ عبدمناف! آپ لوگ اچھے تھے قبیلۂ قریش میں سب لوگوں سے بہتر ہیں لہٰذا اپنے ذاتی امور میں غیر لوگوں کو دخیل ہونے

والے لوگوں کو شامل نہ کرو۔

☆ اور اگر تم لوگوں نے اپنے امور میں نرمی اختیار نہ کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے کاموں کی درستی نہیں فرمائیں گے اور جس طرح وائل کی باتیں ہوتی ہیں تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔

لعمری لقد وهنتم وعجزتم

وجئتم بامر مخطی للمفاصل

اے بنو عبد مناف! مجھے میری جان کی قسم تمہاری قوت چھین لی گئی ہے اور تمہیں عاجز اور بے بس کر دیا گیا ہے کیونکہ تم اس غلط راستے پر گامزن ہو چکے ہو جو سیدھی سمت سے بہت زیادہ فاصلے پر ہے۔

وکنتم حدیثا حطب قدر فانتم

الآن حطاب اقدر و مراجل

☆ اور یہ دور کی بات نہیں کہ تم ہمیشہ اتحاد و اتفاق سے رہتے تھے مگر بدقسمتی سے آج افتراق و انتشار کا شکار ہو چکے ہو۔

لیهن بنی عبد المناف عقوقها

وخذلانها وترکها فی المعاقل

☆ اے بنو عبد مناف! تمہیں ہماری حمایت سے منہ موڑ کر خون کے رشتوں کو توڑنا اور ہمیں ہماری پناہ گاہوں میں اکیلے چھوڑ دینا مبارک ہو۔

☆ اے بنو عبد مناف! جو خواب ہو چکا اب تم قصی کی اولاد کو قتل و قریش

کو مطلع کردو کہ ہمارا اسلام عنقریب پھیلنے والا ہے اور ان کو یہ بھی بتا دو کہ وہ ہمیں چھوڑ تو رہے ہیں لیکن وہ ہمیں چھوڑ کر بے سہارا ہو کر رہ جائیں گے۔

☆ اور اگر ہم میں اس کی قوت ہوئی تو تمہاری اس بے اعتنائی کا تم سے یقیناً بدلہ لیں گے اور تم دیکھو گے کہ ہم اپنی مدافعت کس طرح کرتے ہیں۔

ولو طرقت ليلا تلصيا عظيمة
اذن ما لجانا دونهم في المداخل

ولو صدقوا ضربا خلال بيوتهم
لكنا اسى عند انساء المعاطل

☆ حالانکہ اگر قریش ہم سے یہ سلوک نہ کرتے تو ہم بھی ان کا ساتھ دیتے اور اگر رات کے وقت ان پر اچانک کوئی بہت بڑی مصیبت نازل ہو جاتی تو ہم سوراخوں میں نہ گھس جاتے بلکہ جب یہ لوگ اپنے دشمنوں پر کاری ضربیں لگا رہے ہوتے تو ہم بھی ان کے ساتھ مل کر بچوں والی عورتوں کی حفاظت کرتے۔

☆ اگرچہ لوی بن کعب کے خاندان کے لوگ آج تک اکٹھے رہے ہیں مگر اب ان کا الگ الگ ہو جانا لازمی ہو چکا ہے۔

وان تك كعب من كعوب كبيرة
فلا بد يوما انها في مجاهل

☆ اور اگرچہ خاندانِ کعب کعوب کبیرہ سے تھا مگر آج کے دن کے بعد یہ لوگ نادانوں میں شمار ہوں گے۔

فکل صدوق وابن اخت لغدہ
لعمری وجدنا غشہ غر زائل

☆ مجھے میری جان کی قسم! ہم تو اپنے ہر دوست اور ہمشیرہ کے بیٹے کو اپنا ہمدرد سمجھتے ہیں اور اس کی خود سے علیحدگی کو باعث نقصان و زیان متصور کرتے ہیں۔

اِعلانِ محبّت

لعمری لقد کلفت وجدًا باحمد
واخوتہ واب محب المواصل

☆ مجھے میری جان کی قسم! احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپ کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں یوں رچ بس گئی ہے جیسے کوئی کسی کا شیدائی ہوتا ہے۔

فلا زال فی الدنیا جمالا لاھلھا
وزینا علی رغم الدد المخابل

☆ میری دُعا ہے کہ آپ ہمیشہ اہلِ جہان کے لئے پیکرِ جمال بن کر اور اپنے احباب کے لئے آرائش و زینت بن کر زندہ رہیں اور ہمیشہ عظیم ترین امور کے مالک بن کر رہیں۔

فمن مثلہ فی الناس او من مؤمل

اذا قاس الحکام اھل الفاضل

☆ پس تمام دُنیا کے لوگوں میں سے کون ہے جو آپ کی مثل اور نظیر ہو سکے اور اگر اہلِ انصاف تمام قسم کے مختلف لوگوں کے فضائل کا اندازہ لگا کر فیصلہ کریں تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام لوگوں کی اُمیدوں کا مرکز قرار پائیں گے۔

حلیم رشید عادل غیر طائش

یوالی الٰھا لیس عنہ بذاھل

☆ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بُردبار ہدایت یافتہ انصاف فرمانے والے اور غُصّہ پر قابو رکھنے والے ہیں اور آپ اس معبودِ برحق سے محبت کرتے ہیں جو ان سے ہرگز غافل نہیں۔

﴿سیرت ابن ہشام ہمروض الانف﴾ ﴿فتح الباری شرح بخاری﴾
﴿مواہب اللدنیہ، عمدۃ القاری شرح بخاری﴾ ﴿خصائص کبریٰ﴾
﴿تحفۃ الطالبین﴾ ﴿اسنیٰ المطالب﴾ ﴿البدایہ والنہایہ﴾
﴿تاریخ کامل ابن اثیر﴾ ﴿سیرت حلبیہ﴾ ﴿دیوان ابوطالب﴾
﴿دیگر صدو کتب تاریخ وسیر تفاسیر وحدیث و متفق علیہ﴾

قارئین محترم!

☆حصارِ اسلام،

☆محافظِ رسالت،

☆متولّیِ کعبہ،

☆ساقیِ حجاج،

☆شیخِ بطحا،

☆سردارِ قریش،

☆رئیسِ مکہ،

☆زینتِ گلستانِ ہاشمی،

☆عمِ سلطانِ انبیاء،

☆والدِ امام الاولیاء،

☆جدِ حسنینؑ،

☆افصح العرب،

☆مبلغِ توحید،

☆پیکرِ شجاعت،

☆منبعِ بلاغت،

☆چشمۂ فصاحت،

☆نعت خوانِ اوّل،

☆ حاملِ حُسنِ رسالت وولایت،

☆ سیّد الشعراء،

☆ فخر الادباء،

☆ واقفِ منزلِ نبوّت کریمہ،

☆ صاحبِ فراست وبصیرت عظیمہ،

سیّدنا ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہم کا یہ عظیم ترین قصیدہ مبارکہ متعدّد ثقہ کُتبِ تواریخ وسیَر میں پُوری تابانی کے ساتھ موجود ہے جس کی وضاحت ہم ابتداء میں کر چکے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر آپ کے اس قصیدہ معظّمہ کے ایک ایک شعر کو پوری توجّہ اور تعصّب سے خالی الذہن ہو کر پڑھا جائے اور آپ کے ایک ایک جُملہ کو انصاف کے ترازو میں رکھ کر وزن کیا جائے تو کون سی ایسی وجہ باقی رہ جاتی ہے جو ان کے ایمان کے متعلق شکوک وشبہات کے قائم رہنے میں مدد دے سکے۔

اِنہی الفاظ کے ساتھ اس قصیدہ شریفہ پر تبصرہ ختم کیا جاتا ہے البتہ اہلِ انصاف حضرات سے یہ استدعا ضرور کریں گے کہ آپ خاص طور پر قصیدہ ہذا کے اُن اشعار پر غور کرنے کی زحمت ضرور گوارا فرمائیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ جلَّ مجدہٗ الکریم سے استغاثہ طلب کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وستائش بیان کرنے کا حق ادا کیا گیا ہے اور اللہ ہی راہِ ہدایت نصیب فرمانے والا ہے۔"

کامل نبّاض

کفار نے مسلمانوں کو بہت زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا تو حضور علیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام کو کافروں کی چیرہ دستوں سے بچانے کے لئے اکثر ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا۔

اہلِ اسلام کا یہ پہلا مہاجر قافلہ تھا جو مکّہ معظمہ زاد اللہ شرفہا سے ہجرت کر کے حبشہ کی طرف روانہ ہوا اِس قافلہ کی قیادت وسیادت سیّدنا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما فرما رہے تھے چنانچہ یہ لوگ جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پناہ لینے کے لئے پہنچ گئے۔

اور شاہِ حبشہ نے جو کہ عیسائی مذہب کا پیروکار تھا مُسلمانوں کو پناہ دے دی اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق واقفیت حاصل کرنا چاہی اور آسمانی کتاب کے متعلق پوچھا تو سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ قُرآن مجید میں سے سورہ مریم کی چند آیات مقدسہ تلاوت فرمائیں جنھیں سنتے ہی نجاشی رونے لگا اور اس

نے کہا کہ تمہارا رسول سچا ہے اور یہ آیات بھی آسمانی کتاب کی ہیں۔

اِدھر تو جناب جعفر ذوالجناحین رضی اللہ عنہ نے شاہِ حبشہ کو اسلام کی عظمت کا قائل کر لیا اور اُدھر کفارِ مکہ نے اپنی عادت کے مطابق آخری تیر بھی چلا کر ہی دم لیا۔

اور وہ اِس طرح کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ اکثر مُسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے ہیں اور حبشہ کے بادشاہ نے انہیں نہ صرف یہ کہ پناہ ہی دے دی ہے بلکہ متفقہ طور پر ایک وفد تشکیل دیا اور اسے نہایت بیش قیمت تحائف دے کر عمرو بن عاص کی سرکردگی میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف روانہ کر دیا۔

چونکہ شاہِ حبشہ سے مُلاقات کا فیصلہ مکہ معظمہ کے تمام رؤسائے کُفار کے مشورہ سے ہوا تھا لہٰذا وہ لوگ پورے طور پر اس سلسلہ میں مطمئن تھے اور انہیں پورا یقین تھا کہ اس مہم میں عمرو بن عاص کو یقینی طور پر کامیابی ہوگی کیونکہ وہ نہایت جلد فیصلہ کرنے والے سیاسی ذہن کا مالک تھا۔

بہر حال! یہ لوگ نجاشی کو مُسلمانوں سے متنفر کرنے بلکہ اس سے واپس لینے کے لئے پُوری تیاری کے ساتھ گئے تھے یہ الگ بات ہے کہ انہیں اپنی اس مہم میں شرمناک اور ذِلّت آمیز ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔

تاہم ان لوگوں کی چالاکیوں اور ریشہ دوانیوں کے پیشِ نظر ان کی کامیابی کے امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ خواجۂ بطحا متولّی کعبہ سیّدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کفارِ مکہ کی اس بھاگ دوڑ کو شدت سے محسوس کیا اور اپنی دوراندیش طبیعت کے مطابق اس وقت جو تاریخی کردار ادا کیا وہ لوحِ عالم پر تا قیامِ قیامت درخشندہ و تابندہ رہے گا۔

جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ کفارِ مکہ کی طرح شاہِ حبشہ کو قیمتی تحائف بھیجنے کی پوزیشن میں تو نہیں تھے تاہم اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں فہم و فراست اور فصاحت و بلاغت کی دولت عطا فرما رکھی تھی اُسے آپ نے ہمیشہ کی طرح آج بھی پورے اہتمام اور وقار کے ساتھ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ آپ نے اپنے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ایک شخص کو فوری طور پر ایک منظوم مخطوط دے کر شاہِ حبشہ کے پاس روانہ کر دیا تا کہ اگر عمرو بن عاص وغیرہ اپنے ناپاک مقاصد میں کامیابی حاصل کر بھی چکے ہوں تو نجاشی اہلِ اسلام کے خلاف کئے ہوئے فیصلے پر فوری طور پر عمل درآمد نہ کر سکے چنانچہ آپ نے نجاشی کو متولیِ کعبہ کی حیثیت سے لکھا۔

الا لیت شری کیف فی النائی جعفر
وعمرو و اعداء النبی الاقارب

☆ کاش! مجھے معلوم ہو سکتا کہ میرا غریب الدیار بیٹا جعفر (رضی اللہ عنہ) کس حال میں ہے؟

اے کاش! مجھے یہ اطلاع مل جاتی کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں عمرو بن عاص وغیرہ نے وہاں کیا رول ادا کیا ہے؟

وھل نالت افعال النجاشی جعفراً
واصحابہ اوعاق ذالك شاغب

☆ اور کاش! مجھے یہ پتہ چل جاتا کہ بادشاہ نجاشی نے جعفر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا ہے یا عمرو بن عاص جیسے انتشار پسند کی باتوں میں آ کر غلط رویہ اختیار کر چکا ہے؟

جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے خود پر یہ سوال کرنے کے بعد اب براہ راست شاہ حبشہ جو کہ اس وقت الہی کتاب اور عیسائی مذہب کا پیروکار تھا کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

تعلم بان اللّٰہ زادك بسطۃً
واسباب خیر کلھا بك لازب

☆ اے شاہ حبشہ! تجھ کو اس امر کا علم ہونا چاہیے کہ تو ایک ذی عزت، بزرگ اور نہایت کریم النفس انسان ہے اس لئے تیری پناہ میں آنے والے لوگ مصائب کی زد میں نہ آ جائیں۔

وانك فيض ذو سجال غزيرة
ينال الاعادي نفعها والاقارب

☆اے شاہ! تجھے اِس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے سب سے زیادہ مال و دولت عطا فرما رکھا ہے اور وہ ذرائع بھی تجھے میسر ہیں جن کو بروئے کار لا کر تُو نیکی اور بھلائی کر سکتا ہے۔

اور وہ مقصد یہ تھا کہ شاہِ حبشہ کفارِ مکہ کے قیمتی تحائف سے متاثر نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ آپ بار بار اُسے اُس کی فیاضی اور اُس کے مال و دولت کے خزانوں کی یاد دلا رہے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں آپ مزید فرماتے ہیں۔

☆اے بادشاہ! تجھے ان تحائف کی کیا ضرورت ہے کیونکہ تُو تو خود انتہائی فیّاض ہے اور لوگوں کو بڑے بڑے عطیات دینے والا ہے بلکہ تیری فیّاضی اور سخاوت تو ایسی ہے جس سے دشمن اور دوست سبھی کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ليعلم خيار الناس ان محمداً
وزير لموسىٰ والمسيح بن مريم

☆اے نہایت اچھے انسان تمہیں علم ہونا چاہیے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح ابن مریم علیہم السلام کے مددگار ہیں۔

اتانا بهدی مثل ما اتیا به
فکل بامر الله یهدی و یعصم

☆ اور آپ ہمارے پاس اسی طریقہ سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر تشریف لائے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام آئے تھے پس ان انبیاء کرام میں سے ہر ایک نبی اللہ تبارک وتعالیٰ کے اُمر سے ہدایت کے راستہ پر چلانے والا اور گمراہی سے بچانے والا ہے۔

وانکم تتلونه فی کتابکم
بصدق حدیث لا حدیث المرجم

☆ اور تم لوگ تو انبیاء کرام کے تذکرے آسمانی کتاب میں سچی باتیں سمجھ کر پڑھتے ہی رہتے ہو اور تمہیں یقین ہے کہ یہ مَن گھڑت کہانیاں نہیں۔

وانک ما تاتیک منها عصابة
بفضلک الا ارجعوا بالتکرم

☆ تو اُے شاہ! تو ایک ایسا عالی فطرت انسان ہے کہ جب بھی کوئی گروہ تیرے پاس کوئی اُمید لے کر آتا ہے تو وہ مایوس نہیں ہوتا بلکہ تو اُسے عزت دے کر واپس کرتا ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ مندرجہ بالا اشعار میں ایک طرف تو شاہ حبشہ جناب نجاشی کی فیاضی کی داستان کو بغیر کسی مبالغہ آرائی کے بیان

کر رہے ہیں اور دوسری طرف آپ اپنا وہ اصل مقصد پورا فرما رہے ہیں جو فی الحقیقت یہ گرامی نامہ بھیجنے کا تھا۔

﴿المستدرک ج ۲ ص ۶۲۳﴾ ﴿البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۷۷﴾

﴿روض الانف﴾ ﴿سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۱﴾

﴿دیوان ابو طالب ص ۱۶﴾

شاعرِ رسالت مآب

شعبِ ابی طالب میں

شعبِ ابی طالب میں محصور ہونے کے دوران خواجہ بطحاء ناصر اسلام سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہ مشہور قصیدہ بھی انشاء فرمایا تھا جس میں آپ کے صاحبِ ایمان و ایقان ہونے کی وضاحت پر وضاحت ہوتی چلی جاتی ہے آپ خاندانِ بنو ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

الا ابلغا عنی علی ذات بیننا
لویا وخصا من لوی بن کعب

الم تعلموا انا وجدنا محمداً
نبیا کموسیٰ خط فی اول الکتب

☆ اے میرے ساتھیو! اگرچہ اُن کے اور ہمارے درمیان اس وقت سخت رنجشیں موجود ہیں تاہم ان حالات میں بھی تم

جناب لوی کے تمام خاندان کو بالعموم اور ان کے بیٹے جناب کعب کی اولاد کو بالخصوص میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تم لوگ ابھی تک یہ بھی نہیں جان سکے کہ ہم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ویسے ہی نبی پایا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور ان کا تذکرہ پہلی کتابوں میں کیا گیا ہے؟

وان علیہ فی العباد محبۃ
ولا خیر ممن خصہ اللہ بالحب

☆ اور انہیں یہ بھی بتادو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ عظیم ہستی ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی خاص محبت نازل فرمائی ہے تو بتاؤ اس ذات سے برتر کون ہو سکتا ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی محبت کے لئے خود مخصوص ومختص فرمایا ہو؟

وان الذی الصقتم من کتابکم
لکم کائن نحسا کراغیۃ السقب

☆ اور ہاں! یہ بھی یاد رکھو کہ تم نے جو ہمارے بائیکاٹ کا معاہدہ لکھ کر لٹکا رکھا ہے وہ تمہارے لئے اسی طرح ہلاکت اور بربادی کا باعث ثابت ہوگا جس طرح اونٹنی کا بچہ قوم ثمود کی

ہلاکت کا سبب بنا تھا۔

انتبهوا انتبهوا قبل ان يحضر الثرى

ويصبح من لم يجن كذى الذنب

☆ تنہا اے جناب لوئی اور کعب کے خاندان والو ہوش کرو!
اور اس وقت سے پہلے ہوش میں آجاؤ جب زمین میں تمہاری
قبریں تیار ہو چکی ہوں اور بے گناہ بھی گنہگاروں پر آنے
والے عذاب کی لپیٹ میں آجائے۔

ولا تتبعوا امر الوشاة وتقطعوا

اواصرنا بعد المودة والقرب

☆ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ غیبت کرنے والے چغل
خوروں اور مخبری یا تہمت لگانے والوں کے کام میں نہ پھنسو اور
ہمارے ساتھ محبت و قرابت داری ہونے کے بعد اب
تعلقات نہ توڑو۔

وتستجلبوا حربا عوانا وربما

امر على من ذاقه جلب الحرب

☆ اور خبردار! ایسی جنگ کو آواز نہ دو جو دیر تک جاری رہنے
والی ہے کیونکہ ان لوگوں کے لئے جنگ کا ذائقہ اکثر طور پر
کڑوا ہوتا ہے جو جنگ کی ابتدا کرتے ہیں یا جنگ کو آواز
دیتے ہیں۔

فلسنا ورب البيت نسلم احمداً

لعزاء من عض الزمان ولا كرب

☆ اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو زمانہ کی سختیوں اور شدائد کی وجہ سے چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی بڑی سے بڑی مصیبت کی سختی سے ڈر کر انہیں علیحدہ کر سکتے ہیں۔

ولما تبن منا ومنكم سوالف

وايد اترت بالقساسية الشهب

☆ اور جان لو! کہ ہم آپ کو اس وقت تک کبھی الگ نہیں ہونے دیں گے جب تک قاسی کی چمکتی ہوئی تلواروں سے ہماری گردنیں نہ کاٹ دی جائیں اور ہمارے ہاتھ نہ قلم کر دیے جائیں۔

بمعترك ضنك ترا كسر القنا

به والنسور الطخم يعكفن كالشرب

☆ اور یاد رکھو! کہ ہماری گردنیں یونہی نہیں کٹ جائیں گی بلکہ یہ معاملہ تو زبردست قسم کے گھمسان کارزار میں ہوگا جیسے میدان کارزار میں جس میں سیاہ گردنوں والے گدھ شرابیوں کی طرح حلقہ بنا کے بیٹھے معلوم ہوتے ہیں۔

کان مجال الخیل فی حجراتہ
ومعمعۃ الابطال معرکتہ الحرب

☆اور جب یہ میدانِ کارزار بپا ہوگا اُس دن گھوڑوں کی بھاگ دوڑ اور جنگ بازوں کی آوازوں سے قیامت خیز منظر ہوگا۔

الیس ابونا ھاشم شدازرہ
واوصی بنیہ بالطعان وبالضرب

☆اچھا ہمیں یہ تو بتاؤ! کہ کیا ہمارے جدِّ امجد جناب ہاشم نے جنگ کے لئے مضبوطی سے کمر نہیں باندھی تھی؟ اور کیا اُنھوں نے اپنی اولاد کو نیزہ بازی اور شمشیر زنی کی وصیّت نہیں فرمائی تھی۔

ولسنا نمل الحرب حتی تملنا
ولا نشتکی ما قد ینوب من النکب

ولکننا اھل الحفائظ والنھیٰ
اذا طار ارواح الکماۃ من الرعب

☆تم جانتے ہو! کہ ہم لوگ اس وقت تک جنگ سے تنگ نہیں آتے جب تک جنگ خود ہم سے تنگ نہ آجائے اور نہ ہی کبھی ہم خود پر گرنے والے مصائب کا شکوہ کیا کرتے ہیں

مگر اس کے باوجود بھی یہ بات ضروری ہے کہ ہم غیرت اور عقل دونوں چیزوں کے مالک ہیں اور اُن مشکل ترین اوقات میں بھی ہمارے ہوش وحواس قائم رہتے ہیں جب جنگ کے مناظر سے مرعوب ہو کر زرہ پوش بہادروں کی رُوحیں پرواز کرنے لگتی ہیں۔

﴿سیرت ابن ہشام مع روض الانف ج ۱ ص ۱۷۵﴾ ﴿اسنیٰ المطالب ص ۹﴾
﴿روض الانف ج ۱ ص ۱۷۵﴾ ﴿البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۶۷﴾

دعوتِ فکر

ثانیٔ الحمتہ رسول سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منقولہ بالا قصیدہ مبارکہ کا ایک ایک لفظ قارئین کو دعوتِ غور و فکر دیتا ہے کہ وہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے ساتھ اپنے ایمانوں کا موازنہ کر کے دیکھیں ہو سکتا ہے کہ آپ کی نگاہوں سے وہ حجابات اُٹھ ہی جائیں جو چند ہمسی بنی روایات کے نقل در نقل ہونے کی صورت دبیز تہوں کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔

مومن آلِ فرعون کا اِستدلال

گذشتہ اوراق میں قارئین آلِ فرعون کے ایمان چھپا رکھنے کا واقعہ بالوضاحت قرآن مجید اور معتبر کتب تفاسیر کے حوالہ سے ملاحظہ

فرمائیں گے۔

اس مقام پر اجمالی طور پر صرف یہی بتانے پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والے کفار مکہ کے سامنے قوم ثمود وغیرہ کی ہلاکت کا وہی استدلال پیش فرمایا تھا جو مومن آل فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر کمربستہ دیکھ کر قائم کیا تھا ملاحظہ ہو۔

سیرت ابن ہشام میں علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی گئی ہے۔

کہ ایک شب تمام رؤسائے قریش نے ایک جگہ اجتماع کیا جس میں عتبہ، شیبہ، ابو سفیان، ابو البختری، ولید بن مغیرہ اور ابو جہل وغیرہ سب ہی موجود تھے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلایا تاکہ آپ انہیں اسلام کے متعلق سمجھائیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کا پیغام ملتے ہی وہاں تشریف لے گئے اور افہام و تفہیم کا سلسلہ جاری ہو گیا مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طویل [illegible] سننے کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑے رہے بلکہ حسب عادت آپ کی کسی بھی بات کو قبول نہ کیا۔

حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے اس رویے سے سخت مایوس ہوئے اور کبیدہ و رنجیدہ خاطر ہو کر واپس تشریف لے آئے۔

جب آپ ان لوگوں کی مجلس سے اٹھ کر آ گئے تو ابو جہل نے اپنے ساتھیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اب میں اس سلسلہ کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا کل جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جائیں گے تو میں ایک بھاری پتھر سے ان کا سر کچل دوں گا۔

﴿معاذ اللہ﴾

اس کارگزاری کے بعد مجھے اس امر کی ہرگز پرواہ نہیں ہوگی کہ تم لوگ مجھے بنو ہاشم سے بچاتے ہو یا نہیں۔

ابو جہل کا یہ شیطانی فیصلہ سنا تو تمام صنادید قریش نے بیک زبان پکار کر کہا کہ تم اس سلسلہ میں جو قدم بھی اٹھاؤ گے اس میں تمہیں ہمارا مکمل تعاون حاصل ہوگا اور ہم بنو ہاشم کے مقابلہ میں تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے تم بالکل بے فکر ہو کر یہ کام انجام دو۔

پھر جب صبح ہوئی تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب معمول بیت اللہ شریف کے صحن میں تشریف لائے اور خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کو قبلہ بنا کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔

دوسری طرف کفار مکہ کے سردار صبح ہی صبح اپنے اپنے مکانوں پر چڑھ کر بیٹھ گئے تاکہ ابو جہل ملعون کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ قتل ہوتا دیکھیں۔

اُدھر ابو جہل ایک بہت بڑا پتھر لئے تاک میں بیٹھا ہوا تھا حتیٰ کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں گئے تو وہ پتھر مارنے کے لئے آپ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس پر شدید قسم کا خوف طاری ہو گیا اور وہ جہاں تک پہنچا تھا وہیں پر ہی ساکت اور مبہوت ہو کر رہ گیا اور پتھر اُسکے ہاتھوں میں یوں چپکا ہُوا تھا جیسے یہ اَب کبھی الگ نہیں ہوگا۔

پھر وہ انتہائی خوف زدہ ہو کر پیچھے کو بھاگا تو اُسے اپنا ہاتھ آزاد ہوتے ہوئے معلوم ہوا تو جلدی سے اُس نے پتھر پھینک دیا۔

اُس کے ساتھیوں نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر پُوچھا کہ یہ تجھے کیا ہو گیا تھا؟

ابوجہل نے جواب دیا کہ جب میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پتھر مارنے کے لئے قریب ہُوا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک نر اُونٹ اپنے جبڑے کھولے ہُوئے کھڑا ہے تا کہ مجھے ہڑپ کر جائے اس صُورت حال نے میرا خُون خشک کر دیا ہے۔

اِس میں شک نہیں کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفّار کے شر سے بچانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا فرما ہی دیتی تھی اور کفّار ہمیشہ اپنے مذموم ارادوں میں ناکام رہتے تاہم حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس سے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ایک بہانہ ہی کی صُورت میں اپنا کام لے رہے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفّار کے ان ارادوں کی

خبر پہنچی کہ بنو ہاشم کے خلاف سب نے مل کر ابو جہل لعین کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ لوگ انجام سے بے خبر ہو کر ہر قیمت پر شمعِ رسالت کو بجھا دینے کی فکر میں ہیں۔ ﴿معاذ اللہ﴾

تو والیٔ بطحا جناب ابو طالب رضی اللہ عنہٗ نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا !

افیقوا بنی غالب وانتھوا
عن البغی فی بعض ذا المنطق

☆اے بنو غالب! ہوش میں آؤ اور کبھی کوئی ایسی بات بھی کر لیا کرو جو تمہاری گمراہی پر دلالت نہ کرتی ہو۔

والا فانی اذن خائف
بوائق فی دارکم تلتقی

☆اور اگر تم لوگ اپنی اِن حرکات سے باز نہ آئے تو مجھے ڈر ہے کہ عنقریب تم پر تمہارے ہی گھروں میں ہلاکتیں نازل ہونا شروع نہ ہو جائیں۔

تکون لغیرکم عبرۃ
ورب المغارب والمشرق

☆مشرق و مغارب کے پروردگار کی قسم! وہ ہلاکتیں ایسی ہوں گی جو دُوسرے لوگوں کے لئے مقامِ عبرت بن جائیں گی۔

کما نال من کان قبلکم
ثمود وعاد فمن ولھتی

☆اور یہ ہلاکتیں تم پر اُن ہلاکتوں کی مثل آئیں گی جو تم سے پہلے قوم ثمود پر نازل ہو کر اُسے تباہ و برباد کر چکی ہیں۔

غداۃ اتاھم بھا صرصر
وناقۃ ذی العرش قد تستقی

☆اور یاد رکھو! کہ قوم ثمود پر صبح کو اس وقت تیز آندھی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا جب صاحب عرش کی اُونٹنی یعنی نَاقَۃُ اللہ کو پیاس لگ رہی تھی۔

فحل علیھم بھا سخطہ
من اللہ ضربۃ الازرق

☆اور قوم ثمود پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب اُس وقت نازل ہوا تھا جب اُن میں سے ایک گربہ چشم نے ناقۃ اللہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

غداۃ یعض لعرقوبھا
حساما من الھند ذا رونق

☆چنانچہ تم لوگ پھر غور کرو! کہ قوم ثمود پر اس وقت عذابِ الٰہی نازل ہوا جب اس کرنجی آنکھ والے کی چمکتی ہوئی ہندی تلوار ناقۃ اللہ کے پاؤں کاٹ رہی تھی۔

واعجب من ذاك من امر كم
عجائب فی الحجر الملصق

بکف الذی قام من حینه
الی الصابر الصادق المتقی

☆ مگر تم اس قسم کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے کیا یہ بات تمہارے لئے تعجب کی نہیں کہ تمہارے ابوجہل کے ہاتھوں میں وہ پتھر چپک کر رہ گیا جو وہ خباثت سے صابر وصادق اور اللہ سے ڈرنے والے نبی کو مارنے کے لئے بڑھا تھا۔

فایبسہ اللہ فی کفہ
علی رغمۃ الجائر الاحمق

☆ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظالم اور بے وقوف ابوجہل کی ناک کو کس طرح رگڑا اور پتھر کو اس کے ہاتھ سے کیسے چپکا دیا؟

احیمق مخزومکم اذ غوی
لغی الغوایۃ ولم یصدق

☆ بنومخزوم کا وہ احمق وذلیل ابوجہل بڑی بہکی بہکی باتیں کرتا رہا لیکن کیا اس نے جو کچھ کہا تھا اسے سچ کر کے بھی دکھایا؟

﴿دیوان ابوطالب ص ۹﴾ ﴿شرح ابن الحدید ج ۳ ص ۳۱۴﴾

قارئین! سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ کی ابوجہل وغیرہ کفار مکہ کے سامنے پیش کی جانے والی گفتگو کو ذہن نشین کر لیں تاکہ آئندہ اوراق میں مومن آل فرعون کی قرآن مجید میں بیان کی گئی گفتگو سے موازنہ کرنے میں آسانی رہے اب جناب ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ کے قلم کا ایک شہکار حمد و نعت کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

رہائی کے بعد حمد و نعت

شیخ الابطح سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ واشگاف طور پر اپنے اشعار مقدسہ میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت رسالت اور توحید خداوندی کا نہ صرف اقرار ہی کرتے ہیں بلکہ ایک عظیم مبلغ دین کی طرح فریضہ تبلیغ بھی ادا فرماتے ہیں اور کفار مکہ کے سامنے آپ کی شان و عظمت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

حسب و نسب میں بہترین

الا ان خیر الناس نفساً ووالداً

اذا عد سادات البریہ احمد

☆ خبردار! جب تم تمام سرداروں کی گنتی کرو گے تو جناب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ذات اقدس اور اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے بہترین ثابت ہوں گے۔

آپ اللہ کے نبی ہیں

بنی الالہ والکریم باصلہ

واخلاقہ وھو الرشید المؤید

☆ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی اور کریم الاصل ہیں آپ صاحب اخلاق اور رُشد و ہدایت والے ہیں اور آپ کو تائید ایزدی حاصل ہے

آپ جری اور دلیر ہیں

حزیم علی جل الامور کانہ
شہاب بکفی قابس یتوقد

☆ آپ بڑے بڑے امور پر بھی جری اور دلیر ہیں اور آپ اس طرح درخشندہ ہیں جیسے مشعل بردار کے ہاتھ میں شعائیں بکھیرتا ہوا چراغ ہو۔

آپ صاحب اِکرام ہیں

من الاکرمین من لوی بن غالب
اذا سیم خسفاً وجہہ تربد

☆ آپ لوئیؑ بن کعب کی اولاد سے صاحب اکرام لوگوں میں سے ہیں اور اگر آپ سے کوئی بہتر سلوک نہ کرے تو آپ کا رُخ انور متغیر ہو جاتا ہے۔

آپ کا رُخ انور بابرکت ہے

طویل النجاد عارم نصف ساقہ
علی وجہہ یستی الغمام ویسعد

☆ آپ اس قدر وجیہہ اور بلند قامت ہیں کہ عبا آپ کی نصف پنڈلی مبارک تک پہنچتی ہے اور آپ کا رُخِ انور تو اس قدر بابرکت ہے کہ اس کے صدقہ سے بادل پانی برسا کر لوگوں کو نامساعد حالات سے بچاتے ہیں۔

آپ سردار ابنِ سردار ہیں

عظیم الرماد سید وابن سید

یحض علی مقوی الضیوف ویحشد

☆ آپ اس قدر مہمان نواز ہیں کہ آپ کے گھر کا چولہا ہمیشہ گرم رہتا ہے اور لکڑیاں جل جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے آپ سردار ابنِ سردار ہیں اور مہمانوں کو دعوت کے لئے تیار بھی کرتے ہیں اور انہیں اپنے پاس بھی ٹھہراتے ہیں۔

آپ بہترین محافظ ہیں

ویمنی لابناء الاعشیرة صالحاً

اذا نحن طفنا فی البلاد ویحمد

☆ جب ہم لوگ بغرضِ تجارت دوسرے شہروں میں لے جاتے ہیں تو آپ اطفالِ خاندان کی بہترین طریقہ سے حفاظت کا انتظام فرماتے ہیں۔

الظ بہذا الصلہ کل مہراہ

عظیم اللواء امرۃ ثم یحمد

☆ہمارے بائیکاٹ کے بعد صلح کے لئے ہر اس شخص نے اصرار کیا ہے جو ظلم سے بچنے والا قابل تعریف اور عظیم اُمر والا ہے۔

قفوا ما تقفوا لقی لہلھم ثم اصبحوا
لنا محصل وسائر الناس رقد

ھم رجعوا سہل بن بیضاء راضیاً
وسر امام العالمین محمد

☆ان لوگوں نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ رات کو ہی کر لیا تھا اور صبح کو جب لوگ ابھی سو رہے تھے تو وہ اٹھ کر چلے گئے ان لوگوں نے عہد نامے کو باطل قرار دلوا کر سہل بن بیضاء کو خوش کر لیا اور اُن کے اس نیک کام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مسرور ہوئے اور حضرت محمد مصطفیٰ کو بھی نہایت خوشی ہوئی۔

متی شرک الاقوام فی جل امرنا
وکنا قدیماً قبلھا نتودد

☆اس عہد نامے سے قبل تو ہم آپس میں ہمیشہ میل جول رکھا کرتے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہمارے ذاتی معاملات

میں دوسری قوموں نے مداخلت یا شرکت کی ہو۔

وکنا قدیما لا نقر ظلامة

وندرك ماشينا ولا نتشدد

☆اور ہم تو قدیم سے ہی کسی کا ظلم برداشت نہیں کرتے اور

خود بھی بغیر کسی پر ظلم و تشدد کئے اپنا مطلب پورا کر لیتے ہیں۔

فیا لقصی هل لکم فی نفوسکم

وهل لکم فیما یجیء به الغد

☆اور اے آلِ قصی! کیا تم اپنی جانوں کے بارے میں اور

آئندہ آنے والے وقت کے بارے میں کچھ نہیں سوچو گے؟

وانی وایاکم کما قال قائل

لدیك البیان لو تکلمت الاسود

☆اس لئے کہ میرا اور تمہارا معاملہ وہی ہے جیسے کسی نے حجر

اسود سے کہا تھا کہ اگرچہ تمہیں سب حال معلوم ہے کاش تو

گفتگو کر سکتا؟

جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد حالات و واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ آپ کے اشعار کی صورت میں اس طرح ہے۔

ترجمہ !

☆کیا ہمارے بحری سفر پر جانے والے مہاجرین حبشہ کو یہ خبر

پہنچ گئی ہوگی کہ ہمارے پروردگار نے ہم پر کس قدر احسان عظیم کیا ہے؟ اور اللہ تبارک وتعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔

☆ کاش! انہیں یہ خبر پہنچ جاتی کہ کفار کا لکھا ہوا معاہدہ برباد ہوگیا ہے اور اس کا وہ تمام حصہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تھا ضائع ہوگیا۔

☆ وہ صحیفہ کیا تھا بس بہتان طرازی اور الزام تراشی کی جمع کی گئی جادوگری کا شعبدہ تھا اور جادو کو دنیا میں ہمیشہ بلند ہونا نصیب نہیں ہوتا۔

☆ چنانچہ اس معاہدے کو باطل قرار دینے کے لئے وہ لوگ مؤید ہوئے جو رذیل و کمزور نہیں تھے جس کے نتیجہ میں اس عہد نامہ کی بدنصیبی اس کے سر پر مسلط ہوگئی۔

☆ اور یہ عہد نامہ مکمل طور پر بدامنی اور گناہ کا ایسا مکتوب تھا جس کی وجہ سے گردنیں اور بازو کٹ جانے کا خدشہ تھا اور یہ ایسا مکتوب تھا کہ اس کی وجہ سے یہاں بسنے والوں کے نکل بھاگنے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا اور وہ اس طرح بھاگتے کہ ڈر کی وجہ سے ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر رعشہ طاری ہوجاتا۔

☆ اور کھیتی باڑی کرنے والوں کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو

جاتا کہ وہ لوگ بھاگ کر تہامہ کو جائیں یا نجد کو۔

☆ اور اس عہد نامہ کی وجہ سے عنقریب جبالِ مکّہ کے درمیان سے ایک ایسا لشکر نمودار ہوتا جس کے سپاہی تیر و کمان اور نیزوں کے بوجھ سے لدے ہوئے ہوتے۔

☆ ہاں! مکہ معظمہ میں اگر کچھ نو دولتیے ہیں تو وہ جان لیں کہ تمہاری اس تازہ ترین ملنے والی عزّت کے مقابلہ میں ہماری عزّت و عظمت وادیٔ مکّہ میں بہت پرانی ہے۔

☆ اس لئے کہ ہم یہیں پیدا ہوئے اور یہیں بڑے اور پھولے پھلے اور یہ اس وقت سے ہے جب یہاں بہت تھوڑے لوگ آباد تھے اور اس وقت سے ہماری نیکیوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہماری مدحت سرائی کی جارہی ہے۔

☆ اس زمانے میں جب مہمان نواز اور اہلِ سخاوت لوگوں کی یہ حالت تھی کہ کسی کو کچھ عطا کرتے وقت اُن کے ہاتھ کانپتے تھے ہم اس وقت بھی مہمانوں کو اس قدر کُھلے دل سے کھلاتے پلاتے تھے کہ ان کے پیٹ بھرنے کے بعد کھانا باقی بچ رہتا۔

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ اس طائفہ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے مُصلح کے بارے میں مُتحاط طریقہ سے دامن حجون میں بیٹھ کر وہ بات کی جو سیدھے راستے پر لانے والی تھی۔

☆ اور وہ جبلِ حجون پر فیصلہ کرتے وقت اس انداز سے بیٹھے تھے جیسے بادشاہ ہوں بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ عزت و شان کے مالک ہیں۔

تاجدار انبیاء باعث تخلیقِ کائنات حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبلیغ اسلام کے متعلق اٹل فیصلہ سُننے کے بعد کفار مکہ کی اجتماعی قوتوں سے بے پرواہ ہو کر سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غیر مشروط طور پر اور ہر حالت میں اپنے تعاون کی پیش کش کرتے ہوئے عرض کیا۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتی اوسد فی التراب دفینا

یا محمدؐ! خدا کی قسم! کفار مکہ اپنی تمام تر اجتماعی قوت کے باوجود اس وقت تک آپ کے قریب نہیں پھٹک سکیں گے جب تک کہ میں مٹی میں نہ دفن کر دیا جاؤں۔

پھر اسکے بعد جس طرح جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس وعدہ کو نبھا کر دکھایا اس کا صادق و مُصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے وصال کے بعد یوں اظہار فرمایا کہ جب تک میرے چچا ابو طالب بقیدِ حیات رہے مجھے کفار مکہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی میرے غم خوار چچا کے آنکھیں بند کرنے کی دیر تھی کہ مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے شروع

ہو گئے۔

بہر کیف! محافظِ اسلام اور حصارِ بانیء اسلام سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا وعدہ فرمانے کے بعد اشاعتِ اسلام کے سلسلہ کو تیز تر کر دینے کے لئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں عرض کیا کہ،

فانفذ لامرک ما علیک غضاضۃ
فکفی بنا دنیا لدیک ودینا

☆ آپ جس طرح بھی چاہیں قطعی طور پر بے خوف ہو کر اور علی الاعلان تبلیغ دین کے امور کو جاری رکھیں آپ پر اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں اب آپ خوش ہو جائیں اور تبلیغِ اسلام سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں۔

پھر اس کے بعد سردارِ بطحا رئیسِ مکہ متولی کعبہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالخصوص اپنی ذات پر کئے جانے والے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے عرض کیا۔

ودعوتنی وزعمت انک ناصح
فلقد صدقت وکنت قبل امینا

☆ محبوب! آپ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ انتہائی خلوص

اور ہمدردی کا اظہار فرماتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ جب آپ نے مجھے یہ دعوت دی تو آپ اس سلسلہ دعوت میں امین تھے۔

وعرضت دینا قد علمت بانه

من خیر ادیان البریة دینا

☆اور میں اِس اَمر کو بھی علم یقین سے جان چکا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدّس دین تمام اَدیانِ عالم سے بہتر ہے۔

قارئین! جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ایمان کے متعلق اگر دُوسری کوئی دلیل بھی موجود نہ ہوتی تو آپ کے صاحبِ ایمان ہونے کی دلیل کے طور پر آپ کے یہی چند شعر بہر صُورت کافی ہیں۔

اِس قصیدہ مبارکہ کا درج ذیل شعر علامہ محمد بن رسول برزنجی اور علامہ قاضی دحلان کی رحمۃ اللہ علیہما کی تحقیق کے مطابق الحاقی ہے اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو پھر بغیر کسی تاویل کے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ جناب ابوطالب کا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو تمام ادیانِ عالم سے بہتر تسلیم کرنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امین ہونے کا اقرار کرنا ہی اصلِ ایمان اور جانِ اسلام ہے۔

اور اگر بالفرض یہ شعر الحاقی نہ بھی ہو تو اس کی بے شمار تاویلات موجود ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تحفظِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اسلام کو دشمنانِ مصطفیٰ پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے بہرحال وہ شعر یہ ہے کہ

لولا الملامة اوحذاری سبةً

لوجدتنی سمحاً بذاك ضنیناً

محبوب! اگر مجھے لوگوں کے طعنوں اور سبّ و شتم کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے اس دین کو عَلم کُھلا ظاہر کر دینے والوں میں پاتے۔

﴿البدایہ والنہایہ﴾ ﴿فتح الباری﴾ ﴿عمدۃ القاری﴾

﴿سیرت ابن ہشام﴾ ﴿اسنی المطالب﴾ ﴿مواہب اللدنیہ﴾

﴿انوار المحمدیہ زرقانی﴾ ﴿دیوان ابوطالب﴾ ﴿سیرت حلبیہ﴾

﴿سیرت النبویہ و دیگر کتب تاریخ و سیر متفقہ علیہ﴾

گویا اُن الفاظ میں بھی جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باطنی طور پر اسلام قبول کر لینے کے دعویٰ کا واضح ترین اظہار موجود ہے۔

درج ذیل واقعہ آئندہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے فی الحال جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس کردار کی ایک جھلک دیکھیں جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے سلسلہ میں ادا کیا۔

اعلانِ جہاد

شیخ الاباطح سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حکم پر جب افراد بنو ہاشم نے کپڑوں میں لپٹی ہوئی تلواروں کو کفارِ مکہ پر ظاہر کر دیا تو حرم شریف کے قریب جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنے غیر مبہم اور رجز کا انداز لئے ہوئے اشعار میں فرمایا:

الا ابلغ قریشا حیث حلت
وکل سرائر منها غرور

☆اے لوگو! دیگر قریش والے جہاں کہیں بھی ہیں انہیں یہ میرا پیغام پہنچا دو کہ تمہاری تمام تر پوشیدہ سازشیں محض اور محض تمہاری خودنمائی اور خودفریبی پرمبنی ہیں۔

فانی والضوابح عادیات
وما تتلو السفاسر الشهور

آل محمد راع حفیظ
وودالصدر منی والضمیر

☆میں تمہیں تیزی کے ساتھ دوڑنے والے گھوڑوں اور ان آثار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جنہیں کتب قدیمہ کو جاننے والے علماء پڑھ کر بیان کرتے ہیں کہ میں محمد مصطفی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا محافظ اور نگران ہوں اور میرے سینے کے اندر ان کی محبت کا سمندر موجزن ہے۔

فلست بقاطع رحمی وولدی
ولو جرت مظالمها الجزور

☆ میں اپنی اولاد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں اپنے خونی رشتے کو ہرگز منقطع نہیں کر سکتا خواہ قریش کے مظالم کا سلسلہ کتنا ہی شدید اور طویل کیوں نہ ہو جائے۔

ایامر وجمعهم ابناء فهر
بقتل محمد والامر زور

☆ اور کیا میں یقین کر لوں کہ قریش کے سردار اپنے جوانوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

☆ اگر یہ درست ہے تو انہیں جان لینا چاہئے کہ تمہاری یہ کوشش ناکام ہوگی کیونکہ تمہارا یہ حکم ہی سرے سے غلط ہے۔

پھر آپ نے قریش کے جوان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا! کہ

فلا وابیک لا ظفرت قریش
ولا امست رشدا اذا تشیر

☆ مجھے تیرے باپ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوگا اور قریش اپنے

اس ناپاک مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور ان کا یہ مشورہ سلامت روی کے منافی ہے۔

بنی لعمی ونوط القلب منی
وابیض ماتئه غدق کثیر

☆ اور محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) تو میرے نہایت ہی عزیز بھائی کی مقدس نشانی اور پیارے بیٹے ہیں اور مجھے تو یہ میری جان کی رگوں کی طرح ہیں اور آپ درخشاں اور منور چہرے والے ایسے فیاض ہیں جن کا چشمۂ فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

ایشرب بعده الولدان ریا
واحمد قد تضمنه القبور

☆ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدانخواستہ میرے محبوب بھائی کی محبوب نشانی تو زیرزمین چلی جائے اور میرے بیٹے ان کے بعد شکم سیر ہو کر پانی پی سکیں؟

پھر آپ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مخاطب کرتے ہوئے قریش کو بتاتے ہیں۔

ایابن لانف انف بنی قصی
کان جبینك القمر المنیر

☆ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تو اس سردار

کے بیٹے ہیں جو قصی کے خاندان کی آبرو تھے اور آپ کا چہرۂ انور تو منور چاند کی طرح چمکتا ہے۔

﴿دیوان ابوطالب صفحہ ۲۳﴾

خارجی عباسی کو جناب زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یمن کی طرف سفر کرنا تو شرح ابن ابی الحدید سے نظر آ گیا مگر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہٗ کا یہ عظیم ترین قصیدہ نظروں سے اوجھل ہو گیا جس کا ایک ایک شعر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہٗ کی فدا کاری جاں نثاری اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مکمّل طور پر وابستگی کی مُنہ بولتی تصویر ہے آپ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کرتے ہیں۔

انت النبی محمد

قرم اغر مسود

☆ یا محمد! ﴿صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾ آپ نبی ہیں سیّدِ عظیم ہیں حسین چہرے والے اور معزّز سردار ہیں۔

لمسودین اکارم

طابوا وطاب المولد

☆ یا محمد! ﴿صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾ آپ ان صاحبِ عزّت سرداروں کی اولاد ہیں جو پاک تھے اور یا محمدؐ! آپ کی

ولادت بھی پاکیزہ ہے۔

☆ یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے آپ کو ہمیشہ سچی بات ہی کرتے دیکھا ہے اور آپ کی کسی بات میں بھی زیادتی نہیں دیکھی۔

☆ جانِ عمّ! آپ آج سے نہیں بلکہ اُس وقت سے سچی بات کرنے والے ہیں جب آپ کی عمر مبارک بہت چھوٹی تھی اور آپ کے بچپن کا زمانہ تھا

☆ آپ کے خاندان کی عظمت کا کیا کہنا جس کے مورثِ اعلیٰ عمرو جناب ہاشم جیسے فیاض لوگ ہیں وہ ہاشم! جنہوں نے قحط

لنعم الارومة اصلها
عمرو الخضم الاوحد

هشم الربيكة في الجفان
وعيش مكة انكد

فجرت بذلك سنة
فيها الخبيزة تثرد

کے زمانہ میں مکہ والوں کی مُسلسل ثرید وغیرہ سے دعوت کی جس کی بناء پر آپ کو ہاشم کہنے لگے

☆ اور اس خاندان یعنی بنو ہاشم میں یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ انہیں پیالوں میں دودھ اور سالن میں الگ بھگوئی ہوئی روٹیوں کے ٹکڑے لوگوں کو کھلاتے ہیں۔

☆ اور ہمارے اسی خاندان میں حجاج کو پانی پلانے کا منصب بھی ہے جبکہ ہم ڈولوں سے دریا بہا دیتے ہیں۔

☆ اور مکّے کے مقام مازمان، عرفات اس کی پہاڑیاں اور مسجد سب کچھ ہماری تولیت میں ہے۔

☆ یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ بالکل مُطمئن رہیں آپ پر ہرگز ظلم نہیں ہو سکتا جب کہ میں ابھی زندہ ہوں۔

ولنا السقاية للحجيج
بها يماث العنجد

والمأزمان وما حوت
عرفاتها والمسجد

☆ یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر اس وقت تک ظلم نہیں کیا جا سکے گا جب تک کہ مکہ معظمہ کی وادیوں میں سیاہی مائل خون بہتا ہوا نظر نہ آئے آپ پر کون ظلم کر سکتا ہے جب کہ آپ کے چچا زاد بھائی ایسے ہیں جیسے بیشوں میں رہنے والے مشتعل شیر ہوتے ہیں۔

کفار مکہ نے جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل کرنے کے لئے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیش کش کی کہ آپ ہم سے اپنے بھتیجے کے بدلے میں ہمارے خوبرو لڑکے عمارہ بن ولید کو لے لیں تو جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں فرمایا۔

انی تضام ولو امت
وانا الشجاع العربد

وبطاح مکۃ لا یری
فیھا نجیع اسود

وبنو ابیک کانھم
اسد العرین توقدوا

☆ کہ تمہارے انصاف کے کیا کہنے ہیں میں تمہارے لڑکے کو لے کر اس کی پرورش کروں اور تم میرے بیٹے کو لے کر قتل کر دو بتاؤ کیا اسی کا نام انصاف ہے؟

☆ اور پھر اس کے بعد آپ نے انہیں اپنے فصیح و بلیغ اشعار میں جواب ارشاد فرمایا۔

الا قل لعمرو والولید و مطعم

الا لیت حظی من حیاطتکم بکر

عمرو، ولید، مطعم یعنی ابو جہل ولید بن مغیرہ اور مطعم بن عدی کو کہہ دو کہ تمہارا یہ انصاف خوب ہے کاش! تمہارے جواب میں میں تمہیں اونٹ کا بچہ پیش کرتا۔

ایک روایت کے مطابق جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قصیدہ کا یہ شعر اس طرح ہے کاش میں تمہارے جواب میں تمہیں اونٹ کا

ولقد عہدتک صادقا

فی القول لا تزید

ما زلت تنطق بالصواب

وانت طفل امرد

﴿دیوان ابو طالب ص ۲۱﴾

بچہ دے کر تمہاری امداد کرتا اور ایسا کرنے سے مجھے تمہاری طرف سے نہ تو
کوئی نفع ملتا اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچتا۔

اور اونٹ کا یہ بچہ اتنا چھوٹا اور کمزور ہے جو بہت زیادہ بلبلاتا
ہے مگر اس کی ٹانگیں پیشاب سے بھیگی ہوئی ہیں۔

اور یہ نحیف و کمزور اونٹنی کا بچہ پانی پلانے کے اوقات میں
ہمیشہ اونٹوں کے گلے سے پیچھے رہ جاتا ہے اور باقی اونٹوں کو
دوڑ کر ملنے سے معذور ہے اور پیاس سے تڑپتا ہے کہ اگر اسے
کھلے میدان میں لایا جائے تو یہ اونٹ کے بچے کی بجائے بلی کا
بچہ معلوم ہوتا ہے۔

من المرحمات كثير رغاؤه
يرش على الساقين من بوله قطر

يخلف عند الورد ليس بلاحق
لها سلاك الا الى غمرة الامر

ارى الحويجا من ابيها وامها
اذا ما علا البيداء قيل له وبر

☆ میں اپنے ان بھائیوں کو دیکھ رہا ہوں جو میرے آباؤ اجداد کی اولاد ہونے کے باوجود میری نصرت و حمایت کرنے کے سلسلہ میں یوں کہتے ہیں کہ یہ معاملہ ہمارے بس کا روگ نہیں بلکہ اس کا فیصلہ دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔

☆ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں میری نصرت و حمایت کرنے میں صاحب اختیار ہیں مگر وہ تو خود ہی اس قدر پستی کا شکار ہو چکے ہیں جیسے کہ جبل ذی علق کی چوٹی سے کوئی پتھر گرا دیا جائے۔

☆ میں اخص الخاص طریقے سے عبد الشمس اور نوفل کی اولاد کی بات کرتا ہوں کہ ان دونوں خاندانوں نے ہمیں یوں جھٹک دیا ہے جیسے چنگاری کو پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد سردار بطحا فرماتے ہیں۔

بلى لهما امر ولكن ترجما
كما رجمت من راس ذي العلق الصخر

اخص خصوصاً عبد شمس ونوفلا
هما نبذانا مثل ما ينبذ الجمر

هما الغمر للقوم في اخويهما
فقد اصبحا منهم اكفهما صفر

☆یعنی پہلے تو ان دونوں خاندانوں کے افراد لوگوں سے اشاروں کنائیوں میں اپنے بھائیوں کی مخالفت کرتے تھے اور اَب یہ کُھلم کھلا ہم سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔

☆اور ان لوگوں نے ہمارے خاندانی شرح میں ایسے لوگوں کو بھی شریک کر لیا ہے جن کے آباؤ اجداد اس لائق نہیں تھے سوائے اس کے کہ اُن کے لئے غلط باتیں گھڑ لی جائیں۔

وما ذاك الاسود وخضابه
آله العباد واصطفانا له الفخر

هما اشركانی المجد من لا ابا له
من الناس الا ان يرس له ذكر

رجال تمالوا حاسدين وبغضة
لاهل العلى فيهم ابداً وتر

وليد ابوه كان عبداً لجدنا
الى علجة زرقاء جال بها السحر

☆اور تیم، مخزوم، زہرہ تینوں قبائل وہ ہیں جو ہر ضرورت کے وقت ہمارے مددگار ہوا کرتے تھے۔

☆مگر خدا کی قسم! اب تو ان کے اور ہمارے درمیان ایسی دشمنی قائم ہو چکی ہے کہ جب تک ہماری نسل کا ایک فرد بھی باقی رہے گا یہ دشمنی باقی رہے گی۔

☆یقیناً ان لوگوں کی عقلیں سفاہت کی نذر ہو کر رہ گئی ہیں اور یہ لوگ قبیلہ جعفر کا کردار ادا کر رہے ہیں حالانکہ قبیلہ جعفر نے جو بھی کیا تھا برا کیا تھا۔

وتیم و مخزوم وزهرة منهم
وكانوا لنا اولى لنا بغى النصر

فقد سفهت احلامها و عقولها
وكانوا كجعر بئس ما ضعت جعر

فوالله لا تنفك منا عداوة
ولا منهم مادام من نسلنا شعر

ایک اور نعتیہ قصیدہ

قارئین کرام!

اب پروانہ شمع رسالت، حوالی کعبہ سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا قصیدہ ملاحظہ فرمائیں جو عشق میں ڈوبے ہوئے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مدح پاک کی صورت اختیار کر گیا۔

آپ فرماتے ہیں۔

اذا اجتمعت یوما قریش لمفخر

فعبد مناف سرها وصمیمها

☆ اگر کبھی تمام قریش کے لوگ فخر و مباہات کے لئے جمع ہوں تو ان کے تمام مفاخر اور فضیلتوں کا راز جناب عبد مناف ہوں گے۔

وان حصلت اشراف کل قبیلة

ففی هاشم اشرافها وقدیمها

☆ اور اگر تمام اولاد عبد مناف کے اشراف کو جمع کریں تو ان میں تمام اہل شرف کے مالک جناب ہاشم ہوں گے۔

وان فخرت یوما فان محمدا

هو المصطفی سرها وکریمها

☆ اور اگر جناب ہاشم کی اولاد کبھی خود پر فخر و مباہات کرے
تو یقیناً محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں بلند و بالا اور تمام
شرف و کرامت کا راز قرار پائیں گے۔

یہ نعت مصطفیٰ بیان کرنے کے بعد سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ
دشمنانِ مصطفیٰ کی حقیقت اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

تداعت قریش غثها وسمينها
علينا فلم تظفر وطاشت حلومها

☆ خاندان قریش کے تمام کمزور اور موٹے سب لوگ مل
کر ہماری مخالفت پر کمربستہ ہوگئے مگر کسی صورت اپنے ناپاک
مقصد میں کامیابی نہ حاصل کر سکے ان کی عقلیں زائل ہو
کر رہ گئی ہیں۔

اور پھر خاندان بنو ہاشم کی عظمت اور قوت کا اظہار کرتے ہوئے
حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

وكنا قديماً لا نقر ظلامة
اذا ما ثنوا صعر الخدود نقيمها

☆ اور ہم تو قدیم سے ہی ظالم کو ظلم کا بدلہ چکھانے والے
ہیں جب لوگ غضبناک ہو کر تکبر اور اعراض میں ہماری طرف

مڑتے ہیں تو ہم ان کے تمام کس بل نکال کر سیدھا کر دیتے ہیں۔

ونحمی حماها کل یوم کریھۃ
ونضرب عن احجارھا من یرومھا

☆اور ہم وہی لوگ تو ہیں جو ہر مصیبت کے وقت خاندان قریش کی حمایت کرنے میں پیش پیش رہے ہیں اور ان پر حملہ آور ہونے والے دشمنوں کو مار مار کر بھگاتے رہے ہیں۔

بنا انتعش العود الذوی وانما
باکنافنا تندی وتنمی ارومھا

☆ہمارے ہی وسیلہ سے قریش کی جڑیں تروتازہ ہو کر بڑھ رہی ہیں اور ہماری ہی قوت کے وسیلہ کے باعث ان کی جھکی ہوئی شاخیں بلند ہوئی ہیں۔

جناب حمزہ کو نصیحت

حضرت حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا تو جناب ابوطالب ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اظہار مسرت کے طور پر جو شعر انشاء فرمائے ان کو سامنے رکھتے ہوئے نہایت آسانی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو اسلام کی سربلندی اور عظمت سے کس قدر والہانہ لگاؤ تھا آپ فرماتے ہیں۔

فصبرا ابا یعلیٰ علی دین احمد
وکن مظهر للدین وفقت صابرا

وحط من الیٰ با لدین عن عنده ربه
بصدق و حق لا تکن حمزة کا فرا

لقد سرنی از قلت انک مو من
فکن لرسول اللّٰه فی اللّٰه نا صرا

و نا د قریشا با لذی قد اتیته
جهارا و کل ما کان احمد ساحرا

☆ اُے ابو یعلیٰ حمزہ رضی اللہ عنہ، احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دین پر پُوری استقامت اور مضبوطی سے قائم رہنا اور صبر کا دامن تھام کر رکھنا بلکہ اس دین کو دُوسرے لوگوں پر ظاہر کرنے میں بھی کوتاہی نہ کرنا اس سلسلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں صبر و استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سے حق وصداقت کے ساتھ دین برحق لے کر آئے ہیں اس کی مکمل طور پر حفاظت کرنا اور اے میرے برادر حمزہ! یہ دین

حق کہ جس کے تم پیروکار ہو پیچھے ہو اس سے پھر نہ جانا اور نہ

ہی حالتِ کفر کا کوئی شمہ تم میں رہنے دینا۔

☆اے میرے پیارے بھائی جب تم نے مجھے اپنے

مسلمان ہو جانے کی خوشخبری سنائی تو مجھے اس قدر مسرت

حاصل ہوئی جو حدِ بیان سے باہر ہے

☆اب تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے

لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پورے طریقے سے مدد اور خیر

خواہی کرتے رہنا اور جس دین کو تم نے قبول کر لیا ہے اس کے

متعلق اہلِ قریش کو خبردار کر دو اور اعلانیہ طور پر ان لوگوں کو بتا دو

کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جادوگر نہیں ہیں۔

﴿دیوانِ ابو طالب مطبوعہ مصر ص ۱۵﴾

﴿شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر ج ۳ ص ۳۱۵﴾

ایک فیصلہ ایک تجزیہ

حیرت ہے کہ عباسی کو جناب زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے متعلق تو شرح ابن ابی الحدید کی ایسی عبارتیں نظر آ گئیں جن میں خاصے

تصرف کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا مگر اسی

کتاب میں صاحب تصنیف کا وہ فیصلہ آخر تک اس کی نظروں سے اوجھل رہا

جس میں انہوں نے حقائق و واقعات کا مکمل طور پر تجزیہ کرنے کے بعد اپنے جذبات کے اظہار کی صورت میں یوں کر رکھا ہے کہ

☆ اگر حضرت ابو طالب ابن عبدالمطلب اور ان کے فرزند ارجمند سیدنا علی ابن ابی طالب نہ ہوتے تو مذہب اسلام کی نہ تو کوئی صورت ظاہر ہو سکتی اور نہ ہی یہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا۔

☆ جناب ابو طالب ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفہا و اکرامہا میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حمایت و نصرت فرمائی اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفہا و تعظیما و اکرامہا میں اشاعت و بقائے اسلام کے لئے ہر قدم پر موت سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی سیدنا حضرت ابو طالب ابن عبدالمطلب کے ایمان کے متعلق فرماتے ہیں۔

ولولا ابو طالب وابنه
لما مثل الدين شخصا فقاما

فذاك بمكة آوى وحامى
وهذا بطيبة جس الحماما

﴿شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۸﴾

کما لمما یضر آیات الصباح
من ظن ضوء الصبح اظلاما

☆اگر کوئی شخص طلوعِ سحر کے اُجالے کو ظلمت سمجھتا ہے تو وہ اپنی اس احول چشمی کی بناء پر ظہورِ صُبح کی واضح نشانیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

وما ضر مجد ابی طالب
جھول لغا او بصیر تعامیٰ

☆بالکل ایسے ہی کسی جاہل کی لغویات یا کسی کے آنکھیں رکھنے کے باوجود حقائق کا مشاہدہ نہ کر سکنے سے جناب ابو طالب ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کی شان و عظمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔

﴿شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۸﴾

علاّمہ ابنِ ابی الحدید کا یہ تبصرہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشرّف بہ اسلام ہونے پر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ اظہار مسرت اور انہیں اسلام پر قائم رکھنے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کامل طور پر اتباع کرنے کی وصیت یقینی طور پر عباسی کے اس داعیہ کی موت ہے کہ حضرت ابو طالب مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک ہونے کی وجہ سے خاندانِ بنو ہاشم کے افراد کو اسلام قبول کرنے سے روک دیا کرتے تھے اور

ان کی اس رکاوٹ کے باعث ان کی زندگی میں بنو ہاشم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لانے سے باز رہے۔

متولّی کعبہ سیّدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ کے قصائد مُبارکہ کا ابھی طویل حصّہ باقی ہے جسے ہم اِنشاءاللہ العزیز اس کتاب کی جلد دوم میں کسی مقام پر نقل کریں گے پہلے ہمارا خیال تھا کہ آپ کا تمام کلام ایک ہی جگہ جمع کر دیا جائے مگر یہ سب کلام ایک مقام پر نقل نہ کر سکنے کی وجہ ایک تو طوالت مضامین ہے اور دُوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر محض عباسی کو یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر جناب زبیر بن عبدالمطلب کی لوری کے چند بول کفالتِ مُصطفیٰ علیہ السّلام کا سبب ہو سکتے ہیں تو حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے قصائدِ مبارکہ کے اس عظیم ذخیرہ کا کیا مطلب لیا جائے گا۔

تخیّل نہیں حقیقت ہے

بہر حال! قارئین کرام کی خدمت میں ہماری درخواست ہے کہ اب تک کے پیش کیے گئے قصائدِ ابو طالب کو محض شاعرانہ تخیّل پردازیوں کا نام دینے کی کوشش نہ فرمائیں بلکہ نہایت تعمّق وِامعان اور خلُوئے ذہن سے ان کا مطالعہ کریں ہمارے خیال کے مطابق حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی یہ فصیح وبلیغ گفتاری آپ کے ارفع واعلیٰ کردار کی نشان دہی کے لئے کافی ہے اور آپ کے کلام ہی سے آپ کی اس زندگی کی تاریخ کو ترتیب دیا جا سکتا ہے جو

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت امداد واستعانت میں بسر کی اور اس کلام سے اس امر کی بھی مکمل طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ توحید ورسالت کے قائلین میں کس ارفع واعلیٰ مقام پر متمکن ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر آپ کے ان اشعار کے علاوہ تاریخ اسلام میں جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ کی قربانیوں اور ایثار ووفا کا کہیں بھی تذکرہ نہ ہوتا تو جب بھی یہ ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے جسے کسی بھی طریقہ سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

باب چہارم

سیرت و کردار تاریخ کے آئینہ میں

تعارفی خاکہ ۱

اولادِ امجاد

اِسمِ گرامی

آپ کا اِسمِ گرامی عبدِ مناف بن عبد المُطّلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے بعض کے نزدیک آپ کا نام عِمران بن عبد المُطّلب بھی ہے۔

کنیّت

آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے کا نام طالب تھا اِسی وجہ سے آپ کو "ابو طالب" کہنے لگے اور پھر یہ کنیّت اِس قدر زیادہ مشہور ہوئی کہ لوگ آپ کا اصل نام ہی بھول گئے۔

سالِ ولادت

آپ کی عُمر مُبارک سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت مبارکہ کے وقت پینتیس[۳۵] سال تھی اس حساب سے آپ کا سال پیدائش ۵۵۶ء شمسی ہوتا ہے۔

سگے بہن بھائی

ماں باپ کی طرف سے آپ کے دو سگے بھائی اور پانچ بہنیں تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

بھائی سیّدنا حضرت عبداللہ بن عبد المُطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما والد

گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیّدنا زبیر ابن عبد المطلب

بہنیں سیّدہ عاتکہ بنتِ عبد المطلب

سیّدہ برہ بنتِ عبد المُطّلب

سیدہ امیمہ بنتِ عبد المُطّلب

سیدہ اروی بنتِ عبد المُطّلب

سیدہ ام حکیم بیضاء بنتِ عبد المُطّلب رضی اللہ عنہُنّ

﴿سیرتِ حلبیہ ج ۱ ص ۱۴۰﴾

﴿الاصابہ ج ۱ ص ۱۱۱﴾

﴿الاصابہ ج ۱ ص ۱۱۱﴾

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۲۵﴾

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا اِسمِ گرامی جناب سیّدہ فاطمہ بنتِ عمرو بن عائذ ہے آپ قبیلہ بنی مخزوم سے تھیں

دُوسرے بہن بھائی

آپ کے والد گرامی سیّدنا عبد المُطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیگر ازواج مطہرات اور اُن کی اولاد کا نقشہ یہ ہے۔

سیدہ صفیہ بنت جنیدب	سیدہ ممنعہ بنت عمرو	سیدہ نتیلہ بنت جناب	سیدہ ہالہ بنت وہیب	سیدہ لبنیٰ بنت حاجر
ایک لڑکا	ایک لڑکا	تین لڑکے	تین لڑکے ایک لڑکی	ایک لڑکا
ا۔ حارث بن عبدالمُطلب	ا۔ الغیداق بن عبدالمطلب جن کا نام مصعب مشہور ہے	ا۔ حضرت ضرار ۲۔ حضرت قثم ۳۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ	ا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ ۲۔ المقوم ۳۔ حجل جن کا نام مغیرہ تھا ۴۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب	ا۔ عبدالعزیٰ جس کو ابولہب کہتے ہیں اس کی کنیت ابوعتبہ ہے

﴿طبقات ابن سعد ج ا ص ۸۰﴾

مندرجہ بالا حساب کے مطابق حضرت ابوطالب کے کُل بھائی گیارہ اور چھ بہنیں تھیں جن میں دو بھائی اور پانچ بہنیں ماں باپ دونوں کی طرف سگے تھے۔

اولاد

آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ماں کے بعد ماں فرمایا کرتے تھے کے

بطنِ مُبارک سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے اُسمائے گرامی یہ ہیں۔

لڑکے! ﴿۱﴾ جناب طالب بن ابو طالب

﴿۲﴾ حضرت عقیل بن ابو طالب

﴿۳﴾ حضرت جعفر بن ابو طالب

﴿۴﴾ حضرت علی بن ابو طالب

لڑکیاں! ﴿۱﴾ سیدہ اُم ہانی بنت ابی طالب

﴿۲﴾ سیدہ جمانہ بنتِ ابی طالب

﴿۳﴾ سیدہ اسماء بنتِ ابی طالب

﴿ان کا نام ریطہ بنتِ ابی طالب بھی کہتے ہیں﴾

ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک اور شادی بھی کی تھی اور آپ کی اس زوجہ محترمہ کا نام علہ بتاتے ہیں اُس کے بطن سے ایک لڑکا طلیق بن ابی طالب پیدا ہوا مگر اس کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۲۳ و دیگر کتب متفقہ علیہ﴾

آپ کی اَولاد کا مُختصر تعَارف

﴿۱﴾ طالب ابن ابی طالب

طالب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے انہیں کے نام پر آپ کی کُنیت حضرت ابو طالب ہے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر کفار مکہ ابو سفیان وغیرہ مُسلمانوں کے مقابلہ میں دوسرے بنی ہاشم کی طرح طالب کو بھی جبراً اپنے ساتھ لے گئے تھے چنانچہ جب طالب مَیدان میں آنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھے۔

لاهم یغزون طالب
فی مقنب من هذه المقانب
فلیکن المغلوب غیر الغالب
ولیکن المسلوب غیر السالب

ترجمہ! یا اللہ طالب اِن بھیڑیوں اور گرگوں کے ساتھ آ گیا ہے اور لڑنے میں ان کا ساتھ دیتا ہے مگر یا اللہ جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے اور جو چھین رہا ہے اُس سے چھِن جائے۔

﴿تاریخ کامل ابنِ کثیر ج ۱ ص ۶۸﴾ ﴿البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۳۶﴾
﴿طبقات ابنِ سعد ج ۱ ص ۸۹۔ و دیگر کتب سیر معتبرہ علیہ﴾

چنانچہ مشرکینِ قُریش کو جب شکست فاش ہو گئی تو طالب نہ قیدیوں میں پائے گا۔

اور نہ ہی قتل ہونے والوں میں ملے نہ مکہ معظمہ میں واپس آئے اور نہ ہی آپ کا کوئی حال معلوم ہوا اور نہ ہی آپ کی کوئی اَولاد ہے۔

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۱۷﴾

﴿۲﴾ عقیل ابن ابی طالب

آپ جناب طالب ابنِ ابی طالب سے دس سال چھوٹے تھے آپ کو بھی کفار مکہ زبردستی جنگ بدر میں مُسلمانوں کے مقابلہ میں لے آئے تھے اور آپ اسیرانِ بدر میں تھے آپ صُلح حدیبیہ سے پہلے ہی دَولتِ اسلام سے مشرف ہو چکے تھے آپ نے غزوہ مُوتہ اور کئی دوسری جنگوں میں حصّہ لیا۔

آپ اَنسابِ عرب کے بہت بڑے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے اور اس علم میں آپ تمام عرب میں ممتاز تھے آپ کی کنیت ابو یزید ہے۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ سے خاص محبت تھی آپ اُن کو مخاطب کر کے فرماتے تھے۔

یا ابا یزید! انی احبک حبا لقرابت وحبا لما کنت اعلم من حب عمی ایاہ۔

اے ابو یزید! میں تم سے دوہری محبت کرتا ہوں ایک

محبت تو تمہاری قرابت کی ہے اور دوسری اس لئے کہ

مجھے معلوم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

﴿الاستعیاب ج ۳ ص ۱۰۳﴾

آپ نے مورخہ ۳ ذوالحجہ ۵۹ھ بروز جمعرات انتقال فرمایا آپ کے تین صاحبزادے حضرت مُسلم بن عقیل، عبدالرحمٰن بن عقیل اور محمد بن عقیل ہیں یہ تینوں صاحبزادگان عالی مقام میں سے اوّل لذکر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت امام حسین علیہ السّلام کے نائب بن کر کوفہ میں تشریف لے گئے تھے جہاں اُنہیں کوفیوں کی بے وفائی کا سامنا کرنا پڑا اور ظالم ابن زیاد لعنتی کے حکم سے شہید کر دیئے گئے یہ حادثہ کربلا کے پہلے شہید ہیں مُوخر الذکر دونوں صاحبزادے امام عالی مقام سیدالشہداء کے ہمراہ کربلا مُعلّٰے میں تشریف لائے در وہاں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت عظمیٰ کے اعزاز سے مشرف ہوئے۔

﴿۳﴾ جعفر طیّار بن اَبی طالب

آپ حضرت عقیل ابن ابی طالب سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے کُتب احادیث میں آپ کے بے شمار فضائل و مناقب موجود ہیں آپ اوّل اسلام لانے والوں میں سے تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مقتدر صحابہ کرام میں سے تھے حبش کا بادشاہ نجاشی آپ کی تقریر سے متاثر ہو کر آپ

کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔

۷ھ میں آپ حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن دِنوں غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔

چنانچہ حضرت جعفر مدینہ منورہ سے سیدھے خیبر پہنچ گئے اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو دیکھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے پناہ مسرت ہوئی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہمیں خیبر کے فتح ہونے کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر بن ابی طالبؓ کے آنے کی زیادہ خوشی ہے۔

ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی منقبت میں فرمایا کہ

اشبهت خلقی وخلقی

یعنی اے جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

﴿بخاری شریف ج ۱ ص ۵۲۶﴾

﴿حلیۃ الاولیا ج ۱ ص ۱۱۸﴾

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما بڑے فراخ دِل اور سخی تھے مدینہ کے لوگ آپ کو خیر النّاس للمساکین کہا کرتے تھے

آپ کے گھر جو کچھ بھی ہوتا اہلِ صفہ و دیگر مساکین میں تقسیم فرمادیتے۔

آپ ۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے اُن کے سینے پر تلواروں اور نیزوں کے نوّے زخم موجود تھے آپ کے دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے آپ کی عمر مبارک اُس وقت چالیس سال تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں "ذوالجناحین" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

یعنی دو پروں والے آپ فرماتے تھے کہ ہم نے جعفر کو جنت کے ملائکہ کے ساتھ اُڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر وعلیکم السلام فرمایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے سلام کس کو کیا ہے ؟

تو آپ نے فرمایا ! کہ ہم نے جعفر بن ابی طالب کو ملائکہ کے ساتھ اُڑتا ہوا ملاحظہ فرمایا تو انہیں سلام بھیجا ہے"

آپ کے فضائل و مناقب لاتعداد اور حصر سے باہر ہیں اس لئے انہی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے

حضرت جعفر علیہ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادوں کے نام عبداللہ بن جعفر، عون بن جعفر، محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔

﴿۴﴾ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

"آفتاب آمد دلیل آفتاب"

آپ کی ذاتِ اقدس کسی قسم کے تعارف کی محتاج نہیں تا ہم آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے لئے آپ ہماری تصنیف "مشکل کُشا" ملاحظہ فرمائیں برکت حاصل کرنے کے لئے آپ کی ذاتِ اقدس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے یہ فرمایا ہے کہ

جس کے ہم مولا ہیں اس کے علی مولا ہیں،

علی کے رُخِ انور کو دیکھنا عبادت ہے،

علی ہم سے ہیں اور ہم علی سے ہیں،

ہمارا اور علی کا نُور ایک ہے،

علی ہماری جان ہیں،

علی جسد ہیں اور ہم جان ہیں،

ہم سَر ہیں اور علی جسد ہیں،

علی کا گوشت اور ہمارا گوشت ایک ہے،

علی کا خُون اور ہمارا خُون ایک ہے،

فتح خیبر کے دن فرمایا ! کہ جس سے اللہ تعالیٰ اور ہم محبت کرتے

ہیں اس کو علم دیا جائے گا اور پھر حضرت علی کو علم عطا فرما دیا علی کا تعارف کیا

پیش کیا جا سکتا ہے۔

علی ساقی کوثر ہیں،

علی منار الایمان ہیں،

علی دوزخ اور جنت کو تقسیم فرمانے والے ہیں،

علی جنت کے وارث ہیں،

علی امام الاولیاء ہیں،

علی مشکل کشا ہیں،

علی باب مدینۃ العلم ہیں،

علی وصی و وارثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں،

علی نفسِ رسول اور تاج بتول ہیں،

جنت کے جوانوں کے سرداروں کے باپ ہیں خلیفہ برحق اور امامِ

برحق ہیں علی علی ہیں اور علی ابن ابی طالب ہیں۔

• آپ حضرت جعفر سے دس سال چھوٹے تھے آٹھ سال کی عمر میں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے اسلام لائے ۱۷ رمضان

المبارک ۴۰ھ میں کوفہ کی مسجد میں شہید ہوئے۔

دخترانِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۱﴾ سیّدہ اُمِّ ہانی بنتِ ابوطالب

آپ کا نام ہند تھا بعض نے فاطمہ بھی لکھا ہے آپ کے گھر سے ہی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات کو جبریل علیہ السلام کے ساتھ تشریف لے گئے تھے آپ عام الفتح کے وقت اسلام لائیں آپ کے چار بچّے تھے ہانی عمرؔ یوسف اور جعدہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے بہت زیادہ محبّت تھی۔

﴿۲﴾ سیّدہ جمانہ بنتِ ابوطالب

آپ کے زیادہ حالات تو نہیں ملتے تاہم خیبر کی پیداوار سے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تیس وسق کھجوریں آپ کے لئے وقف فرمائی تھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اسلام بھی لائی تھیں اور فتح خیبر کے وقت حیات بھی تھیں۔

﴿۳﴾ اسماء بنتِ ابی طالب

آپ کے حالات بھی وضاحت سے نہیں مل سکے تاہم آپ کا اِسم

گرامی تاریخ کی معتبر کتب میں موجود ہے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام خاندان مبارک عظیم تر ہے جس کا ہر فرد نورِ علیٰ نور ہے۔

﴿تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۴﴾

﴿طبقات ابن سعد مترجم ج ۱ ص ۱۴۸﴾

﴿رحمۃ اللعالمین ج ۲ ص ۸۳﴾

زوجہء ابو طالبؑ جناب فاطمہ بنتِ اسد

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں آپ اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں کتبِ احادیث میں آتا ہے کہ جب آپ کا انتقال مدینہ منوّرہ میں ہوا تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے کفن میں اپنا کُرتہ عطا فرمایا اور جب اُن کو لحد میں اُتارا گیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحد میں اُن کے ساتھ لیٹ گئے اور فرمایا کہ

ہم نے اپنا کُرتہ اس لئے دیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جنّت کا حلّہ عطا فرمائے اور ساتھ اس لئے لیٹے ہیں کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔

آپ اُن کے لئے یہ بھی فرماتے تھے کہ میری ماں سیدہ آمنہ کے بعد یہ میری ماں ہیں اور یہ بات اُن کے لئے بالعموم فرمایا کرتے تھے کہ ابو طالب کے بعد میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ان کے سوا کوئی نہ تھا۔

انتہائی ضروری بات

بعض حضرات حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفر پر فوت ہونے کی ایک یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ آپ نے اُن کی وفات کے بعد کبھی اُن کا ذکر خیر سے نہیں کیا حالانکہ یہ قطعی نادرست اور خلاف حقیقت ہے۔

آپ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے حالات میں پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کو فرمایا کرتے تھے کہ اے ابا یزید (عقیل) ہمیں آپ سے دوہری محبت ہے ایک تو بوجہ رشتۂ قرابت جو ہمیں آپ کے ساتھ ہے اور دوسری اس لئے کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے چچا ابو طالب آپ کے ساتھ محبت کرتے تھے اندازہ فرمایئے کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی ایسا جملہ ہو سکتا ہے جسے ذکر خیر کے لئے موزوں قرار دیا جائے حضرت ابو طالب سے براہ راست محبت کرنا تو درکنار آپ تو ان سے بھی محبت فرماتے ہیں جن سے ابو طالب کو محبت تھی اسے معراج محبت کہا جاتا ہے کہ محبوب کی ہر دل پسند چیز سے محبت کی جائے اور پھر حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے وصال پر یہ فرمانا کہ حضرت ابو طالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت کرنے والا اور کوئی نہ تھا ابو طالب کے حسن سلوک کا اعتراف اور ذکر خیر نہیں تو اور کیا ہے۔

سیرت و کردار

شیخ بطحا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار و سیرت کی اگر پورے طور پر تصویر کشی کی جائے تو ہزاروں صفحات درکار ہیں تاہم انتہائی اختصار سے آپ کی زندگی کے مختلف پہلو ہدیہ ناظرین ہیں۔

شراب سے اجتناب

خواجۂ بطحا سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب اور اس جیسی دیگر ہلاکت خیز چیزوں سے قطعی پرہیز رکھا ہے چنانچہ سیرت حلبیہ شریف ودیگر کتب میں آتا ہے۔

وکان ابی طالب ممن حرم الخمر علی نفسہ فی الجاھلیۃ کابیہ عبد المطلب

ابو طالب نے اپنے باپ ہی کی طرح زمانہ جاہلیت میں شراب کو اپنی ذات پر حرام کر لیا تھا۔

﴿سیرت حلبیہ جلد اول ص ۱۳۳﴾

﴿طبقات مترجم ج ۱ ص ۱۸۰﴾

﴿اسد اللہ ج ۱ ص ۱۱﴾

شراب کو خود پر ترک کر لینا بظاہر معمولی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اگر آپ اس زمانہ جاہلیت کے سیاہ دَور کا تصوّر کر لیں جس کی تصویر کشی کرتے ہوئے مؤرخین کے قلم کانپ اُٹھتے ہیں تو پھر اس چیز کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدِ مکرّم سیدنا حضرت عبدالمطلب کی پوری تصویر تھے اور تمام محرمات کو آپ نے اپنے باپ ہی کی طرح خود پر حرام قرار دے رکھا تھا اور ایسا کرنا آپ کے لئے ضروری بھی تھا کیونکہ ان ہی کی آغوشِ رافت میں آفتابِ نبوّت سیّد المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پروان چڑھنا تھا اور اِس پاک ہستی کی پرورش ناپاک ہاتھوں میں ہونا غیر ممکن ہی نہیں بلکہ سخت ترین محالات سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی پرورش اگر فرعون کے گھر میں ہوئی تھی تو قُدرتِ کاملہ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السّلام کے لئے دودھ پلانے کی خدمت اُن ہی کی ماں سے لی تھی۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عصمت و پاکیزگی پر ایمان رکھنے والے لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہے کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ناپاک غذا سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے اور ایسا ہونا آپ کی ذاتِ اقدس کے لئے انتہائی ضروری تھا۔

وجاہت

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام اولاد ہی وجاہت و نجابت کی عظیم تصویر تھی۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ تمام عرب میں فرزندانِ عبد المطلب کی طرح کسی باپ کی اولاد بھی نہیں تھی اور نہ ہی دنیا میں کوئی ایسا تھا جو اِن سے زیادہ شریف و نجیب جسیم و خوبصورت وجیہہ و وسیم بلند بینی اور روشن پیشانی والا ہو۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ ہی کی طرح خوش خلق، معاملہ فہم، فہیم، بردبار، سخی، امین، نکتہ دان، فصیح البیان، بے مثال ادیب فی البدیہہ شاعر، ساقیٔ حجاج، غریب پرور، کم گو، حلیم الطبع، منکسر المزاج، جوانمرد، زیرک، طاقتور اور عزمِ صمیم کے مالک تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرح لوگ آپ کو شیخ بطحا کے لقب سے یاد کرتے تھے اور ہر مشکل و مصیبت کے وقت انہی کی طرف رجوع کرتے تھے آپ کا کیا ہوا فیصلہ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا تھا۔ صحنِ حرم میں آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کو چیلنج کرنے کی کسی کو جرأت نہ تھی آپ کی بلند و بالا شخصیت تمام عرب پر واضح تھی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے علاوہ دیگر قریش بھی آپ کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالبؓ

سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی ہونے کی وجہ سے آپس میں بے پناہ محبت رکھتے تھے اور جب

قرعہ فال بنامِ عاشقاں نِکلا

یعنی سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منت کے مطابق ایک بیٹا قربان کرنے کے لئے قرعہ اندازی ہوئی۔ تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نکلا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باپ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کے پیش نظر قربان ہونا منظور کر لیا تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیقرار ہو گئے اور فی البدیہہ اشعار میں باپ سے کہا کہ کسی نہ کسی طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچا لیا جائے چنانچہ وہ قرعہ صد اونٹوں پر ڈالا گیا۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بھائیوں کی محبت کی تصویر کشی اس طرح فرماتے ہیں۔

ابو طالب کہ عم اعیانی آنحضرت بود در
عہدہ کفالت آنحضرت در آوردہ و اگر چہ
زبیر بن عبد المطلب نیز اعیانی آنحضرت بود
لیکن میانِ عبد اللہ و ابو طالب زیادت محبت

وارتباط بود۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا تھے اسی وجہ سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفالت کے لئے لائے اور اگرچہ حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا تھے لیکن حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہما کے درمیان رابطۂ محبت بہت زیادہ تھا۔

﴿مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۳﴾

جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت ابی طالب یحدث ان آمنة بنت وهب لما ولدت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاء ہ عبد المطلب فاخذه و قبله ثم دفعه الی ابی طالب فقال هو ودیعتی عندك لیکونن لابنی هذا شان ثم امر فنحرت الجزائر و ذبحت الشاة و اطعم اهل المکة ثلاثا ثم نحر فی کل شعب من شعاب مکة جزورا، لا یمتنع منه انسان ولا سبع ولا

طاہر

﴿دلائل النبوۃ جلد اول ص ۴۱﴾

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ حضرت ابو
طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب
سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے
پاس حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تشریف لائے
اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر
بوسہ دیا پھر آپ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود
میں دیکر فرمایا میں یہ اپنی امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں
یہ میرا بیٹا بڑی شان والا ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت ابو
طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قربانی کرنے کا حکم دیا تو
اونٹوں اور ذبیحوں سے تین دن تک اہل مکہ کی دعوت
کی گئی پھر مکہ معظمہ کے تمام راستوں پر اونٹ ذبح کیے
گئے اور انسانوں کے علاوہ وحوش وطیور کو بھی کھانے
سے منع نہ کیا گیا۔

مندرجہ بالا روایت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں محافلِ میلاد کا اہتمام کرنے والے حضرات خود ہی فیصلہ کرلیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری پر اس قسم کی خوشی کا اہتمام کرنے والے کا مقام کیا ہوسکتا ہے۔

شیخ بطحا سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عظیم دعوت کے انتظام وانصرام کا حکم کس کو دیا ہے یہ سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوتے ہی بتا دیا گیا تھا کہ یہ میرا بیٹا بہت بلند مرتبے والا ہے اور پھر اس نورِ اولین کو جس کو گود میں لینے کے لئے جنت کی ہر حور بےقرار اور منتظر تھی۔

اپنے باپ کے بعد گود میں اٹھانے کی سعادت حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی حاصل کرتے ہیں اور محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفلِ میلاد منانے کا اہتمام بھی آپ ہی کرتے ہیں۔

یہ محفلِ میلاد ہی تو تھی جس میں پہلے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم پوتے کا مرتبہ بیان کیا اور پھر چچا نے بھتیجے کی آمد پر دنیا میں عام لنگر تقسیم کیا۔

گویا دنیا والوں میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی محفلِ میلاد حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہما نے منعقد کی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

کفالتِ مصطفیٰ

در روایت آمده کہ آنحضرت را تخیر ساختند کہ کفالت کدام یکے از اعمام خود را مخواہی آں حضرت ابو طالب را اختیار کرد۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۴﴾

روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنے چچاؤں میں سے کس کی کفالت میں رہنا پسند کرتے ہیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند فرمایا۔

کردار وایمانِ ابی طالب

علامہ محمد بن سعد کی تحریروں کے آئینہ میں

مسندِ ابو طالبؑ

سیدنا عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے جانشین مقرر ہوئے تو ان کے لئے بھی حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح صحنِ کعبہ میں سرداری کی مسند بچھائی جاتی جس پر اُن کے لئے دوہرا تکیہ لگایا جاتا۔

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو مسند بچھا کر اس پر لیٹ گئے۔

ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور تکیہ لگانا چاہا تو وسادہ لائں وہ تکیہ دوہرا ملا تو آپ نے پوچھا وسادہ کہاں گیا ؟

لوگوں نے جواب دیا کہ وہ آپ کے بھتیجے نے لے لیا۔

ابو طالب نے کہا ! حل بطحا کی قسم حقیقت یہ ہے کہ یہ میرا بھتیجا عزت کی پہلی منزل کو پا رہا ہے حالانکہ آپ کی عمر اس وقت نو یا دس سال تھی۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۱۹)

شام کا سفر

عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے سفر کے لئے تیار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان آپ مجھے یہاں کس کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں نہ تو میری ماں ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا ہے جو آپ کی طرح مجھے اپنی پناہ میں رکھ سکے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی یہ گفتگو سُن کر تڑپ کر رہ گئے اور ان پر رقت طاری ہو گئی چنانچہ آپ کو اپنے ساتھ ہی سواری پر بٹھا لیا اور شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

بحیرا راہب سے ملاقات

اثنائے سفر میں ایک کلیسا کے راہب کے ہاں فروکش ہوئے تو راہب نے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اس لڑکے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے

راہب نے کہا کہ یہ نہ تو آپ کے بیٹے ہیں اور نہ ہی ان کا باپ زندہ ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟

راہب نے عرض کیا کہ ان کا چہرہ پیغمبر کا چہرہ اور ان کی آنکھیں پیغمبر کی آنکھیں ہیں۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا پیغمبر کسے کہتے ہو؟

راہب نے عرض کیا پیغمبر وہ ہے جسے آسمان سے وحی آتی ہے اور وہ زمین والوں کو اس کی خبر دیتا ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اس قول سے کہیں زیادہ بزرگ و برتر ہے۔

راہب نے عرض کیا کہ آپ ان کی یہودیوں سے حفاظت کریں۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے کسی دوسرے راہب کے ہاں فروکش ہوئے تو اس نے بھی یہی سوال کیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا کیا رشتہ ہے آپ نے فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں راہب نے کہا کہ نہ تو یہ آپ کے بیٹے ہیں اور نہ ہی ان کا باپ زندہ ہو سکتا ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ کیوں؟ راہب نے عرض کی کہ ان کا رخ اقدس بھی پیغمبروں جیسا ہے اور چشم انور بھی پیغمبروں جیسی ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! تم جو کہہ رہے ہو خدا اس سے کہیں زیادہ بزرگ و برتر ہے پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابن اخی کیا آپ ان لوگوں کی باتیں سن رہے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو تسلیم کرلیں۔

﴿طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۳۶ مترجم﴾

اہل قافلہ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً واپسی کا سفر شروع کردیا مگر کچھ یہودیوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی آپ کے اوصاف کی وجہ سے پہچان لیا کہ یہی نبیِ آخر الزمان ہیں۔

چنانچہ انہوں نے ارادہ کیا کہ اچانک حملہ کرکے دھوکے سے معاذ اللہ آپ کو قتل کردیں چنانچہ انہوں نے بحیرا سے اپنے اس ارادہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے انہیں سختی سے روکا اور کہا !

اتجدون صفة الموعود ؟

کیا تم نے بھی ان میں آنے والے نبی کی صفات پائی ہیں ؟

یہودیوں نے کہا ! ہاں

بحیرا نے کہا ! فما لکم الیہ سبیل

یعنی اگر یہ بات ہے تو پھر تمہارے پاس انہیں ہلاک کرنے کی کوئی سبیل نہیں یہودیوں نے بحیرا کی یہ بات مان لی اور اپنی شر انگیزیوں سے باز آ گئے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بخیر وخوبی اس سفر سے مراجعت فرمائی اور از راہِ شفقت پھر کبھی آپ کو ساتھ لے کر سفر پر نہ نکلے۔

﴿طبقات ابن سعد جلد اول ص ۲۴۰﴾

تقریر وشمشیر

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قریش نے اسلام کا ظہور اور مسلمانوں کا کعبہ کے گرد بیٹھنا دیکھا تو وہ حیران رہ گئے اور پھر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ ہمارے بزرگ ہیں اور ہم لوگوں میں افضل ہیں ان بیوقوفوں "معاذ اللہ مسلمانوں" نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ مل کر جو کام کیا وہ آپ نے بھی دیکھا ہے، جیسا کہ ہمارے معبودوں کو ترک کر دینا اور ہم پر طعنہ زنی کرنا اور ہمارے نوجوانوں کو احمق وغیرہ کہنا، اس سلسلہ میں۔

قریش کے لوگ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس ایسے شخص کو لائے ہیں جو نسب وجمال، بہادری وشعر گوئی میں جوانِ قریش ہے، اسے آپ اپنے پاس رکھ لیں تا کہ اس کی نصرت وراثت آپ کے لئے ہو اور اس کے بدلہ میں اپنا بھتیجا ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم اسے ﴿معاذ اللہ﴾ قتل کر دیں، یہ طریقہ خاندان کو ملائے رکھنے اور

انجامِ کار سے بہترین ثابت ہوگا۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! خدا کی قسم تم لوگوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا تم کہتے ہو کہ میں تمہارے بیٹے کو لے کر تمہارے لئے پرورش کروں اور تم میرے بیٹے کو لے کر اُسے قتل کردو، یہ انصاف نہیں بلکہ تم لوگ مجھ سے ذلیل و نادار لوگوں جیسا سودا کرتے ہو۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غیرت مندانہ جواب سننے کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ ہماری بات نہیں مانتے تو اپنے ابنِ اخی کو بلائیں تاکہ ہم انصاف اور فیصلہ کو انہی کے سپرد کردیں۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیج دیا اور جب آپ تشریف لے آئے تو آپ کی خدمت میں عرض کی یا ابنِ اخی یہ لوگ آپ کے چچا اور قوم کے شرفاء ہیں اور آپ سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارِ قریش کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تم لوگ بات کرو ہم سنیں گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دیں ہم آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی! کہ قوم نے آپ کے ساتھ انصاف کیا

ہے لہٰذا آپ ان کے فیصلے کو قبول فرمالیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارِ قریش کو ارشاد فرمایا کہ اگر ہم تمہاری بات مان لیں تو کیا تم بھی ہم سے ایک ایسا کلمہ کہنے کا وعدہ کرو گے جس کو ادا کرنے سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے لئے اسی کو اپنا دین بنالے گا۔

ابوجہل نے کہا یہ کلمہ تو نہایت نفع بخش ہے، آپ کے والد کی قسم ہم اسے اور اس جیسے دس دیگر کلمے کہنے کو بھی تیار ہیں۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !اگر یہ بات ہے تو کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

کفارِ قریش نے آپ کا یہ فرمان سنا تو سخت برہم ہوئے اور واپسی کے لئے اور اُٹھتے ہوئے کچھ لوگوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنے معبودوں کی پرستش پر سختی سے قائم رہو، یہی چیز مقصود و مُراد ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ عقبہ بن ابی معیط نے کہا تھا چلتے چلتے اُن لوگوں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ کو دھمکی دی کہ اس کے بعد ہم آپ کے پاس کبھی نہیں آئیں گے اور اس سے بہتر ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔

جب یہ رات گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گم ہو گئے، جناب ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے

دوسرے اعمام کو ساتھ لے کر آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے تو آپ کو گھر پر موجود نہ پا کر سخت پریشان ہو گئے اور خیال گزرا کہ کہیں کفار نے آپ کو شہید نہ کر دیا ہو۔

چنانچہ اس کے فوراً بعد جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے نوجوانوں کو جمع کیا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک ایک تیز تلوار ساتھ لے کر میرا ساتھ دینا ہو گا اور جب میں بیت الحرام میں داخل ہو جاؤں تو تم میں سے ہر نوجوان کو چاہیے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس بیٹھے، جن میں ابو جہل بھی ہو کیونکہ اگر خدانخواستہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے ہیں تو ابو جہل اس شر میں یقیناً شریک ہو گا۔

نوجوانان بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حکم سنا تو بیک زبان کہا کہ ہم اس کام کے لئے آپ کے اشارہ کے منتظر ہیں۔ ابھی یہ تیاری مکمل ہو رہی تھی کہ زید بن حارثہ تشریف لے آئے اور جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں دیکھ کر پریشانی کا سبب پوچھا۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ! زید تم نے کہیں میرے ابن اخی کو بھی دیکھا ہے؟

زید نے عرض کی ! جی ہاں ! میں انہی کی خدمت اقدس سے اُٹھ کر آ رہا ہوں، جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُخ پر مسرّت کی لہر دوڑ گئی

اور فرمایا جب تک میں آپ سے ملاقات نہ کرلوں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔

جناب زید بن حارثہ تیزی سے روانہ ہوئے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام واقعہ عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کوہ صفا پر ایک مکان میں صحابہ کرام کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام ملا تو اُسی وقت تشریف لاکر اپنے چچا کو شرف زیارت بخشا، حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی عرض کیا کہ اُے ابنِ اخی آپ کہاں تھے؟ اچھی طرح تو تھے ؟

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا ہاں بالکل خیریت سے ہوں، پھر آپ اپنے دولت کدہ کے اندر تشریف لے گئے اور جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آگئے صبح ہوئی تو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ساتھ لے کر قریش کی مجلس میں تشریف لے آئے اُس وقت آپ کے ساتھ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے جوان بھی تھے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے فرمایا ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے کیا اِرادہ فرمایا تھا ؟

اُنہوں نے کہا نہیں تو جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں تمام واقعہ بتا کر ہاشمی نوجوانوں سے فرمایا جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے

اسے کھول دو ان لوگوں نے کپڑوں کو کھولا تو ہر شخص کے پاس تیز دھار والی تلوار موجود تھی۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس منظر کا مشاہدہ کرواتے ہوئے فرمایا خدا کی قسم! اگر تُم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں لڑ کر فنا ہو جاتے۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد سنا تو تمام قوم بھاگ کھڑی ہوئی اور ان سب میں تیز بھاگنے والا ابو جہل تھا۔

﴿طبقات ابن سعد ج اص ۲۰۲،۲۰۱﴾

شعبِ ابی طالب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب قریش مکہ کو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہیوں کے ساتھ شاہِ حبشہ کے ساتھ جناب نجاشی کا اِکرام واِلطاف معلوم ہوا تو انہیں یہ اَمر بہت گراں گزرا۔

چنانچہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپ کے اصحاب پر سخت برہم ہوئے اور سب نے مل کر بالا تفاق پروگرام بنایا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا جائے اور بنو ہاشم کے خلاف ایک

معاہدہ لکھا کاتب منثور بن عکرمہ ابدری تھا عہد نامہ لکھنے کے بعد اس کا ہاتھ شل ہوگیا، اِس کے باوجود بھی ان لوگوں نے عہد نامے کو کعبے کے اندر درمیان میں لٹکا دیا بعض اہلِ علم کی رائے میں وہ عہد نامہ اُمّ الجلاس بنتِ مخربتہ الخظلیہ کے پاس رہا جو کہ ابوجہل کی خالہ تھی مگر یہ غلط ہے۔

بہر حال! بعثت مبارکہ کے ساتویں سال محرم کی چاندرات کو شعبِ ابی طالب میں بنی ہاشم کا محاصرہ کرلیا گیا چنانچہ بنو مطّلب بن عبد مناف بھی شعبِ ابی طالب والوں کے پاس آگئے مگر ابولہب وہاں سے نکل کر کفّارِ قریش سے جا ملا اور اس نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطّلب کے خلاف قریش کو قوت پہنچائی، کفّار قریش نے محصورین کا غلہ اور ضروری اشیاء بند کردیں، بنو ہاشم موسم حج کے سوا باہر نہ نکلتے تھے ان پر سخت مصیبت آگئی، شعب سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں بعض قریش تو اس سے خوش ہوتے تھے اور بعض کو ناگوار ہوتا، آپ نے فرمایا منصور بن عکرمہ جس نے عہد نامہ لکھا تھا اس کا حال دیکھو۔

تین سال تک یہ لوگ شعب میں مقیم رہے اللہ تعالیٰ نے ایک روز اپنے رسول کو مطلع کیا کہ دیمک نے ظُلم و جبر والے مضمون کو کھالیا ہے اور اس پر جو اللہ کا ذکر تھا وہ باقی رہ گیا ہے۔

عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان جو عہد نامہ لکھا تھا اس پر خُدا تعالیٰ

نے دیمک کو مسلط کر دیا جس نے سوائے "باسمک اللّٰھم" کے عہد نامہ کی ہر چیز چاٹ لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ذکر اپنے برادران سے کیا اور ان کو ساتھ لے کر مسجد حرام کو آ گئے جہاں کفّار قریش جمع رہتے تھے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفّار قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ میرے بھائی کے بیٹے نے کبھی غلط بات نہیں کی، انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے عہد نامے پر دیمک کو مسلّط کر دیا ہے اور اس نے تمہارے جَور و ظلم اور قطع رحم کے تمام مضمون کو چاٹ لیا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہ گیا ہے، اس کے بعد جناب ابو طالب نے فرمایا کہ اب ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اگر میرے بھائی کے بیٹے نے درست فرمایا ہے تو تم لوگ اپنے بُرے ارادوں سے باز آ جاؤ، اور اگر اُن کی بات غلط ہوئی تو میں اِنہیں تمہارے حوالے کر دوں گا، تمہیں اختیار ہوگا کہ خواہ انہیں قتل کر دو اور خواہ زندہ رہنے دو۔

کفّار نے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان سنا تو کہا کہ آپ نے اِنصاف کی بات کی ہے اور پھر عہد نامہ منگوا کر کھولا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھا جس کی نشاندہی جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی

تھی، کفار نے عہدنامے کی یہ حالت دیکھی تو حیرت زدہ رہ گئے اور ندامت سے سروں کو جھکالیا۔

اِسی عالم میں جنابِ ابو طالب نے فرمایا کہ اب بتاؤ کہ ہمیں کب تک مقیّد و محصور رہنا پڑے گا جب کہ صحیح صُورتِ حالات تمہارے سامنے آچکی ہے یہ بات کہتے ہوئے اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، یا اللہ ان لوگوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما جو ہم پر ظلم کرتے ہیں اور ہماری ان چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں جو اُن پر حرام ہیں، یہ دُعا کرنے کے بعد آپ شعب کو واپس آگئے۔

کفارِ قریش نے جو سلوک بنو ہاشم سے کیا تھا، اس پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، یہ لوگ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابو البختری بن ہاشم اور زہیر بن ابی امیہ تھے یہ لوگ مسلح ہو کر شعبِ ابی طالب میں پہنچے اور جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے جائیں۔

چشمہ جاری ہونا

عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں مقام ذی المجاز میں تھا اور میرے ابنِ اخی یعنی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میرے ساتھ تھے اِسی اثناء میں مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی تو میں نے آپ کی خدمت میں اپنی پیاس کے متعلق عرض کیا اور میں دیکھ رہا تھا کہ اس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر بھی تشنگی غالب ہے مگر نہ تو آپ مُضطرب تھے اور نہ ہی بے قرار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میری گزارش سنتے ہی قدم مبارک موڑ لئے اور سواری سے اُتر کر فرمایا، چچا جان کیا آپ کو پیاس لگی ہوئی ہے، میں نے کہا، ہاں، تو آپ نے اپنی ایڑی زمین پر دبادی اور معاً زمین سے پانی اُبلنے لگا جناب ابوطالب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے پانی پینے کا اشارہ فرمایا تو میں نے خُوب سیر ہو کر وہ پانی پیا۔

﴿طبقات ابن سعد ج ا ص ۲۳۵﴾

روایت دَر روایت

سعید بن میتب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب جناب ابوطالب کا وقت اِحتضار آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے وہاں عبداللہ بن امیہ اور ابوجہل بن ہشام بھی بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

یا عم، قل لا الہ الا اللّٰہ کلمۃ اشہد لک بہا عند اللّٰہ،،

یعنی چچا جان، آپ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیں، ہم اللہ تعالیٰ
کے ہاں اس کی آپ کے لئے گواہی دیں گے

اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن اُمیہ نے کہا اَے ابوطالب ! کیا آپ عبدالمطّلب کی ملّت کو چھوڑ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر اُن پر کلمہ توحید پیش کرتے رہے اور اُدھر ابوجہل اور عبداللہ بن اُمیہ یہ کہتے رہے کہ اَے ابوطالب کیا آپ ملّتِ عبدالمطلب سے پھر رہے ہیں۔

یہ مکالمہ برابر جاری رہا اور ابوطالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطّلب کی ملّت پر فوت ہو رہا ہوں اور پھر اس کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ! چچا جان میں اس وقت تک آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے روک نہ دیا جائے، چنانچہ ان کے فوت ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے استغفار شروع فرما دیا تو یہ آیت نازل ہو گئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا
لِلْمُشْرِكِيْنَ ، الی آخر الآیۃ۔

یعنی نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ وہ
مشرکین کے لئے استغفار کریں۔

تندرستی کے وقت

عبدالمطلب بن ثعلبہ بن صعیر العذریؒ روایت کرتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے ابن اخی، اگر مجھے قریش کے ان طعنوں کا ڈر نہ ہوتا کہ ابوطالب نے موت سے خوف زدہ ہوکر کلمہ پڑھ لیا ہے کیونکہ یہ بات آپ کے لئے اور آپ کے والد کے لئے گالی ثابت ہوگی تو میں وہی بات کرتا جو آپ فرمار ہے ہیں اور اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا، کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں، کہ آپ کی باتیں میرے ساتھ ایسی ہیں جو شکر کرنے کے قابل ہیں اور میں اس شفقت اور شغف کو محسوس کرر ہا ہوں جو آپ کو میرے ساتھ ہے اور اُس نصیحت اور خیر خواہی کا مشاہدہ کرر ہا ہوں جو آپ میرے حق میں فرمارہے ہیں۔

جناب ابوطالب نے اس کے بعد فرزندانِ عبدالمطلب کو طلب کیا اور فرمایا،

لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد وما اتبعتم امره فاتبعوه واعینوه ترشدوا۔

یعنی جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے رہوگے اور حکم مانتے رہوگے اُس وقت تک برابر خیر و فلاح میں رہوگے، ان کی اتباع و پیروی اور

نُصرت وحمایت کرو تا کہ تمھیں ہدایت نصیب ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا،

اتامرهم بها وتدعها لنفسك

یعنی چچا جان آپ انہیں تو اس امر کا حکم دے رہے ہیں اور خود اس کو چھوڑ رہے ہیں۔

جناب ابو طالب نے عرض کیا،

اما انك لو سالتني الكلمة وانا صحيح لتابعتك علىٰ الذي تقول ولكني اكره ان اجزع عند الموت فترى قريش اني اخذتها جزعا وردتها في صحتي۔

یعنی جب میں تندرست تھا اس وقت اگر آپ مجھے اِس کلمے کا حکم فرماتے تو میں یقیناً پڑھ لیتا مگر موت کے وقت میں اِس کو پسند نہیں کرتا کہ جزع فزع میں ڈالا جاؤں اور خوف زدہ مشہور ہو جاؤں۔

عمرو بن دینار، ابو سعید یا ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آیت کریمہ،

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ

یعنی تو جس سے محبت کرتا ہے اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتا، ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آیت کریمہ،

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ

کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کو روکتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے اور آپ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے تساہل کرتے تھے۔

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جناب ابو طالب کے انتقال کی خبر سنائی تو آپ نے فرمایا کہ انہیں غسل دو اور تکفین و تدفین کرو، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن پر رحم کرے،

اذھب فاغسله و کفنه و داره غفر اللّٰہ و رحمه۔

چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔

جناب ابو طالب کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی روز گھر سے باہر نہیں نکلے حتیٰ کہ جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

یعنی نبی اور مومنوں کو مناسب نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

جناب ابوطالب کو غسل دینے کے بعد جب میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے بھی غسل کرنے کا حکم فرمایا

اور میں نے تعمیل ارشاد کی۔

عمرو کہتے ہیں کہ جب جناب ابوطالب کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، اور آپ کی

مغفرت فرمائے، مجھے جب تک جنابِ الٰہی سے حکمِ امتناعی نہیں آئے گا، میں

آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا حضور کا یہ ارشاد سنا تو دوسرے مسلمان بھی

اپنے اُن مُردوں کے لئے استغفار کرنے لگے جو شرک کی حالت میں مرے

تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا

لِلْمُشْرِكِيْنَ

حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں

نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات کی اطلاع دیتے ہوئے عرض کیا،

ان عمك الشيخ الضال قدمات ـ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جا کر اُن

کی تدفین کرو اور جب تک مجھے نہ مِل لو کوئی بات نہ کرنا۔

اذهب فواره لا تحدثن شيا حتى تاتيني

چنانچہ جب میں اپنے والد کی تکفین وتدفین سے فارغ ہو کر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے لئے ایسی دُعائیں کیں کہ ان کے مقابلہ میں خواہ کوئی بھی چیز ہوتی مجھے اِسقدر مسرت ہرگز نہ ہوتی۔

جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ابو طالب جو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کا اِحاطہ کئے رہتے تھے، کیا اُن کے اس عمل سے انہیں کوئی فائدہ بھی پہنچا ہے ؟

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ! ہاں وہ انتہائی خفیف آگ میں ہیں اگر ہم نہ ہوتے تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

ابن شہاب زُہری سے روایت ہے کہ علی بن حسین علیہما السّلام سے روایت ہے کہ جناب ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں فوَت ہوئے مگر ان کا ترکہ جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کو نہیں ملا بلکہ جناب طالب اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو ملا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ جب تک حضرت ابو طالب زندہ رہے کفارِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت دینے سے باز رہے۔

اسحاق بن عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس ان عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ، اترجو لابی طالب یعنی یارسول اللہ، کیا آپ حضرت ابوطالب کے لئے مغفرت کی اُمید رکھتے ہیں؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کل الخیر ارجو من ربی

یعنی میں ان کے لئے اپنے پرودگار سے ہر خیر وخوبی اور نیکی و بھلائی کی امید رکھتا ہوں۔

﴿طبقات ابن سعد ج ا ص ۱۸۹ تا ۱۹۱﴾

طبقات ابن سعد کی مذکورہ بالا عبارات جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے متعلق آنے والی تقریباً تمام روایت کی جامع ہیں چونکہ آئندہ اوراق میں یہ سب روائتیں زیرِ بحث آرہی ہیں لٰہذا یہاں ہم ان پر کسی قسم کا کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے قارئین کو صرف اس ایک اُمر کی طرف توجہ دلائیں گے کہ طبقات ابن سعد بقول خارجی عباسی بھی ثِقہ اور مُستند کتاب ہے اس کتاب میں پیش کردہ ترتیب روایات بالکل وہی ہے جو ہم نے ہدیۂ قارئین کی ہے علاّمہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب روایات سے قطعی طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ ان کا مَیلانِ طبع کس طرف ہے اور وہ کس روایت کو ان پر ترجیح دینا چاہتے ہیں۔

اس لئے کہ مخالف روایات کی صورت میں آخر پر جو روایت بیان کی جاتی ہے محدّثین کے نزدیک اُسے ہی زیادہ معتبر اور لائقِ اعتماد متصور کیا جاتا ہے اور علامہ ابنِ سعد نے آخر پر جو روایت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے استفسار پر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! کہ ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے ابوطالب کے لئے ہر قسم کی خیر اور بھلائی کی امید ہے۔

قارئین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خیر اور بھلائی جنّت کا نام ہے یا جہنّم کا نیز اور خیر بھلائی کی اُمیّد مومن کے لئے ہو سکتی ہے یا کافر کے لئے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح ترین ارشاد یہ بھی ہو کہ ہمیں ان کے لئے ہر قسم کی بھلائی کی اُمیّد ہے۔

بہر کیف ! آئندہ اوراق میں یہ روایت زیرِ بحث آرہی ہے اور دیگر بھی کئی حوالوں سے مزیّن ہے۔

قاضی دحلان مکّیؒ فرماتے ہیں تمام بھلائی محض اور محض دخولِ جنّت کا نام ہے۔

بابِ پنجم

ایمانِ ابوطالب
اَحادیثِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ایمانِ ابوطالب
صاحبانِ کشف ومشاہدہ کی نظر میں

ایمانِ ابوطالب
مُحدّثین ومحققین کی نظر میں

حضرت ابوطالبؑ کے لئے شفاعت رسول

حضرت ابوطالبؑ کے لئے ہر خیر کی اُمید

﴿حدیث مصطفیٰ﴾

پہلی حدیث

روی عن اسحاق بن عبد اللہ بن حارث قال قال العباس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترجو لابی طالب؟ قال کل الخیر ارجو من ربی

ترجمہ! اسحاق بن عبداللہ بن حرث سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کیا آپ ابو طالب کے لئے پُر اُمید ہیں ؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! کہ ہم اپنے پروردگار سے اُن کے لئے ہر خیر اور بھلائی کے اُمیدوار ہیں۔

﴿طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۲۱﴾ ﴿خصائص کبریٰ جلد اوّل ص ۲۱۵﴾
﴿تفسیر مراح لبید جلد دوم ص ۱۲۷﴾ ﴿اسنی المطالب فی نجات ابی طالب﴾

تشریح:

مما يدل علىٰ ان ابا طالب مومن "ارجو من ربی"

ورجاؤه محقق ولا يرجو كل الخير الا مومن۔

﴿اسنی المطالب مطبوعہ مصر ص ۱۳﴾

﴿تفسیر مراح لبید جلد دوم ص ۱۲۷ مؤلفہ محمد نووی الجاوی مطبوعہ مصر﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان کہ میں اپنے پروردگار سے اُن کے لئے ہر بھلائی کی اُمید رکھتا ہوں۔ اس اَمر کی دلیل ہے کہ جناب ابو طالب مومن ہیں اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُن کے لئے پراُمید ہونا محقق ہے جب کہ ہر خیر اور بھلائی کی اُمید سوائے مومن کے نہیں کی جاسکتی۔

مزید تشریح:

قوله صلى الله عليه وآله وسلم ارجو له من ربي كل خير وهذا الحديث اخرجه ابن سعد و ابن عساكر عن ابن عباس رضى الله عنهما انه سال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما ترجو لابى طالب؟ قال كل الخير ارجو من ربى ولا يرجى كل الخير الا مومن ولا يجوز انه يراد بهذا ما حصل من تخفيف العذاب فانه ليس خيرا فضلا عن ان يكون كل الخير وانما هو تخفيف

الشر وبعض الشر اهون من بعض والخير كل
الخیر دخول الجنة۔

﴿اسنی المطالب فی نجاتِ ابی طالب مطبوعہ مصر ص ۱۳﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم ابوطالب کے لئے اپنے پروردگار سے ہر قسم کی خیر اور بھلائی کے اُمیدوار ہیں۔ ابن سعد اور ابن عساکر حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ سوال ہوا کہ کیا آپ ابوطالبؑ کے لئے اُمید رکھتے ہیں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! ہم اپنے ربّ سے اُن کے لئے ہر خیر کی اُمید رکھتے ہیں۔ اور سوائے مومن کے ہر خیر اور بھلائی کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔

اور یہ جائز نہیں کہ ہر قسم کی خیر اور بھلائی سے مُراد جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عذاب میں تخفیف ہونا لیا جائے، اِس لئے کہ اس میں زیادہ خیر اور بھلائی نہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیں اُن کے لئے ہر خیر کی اُمید ہے۔ اور بے شک تخفیفِ عذاب شر میں تخفیف ہونا ہے، کیونکہ بعض شَر ایک دُوسرے سے کم ہوتے ہیں اور خیر یا

تمام بھلائی جنت میں داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث

وماروی عنه الله صلی الله علیه وآله وسلم عارض
جنازة عمة ابی طالب فقال وصلتك رحم
وجزیت خیرا یاعم۔

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۱۲۷ علامہ برہان الدین حلبی مطبوعہ مصر﴾

مگر روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا چچا جان آپ نے حق صلہ رحمی ادا کر دیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

تاریخ الخمیس

قال ابن عباس عارض رسول الله صلی الله علیه
وآله وسلم جنازة ابی طالب وقال وصلتك رحم
وجزاك الله خیرا یاعم۔

﴿تاریخ الخمیس جلد اوّل ص ۳۰۱ مطبوعہ مصر للعلامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری﴾

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابو طالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چچا جان آپ نے حق صلہ رحمی ادا کر دیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نیز آوردہ اند کہ سید عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمراہ
جنازہ ابوطالب بیرون رفت وی گفت اے عم من صلہ رحمی
بجا آوردی ودر حق من تقصیر نہ کردی۔

﴿معارج النبوت رکن دوم ص ۲۱ مؤلفہ علامہ ملا حسین کاشفی﴾

﴿مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۹ مؤلفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی﴾

اور روایت آئی ہے کہ سید عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت ابوطالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور
فرمایا اے میرے چچا جان آپ حق صلہ رحمی بجالائے ہیں اور
آپ نے میرے حق میں کبھی تقصیر نہیں کی، اللہ تبارک وتعالیٰ
آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تیسری حدیث

روی ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان یوم
القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی ابو طالب واخ
کان لی فی الجاھلیۃ اور دہ محب الطبری وھوا
لاخ من رضاعۃ

﴿مسالک الحنفا ص ۱۴ السیوطی﴾

﴿اسنی المطالب مطبوعہ مصر ص ۱۳﴾

﴿تفسیر سراج المنیر جلد دوم ص ۱۴۷ للنووی﴾

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ للعلامہ عسقلانی جلد اوّل ص ۹۱﴾

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۷ العلامہ برہان الدین حلبی﴾

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دِن آئے گا تو ہم اپنے والدین کریمین اور چچا ابو طالب اور دَورِ جاہلیت کے ایک بھائی کی شفاعت فرمائیں گے۔

علامہ مُحب طبری فرماتے ہیں کہ دورِ جاہلیت کے ایک بھائی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔

حضرتِ حیدرِ کرارؓ

حضرت ابو طالبؓ کے حضور میں

ابا طالب عصمة المستجیر
وغیث المحول ونور الظلم

لقد هد فقدہ اهل الحفاظ
وکنت للمصطفیٰ خیر عمّ

ترجمہ: اے ابو طالب رضی اللہ عنہ! اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ اور خشک سالی کے پانی اور تاریکی کے نُور غیرت مندوں کو تیری موت نے شکستہ دل کر دیا اور آپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

ارقت لنوح آخر اللیل غردا
لشیخی ینعی والرئیس المسوّدا

ابا طالب ماوی الصعالیک ذالندی
وذالحلم لاخلفا ولم یك قعددا

اخا الملک خلی ثلمة سیسدها
بنو ھاشم او یستباح فیمھدا

فامست قریش یفرحون بفقدہ
ولست اری حیا لشیء مخلدا

ترجمہ:

میں آخرِ شب میں بلند آواز سے نوحہ کرنے کے لئے بیدار ہوا اور نوحہ اپنے سردار کے لئے تھا۔ جس کی خبرِ مرگ پہنچی اور سردار بنائے گئے امیر کے لئے تھا اس سے میری مراد ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں جو صاحبِ جود اور غریبوں کے ملجا ہیں۔ اور صاحبِ حلم ہیں، نا خلف اور اپاہج نہیں۔ اس صاحبِ حکومت نے اپنی موت سے ایک رخنہ چھوڑا جس کو بنو ہاشم یا تو بند کریں گے یا بغیر مباح کر دیئے جائیں گے تو خدا کی طرف سے یہ آتش فرو ہوگی تو قریش ان کے مرنے پر خوش ہونے لگے اور میں کسی کو بھی زندہ اور ہمیشہ رہنے والا نہیں دیکھتا۔

﴿دیوان علی صفحہ ۵۵﴾

حیدر کرار علیہ السلام

خدیجہؑ اور ابو طالبؑ کے حضور میں

اعینی جودا بارک اللہ فیکما

علیٰ مالکین لا تری لہما مثلا

علیٰ سید البطحاء وابن رئیسہا

وسیدۃ النسوان اول من صلی

مہذبۃ قد طیب اللہ خیمہ

مبارکۃ واللہ ساق لہا الفضلا

مصابہما اوجیٰ لی الجو والہوا

فبت اقاسی منہما الہم والثکلا

لقد نصرا فی اللہ دین محمد

علیٰ من بغیٰ فی الدین قد رعیا الا

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھو رو دو۔ خدا تم میں برکت
دے ان مرنے والوں پر جن کا مثل نہیں بطحا کے سردار
اور اس کے رئیس کے بیٹے پر اور عورتوں کی سردار پر
جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔
پاکیزہ ہیں ان کی فطرت کو خدا نے پاک بنایا ہے۔
مبارک ہیں خدا ہی نے ان کی فضیلت بیان کی ہے۔
اُن کی مصیبت نے فضا کو اور ہوا کو تاریک کر دیا پس
میں اُن کے رنج و غم کی وجہ سے تکلیف اُٹھا کر رات
گذارتا ہوں۔ ان دونوں نے خدا کی راہ میں ان
لوگوں کے خلاف امداد کی جنہوں نے دین محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم میں سرکشی کی اور عہد و پیمان کا لحاظ کیا۔

﴿دیوان علی ص ۱۳۹﴾

کردار و ایمانِ ابو طالبؑ

علامہ ابنِ ہشّام رحمۃ اللہ علیہ

کی

نظر میں

امام ابی محمد عبد الملک بن ہشام المعافری الحمیری المصری متوفی ۲۱۳ھ اپنی مشہور زمانہ اور سیرت کی ثقہ ترین کتاب "السیرت النبویہ المعروف سیرت ابنِ ہشام" میں ان تمام تر واقعات کو بالتفصیل نقل کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد اور حضرت ابو طالب ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی سال میں یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے گئے۔ ان دونوں غمگساروں کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

کیونکہ اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے لئے بحیثیت وزیر اور معاون کے تھیں اور صادق الاسلام تھیں، جب کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ آپ کے لئے عظیم جائے پناہ اور محافظ و مددگار کی حیثیت رکھتے تھے۔

آپ کفار مکہ کی ستم آرائیوں اور ریشہ دوانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل طور پر حفاظت فرماتے اور ہمہ وقت جناب سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے دُرِّ یتیم کی محافظت پر کمر بستہ رہتے۔ چنانچہ جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دونوں خدمت گذار اور مددگار و غمگسار ہستیاں

مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے سے تین سال قبل خالقِ حقیقی کے حضور میں جا پہنچیں تو کفارِ مکہ نے آپ پر ظلم و تشدد کے دروازے کھول دیئے اور ایسی شرمناک جسارتیں کرنا شروع کر دیں جو وہ سیدنا ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حیاتِ مبارکہ میں نہیں کر سکتے تھے، حتیٰ کہ مکہ کے چند جہلاء و سفلاء نے آپ کے سرِ انور پر مٹی پھینکنا شروع کر دی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی میں لتھڑے ہوئے سرِ انور اور رُخِ انور کے ساتھ اپنے بیت الشرف میں تشریف لے گئے تو آپ کی ایک بیٹی "سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا" بے قرار ہو کر رونے لگیں، آپ اپنے والدِ معظم کے گرد و غبار میں اَٹے ہوئے عنبر بار گیسوؤں کو دھوتی بھی جاتی تھیں اور روتی بھی جاتی تھیں بیٹی کا دل دہلا دینے والا رونا دیکھا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ رو میری بیٹی اللہ تبارک و تعالیٰ تیرے باپ کی حفاظت فرمائے گا اور فرمایا کہ جب تک میرے چچا ابو طالب زندہ رہے ہیں، کفارِ قریش کی طرف سے مجھے کوئی اذیت نہ پہنچی۔

قال ابن اسحاق ثم ان خدیجۃ بنت خویلد و ابا طالب هلکا فی عام و احد فتتا بعت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المصائب بهلک خدیجۃ و کانت له وزیر صدق الاسلام یشکو

الیها ۔

ویھلک عمہ ابی طالب وکان له اوعضدا وحرزا فی امرہ و منعة وناصرا علی قومہ،

وذالک قبل مهاجرتہ الی المدینة بثلاث سنین فلما هلک ابو طالب ، نالت قریش من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم من الاذی مالم تکن تطمع فی حیا ت ابی طالب ، حتیٰ اعترضه سفیه من سفها ء قریش فنثر علیٰ رأسه ترابا ۔

قال ابن اسحاق فحدثنی هشام بن عروة عن ابیه عروة بن الزبیر قال لما نثر ذالک السفیه علیٰ راس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم ذالک التراب فقامت الیه احدی بناته "فاطمة الزهرا" فجعلت تغسل عنه التراب وهی تبکی ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم یقول لها لا تبکی یا بنیة فان اللّٰہ مانع اباک ، قال ا ویقول بین ذالک ماناٰلت منی قریش شیأ اکرہ حتیٰ مات ابو طالب۔

﴿سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۲۵۸﴾

فیصلہ کن روایت

سیرت ابنِ ہشام کی درج ذیل روایت تفاسیر وسیَر کی سینکڑوں کتب میں موجود ہے جن میں سے چند ایک ثقہ کتب سے ہم نے بھی اس کتاب میں اسے نقل کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اٹل فیصلہ سننے کے بعد حضرت ابوطالب (رضی اللہ عنہٗ) نے کفارِ قریش کی شکایات کو مسترد فرمادیا اور وہ لوگ چلے گئے تو حضرت ابوطالب (رضی اللہ عنہٗ) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، اے میرے بھائی کے بیٹے آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ کس حال میں ہیں ؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شفیق چچا کے کلمات سُنے تو آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میرا چچا کلمہ پڑھ لے تو آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا، چچا جان! آپ کلمہ پڑھ لیں تا کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت میرے لئے جائز ہو جائے۔

حضرت ابوطالب (رضی اللہ عنہٗ) نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس خواہش اور حرص کو دیکھا تو عرض کی اے ابنِ اخی! خدا کی قسم اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ کفارِ مکہ آپ پر اور آپ کے باپ کے بیٹوں یعنی بنو عبدالمطّلب پر میرے بعد دُشنام طرازی کریں گے اور قریش کی ان باتوں کا گمان نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ ابوطالب نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو

میں ضرور وہ بات کہتا جس سے آپ کو مسرت حاصل ہوتی۔

تعلتها الا اقولها الا لا سرك بها۔ بعض حضرات نے اس کلمہ کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں وہ بات ضرور کہتا جو آپ کے لئے باعث مسرت ہوتی مگر بعض لوگوں نے صاف طور پر یہ ترجمہ کیا ہے اگر چہ مجھے آپ کو تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہے مگر محض آپ کی خوشی کے لئے آپ کا ارشاد فرمودہ کلمہ پڑھ لیتا ہوں۔

"صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے"

قال فقال ابو طالب لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم واللّٰہ یا ابن اخی ما رایتك سالتھم شططا قال فلما قالھا ابو طالب طمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فی اسلامہ فجعل یقول لہ ای عم فانت فقلھا استحل لك بھا الشفاعۃ یوم القیامۃ قال فلما رای حرص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علیہ قال یا ابن اخی واللّٰہ لولا مخافۃ السبۃ علیك وعلیٰ بنی ابیك من بعدی وان تظن قریش انی انما قلتھا جزعا من الموت لقلتھا لا اقولھا الا لا سرك بھا۔

﴿سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۵۹، ۲۶۰﴾

حقیقت افروز تجزیہ

اس مقام پر ہم قارئین کرام پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ سوال و جواب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کی آخری گفتگو ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بخاری وغیرہ میں آنے والی روایات قطعی طور پر وضعی اور بے اصل ہیں اور اگر یہ گفتگو آپ کے احتضار سے کچھ عرصہ پہلے کی ہے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حیات مبارکہ کے اس پورے دور کی طرح جس میں آپ نے اپنے ایمان کو اخفاء میں رکھتے ہوئے شمع رسالت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا، اب بھی نہیں چاہتے تھے کہ کافر لوگ ان کے ایمان لے آنے پر مطلع ہو کر تاجدار انبیاء و مرسلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درپے آزار ہو جائیں اور یہ امر قطعی طور پر قرین قیاس ہے کہ آپ کی زندگی کا طویل عرصہ جس مقصد کے حصول کے لئے ایک خاص نہج پر گزار دیتے ہیں، حیات مستعار کے آخری چند ایام میں اس سے پہلو تہی نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ قارئین کرام حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فہم و فراست کے متعدد واقعات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مِن وجہ البصیرت مکمل طور پر جانتے تھے کہ کفار مکہ جس وقت بھی ان کے اسلام لانے کا واقعہ منکشف ہو گیا تو وہ

تو ان کی سرداری کا لحاظ کریں گے اور نہ ہی ان کی اس بزرگی کا احترام ملحوظ خاطر رکھیں گے جس کے پیش نظر وہ اب تک حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علی الاعلان اور براہ راست انگلی اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔

وجہ یہ ہے

اعلان رسالت کے بعد کفار قریش اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح طور پر کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ کفار مکہ آپ کے مشوروں کو صرف اس لئے قبول کرنے پر مجبور تھے کہ ان پر بھی ظاہر تھا کہ ان کا اور ہمارا عقیدہ ایک ہے، بصورت دیگر یہ بات تو قطعی طور پر ہو کر رہتی کہ عرب کے تمام قبائل مجتمع ہو کر ضرور بنی ہاشم سے ٹکرا جاتے نتیجہ خواہ کچھ بھی ہوتا مگر تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ اس صورت کا ظہور پذیر ہونا ناگزیر تھا، کیونکہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حالات میں خاندانی عصبیت کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔

منقولہ بالا عبارات محض تخیلاتی شاخسانہ ہی نہیں بلکہ اس کے متعدد شواہد موجود ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و صیانت کے معاملہ میں سوائے ابولہب کے تمام تر بنو ہاشم و بنی عبدالمطلب

خاندانی عصبیت کی وجہ سے مکمل طور پر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنٹرول میں تھے۔

انہی شواہد میں ایک واقعہ شعب ابی طالب کا ہے اور دوسرا واقعہ وہ ہے جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں چند صحابہ کرامؓ کے ہمراہ موجود تھے، مگر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس روز ملاقات نہ ہو سکی تو جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام تر بنو ہاشم کو ساتھ لے کر اور تلواروں پر کپڑے لپیٹ کر کفار مکہ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔

بہر کیف یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ظاہری حیات میں کسی بھی طور پر یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ اُن کے ہوتے ہوئے اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں جن سے بنو ہاشم کی جانوں کے ضیاع کے ساتھ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے دُرِ یتیم پر کسی قسم کی آنچ آنے کا احتمال ہو، یہی وجہ تھی آپ نے زندگی کے آخری سانس تک اپنے ایمان کو داؤ پر لگائے رکھا اور بالآخر جب آپ کا وقت احتضار سر پر آ پہنچا تو آپ نے وہ خطیبانہ وصیت ارشاد فرمائی اور ایسے چنے تلے الفاظ کا سہارا لیا جن میں ان کے ایمان لے آنے کا اظہار بھی ہو جائے اور قوم کی نبض پر ہاتھ رکھے رہنے کا فریضہ بھی پوری وضاحت اور شان احتیاط کے ساتھ ادا ہو جائے۔

اس حقیقت افروز اور صداقت آفریں تجزیہ کے بعد اب آخری حوالہ ملاحظہ کریں۔

کلمہ پڑھ کر سُنا دیا

فرمایا کہ پھر جب حضرت ابو طالب ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾ موت کے قریب تر ہو گئے تو حضرت عباس ابن عبد المطلب نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ متحرک ہیں مگر آواز سنائی نہیں دیتی تو انہوں نے اپنے کان جناب ابو طالب کے ہونٹوں سے لگا دیئے اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی!

اے ابنِ اخی! خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے اسے حکم دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کی اطلاع کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے بھی سُنا پھر اس کے بعد حضرت ابو طالب ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾ کا انتقال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ابنِ اسحاق فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو کفارِ مکہ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو ایذائیں دینا شروع کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک میرے چچا ابو طالب زندہ رہے مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچنے دی۔

قال ابن اسحاق قال فلما تقارب من ابی
طالب الموت قال نظر العباس اليه يحرك شفتيه
قال فاصغي اليه باذنه قال فقال يا ابن اخي والله
لقد قال الكلمة التی امرته ان يقولها قال فقال
رسول الله صلی الله عليه وآلہٖ وسلم لم اسمع ثم
هلك ابو طالب۔

قال ابن اسحاق ولما هلك ابو طالب نالت
قريش من رسول الله صلی الله عليه وآلہٖ وسلم
من الاذی مالم تكن تنال منه فی حياة عمه ابی
طالب۔

﴿سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۲۵۹﴾

صیّاد زیرِ دام

آخر پر سیرت ابن ہشام کا ایک ایسا حوالہ پیشِ خدمت کیا جاتا ہے،
جسے قطع برید کرنے کے بعد بھی خارجی عباسی کا مقصد حاصل نہیں ہو سکا تھا،
جبکہ پوری عبارت میں اس کے معکوس تخیّل کی موت موجود ہے۔
بہر کیف اس نے عبارت قطع برید کرنے کے بعد یہ حوالہ اس لئے
پیش کیا تھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت جناب ابو
طالب کی بجائے ان کے بڑے بھائی جناب زبیر بن عبدالمطلب نے کی تھی،

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمام میں جناب زبیر کا ذکر ہے کہ وہ آپ کے چچوں میں سب سے بڑے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بچے تھے اُس وقت جناب زبیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو لوری دیا کرتے اور کہتے۔

یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی عبداللہ کے بیٹے ہیں یہ عیش و راحت کی زندگی بسر کریں اور ہمیشہ ذروماں اور نعمتوں سے ہمکنار رہیں۔

ان کی بیٹی کا نام ضباعہ ہے اور وہ مقداد کی زوجیت میں تھیں جب کہ ان کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے، اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں جناب زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کنیت ابا طاہر اپنے بیٹے کی نسبت سے رکھی تھی جو نوجوانانِ قریش میں نہایت خوش مزاج تھے، انہی کے نام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صاجزادے کا اسم گرامی طاہر رکھا۔

جناب زبیر بن عبدالمطلب کو مکہ معظمہ میں ایک ظالم کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو آخرت میں بدلہ دینا پڑے گا،

اور دُوسری روایت میں ہے کہ لازماً اللہ تعالیٰ مظلوموں کے لیے یوم انصاف قائم فرمائے گا اور یہ دلیل ہے کہ جناب زبیر مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کے مقر ہیں اور ذکر جناب ابو طالب کا اس طرح صحیح ہے کہ آپ کا

اسم گرامی عبد مناف ہے اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دوران وصیت فرمایا تھا کہ اے عبد مناف میں تجھے اس در یتیم کی کفالت کے لئے وصیت کرتا ہوں جو میرے بعد بالکل اکیلا رہ جائے گا اور اس کے والد کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب وہ حلیف مہد تھا،

قارئین! یقیناً جان چکے ہوں گے کہ دور حاضر کے خوارج کس طرح عبارتوں کو کانٹ چھانٹ کر اُن کا تیا پانچا کر دیتے ہیں ایک ایسی روایت جو جناب زبیر بن عبدالمطلبؓ کی لوری سے شروع ہو کر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبدالمطلبؓ کی کفالت پر ختم ہوتی ہو اسی روایت سے یہ ثابت کرنے کی سعیٔ نا سعید کی جائے کہ اس میں چونکہ جناب زبیر کی لوری کا واقعہ ہے لہذا آپ کی کفالت بھی انہوں نے کی ہے۔

وذکر فی اعمامہ ایضاً الزبیر و ھو اکبر اعمام النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وھو الذی کان یرقص النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو طفل ویقول،

محمد بن عبد م

عشت بعیش انعم

فی دولعہ و مغنم

دام سجس الا زلم

وابنتہ ضباعہ کانت تحت المقداد وعبد

الله ابنه مذكور فی الصحابه رضی الله عنهم

وكان الزبير رضی الله تعالیٰ عنه يكنی ابا الطاهر

وكان من اظرف فتيان قريش وبه سمی رسول

الله صلی الله عليه وآله وسلم ابنه الطاهر واخبر

الزبير عن ظالم كان بمكته انه مات فقال بای

عقوبته كان موته قيل مات حتف انفه فقال وان

فلا بدمن يوم ينصف الله فيه المظلومين ففی هذا

دليل علی الراره بالبعث، وذكر ابا طالب واسمه

عبد مناف وله يقول عبدالمطلب،

اوصيك يا عبد مناف بعد بموالم بعد ابيه فرد

مات ابوه وهو حلف المهلب

﴿سیرت ابن ہشام مع روض الانف جلد اوّل ص ۸۷﴾

بہرحال ! اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ اوراق میں بھی کہیں نہ کہیں یہ زیرِ تبصرہ آ رہا ہے، لہٰذا یہاں قارئین کی خدمت میں صرف یہ ایک وضاحت پیش کرنا ہے کہ علامہ ابنِ ہشام اس روایت میں حضرت زبیر بن عبدالمطلب کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ بھی لکھتے ہیں اور ان کا قیامت کے دن پر ایمان بھی ثابت کرتے ہیں حالانکہ جناب زبیر بعثتِ مصطفیٰ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت دیر پہلے وصال فرما چکے تھے۔

اس وضاحت کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی ہے کہ اس امر کو عباسی نے بھی تسلیم کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب اور دیگر آباؤ اجداد کو کافر و مشرک ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے اور بڑے طمطراق سے لکھتا ہے کہ چونکہ ابو طالب کا آخری کلمہ یہ تھا کہ میں ملت آباء پر فوت ہو رہا ہوں لہٰذا وہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح کافر و مشرک تھا" معاذ اللہ"۔

ہم آئندہ اوراق میں انشاء اللہ العزیز نہایت ثقاہت و وضاحت کے ساتھ ثابت کریں گے کہ حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے کوئی ایک شخص بھی کافر و مشرک نہیں تھا تاہم ہمارے قارئین پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ خاندانِ مصطفےٰ کے ناموس و طہارت کے تحفظ کے لئے میدانِ عمل میں آنے کی کوشش کریں اس لئے کہ

بہار آئے تو کانٹے بھی مسکراتے ہیں
خزاں میں پھول کھلاؤ تو کوئی بات بھی ہے

امام ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایمانِ ابو طالبؑ

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل اپنی عظیم تالیف تفسیر قرطبی میں متعدد مقامات پر سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ کے صاحب ایمان ہونے پر استدلال پیش کیا ہے جس کے چند شواہد آپ کو اس کتاب میں بھی ملیں گے۔

متذکرہ بالا تفسیرِ قرآن کے علاوہ آپ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف "تذکرہ قرطبی" میں بھی ایک روایت نقل فرمائی ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آپ کے والدین کریمین کے علاوہ آپ کے عم محترم حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی زندہ فرما کر دولتِ ایمان سے مشرف فرمایا اور اس پر مستزاد یہ کہ امام ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف مبارکہ کا اختصار فرماتے وقت قطب الاقطاب حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ العزیز نے نہ صرف یہ کہ آپ کی بیان کردہ حدیث کی تصدیق کر دینے پر ہی اکتفا فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ بارہ حفاظِ حدیث نے اس کو جزوِ ایمان قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ انشاء اللہ العزیز اللہ تبارک وتعالی کے حضور میں اسی عقیدہ کے ساتھ پیش ہوں گے ملاحظہ ہو۔

جیسا کہ حضرت سلمہ بن سعید جعفی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ

الکریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ان کے عمِ

محترم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زندہ فرما کر انھیں

دوبارہ دولتِ ایمان سے مشرف فرمایا اور اس قسم کی کرامتیں

اور معجزات حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اکثر طور

پر ظاہر ہوا کرتے تھے۔

كذالك ذكر سلمة بن سعيد الجعفى رضى الله

تعالىٰ عنه ان الله تعالىٰ احيا النبى صلى الله عليه

وآله وسلم عمه ابا طالب وآمن به كراماته صلى

الله عليه وآله وسلم ومعجزاته اكثر من ذالك۔

﴿مختصر تذکرہ قرطبی مطبوعہ مصر ص ٦﴾

مختصر مگر ضروری

قارئین کرام کے حضور میں یہ مختصر مگر اہم ترین وضاحت پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا واما منا حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام قرطبی قدس سرہٗ العزیز کی تالیف مبارکہ تذکرہ قرطبی کی شرح نہیں لکھی بلکہ اس کا اختصار پیش کیا ہے اور انہی روایات کو زینتِ کتاب بنانے کی کوشش فرمائی ہے جنہیں انتہائی اہم اور ضروری خیال کی ہے۔

چنانچہ یہ سامنے کی بات ہے کہ اگر آپ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان میں آنے والی روایت کو مشکوک اور غیر اہم خیال فرماتے تو نہایت آسانی سے مسترد فرما سکتے تھے کیونکہ کسی کتاب کے اختصار و اقتصار کا مطلب ہی خاص طور پر یہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کے اہم ترین اور ضروری مواد کو عام قاری تک پہنچا دیا جائے اور دیگر حصوں کو چھوڑ دیا جائے۔

اس مختصر وضاحت کے بعد اب آپ قُطب الاقطاب امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق اور حضرت سعید بن جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں آنے والی روایات کے ضمن میں نقل فرمایا ہے۔

اِمام شُعرانی کا تبصرہ

آپ فرماتے ہیں کہ بے شک ہمارے شیخ حافظ جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ضمن میں متعدد تالیفات ہیں اور ان بارہ حفاظِ حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا ہے جو سب یہ کہتے ہیں کہ ہمارا بھی عقیدہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی عقیدہ کے ساتھ ہم اپنے پروردگار اللہ ربّ العزت جل مجدہٗ الکریم سے ملاقات کریں گے اور اس پر ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

تبصرے کی عبارت اور تجزیہ

وقد صنف شیخنا الحافظ جلال الدین السیوطی فی ذالک عدۃ مؤلفات وذکر اثنی عشر حافظا قال کلھم مجھم بذالک وھوا اعتقاد نا الذی نلقی اللہ تعالیٰ بہ انشاء اللہ تعالیٰ الحمد للہ رب العالمین۔

﴿مختصر تذکرہ قرطبی از امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲﴾

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت نقل کرنے کے بعد مذکورہ بالا ارشاد نہ صرف نسب عنوان حدیث کی تصدیق وتوثیق ہی فرماتا ہے بلکہ اس امر کی بھی واضح طور پر نشان دہی کرتا ہے کہ آپ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان فرمودہ بارہ حفاظ کرام کے ساتھ خود بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب ایمان ہیں اور اس کی تائید آپ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان میں اختلافی روایات کے سلسلہ میں اپنی عظیم تصنیف "کشف الغمہ" شریف میں نقل فرمائی ہے۔

آئندہ اوراق میں امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بحث تمام وکمال نقل کی جارہی ہے تاکہ قارئین کرام کو امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ

اللہ علیہ کے اس عقیدہ سے مکمل طور پر آشنائی ہو جائے جو وہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق رکھتے ہیں۔

تاہم اس مقام پر یہ بتا دینا نہایت ہی ضروری ہے کہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا عبارت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین کے احیاء کے متعلق آنے والی تمام تر روایات کے بعد آنے والی وہ روایت نقل کرنے کے بعد نقل کی ہے جس میں صرف حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ زندہ کرنے کا تذکرہ ہے بہر کیف یہاں آپ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایسی عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے نہ صرف حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صاحب ایمان ہونا ہی ثابت ہوتا ہے بلکہ اس امر کی بھی کامل طور پر وضاحت ہو جائے گی کہ مولائے کائنات سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم سیّدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں فرما سکتے تھے جس میں ان کے والد کی تحقیر یا ذم کا کوئی پہلو موجود ہو لہٰذا وہ خیالی روایت اگر درست بھی تسلیم کر لی جائے تو لفظ ضال فرمانے سے جناب مولا مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا علیہ السلام کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی محبت میں مستغرق آپ کے بزرگ چچا انتقال فرما گئے ہیں۔

بہر کیف ہم اپنے اس دعویٰ کی مضبوط ترین دلیل "تـــمـــات

عمك الشيخ الضال " کے تحت پیش کریں گے مگر اس سے قبل آپ کے سامنے ایک ایسی روشن حقیقت پیش کی جاتی ہے جس کی موجودگی میں تمام تر تخیلاتی وساوس دم توڑ دیتے ہیں۔

دوہرا استغراق

اس سے قبل ہم بہت سی ایسی روایات نقل کر چکے ہیں جن میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اگرچہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والہانہ محبت تھی تاہم ایک مسلمہ حقیقت یہ بھی ہے کہ حضور سرتاج الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے عظیم چچا سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

درج ذیل روایت ان تمام تر روایات کی جو اس ضمن میں ہم اس سے قبل پیش کر چکے ہیں نہ صرف تصدیق وتائید ہی کرتی ہے بلکہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس محبت کی نشاندہی بھی کرتی ہے جو سوائے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دنیا کے کسی بھی دوسرے شخص کے حصہ میں نہیں آئی ملاحظہ ہو۔

امام ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ اور عظیم تفسیر قرطبی میں " وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدىٰ " کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

لفظ "ضلال" محبت کے معنوں میں بھی

استعمال ہوتا ہے اور یہ اس سے ہے کہ اللہ تبارک
وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جب حضرت
یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ بے
شک مجھے یوسف علیہ السّلام کی خوشبو آرہی ہے تو اُن
کے بیٹوں نے کہا خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی وارفتگی
میں ہیں یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت میں وارفتہ ہیں

اس کے بعد علامہ قُرطبی علیہ الرحمۃ عربی زبان کے کسی شاعر کا شعر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جس میں صاف طور پر لفظ " ضـــلال " کو نہ صرف محبت کے معنوں میں ہی استعمال کیا ہے بلکہ ضلال و محبت کے الفاظ کو ایک ساتھ مترادفات کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

بعدھٰذا امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ۔

" ووجدك ضالاً " کا مطلب یہ ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم نے آپ کو محبتِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں مستغرق پایا تو آپ کے پروردگار کی محبت کی طرف بلا لیا یعنی آپ کو فریضۂ رسالت ادا کرنے پر مامور فرما دیا متن ہے۔

ویکون الضلال بمعنی المحبۃ ومنہ قولہٖ تعالیٰ قَالُوْا
تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ (یوسف ۹۵)

ای فی محبعك قال الشاعر ۔

هـذا الضـلال اشـاب مـنـی المفـرقـا

والـعـارضـيـن ولـم اكـن مـتـحـقـقـا

عـجـبـا لـعـزة فـی اختيـار قـطـيـعـتـی

بـعـد الـضـلال فـحـب لـهـا قـلـدا علـقـا

وقـال ابوبكر الوراق وغيره " ووجدك

ضالاً " تحب ابا طالب " فهداك الى محبة ربك "

﴿تفسیر قرطبی ج ۲۰ صفحہ مسلسل ۷۱۸۶﴾

مندرجہ بالا روایت انصاف پسند حضرات کے لئے ایک جچے تلے

واضح ترین راستہ کی نشاندہی کرتی ہے اور اس حقیقت کی مکمل طور پر غماز ہے

کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از بعثتِ مبارکہ جناب ابو

طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں اس قدر مستغرق اور محو تھے کہ اللہ تبارک

وتعالیٰ جل جلالہ کو اِس حقیقت کا اس وقت اظہار کرنا پڑا جس وقت آپ کو

ظاہر طور پر مسندِ رسالت ونبوت پر سرفراز فرمانا تھا۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور ٹھیک طور پر سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے

دلائل بھٹکے ہوئے ذہنوں کے لئے شاذ ونادر ہی کارآمد ثابت ہیں مگر وہ اذہان

جو ہمیشہ مائل بہ آسودگی واِصلاح رہتے یقیناً یقیناً اِس ایک بات سے ہی بہت

کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ عصمتِ انبیاء اور طہارت و پاکیزگی مصطفے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خالی الذہن ہو کر اچھی طرح غور فرمائیں کہ اگر ارشادِ خداوندی کے مطابق حضور سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فی الواقع اپنی ظاہری عمر مبارک کے بتیس سال محبتِ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں مستغرق رہ کر گزار دیں اور جناب ابو طالبؑ بھی "معاذ اللہ" اس عرصہ میں ارتکابِ شرک کرتے رہے ہوں تو عصمتِ رسالت متاثر ہو گی یا نہیں۔

ویسے تو ہر نبی پر یہ مثال صادق آتی ہے۔

"النبی نبی ولو کان صبی"

مگر وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں پورے بتیس سال مستغرق رہے ان کا ایک ارشاد یہ بھی ہے

"کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین"۔

خیال تو فرمائیں کہ وہ نورِ اوّل جو مبداء کائنات اور غایت کون و مکان ہے باعثِ تخلیقِ آدم وبنی آدم اور "عَالِمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ" ہے وہ نورِ مقدّس جو خداوند قدوس کی طیّب و طاہر اور منزہ و مطہر بارگاہ قدس اور آغوشِ رحمت میں "کمشکوٰۃ فیھا مصباح" کی صورت جلوہ گر

رہنے کے بعد طیب و طاہر ارحام و اصلاب میں منتقل ہوتا ہوا آغوشِ آمنہ سلام اللہ علیہا میں جلوہ فگن ہوا اس نورالانوار اور سرالاسرار کا کسی بت پرست اور مشرک کی محبت میں گرفتار ہو کر رہ جانا کس قدر عجیب و غریب مسائل کو جنم دینے کا باعث ہو سکتا ہے۔

کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ رسول غیب دان جس کے پیشِ نظر ہر عدم کو وجود میں لایا گیا یہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں ایک روز نبوت و رسالت کا تاج پہن کر مشرکین اور ان کے معبودانِ باطل کی تکذیب کرنا ہے؟

کیا آپ کو نہیں معلوم تھا کہ مشرک اور بت پرست کی محبت میں گرفتار ہونا شانِ نبوت و رسالت کے منافی ہے؟ حیرت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن میں فرعون کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچ لیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آغوشِ مادر میں ہی اپنی والدہ مکرمہ کی عصمت و پاکیزگی کی گواہی دیں اور اعلان فرمائیں کہ "انی عبداللہ" مگر اس کے برعکس وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے اُمتی بننے کی خواہش حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کریں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس بات کو بھی نہ جانتے ہوں کہ کفار و مشرکین تو خداوندِ قدوس کے دشمن ہیں اس لئے ہمارا کسی مشرک کی محبت میں مستغرق ہونا اس منصبِ جلیلہ و عظیمہ کے خلاف ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں تفویض کر رکھا ہے۔

ہم دلوں کا رُخ موڑنے پر قادر نہیں یہ کام تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی

ذات اقدس ہی کر سکتی ہے البتہ ہم اتنی گزارش ضرور کریں گے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی مقدس اولاد کے لئے نہ سہی صرف اپنے اس محسنِ عظیم کی طہارت و عصمت کے لئے ہی جس کی شفاعت کے بغیر تمام اعمال بیکار ہو کر رہ جائیں گے اس قدر تو کریں کہ جناب ابو طالبؑ کا تذکرہ ان کی محبت میں ڈوب کر کر لیا کریں اور یہ چیز اس وقت فرض ہو جاتی ہے جب آپ کو یہ معلوم حضور تاجدار انبیاء امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفسِ نفیس اپنے عمِ محترم جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں اپنی ظاہری عمر مبارک کے نصف سے بھی زیادہ حصہ مستغرق رہے ہیں۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایمانِ ابوطالبؑ

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ شارحِ سیرت ابنِ ہشام و صاحب رَوض الانف متوفی ۵۸۱ھ کا شمار اہلِ سُنّت کے مُقتدر سیرت نگاروں میں ہوتا ہے اور آپ کی ذاتِ والا صفات اہلِ علم حضرات کے نزدیک مُحتاجِ تعارف نہیں آپ نے سیّدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان اور عدمِ ایمان کے متعلق ہر قسم کی روایات نقل فرمانے اور ان پر جرح و تعدیل کرنے کے بعد آخر پر جناب ابو طالب کی وہ وصیّت درج فرمائی ہے جو آپ نے اپنے انتقال سے چند لمحے قبل حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق قریش کو کی تھی اور یہ وصیت کرنے کے فوراً بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ترتیب روایات ہی اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ آپ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ ایمان میں شامل سمجھتے تھے کیونکہ اس وصیت نامے میں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لے آنے کا اقرار فرماتے ہیں بہر حال قارئین کی خدمت میں بلفظہٖ تمام تر روایت کا متن مع رواں ترجمہ کے پیش کیا جا رہا ہے جس کی روشنی میں اہلِ اِنصاف حضرات کے لئے حقائق کے قریب تر آ جانا ہر گز مشکل نہیں ملاحظہ ہو۔

کلمہ پڑھ لیا

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ جناب ابو طالب کی وفات کے

واقعات میں آخر پر فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ خُدا کی قسم میرے بھائی ابو طالب نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم نے نہیں سنا۔

میں نے نہیں سُنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدم سماع سے روایت کے متاثر نہ ہونے کے متعلق امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کلمہ پڑھ لینے کی روایت بیان فرماتے تو یقیناً مقبول تھی کیونکہ شاہد عادل کا کسی بات کو سُن کر اپنے سے بڑے عادل کے حضور میں گواہی پیش کرنا بڑے عادل کے اس بات کے عدم سماع سے مسترد نہیں ہوتی کیونکہ بڑے عادل کا اس بات کو اپنے کانوں سے سماعت نہ فرمانا اُن اسباب پر محمول ہے جو شاہد عادل کو میّسر تھے یعنی وہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالکل قریب تھے بلکہ اُن کے ہونٹوں پر اپنے کان لگائے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ذرا ہٹ کر تشریف فرما تھے مگر حضرت عباس کی یہ شہادت ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کی ہے۔

ذکر ابن عباس وفاۃ ابی طالب الی آخر

القصه و فيها قال العباس والله لقد قال اخی
الكلمة التی امرته بها فقال رسول الله صلی الله
علیه وآله وسلم لم اسمع ۔

قال المؤلف شهادة العباس لابی طالب
لو اداها بعد ما أسلم فكانت مقبولته ولم یرد بقوله
لم اسمع لان الشاهد العدل اذا قال سمعت وقال
من هوا عدل منه لم اسمع اخذ بقول من اليت
السماع لان عدم السماع يحتمل اسباب منعت
الشاهد من السمع ولكن العباس شهد بذالك قبل
ان يسلم ۔

﴿روض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۲۸۵﴾

بُخاری مُسلم کی روایات

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس اَمر کا اثبات کیا گیا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کُفر و شرک پر ہوئی ہے اور یہ آیت کریمہ ان کے حق میں بتائی گئی ہے۔

کہ نبیؐ اور مومنوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مشرکین
کے لئے استغفار کریں۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،

یہ دوسری روایت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کی نصرت وحمایت پر کمر بستہ رہتے تھے اور آپ کی وجہ سے لوگوں پر غضب ناک ہوجایا کرتے تھے کیا ان کی اِن خدمات کا بھی کچھ صلہ ملے گا؟ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہاں ہم نے انہیں آگ میں ڈوبا ہوا پایا اور قیامت کے دن ہم انہیں اس مقام پر لے آئیں گے جہاں آگ ان کے ٹخنوں تک ہوگی مگر اس سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۔

ان الصحیح من الاثر قدثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر والشرک والبت لنزول ھذاالآیۃ فیہ مَا کَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ (التوبۃ آیت ۱۱۳)

وثبت فی الصحیح ایضاً ان العباس قال لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ان ابا طالب کا ن یحو طک وینصرک ویغضب لک فھل ینفعہ ذالک؟

قال نعم وجدتہ فی غمرات النار من شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل فیضحضاح من النار

يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه۔

﴿الروض الانف ج ۱ ص ۲۸۵﴾

اور زیادہ

یونس کی ابن اسحاق سے بیان کردہ روایت میں یہ زیادہ ہے

کہ ان کا دماغ آگ کی حدّت سے اِس قدر کھول اٹھے گا کہ

اُبل اُبل کر قدموں پر بہنے لگے گا" معاذ اللہ"۔

وفی روایة یونس عن ابنِ اسحاق زیادة وهي انه

قال یغلی منها دماغه حتی یسیل علی قدمیه

پاؤں ہی کیوں ؟

امام سہیلی فرماتے ہیں بنا بر صدقِ روایت کہ جزائے عمل اور

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتوں پر نظر کی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ چونکہ

حضرت ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و نصرت پر ہمہ تن

کمر بستہ رہتے تھے مگر ان کے قدم ملّتِ عبدالمطلب پر جمے ہوئے تھے حتیٰ کہ

وقتِ ارتحال بھی یہی فرمایا کہ میں ملّتِ عبدالمطّلب پر ہوں تو ان کی اپنے

آباؤ اجداد کی ملت پر اس ثابت قدمی کی وجہ سے ان کے قدموں پر ہی عذاب

مسلط کر دیا گیا اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔

ومن باب النظر فی حکمة الله ومشاکلة الجزاء

للعمل ان ابا طالب كان مع رسول الله بكلمة

نعحز بالـه الا انه منبت لقد ميه على ملة عبد

المطلب حتىٰ قال عند الموت انا علىٰ ملته عبد

المطلب فسلط العذاب علىٰ قد ميه خاصة لتبية

ابا هما على ملة آبائه ثبتا الله على الصراط

المستقيم ۔

﴿الروض الانف سہیلی ج ا ص ۲۸۵﴾

امام سہیلی کی جرح

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ نبی اور مومنوں کی شان کے لائق

نہیں کہ وہ مشرکین کی مغفرت طلب کریں۔

اور بے شک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نے احد کے دن فرمایا یا اللہ میری قوم کی مغفرت فرما

کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

وذكر قول الله تعالىٰ ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا

للمشركين ۔وقد استغفر عليه السلام يوم احد فقال اللهم

اغفر لقومي فانهم لا يعلمون وذالك حين جرح المشركين

وجهه وقتلوا عمه وكثيراً من اصحابه ۔

اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مُشرکین نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرۂ انور کو زخمی کیا اور آپ کے عمّ محترم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور کثیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر ڈالا تھا اور یہ غلط ہے کہ اُحد کے دِن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر یہ آیت آپ کے چچا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اِستغفار کو منسوخ کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی کیونکہ ان کی وفات اس سے پہلے مکّہ معظّمہ میں ہو چکی تھی اور مقدم مؤخر کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

ولا يصح ان تكون الا آية نزلة فى عمه ناسخته لا ستغفار يوم احد لان وفاة عمه كانت قبل ذالك بمكه ولا ينسخ المتقدم المتاخر وقد احيب عن هذا السئوال باجوبته ان قيل استغفاره لقومه مشروط بتوبتهم من الشرك كان اراد الدعاء لهم بالتوبته حتى يغفر لهم ويقوى هذا القول روايته من روى اللّهم اهد قومى فانهم لا يعلمون۔

وقد ذكر ابن اسحاق رواها عنه بعض رواة الكتاب بهذا اللفظ وقيل مغفرة تصرف عنهم عقوبة الدنيا من المسخ والخسف ونحو ذالك۔

اور اگر تو اس سوال کا جواب طلب کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی قوم کے لئے مغفرت طلب کرنا ان لوگوں کے شرک سے تائب ہونے کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی دعا میں ان کے تائب ہونے کی خواہش تھی حتیٰ کہ توبہ کے بعد ان کی مغفرت ہو جائے اور یہ قول اس روایت سے بھی تقویت حاصل کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ یا اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما کیونکہ یہ جانتے نہیں۔

ووجه ثالث وهوان تكون الآية تاخر نزولها فنزلت بالمدينة ناسخة للاستغفار للمشركين فيكون سبب نزولها متقدما و نزولها متأخرا لا سيما وهي في سورة براءة من آخر ما نزل فتكون على هذا ناسخة للاستغفارين جميعا

وفي الصحيح ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دخل على ابي طالب عند موته وعنده ابو جهل و عبد الله بن ابي امية فقال يا عم قل لا اله الا الله كلمة اشهد لك بها عند الله فقال له ابو جهل

﴿الروض الانف للسہیلی ج ا ص ۲۵۸﴾

اور ابن اسحاق نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے جو بعض کتابوں میں ان الفاظ سے آتی ہے کہ یہ مغفرت ان کے لئے دنیا کے عذاب یعنی صورتیں مسخ ہونے اور زمین میں دھنس جانے وغیرہ کے متعلق تھی۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ آئت مشرکین کے لئے استغفار کو منسوخ رنے کے لئے مدینہ منورہ میں آخر پر نازل ہوئی تھی اور ہوسکتا ہے کہ اس کے نزول کا سبب پہلے ہو اور نزول بعد میں ہو مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ سورۃ براۃ توبہ کی آیت ہے اور سورۃ براۃ تمام قرآن مجید کے آخر پر نازل ہوئی ہے ""علی ہذا یہ جمیع استغفارین کی ناسخ ہے"۔

وابن ابی امیة أترغب عن ملة عبد المطلب فقال انا علی ملة عبد المطلب و ظاهر الحديث يقتضی ان عبد المطلب مات علی الشرك ووجدت فی بعض كتب المسعودی اختلافا فی عبد المطلب وانه قد قال فيه مات مسلما لمارأی من الدلائل علی نبوة محمد صلی الله عليه وآله وسلم و علم انه لا يبعث الا بالتوحيد فالله اعلم غيران مسند بزاروفی كتاب النسوی من حديث من حديث عبد الله بن عمران رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم قال لفاطمه وقد عزت قوما من الانصار عن ميتهم لعلك بلغت معهم الكدی ويروی الكری بالراء يعنی القبور فقالت لو كنت معهم الكدی او كماقال مارائت الجنة حتیٰ يراها جد ابيك۔

وہ روایت بھی آ گئی

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس تشریف لائے تو وہاں پر ابو جہل اور عبداللہ بن اُمیہ بھی موجود تھے تو آپ نے فرمایا کہ چچا جان کلمہ شریف "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" پڑھ لیں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس امر کی گواہی دے سکوں تو ابوجہل اور ابی امیہ نے جناب ابو طالب کو کہا کہ کیا آپ ملّتِ عبدالمطلب کو چھوڑ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ملّتِ عبدالمطلب پر ہوں۔

وقد خرجه ابو داؤد ولم يذكر فيه حتىٰ يد خلها جد ابيك وكذالك لم يذكر فيه مادخلت الجنة ـ

وفى قول جد ابيك ولم يقل جدك يعنى اباه توطئة للحديث الضعيف الذى قدمنا ذكره ان الله احيا امه و اباه آمنابه فالله اعلم ـ

﴿روض الانف ج ۱ ص ۲۵۹﴾

پھر پکڑ لیا

یہ حدیث ظاہر طور پر یہ تقاضا کرتی ہے کہ جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِنتقال بھی شرک پر ہُوا ہے کیونکہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ میں مِلّتِ عبدالمطلب پر فوت ہو رہا ہوں اور ابو طالب کو مشرک کہا گیا ہے اور میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اختلاف دیکھا ہے اور

وحکی ھشام بن السائب او ابنه انه قال لما حضرت ابا طالب الوفلة جمع الیه وجوه قریش فاوصا ھم فقال یا معشر قریش انتم صفوة اللّٰه من خلقه وقلب العرب فیکم السیدا لمطاع وفیکم المقدم الشجاع والواسع الباع واعلموا انکم لم تتر کوا للعرب فی المالر نصیباً الا احرز تموه ولا شرفا الا در کتموه فلکم بذالکم علی الناس الفضیلة ولھم به الیکم الوسیلته والناس لکم حزب وعلی حزبکم الب وانی اوصیکم بتعظیم ھذه البنیة فان فیھا مرضاة للرب وقواما للمعاش وثباتا للوطئة صلوا ارحامکم ولا تقطعوھا فان صلة الرحم منساة فی الاجل وسعة فی العدد واثر

کہا کہ بے شک وہ مسلمان فوت ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں کا مشاہدہ کیا تھا اور جانتے تھے کہ آپ توحید کے ساتھ معبوث فرمائے گئے ہیں پس اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے علاوہ ازیں مسند بزار اور کتاب المنسوی میں عبداللہ بن عمران سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ارشاد فرمایا کہ بیٹی شاید ہی تم کبھی انصار کی میتوں کے ساتھ قبرستان میں گئی ہو تو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کیا کہ نہیں میں

کو البغی و العقوق ففیهما هلکته القرون قبلکم اجیبوا الداعی واعطوا السائل فان فیهما شرف الحیلة والممات علیکم بصدق الحدیث وأداء الا مانته فان فیهما محبة فی الخاص و مکرمته فی العام وانی اوصیکم بمحمد صلی اللّٰه علیه و آله وسلم خیرا فانه الامین فی قریش والصدیق فی العرب وهو الجامع لکل اوصیتکم به وقد جاء بامر قبله الجنان وانکره اللسان مخافة الشنان والم اللّٰه کانی انظر الی صعالیك العرب واهل البرفی الاطراف والسعففین من الناس قد اجأبوا دعوته وصدقوا کلمة۔

﴿روض الانف ج۱ص۲۸۹﴾

کبھی نہیں گئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ان کے ساتھ گئی ہوتیں اور یا ایسے فرمایا کہ آپ جنت کو نہ دیکھتیں مگر وہاں آپ اپنے باپ کے دادا کو موجود دیکھتیں۔

اس روایت کو ابو داؤد نے بھی بیان کیا ہے مگر جنّت میں داخل ہونے اور اپنے باپ کے دادا کا جملہ نقل نہیں کیا امام ابوداؤد خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں پوری حدیث کو نقل نہیں کیا کرتا بلکہ اس کا کچھ حِصّہ نقل کرتا ہوں اس وضاحت کے لئے دیکھیں باب "قدنات عمکَ شیخُ الضّالّ"

اور یہ قول کہ فرمایا تیرے باپ کا دادا اور یہ نہ فرمایا کہ تیرا دادا یعنی

کلمته وعظموا امره فخاض بهم غمرات الموت فصارت رؤسا قريش وصنا ديدها اذنابا ودورها خرابا وضعفاها اربابا واذا اعظمهم عليه احوجهم اليه وأبعدهم منه احظاهم عندة قد محضته العرب ودادها واصفت له فوادها واعطته قيادها دونكم يا معشر قريش ابن ابيكم كونواله ولاة ولحربه حماة والله لايسلك احد منكم سبيله الارشد ولاياخذا احد بهديه الاسعد ولوكان لنفسي مدة ولا جلي تاخير لكففت عند الهزاهر ولدافعت عند الدواهي ثم هلك۔

﴿روض الانف سہیلی ج ا ص ۲۵۹﴾

میرا باپ تو اس سے قبل ہم اس ضعیف حدیث کا ذکر کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

وصیت نامہ

ہشام بن سائب یا ان کے بیٹے سے روایت ہے کہ جب سیّدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے قریش کو جمع کیا اور خطبہ وصیت ارشاد کرتے ہوئے فرمایا!

اے گروہ قُریش تم لوگ خُدا کے پسندیدہ اور برگزیدہ ہو۔ تم عرب کا دل ہو۔ اور تُم میں اُیسے لوگ موجود ہیں جن کو سردار بنا کر ان کی اطاعت کی جائے۔

تم میں پیکرِ شجاعت اور وسیع تر قوت رکھنے والے لوگ موجود ہیں چنانچہ تُمھیں جان لینا چاہیے کہ عرب کی ایسی کوئی شرافت اور فضیلت نہیں جو تمھیں نہ ملی ہو۔

دوسرے لوگ تمہارے وسیلے کے مُحتاج ہیں جب کہ اُیسے لوگوں نے تمہارے ساتھ متحارب ہونے کا اِرادہ کر لیا ہے اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے کہ کعبۃ اللہ کی تعظیم کرو اسی میں رضائے پروردگار بھی ہے اور

وسعت روزگار بھی اور اِسی میں ثابت قدمی کا راز مضمر

ہے۔

صلہ رحمی کرو اور ترکِ تعلق نہ کرو کیونکہ صلہ رحمی

کرنے سے عمر میں برکت اور تعداد میں اضافہ ہوتا

ہے بغاوت اور سرکشی نہ کرو کیونکہ نافرمانی کرنے کی

وجہ سے ہی تُم سے پہلے آنے والی قومیں بربادی اور

ہلاکت کا شکار ہو چکی ہیں۔

مانگنے والے کو عطا کرو سائل کا سوال پورا کرو

اِسی کام میں شرفِ حیات اور عظمتِ موت کا راز پوشیدہ

ہے سچی بات کرو اور امانتیں واپس کرو کیوں کہ اس

میں خاص محبت اور عام بزرگی ہے۔

میں نے ان کو مان لیا ہے

اور میں تمہیں محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے

ساتھ خیر اور بھلائی کی وصیت کرتا ہوں یہ قریش میں

امین اور عرب میں زیادہ سچے ہیں اور ان تمام تر

صفات کے جامع ہیں جن کا میں نے وصیت میں ذکر

کیا ہے۔

یہ جو پیغام لے کر تشریف لائے ہیں میں نے اسے دل

سے قبول کرلیا ہے مگر اس بات کو ان کے مخالفین کی وجہ

سے زبان پر نہیں لاتا۔

نگاہِ بصیرت

خدا کی قسم میں آئندہ ظہور میں آنے والے

واقعات دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے رہنے والے اور اطراف و

اکناف کے کمزور اور مسکین لوگ ان کی دعوت کو قبول کر چکے

ہیں اور ان کے کلمہ کی تصدیق کرنے کے بعد ان کے حکم کی

عظمت کو بلند کر رہے ہیں اور ان کے حکم پر خود کو موت کے منہ

میں دھکیل چکے ہیں۔

جب کہ اس کے برعکس روسائے قریش ان کے

سامنے پست اور ذلیل و خوار ہو رہے ہیں ان کے مکانات تباہ

و برباد ہو رہے ہیں۔

جب میں کفار قریش کے بڑوں کو دیکھتا ہوں تو وہ

ان لوگوں کے محتاج نظر آتے ہیں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے کمزور ساتھی ارباب اقتدار و اختیار بنے ہوئے ہیں۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ ان سے دور تھے وہ ان

کے قریب ہو رہے ہیں اور اہلِ عرب نے ان کو قائد تسلیم کر لیا

ہے۔

اے گروہِ قریش محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمہارے

باپ کے بیٹے ہیں ان کا ساتھ دو ان کے ساتھیوں کی حمائت

کرو خُدا کی قسم ان کی اطاعت کرنے والے اور ان کے راستہ

پر چلنے والے ہدایت یافتہ اور ان کی سیرت کو اپنانے والے

سعادت مند ہو جائیں گے۔

اور اگر اب بھی میری زندگی میں کچھ اضافہ ہو جاتا

اور میری موت میں تاخیر واقع ہو جاتی تو میں ان کی طرف

آنے والی ہر مصیبت اور مُشکل کو دفع کرتا رہتا اور یقیناً ان کو

فتنوں سے بچاتا۔

قارئین کرام !

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری جُملوں پر ٹھنڈے دل

سے غور کریں اور پھر اندازہ لگائیں کہ وہ لوگ جو آج خُود کو بہت پکے مومن

سمجھتے ہیں مگر اس عالی قدر اور عظیم انسان کے ایمان کے متعلق بدگمانی کا

اظہار کرتے ہیں جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر آنے والی مصیبتوں کو

اپنی جان پر جھیلنے کے لئے زندگی کے آخری لمحات میں بھی بے تاب نظر آتا

ہے

چراغ لالہ میں جلتا رہا ہے خُونِ بہار
یہ اور بات گُلوں میں ہی رُوشنی نہ ہوئی

بہرحال ! علامہ حلبی کی پُوری کی پُوری عبارت ہدیۂ قارئین کردی گئی ہے آپ نے ہر روایت بیان کرنے کے بعد اس پر کچھ نہ کچھ جرح بھی کی ہے مگر وصیت نامہ کے کسی ایک جملہ کو بھی ہدفِ تنقید نہیں بنایا جس کا صاف مطلب ہے کہ آپ اس روایت کو قطعی طور پر درست تسلیم کرتے ہیں اور اگر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات انہی الفاظ کے ساتھ ہوئی ہے جو آپ کی وصیت میں موجود ہیں تو پھر ان کے ایمان کے اُثبات کے لئے کسی دوسری شہادت کی ہرگز ضرورت باقی نہیں رہتی۔

علاوہ ازیں بخاری و مسلم کی مشہور روایت پر آپ کا تنقید کرنا اس اُمر کا غماز ہے کہ آپ اسے درست تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے آیت کریمہ "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا" کے اسباب نزول کو با لوضاحت بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ آیت کریمہ جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ کی مغفرت طلب کرنے سے روکنے کے لئے نازل نہیں ہوئی کیونکہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک مکّہ معظمہ میں ہو چکا تھا جب کہ یہ آیتِ کریمہ مدنی بھی ہے اور قرآن مجید کی سب سے آخر پر نازل ہونے والی سُورت کی آیت ہے۔

علاوہ ازیں آپ بخاری کی روایت کو اس لئے بھی محلِّ نظر سمجھتے ہیں

کہ اس سے سیّدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرک ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ آپ اس کے برعکس عقیدۂ توحید پر بھی تھے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی نشانیوں سے آگاہ ہو کر آپ کی نبوت کے بھی قائل تھے۔

آپ کے اِس بیان سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ سیّدنا عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملت کو ملتِ اسلامیہ متصور کرتے تھے لہٰذا سیّدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر یہ فرمایا بھی ہو کہ میں ملتِ عبدالمطلب پر فوت ہو رہا ہوں تو اس کا مطلب بھی صرف یہی لیا جا سکے گا کہ آپ کی موت عقیدۂ توحید پر تھی اس لئے امام بخاری کا ان کو مشرک ثابت کرنا قطعی طور پر غلط ثابت ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اس توجیہہ و تصریح کے بعد حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وہ روایات بھی غلط قرار پا جاتی ہیں جن میں ہے کہ آپ جہنم کے مقامِ ضحضاح پر ہوں گے جہاں آگ ان کے ٹخنوں کے برابر ہے اور معاذ اللہ اس آگ کی حدت سے ان کا دماغ کھول کھول کر پاؤں پر بہہ رہا ہے۔

کیونکہ صرف قدموں تک آگ رہنے کی وجہ جو امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا جسم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت پر مامور تھا مگر آپ کے

قدم ملتِ عبدالمطلب پر جمے ہوئے تھے لہٰذا آگ بھی ان کے قدموں سے آگے تجاوز نہیں کرتی یہ وجہ بیان فرمانے کے بعد اس کے بعد میں آنے والی روایت کے ضمن میں آپ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتے تھے چنانچہ آپ کے اس ایک جملہ سے ہی صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ جناب عبدالمطلب کی ملت پر ثابت قدم رہنے کا مطلب بھی عقیدۂ توحید و رسالت پر ثابت قدم رہنے کے مترادف ہے اور اس عقیدہ کی سزا کسی بھی صورت میں جہنم کی آگ نہیں ہو سکتی

امید ہے کہ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ان واضح ترین تصریحات کے پیشِ نظر وہ حضرات جو ابھی تک حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے متعلق غیر یقینی حالات اور تذبذب کے عالم میں ہیں بغیر کسی اِضطراب کے آپ کو نہ صرف مومن بلکہ ایک سچے عاشقِ رسول کی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے رہیں گے کیونکہ۔

اِحساس مر نہ جائے تو اِنسان کے لئے
کافی ہے ایک راہ کی ٹھوکر لگی ہوئی

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

کردار و ایمانِ ابوطالبؑ

مشہور محدّث اور سیرت نگار حضرت اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم تالیف مبارکہ مواہب اللدنیہ شریف میں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے متعلق آنے والی تقریباً تمام تر روایات وضاحت کے ساتھ نقل فرماتے ہیں اختلافِ روایات کے باوجود قارئین کے لئے یہ اندازہ لگانا ہرگز مشکل نہیں ہوگا کہ آپ کا میلان کس طرف ہے ملاحظہ فرمائیں۔

خوشی مصطفےٰ کی

جب جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سن مبارک اُنچاس سال آٹھ ماہ اور گیارہ یوم ہوگیا تو آپ کے چچا ابو طالب اِنتقال فرما گئے جناب ابو طالب کی عُمر مبارک اس وقت ستاسی سال تھی اور کہا کہ آپ کی بعثت مبارکہ کے دسویں سال پندرہ شوال المکرّم کو اور ابن جزار کے مطابق ہجرت سے تین سال قبل جناب ابو طالب نے انتقال فرمایا۔

روایت ہے کہ جب آپ کا وقتِ اِحتضار آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آپ کو فرمایا کہ چچا جان آپ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لیں تاکہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت مجھ پر حلال ہو جائے۔

رسول اللہ صلّی اللہ وآلہٖ وسلّم کی اس حرص اور خواہش کو دیکھتے ہوئے

جناب ابوطالب نے عرض کیا اے ابن اخی خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ قریش مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ میں نے موت سے خوف زدہ ہو کر کلمہ پڑھا ہے تو ضرور پڑھ لیتا۔

البتہ محض آپ کی خوشی کی خاطر پڑھ لیتا ہوں چنانچہ جب ابوطالب موت سے مشرف ہونے لگے تو جناب عباس نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ مبارک مل رہے ہیں لہذا انہوں نے اپنے کان جناب ابوطالب کے ہونٹوں سے لگا دیئے اور پھر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا ابن اخی خُدا کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا اِرشاد آپ نے ان کو کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم نے نہیں سنا۔

ایسا ہی ابنِ اسحاق کی روایت میں آتا ہے کہ جناب ابوطالب نے اپنی وفات کے وقت اسلام قبول کر لیا تھا۔

ولما آتت علیه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم
تسع واربعون سنته و ثمانیته اشهر و احد عشر
یوما مات عمه ابو طالب وله سبع و ثمانین سنته
وقیل مات فی النصف من شوال من سنته العاشرة
وقال ابن الجزار قبل هجرة علیه الصلوٰة والسلام
بثلاثین وروی انه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم

کان یقول لہ عند موتہ یا عم قل لا الہ الا اللّٰہ

کلمتہ استحل لك بها الشفاعتہ یوم القیامة فلما

رای ابو طالب حرص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

وآلہ وسلم قال لہ واللّٰہ یا ابن اخی لولا مخافتہ

قریش الی انما قلتها جزعامن الموت لقلتها لا

اقولها الا لا سرك بهاء ۔

فلما تقارب من ابی طالب الموت نظر

عباس الیہ یحرك شفتیہ فاصغی الیہ باذنہ فقال یا

ابن اخیّ واللّٰہ لقد قال الی الکلمتہ التی امرتہ بها

فقال صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لم اسمع کذافی

روایت ابن اسحاق انہ اسلم عند الموت ۔

﴿مواہب اللدنیہ مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۱۵ از امام قسطلانی شارح بخاری﴾

ہم نے نہیں سُنا

اور بیہقی نے اس روایت کو دلائل النبوۃ میں یونس بکیر کے طریق

سے نقل کیا ہے کہ وہ ابی اسحاق سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حدیث بیان

کی مجھ سے عباس نے عبداللہ بن معبد بن عباس سے انہوں نے اپنے بعض

اہل خانہ سے کہ اس حدیث کا ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

ہے۔

بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب ابو طالب کے ایمان کی شہادت اپنے اسلام قبول کرنے کے بعد میں دی ہوتی تو وہ مقبول ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے کہ ہم نے ابو طالب کا کلمہ پڑھنا نہیں سنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت رد نہیں ہوتی اس لئے کہ جب شاہد عادل کہے کہ میں نے یہ سنا تو جو شخص اس سے زیادہ عادل ہو وہ کہے کہ میں نے نہیں سنا تو وہ شاہد عادل جو یہ کہتا ہے کہ میں نے سنا ہے اسی کے قول پر عمل کیا جائے گا مگر جناب ابو طالب کے کلمہ پڑھنے کی یہ شہادت حضرت عباس نے اپنے اسلام لانے سے پہلے دی ہے۔

وفی روایۃ البیھقی فی الدلائل من طریق یونس بن بکیر عن ابی اسحاق حدثنا العباس عن عبداللہ بن معبد بن عباس عن بعض اھلہ عن ابن عباس فذکرہ وقال البیھقی انہ منقطع واجیب عنہ بان شھادت العباس لابی طالب لو اداھا بعد اسلم کانت مقبولتہ ولم ترد بقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم اسمع لان لشاھد العدل اذا قال سمعت وقال من ھوا عدل منہ لم اسمع اخذ بقول من اثبت السماع ولکن العباس شھد بذالک قبل ان یسلم مع ان الصحیح من الحدیث قد اثبت لابی

طالب الوفاة على الكفر والشرك كما رويناه في

صحيح البخاری فی حدیث سعید بن مسیب۔

﴿المواہب اللدنیہ مطبوعہ مصر ج ا ص ۵۵﴾

بخاری مسلم کی روایات

صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو طالب کی موت کفر و شرک پر ہوئی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں سعید بن مسیب کی روایت ہے کہ جناب ابو طالب نے کلمہ پڑھنے سے اعراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں ملت عبد المُطلب پر فوت ہو رہا ہوں جس کے جواب میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے اس وقت تک مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے روک نہ دیا جائے چنانچہ آیات کریمہ " مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا الی آخر الآیۃ اور اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ الی آخر الآیۃ نازل ہو گئیں۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابو طالب کلمہ پڑھ لیتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے لئے استغفار کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منع نہ فرماتا۔

بعد ازاں بخاری مسلم کی روایات نقل کی گئی ہیں جن میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وسلم کی خدمت میں حضرت عباس بن عبد المُطلب

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا کہ ابو طالب آپ کی حمایت و نصرت فرمایا کرتے تھے اور آپ کے دشمنوں پر آپ کی وجہ سے غضب ناک ہو جاتے تھے کیا بعد از مرگ ان کو ان خدمات کا بھی کچھ صلہ ملا ہے تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں بیشک ان کی یہ خدمات ان کو نفع دیتی ہیں میں نے ان کو جہنم کے سخت ترین عذاب میں مبتلا دیکھا تو انہیں وہاں سے نکال کر خفیف ترین عذاب کی جگہ پہنچا دیا۔

نیز یہ روایت بھی کہ اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے علاوہ ازیں بخاری مسلم میں یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ابو طالب کو میری شفاعت قیامت کے روز نفع دے گی اور وہ مقام ضحضاح پر لائے جائیں گے جہاں ان کے دونوں ٹخنوں تک آگ پہنچے گی اور ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔

ضحضاح دراصل پانی کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو انسان کے ٹخنوں تک پہنچے چنانچہ آتش دوزخ کے لئے یہ لفظ استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

اور ابن اسحاق کی بیان کردہ یونس کی روایت میں مزید یہ ہے کہ "یغلی منه دماغه حتیٰ یسیل علی قدمیه" یعنی ابو طالب کا دماغ آگ کی حدت سے اس قدر کھولنے لگے گا کہ اُبل اُبل کر قدموں پر بہے گا چونکہ بخاری مسلم کی یہ روایت دیگر متعدد مقامات پر مع متن کے نقل کر دی گئی

ہیں لہٰذا اس مقام پر اس کا متن نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا البتہ ترجمہ میں قطع

و برید ہرگز نہیں کی گئی تاہم ایسی جس قدر بھی عبارات نقل کی جائیں گی ان کا

متن حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے [illegible]

پاؤں ہی کیوں [illegible]

[illegible] پاؤں کی تخصیص میں مسلط ہونے والے جہنم کے عذاب کے متعلق امام سہیلی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت اور حجت کے بعض نہ ختم ہونے والے مخفی اسرار کا اظہار اس

طرح فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمدرد تھے اور ان کا دفاع کیا کرتے تھے مگر اس کے

ساتھ ہی وہ حضرت عبدالمطلب کی ملت پر بھی ثابت قدم تھے یہاں تک کہ

انہوں نے اپنی وفات کے موقع پر بھی کہا تھا کہ میں ملت عبدالمطلب پر

فوت ہو رہا ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی خاص طور پر عذاب جہنم کو ان

کے دونوں پاؤں پر مسلط کر دیا کیونکہ ابو طالب نے اپنے دونوں قدموں کو

اپنے آباؤ اجداد کی ملت پر مضبوط کر رکھا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صراط

مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔

اور قرآن کی طرح تفسیر میں ہے کہ کافروں کی چار اقسام ہیں اور ان

میں سے ایک وہ شخص ہے جس نے کفر کو چھپا لیا ہے جو ظاہر میں تو ایمان لایا اور باطن میں

کفر پر قائم ہو اور عام طور سے کافر ہو جیسا کہ ابو طالب کے متعلق آتا ہے

[illegible]

الاذعان مطروح کما حکی عن ابی طالب انه کان

لا علم ان ابن اخی لا یقول الا حق لقد علموا ان

ابننا لا مکذب بقولنا ولا یعزی لقول الا باطل قال

فهذا تصریح باللسان و اعتقاد بالجنان غیر انه لم

یذعن انتهی۔

یہ وصیت یہ ایمان

ہشام بن سائب کلبی یا ان کے بیٹے نے کہا ہے کہ جب حضرت ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے پاس اشراف قریش کو جمع کرنے کے بعد انہیں وصیت کرتے ہوئے یوں خطاب فرمایا۔

کہ اے گروہ قریش تم مخلوق میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ لوگ ہو اور قریش کی شان میں ایسی ہی مزید کچھ باتیں کہنے کے بعد فرمایا کہ۔

میں تم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ یہ قریش میں امین ہیں اور عرب میں سب سے زیادہ سچے ہیں اور میں جو تمہیں وصیت کر رہا ہوں اس کے جامع ہیں یعنی جو محاسن میں نے تمہارے لئے بیان کئے ہیں وہ تم لوگوں میں تو فرداً فرداً پائے جاتے ہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے جامع ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حکم لے کر تشریف لائے ہیں اس کو میرے دل نے قبول

کرلیا مگر ان کے مخالفین کے حسد کے خوف سے میری زبان نے انکار کیا ہے

خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے غرباء و مساکین اور اطراف و اکناف کے کمزور اور ضعیف لوگوں نے ان کی دعوت "الی الحق" کو صدق دل سے قبول کرلیا ہے اور ان کے کلمہ کی تصدیق کردی ہے اور ان کی عظمت کو بلند کررہے ہیں۔

میں "بہ وجہ البصیرت" مشاہدہ کر رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان کمزور ساتھیوں کو موت سے کھیل جانے والا بنا دیا ہے صنادید قریش ان کے سامنے پست اور ادنیٰ درجہ کے ہو کر رہ گئے ہیں رؤسائے قریش کے گھر برباد اور ویران ہو کر رہ گئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضعیف اور کمزور ساتھی شاہان وقت بن گئے ہیں۔

آج قریش کے جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے ہونے کے دعوے دار ہیں وہ آنے والے وقت میں مجھے ان کے محتاج نظر آرہے ہیں۔

اور جو لوگ آپ سے دُور تھے وہ قریب ہو کر قریش سے زیادہ اُونچے مقدروں والے ہو گئے ہیں اہل عرب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اپنی محبت کو خالص کرلیا ہے اور اپنے قلوب کو آپ کے خلوص و محبت میں صاف اور مصفا کرلیا ہے اور اپنی عنان حیات مکمل طور پر آپ کے سپرد کردی ہے۔

اے معشر قریش تم ان کے دوست اور مددگار بن جاؤ...

ودورها خرابا وضعفاءها اربابا واذا اعظمهم

عليه احوجهم اليه وابعدهم منه احظاهم عنده قد محضته

العرب ودادها واصفت له فؤادها واعطته قيادها

یا معشر قریش کونوا لہ ولاۃ ولحزبہ حماۃ واللہ

لا یسلک احد سبیلہ الا رشد ولا یاخذ احد بھدیہ

الا سعد وکان لنفسی مدۃ ولاجل تاخیر لکففت

عنہ الھزاھز ولدفعت عنہ الدواھی ثم ھلک۔

(المواہب اللدنیہ مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۵۶)

مواہب اللدنیہ کی ان واضح ترین عبارات کے علاوہ جن میں جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ کے صاحب ایمان ہونے پر اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کی صاف صاف تصریحات موجود ہیں۔

صاحب مواہب اللدنیہ شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی عدم ایمان ابوطالب میں آنے والی روایت کو قطعی طور پر محل نظر سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس روایت میں آیت کریمہ "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ" کو خواہ مخواہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ آیت تو ان کے وصال کے بارہ سال بعد نازل ہوئی ہے جب کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کبھی بھی فضول اور بے کار کام میں اس قدر طویل عرصہ تک

مشغول و مصروف رہنا آپ کی شانِ رسالت کے منافی ہے۔

بہرکیف اِمام قسطلانیؒ کی یہ تحقیق بخاری شریف میں آنے والی متذکرہ بالا روایت پر دیگر شارحینِ بخاری کی تشریحات و تصریحات کے ساتھ ہی بیان ہوگی فی الحال آپ علامہ قسطلانی کا ایک ایسا حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس پر معمولی سا غور کر لینے سے بھی یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمۃ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہ تمام شکوک و شبہات دم توڑ دیتے ہیں جو بعض غلط فہمیوں کی بناء پر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے بارہ میں پیدا کر دیئے گئے ہیں بہرحال۔

گر بُجھ گئے چراغ محبت تو کیا ہوا
اب دِل جلا جلا کے اُجالا کریں گے ہم

اس آیت پر غور کرو

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

"مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ"

یعنی نہ تو آپ کتاب کو جانتے ہیں اور نہ ہی آپ کو ایمان کا پتہ تھا۔

﴿شوریٰ آیت ۵۲﴾

یہ آیت کریمہ اپنے نفسِ مضمون کے اعتبار سے اس اَمر کی مقتضی ہے

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا یہ خطاب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کے لئے ہو مگر یہ تصور ان دیگر بے شمار شواہد پر یقیناً یقیناً اثر انداز ہوتا

ہے جن کی روشنی میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی بعثت

مبارکہ سے پہلے صاحبِ ایمان ہونا ثابت ہے۔

اگر ہمیں طوالتِ مضمون کا خوف نہ ہوتا تو ہم اِس آیۂ کریمہ کی

وضاحت کے لئے قرآن وحدیث اور تفاسیر وغیرہ سے سینکڑوں ایسے حوالہ

جات ہدیۂ قارئین کرتے جن سے حضور امام الانبیاء اصلِ کائنات نورِ اوّل

احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روزِ اوّل ہی سے خاتم

النبین اور عالمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے

تاہم کنایۃً چند آیات واحادیث کی نشاندہی کردی جاتی ہے تاکہ

اصل مقصد تک پہنچنے کے لئے قارئین کرام کے لئے آسانی ہو جائے آیتِ

کریمہ " وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ " پر غور فرمائیں

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد سامنے رکھیں !

" اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ "

حضور کی اس حدیث پر توجہ دیں !

"کنت نبیا آدم بین الماء و الطین "

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ عالیہ کی حقیقت پر

نظر کریں۔

اول ما خلق اللہ نوری و کل خلائق من نور

بہر کیف ! یہ ایک واضح ترین حقیقت ہے کہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خلقت کے اعتبار سے بھی اور اپنی ولادت مقدسہ کے اعتبار سے بھی نزول آیت سے پہلے کتاب اور ایمان سے مکمل طور پر آشنا تھے یہی وجہ ہے کہ اس نص قرآنیہ کو قرآن مجید ہی کی دوسری نصوص کی روشنی میں دیکھتے ہوئے مفسرین کرام نے زیر آیت نہایت ہی قرین قیاس اور ایمان افروز تشریحی نوٹ لکھے اور یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ قرآن مجید کی دیگر بھی بے شمار ایسی آیات کریمہ موجود ہیں جن کی تفسیر قرآن مجید ہی کی دوسری آیات مقدسہ کو سامنے لا کر کرنا پڑتی علاوہ بریں سورۃ الفتح کی ابتدائی یہ آیات مبارکہ اس مسئلہ کو سمجھنے میں کافی ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کرام نے عصمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر نہایت ہی کارآمد توجیہات پیش کی ہیں جن سے نہ صرف ایمان کو تازگی ملتی ہے بلکہ ظاہری صورتوں سے پیدا ہونے والی الجھنیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

اس مقام پر ہم قارئین کرام کو یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ

نظر رکھتے ہوئے دیگر قرآنی نصوص کے استدلال پیش کرتے ہوئے متعدد نکتہ آفریںیاں فرمائی ہیں جن کی تفصیل کسی دوسری تصنیف میں عرض کی جائیگی یہاں محض شارح بخاری حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ حوالہ پیش خدمت کیا جا رہا ہے جس کا ہم نے سطور بالا میں تذکرہ کیا تھا۔

علمِ کتاب اور ایمان ابوطالبؓ

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت فرماتے ہیں کہ امام ماوردی امام واحدی اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہم نے اس آیت کے ضمن میں روایت بیان کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد کہ آپ کو اس سے پہلے کتاب اور ایمان کی کچھ خبر نہ تھی حذف مضاف کے باب سے ہے یعنی ایمان کا پتہ نہیں تھا تو یہ بات حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ہے کہ محبوب آپ کے بتانے سے پہلے نہ یہ کتاب کو جانتے تھے اور نہ ہی ان کو ایمان کی کچھ خبر تھی متن ملاحظہ ہو۔

واما قولہ تعالیٰ "مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ" حکاہ الماوردی والواحدی والقشیری وقیل انہ من باب حذف المضاف ای ماکنت تدری اھل الایمان، ای من الذی یومن ابو طالب او العباس او غیرھما۔

﴿مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۹۸ مطبوعہ بیروت للامام احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی﴾

دوسری گواہی

مواہب اللدنیہ شریف کی متذکرہ بالا عبارت سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اگرچہ حضرت ابوطالب اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کتاب اور ایمان کی حقیقت سے ناآشنا تھے مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب پر آگاہی حاصل ہوگئی اور دولتِ ایمان سے بھی مشرف ہو گئے۔

علاوہ ازیں اس کے اور کسی قسم کے معانی لئے ہی نہیں جاسکتے کیونکہ زیرِ بحث آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے اُمت کو بالواسطہ طور پر یہی فرمایا ہے کہ اس سے قبل تم لوگ کتاب اور ایمان سے آشنا نہیں تھے مگر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے کتاب کو بھی جاننے لگے اور صاحبِ ایمان بھی ہو گئے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی جس کتاب کا حوالہ ہم نے ہدیۂ قارئین کیا ہے اس کی عظیم و ضخیم شرح امام زرقانی علیہ الرحمۃ نے لکھی ہے جسے خاص طور پر اہلِ سُنّت وجماعت کی نظر میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور ہمیشہ سے استحسان کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

اگرچہ مواہب اللدنیہ کی شرح کرتے وقت علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ

حسب ضرورت تعدیل و جرح کا فریضہ بھی ادا فرماتے ہیں اور ایسی روایت کو مجروح کہہ کر قبول نہیں کر لیتے اور یہ امر صاحبان علم پر مخفی نہیں مگر منقولا بالا روایت نقل کرتے وقت علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ ہرگز کسی قسم کی جرح نہیں کرتے بلکہ امام باوردی امام واحدی اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت بلیغ اور جامع تعارف کروانے کے بعد رقمطراز ہیں۔

کہ آیت حذف مضاف کے باب میں سے ہے اور وہ اہل ایمان لوگ جو پہلے ایمان کو نہ جانتے تھے اور ایمان لائے وہ ابو طالب (عبد مناف) یا عباس اور دوسرے لوگ ہیں رضی اللہ عنہم اور ان لوگوں کا اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان لانا آیت مذکورہ کے منافی نہیں بلکہ یہ تو آیت کریمہ کے آخر میں آنے والے بقیہ اس حصہ پر دلالت کرتی ہے کہ لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعے سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں متن ملاحظہ ہو۔

انه من باب حذف المضاف ای ما کنت تدری
اهل الایمان من الذی یؤمن ابو طالب عبد مناف
او العباس او غیرهما فلا ینافی انه مؤمن بالله
وصفاته وقبل انه بقیة

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا

(شرح زرقانی علی المواهب اللدنیہ جلد ۳ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان)

خواجہ خواجگان محبوبِ الٰہی

حضرت نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور ایمانِ ابو طالب رضی اللہ عنہ

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا کہ لکھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن دوزخ میں نہیں جائیں گے۔

ایک مرتبہ خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات مہتر خضر علیہ السلام سے ہوئی آپ نے عجیب و غریب سوال کئے منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ میں نے سُنا ہے کہ قیامت کے دن ابو طالب دوزخ میں نہیں جائیں گے۔

فرمایا ٹھیک ہے میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا ہے جو فرماتے ہیں کہ ابو طالب قیامت کے دن بہشت میں جائیں گے۔

خواجہ شفیق بلخی نے پوچھا ! دلیل ؟

فرمایا ! ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوئے ہیں تو دنیا سے باایمان گئے ہیں اس دن سے شیطان غمناک ہے اور

جب اُس کی قوم نے غمناکی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس واسطے کہ وہ ﴿یعنی حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ﴾ دنیا سے باایمان گئے ہیں۔

﴿راحت المحبین مترجم ج ۲ ص ۱۱۶ مرتبہ امیر خسروؒ﴾

امام بدرالدین عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اور ایمان ابوطالب رضی اللہ عنہ

وقال قرطبی وقد سمعت ان اللّٰہ احی عمّہ ابا طالب فامن بہ وروی السھیلی فی الروض بسندہٖ ان اللّٰہ احیاء ام النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وآباہ فآمنابہ۔

ترجمہ:۔

اور فرمایا قرطبی نے اور بے شک سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابو طالب کو زندہ فرمایا پس وہ ایمان لائے اور روایت بیان کی سہیلی نے اپنی کتاب الروض میں سند کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ اور والدِ مکرم کو زندہ فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے۔

﴿عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۸ ص ۲۷۶﴾

الامام شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ

اور ایمانِ ابوطالب

امام صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت انك لا تھدی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

وقیل انہ احی واسلم ثم مات ونقل ھذا القول بعض الصوفیہ۔

ترجمہ:۔

اور کہا کہ انہیں زندہ کیا اور وہ اسلام لائے اور پھر فوت ہوئے اور یہ قول بعض صوفیاء نے نقل فرمایا ہے۔

﴿تفسیر صاوی مطبوعہ مصر ص ۱۸۳﴾

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایمانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

عاشقِ رسول

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِنتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کے سگے چچا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آغوشِ کفالت میں لے لیا۔

اگرچہ جناب زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سگے چچا ہی تھے لیکن حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آپس میں بہت ہی زیادہ محبت اور گہرا رابطہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اِنتہائی حفاظت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رکھنے کی وصیت فرمائی۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اِس اَمر کا اختیار دے دیا تھا کہ آپ اپنے چچاؤں میں سے کسی چچا کی کفالت میں رہنا پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی مرضی سے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ کفالت و حفاظت رہنا پسند فرمایا تو حضرت ابوطالب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کے مطابق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اظہار نبوت سے پہلے اور بعثت مبارکہ کے بعد انتہائی خوش اُسلوبی اور احسن طریقہ سے کفالت وحفاظت کا فریضہ ادا فرمایا حتیٰ کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بستر مبارک اپنے پہلو میں خود آراستہ فرماتے اور گھر کے اندر اور باہر ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ساتھ رکھتے۔

نعت خوانِ رسول

نیز ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت ومنقبت میں بے شمار اشعار کہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا اسمِ گرامی اپنے نام سے
نکالا ہے وہ عرش پر محمود ہے اور یہ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم ہیں۔

حسان مقلدِ ابو طالبؓ

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر تضمین کرتے ہوئے کہا!

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے
بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نشانیاں دے

کر بھیجا ہے خدا کی قسم آپ اعلیٰ وامجد ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اسم پاک سے آپ کا اسم
مقدس سے نکالا ہے پس وہ عرش پر محمود ہے اور یہ محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

مُبلّغِ اسلام

روضۃ الاحباب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو طالب کے زیرِ کفالت تھے اور مکہ معظمہ میں خشک سالی کی وجہ سے قحط برپا ہو گیا ابنِ عساکر نے عرطفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں مکہ

چوں عبدالمطلب وفات یافت ابو طالب را کہ عم اعیانی آں حضرت بود در عہدہ کفالت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در آوردہ واگرچہ زبیر بن عبدالمطلب نیز اعیانی آں حضرت بود ولیکن میان عبداللہ وابو طالب زیادت محبت وارتباط بود ووصیت کرد کہ محافظت وے باقصی الغائت نماند ودر روائے آمدہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را مخیر ساختند کہ کفالت کدام یکے از اعمام خود رامی خواہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب را اختیار کرد وابو طالب باقصی الغائت واحسن وجوہ محافظت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از ظہور نبوت وبعد ازاں بتقدیم رسانید وبے وے طعام نمی خوردو جامہ خواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلوئے خود راست می کردہ درون وبیرون خانہ ہمراہ داشتے وابو طالب در مدح آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار بسیار میدارد واز آں جملہ یکے ایں است۔

معظمہ زاد اللہ شرفہا میں آیا تو دیکھا کہ لوگ سخت قحط سالی میں مبتلا ہیں اسی اثناء میں قریش حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بارش لینے کے لئے حاضر ہوئے تو ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے گرد قریش کے بچوں نے گھیرا ڈالا ہوا تھا اور ان کے درمیان ایک انتہائی خوبصورت اور چندے آفتاب ایسا بچہ موجود تھا جس کے منور چہرے

وشق لـه من اسـمـه ليجـلـه

فذو العرش محمود هذا محمد

وحسان بن ثابت این بیت راتضمین کردہ است و گفته

الـم تـران الـلـه ارسـل عبـده

بـآيـاتـه والـلـه اعلى وامجد

وشق لـه من اسـمـه ليجـلـه

فذو العرش محمود هذا محمد

کذا فی روضۃ الاحباب و در عہد کفالت ابوطالب نیز در مکہ قحط افتادہ بود ابن عساکر از عرفطہ آوردہ کہ گفت قدم آوردم مکہ را و آں قحط سال بود عظیم پس آمد ند قریش نزد ابو طالب برائے استسقاء برآمد ابوطالب و حال آں کہ گردے وے کودکاں اند قریش میان ایشاں بود کودکے چوں آفتاب تاباں کہ پردۂ ابر از روئے وے بر افتادہ باشد پس گرفت او را ابو طالب و چسپانید پشت او بکعبہ پس استقصیو کرد آں کودک با نگشت خود

سے بادل پانی طلب کرے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بچے کو آغوش میں لیا اور اس کی پُشت مُبارک کعبہ معظمہ کی دیوار کے ساتھ لگادی تو اس بچے نے آسمان کی طرف اُنگلی سے اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پر بادلوں کا نشان تک نہ تھا اور مطلع بالکل صاف تھا آپ کی انگشت مُبارک اُٹھتے ہی بادلوں کے ٹکڑے ہر طرف سے اُمڈ اُمڈ کر جمع ہو گئے اور آپس میں ٹکرا کر موسلا دھار بارش کی شکل اختیار کر گئے حتیٰ کہ جل تھل کا سماں پیدا ہو گیا اور تمام ندی نالے رواں ہو گئے اور وادیاں پانی میں ڈوب گئیں۔

اس واقعہ کو اپنے اشعار میں ڈھال کر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نعتیہ قصیدہ رقم فرمایا جس کا ایک شعر ہے وہ پیکرِ حُسن وجمال جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

بجانب آسمان و حال آں کہ نیست در آسمان نشانے از ابر پس گرد آمد قطعہائے ابر از ہر جانب و برہم نشستند و باریدن گرفتند تا روان شد رودہا پُر شد وادی و دریں۔

قصیدہ گفتہ است ابو طالب در مدح آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

چنانچہ یہ شعر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قصیدہ کا ہے جو ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شانِ اقدس میں کہا کہ محمّد بن اسحاق نے اس قصیدہ منوّرہ کے اُڑسٹھ ۶۸ سے بھی زیادہ اشعار ذکر کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ یہ شعر آپ نے اس وقت کہے جب کفارِ قُریش نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ اقدس سے متنفّر کرنے کے لئے ان لوگوں کو جمع کیا جو مشرّف بہ اسلام ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔

ان ابیات میں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفارِ قریش کی رسول دشمنی اور آپ کی رسالت سے ان کے انکار کی ہجو و مذمت کی ہے اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور اِسلام قبول کر لینے کی طرف رَاغب کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

معرفتِ رسول

ابن التّین کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس اَمر کی دلیل ہیں کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت و رسالت کی معرفت آپ کی بعثت مُبارکہ سے پہلے ہی حاصل تھی آپ بحیرا راہب جس کا نام برجیس تھا کی خبروں اور دوسرے لوگوں کے بتانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ نبوّت کو جانتے تھے۔

شیخ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد اِنشاء فرمائے اور حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی معرفت حاصل ہونا دیگر بے شمار واقعات میں بھی موجود ہیں اور ان سے شیعہ لوگ آپؑ کے اسلام پر دلیل پکڑتے ہیں ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن حمزہ نصری کو دیکھا انہوں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ایک کتاب میں جمع کر رکھے تھے اور گمان کرتے تھے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُسلمان تھے اور وہ عقیدۂ اسلام پر دنیا سے رخصت ہوئے۔

کوئی دلیل نہیں

فرقہ حشویہ کا گمان ہے کہ جناب ابو طالب عقیدۂ کفر پر فوت ہوئے اور اپنے دعویٰ میں دلائل پیش کرتے ہیں مگر ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ان کے دعوے کی تصدیق ہو سکے ابنِ حجر عسقلانی کا کلام ختم ہوا۔

اظہارِ مسرّت

عُلمائے حدیث جو روایات بیان کرتے ہیں وہ آپ کے دعوت اسلام کو قبول کرنے اور اذعان وقبول کی نفی کرتی ہیں اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جناب ابُو طالب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر کی جانب کھڑے تھے اور آپ نے انھیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے قبول نہ کی اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا سر مُبارک جناب ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ کے قریب کیا اور ان سے کلمہ شہادت سن کر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ عرض کیا یارسول اللہ آپ کے چچا نے اسلام قبول کر لیا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خُوش ہو کر اظہار مسرت فرمایا۔

واین بیت از قصیدہ ایست از ابوطالب در مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد بن اسحاق این قصیدہ را از زیادہ بر ہشتاد بیت ذکر کردہ وگفتہ است کہ این ابیات را وقتے گفت کہ قریش اجتماع کردند بر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونفر کردند از وے کسے را کہ ارادہ می کرد اسلام را ودرین ابیات مذمت کردہ در انکار وعداوت قریش مر او را وترغیب نمودہ بر اطاعت واذعان وقبول وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ابن التین گفتہ کہ درین ابیات دلالت است بر آنکہ ابوطالب می دانست نبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را پیش از بعثت باخبار بحیرا کہ نام او برجس بود وغیر او بشأن وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیخ ابن حجر عسقلانی گفتہ کہ اشعار ابی طالب این شعر را بعد از بعثت است ومعرفت ابوطالب بنبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] اخبار آمدہ [illegible] تمسک کردہ اند شیعہ بر اسلام وے گفتہ کہ [illegible] علی بن حمزہ بصری [illegible] کتابے کہ جمع کردہ است در وے اشعار ابوطالب و زعم کردہ

زیادہ سے زیادہ

روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے وقت ان کو فرمایا کہ چچا جان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیجئے تاکہ میں قیامت کے دن اسے تمہاری شفاعت کا ذریعہ بناؤں جب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے متعلق اس حرص اور خواہش کو دیکھا تو عرض کی اے ابن اخی اگر مجھے قریش کے اس طعنہ کا ڈر نہ ہوتا کہ میں نے موت سے خوف زدہ ہو کر کلمہ پڑھا ہے تو میں یقیناً وہی بات کرتا جس سے آپ کی آنکھیں روشن ہوتیں۔

اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابو طالب نے یہ کہا تھا کہ مجھے یہ ڈر

کہ وے مسلمان بود بر اسلام رفت است از عالم حشویہ زعم کردہ اند کہ وے کافر مردہ است واستدلال کردہ اند بردعوی بچیزے کہ نیست دلالت درآں انتہا کلام ابن حجر۔

وعلماء احادیث می آرند کہ دلالت دارند بر عدم قبول واذعان وے دعوت اسلامی راو نیز می آرند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت وفات وے بر سر وے رفت ودعوت کرد وواقع نہ شد از وے اجابت ونیز می آرند عباس سر خود را نزد او برد وشنید از وے کلمہ شہادت بحضرت رسانید پس گفت اسلم عمک یا رسول اللہ پس خوش حال شد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴ ۔ ۲۵ از شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

نہ ہوتا کہ لوگ آپ کو میرے بعد یہ طعنہ دیں گے کہ آپ کے چچا نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا تو میں ضرور پڑھ لیتا۔ اور روایات میں آتا ہے کہ جناب ابو طالبؑ نے اس مضمون کے شعر کہے تھے کہ۔

میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے حق کی طرف بُلاتے ہیں
اور میری خیر خواہی فرماتے ہیں اور آپ یقیناً قطعی طور
پر درست فرماتے ہیں آپ نے اور آپ کی ذات نے
جس دین اور آئین کو ظاہر فرمایا ہے اسے میں یقینی طور
پر تمام اَدیان سے بہترین سمجھتا اور جانتا ہوں اگر مجھے
لوگوں کے طعنوں اور دُشنام طرازی کا ڈر نہ ہوتا جس کا
اظہار وہ آپ سے کریں گے تو آپ مجھے اسلام قبول
ظاہر کرنے والوں میں جوانمرد پاتے۔

یہ سُنتے ہی اہلِ قریش نے شور مچادیا کہ اے ابو طالب آپ اپنے آباؤ اَجداد اور اپنے بزرگوں عبدالمطلب ہاشم اور عبد مناف کا مذہب چھوڑ رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں ابو طالب اپنے بزرگوں کی ملت پر ہی مار رہا ہے۔

ہدایت کا راستہ

نیز یہ روایت بھی آئی ہے کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اپنی موت کے وقت بنو مُطّلب کو بُلا کر ارشاد فرمایا کہ اگر تُم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات سن کر ان کی اتباع و فرمانبرداری کرو گے تو ہمیشہ خیر و برکت حاصل کرتے رہو گے اور اگر تُم ان کی نصرت وحمایت اور امداد و اِعانت کرتے رہو تو تمہیں رُشد وہدایت کا راستہ نصیب ہوگا۔

اور مواہب اللدنیہ میں ہشّام بن سائب کی روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت ابو طالب کا وقتِ اِحتضار آیا تو آپ نے اکابرینِ قُریش اور اُن سردارانِ قُریش کو بلا کر وصیت کی اور فرمایا کہ اے گروہِ قریش تم تمام خلقت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ ہو اور میں تُمہیں وصیت کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کرنا کیونکہ یہ قُریش میں امین اور عرب میں زیادہ سچے ہیں اور ان تمام تر صفاتِ عالیہ کے جامع ہیں جو میں نے اپنی وصیت میں بیان کی ہیں۔

اور جو پیغام آپ لائے ہیں اسے دلوں نے قبول کر لیا ہے مگر بخوف ملامت زبانیں انکار کرتی ہیں۔ خُدا کی قسم گویا کہ میں دیکھ رہا ہُوں کہ عرب کے غرباء مساکین اور اطراف واکناف میں رہنے والے بادیہ نشین ان کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں مسکین اور کمزور لوگ ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے ان کی رسالت کی تصدیق کر رہے ہیں اور اِن کے کلمہ کی عظمت کو بلند کر رہے ہیں۔

اس کے برعکس قُریش کے روٴساء واکابرین ان کے سامنے پست

ہو رہے ہیں ان کے مکانات تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور ان سے کمزور لوگ ارباب اقتدار بنے ہوئے ان رؤسائے قریش کے بڑے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمزور ساتھیوں کے محتاج ہو کر رہ گئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو دور تھے وہ قریب ہو کر بلند بخت اور بہرہ مند ہو گئے ہیں۔

روایت کردہ شدہ است کہ بود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ می گفت مرا در نزد موت وے اے عم بگو لا الہ الا اللہ کہ فردو آرم ترا باں کلمہ شہادت روز قیامت چوں دید ابو طالب حرص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت ! اے برادر زادہ من اگر نمی بود ترس قریش کو بگویند کہ من گفتم ایں کلمہ از جہت ترس بے صبری از موت ہر آئینہ می گفتم آں را و روشن ساختمی چشم ترا بگفتن آں

ور وضۃ الاحباب گفتہ است کہ اگر نہ خوف آں داشتمی کہ ترا سرزنش نمایند بعد از من بگویند۔

عم تو ترسید از موت و آوردہ اند کہ ابو طالب ابیات خواند مضمونش ایں است کہ تو دعوت کردی مرا و دانستم من کہ خیر خواہ منی و ہر آئینہ تحقیق راست گفتی بود و ہستی تو در آں آئین ظاہر کردی تو دینے را کہ تحقیق دانستم کہ آں دین بہترین دین ہائے خلق اگر نہ ترس ملامت و حذر از دشنام مردم بودی، ہر آئینہ یافتی تو مرا جواں مرد و قبول کنندہ و ظاہر کنندہ آں را پس فریاد برآوردند قریش کہ از ملت آباد اشیاخ خود عبد المطلب و ہاشم و عبد مناف بری گردی ا گفت لا ابو طالب بر ملت اشیاخ خود می رود۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸﴾

اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی کے لئے عرب نے خُود کو خالص کر لیا ہے اور ان کی اطاعت میں اپنی جانوں کو ان کے سپرد کر دیا ہے۔

اے گروہِ قریش تم لوگ بھی ان ساتھ دو اور ان کے ساتھیوں کی نُصرت وحمایت کرو خدا کی قسم جو شخص بھی ان کی اطاعت ومتابعت کرے گا وہ رُشد وفلاح حاصل کرے گا اور جو اِن کی سیرت کو اپنا لے گا وہ نیک بخت اور سعید ہو جائے گا۔

وآمدہ است کہ ابو طالب بنی مطلب را در وقتِ موت خود طلبید وگفت! ہمیشہ خیر ونیکوئی خواہید بود اگر سخن محمد را بشنوید واتباع امرے کنید واعانت وامداد نمائندہ ونصرت دہید آں را فلاح ورشد یابید۔

ودر مواہب اللدنیہ از ہشام بن السائب آوردہ کہ گفت چوں حاضر شد ابو طالب را وفات، جمع کرد بسوئے خود وجوہ قریش را واکابر ایشاں را پس وصیت کرد مر ایشان را وگفت! اے معشر قریش شما برگزیدہ ہائے خدا اید از میانِ خلق وے ومن وصیت می کنم شما را بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر راز یرا کہ وے امین است در قریش و صدیق است در عرب ووے جامع است مر چیز را کہ وصیت می کنم بداں وتحقیق آوردہ است امرے کہ قبول کردہ است آں را دل ہا وانکار کردہ است زبان ہا از جہت ترسِ ملامت وبخدا سوگند گویا من می بینم بسوئے فقراء ودرویشانِ عرب وبادیہ نشینان دے از اطراف وضعیفان ومسکینان از مردم کہ اجابت می کنند دعوت اورا وتصدیق می کنند کلمہ اور ابزرگ می دارند مراورا پس گشتند رؤس قریش واکابر ایشاں نگوں سار سرائے ایشاں

اگر میری زندگی مزید ہوتی اور موت مجھے کچھ عرصہ کے لئے مُہلت دیتی تو میں ان کی طرف آنے والے مصائب و حوادث مٹا دیتا اور ان کی طرف آنے والی تمام آفات کو دُور کر دیتا اِنہی الفاظ کے ساتھ آپ عالمِ فنا سے عالمِ بقا کی طرف روانہ ہو گئے اور بالجملہ حضرت ابو طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت و امداد حمائت و رعائت مدح و ستائش کرنا اور آپ کی عظمتوں رفعتوں کو نعتوں کی صُورت میں بیان کرنا بے شمار اشعار اور اخبار سے ظاہر ہے اور اس کے باوجود کہتے ہیں کہ آپ ایمان نہیں لائے اور دُنیا سے مُسلمان نہیں گئے؟ اِس کے جواب میں کہتے ہیں کہ

خراب وگشتند ضعیفاں ایشاں ارباب دنشتند عظیم ترین ایشاں بروے محتاج ترین ایشاں بسوئے وے وگشتند دور ترین ایشاں از وے بانصیب تر و بہرہ مند تر نزد وے۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸﴾

و بتحقیق خالص گردانید ند او را عرب دوستی خود را و صاف گردانید ند برائے وے دِل خود را دوا ند او را طاعت و انقیاد و خود را۔

اے معشر قریش! باشید مرا و ر دوستاں دمر گروہ او را حمائت کنندگان، بخدا سوگند! سلوک نہ کنند ہیچ یکے راہ متابعت او را مگر رشید یا بد و کار او بسامان گردد و نگیرد ہیچ یکے سیرتِ او ر مگر آں کہ نیک بخت شود اگر ہست مر نفسِ مرا مدتے و اجلِ مرا تاخیرے ہر آئینہ باز دارم آفات را و دفع کنم از وے حوادث را ایں بگفت و از عالم رفت۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸﴾

انہوں نے زبان سے بھی اقرار کیا تھا اور دل سے تصدیق بھی کی تھی مگر اذعان وقبول اور اطاعت کرنا ان سے ظہور میں نہیں آیا اور معتبر تصدیق و اقرار، اذعان وقبول اور انقیاد وتسلیم ہے۔

چنانچہ کتبِ کلامیہ میں تحقیق کی گئی اور احادیث واخبار میں صرف یہ ثبوت مِلا کہ ابنِ اسحاق کی روایت میں آیا ہے کہ آپ اپنی وفات کے وقت اسلام لے آئے تھے اور جب جناب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے دیکھا کہ ان کے ہونٹ تحرک رہے ہیں تو انہوں نے اپنے کان ان کے ہونٹوں سے لگا دیئے پھر حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے میرے ابنِ اخی خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں ارشاد فرمایا تھا۔

وبالجملہ اعانت وامداد وحمائت ورعائت ومدح وثنائے ابوطالب مرآں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راو اعلائے شان وارفع مکان وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراشعار و اخبار بسیار است وباوجود آں می گویند کہ وے ایمان نیاورد ومسلمان از عالم نہ رفت ؟ جواب می گوید کہ وے اقرار کرد بزبان وتصدیق کرد بہ دل لتا اذعان وقبول واطاعت از وے بوجود نیامد ومعتبر تصدیق واقرار است واذعان وقبول وانقیاد وتسلیم۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸﴾

اور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

میں نے سُن لیا ہے۔

نوٹ ! دیگر تمام کتب میں جن میں یہ روایت آئی ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ "لم اسمع" یعنی ہم نے نہیں سنا مگر مدارج النبوت میں یہ الفاظ اس طرح مرقوم ہیں کہ "من شنیدم" میں نے سُن لیا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہو اور نہ شنیدم کو شنیدم لکھا گیا ہو "واللہ اعلم ورسولہ" اور وہ جو صحیح حدیث حضرت ابو طالبؑ کے کفر کا اثبات کرتی ہے کہ انہوں نے آخر پر یہ کہا تھا کہ میں ملتِ عبدالمطلبؑ پر فوت ہو رہا ہوں اور لا الہ الا اللہ نہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا حتیٰ کہ میں روک دیا جاؤں تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الی آخر الآیۃ

وَاِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ الی آخر الآیۃ

چناں کہ در کتب کلامیہ تحقیق یافتہ است و در احادیث و اخبارے ثبوت نیافتہ جز آنچہ در روایت ابن اسحاق آمد کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقتِ موت و گفتہ کہ چوں قریب شد موت وے و نظر کرد عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دید کہ می جنباند لب ہائے خود را پس گوش نہاد عباسؓ بسوئے او و گفت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابن اخی واللہ

نیز صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ابو طالبؑ آپ کی نصرت و حمایت کیا کرتے تھے اور آپ کے لئے لوگوں پر غضب ناک ہو جایا کرتے تھے آیا انہیں آپ کی طرف سے بھی کوئی فائدہ پہنچا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے انہیں جہنم کے نچلے طبقے کی آگ میں ڈوبا ہوا پایا اور مقام ضحضاح پر لے آیا جہاں ان

تحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا بداں کلمہ و در روایتے آمدہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گف من شنیدم۔

ہاں کہ حدیث صحیح اثبات کردہ است برائے ابو طالب کفر را کہ گفت وے اور آخر کلام علی ملۃ عبد المطلب و نہ گف لا الہ الا اللہ و گفت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللہ ہر آئینہ استغفار می کنم برائے تو تا آنکہ انہی کردہ نشوم از آں پس نازل شد ایں آئت ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفر وا للمشر کین ولوکانوا اولی القربیٰ و نیز آمدہ است کہ نازل شدہ در حق ابو طالب انک لاتہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء نیز در صحیح از عباسؓ آمدہ کہ گفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ابو طالب بود کہ حمائت می کرد و نصرت می داد ترا و غضب می کرد از جہت تو آیا ہیچ نفع میکند مر اورا؟ فرمود! نعم یافتم اور ادر کات دغمرات نار پس بیرون آوردم اور ادر ضحضاح نار کہ می رسد شتالنگ اورا می جوشد از وے دماغ وے و در روایتے ایں زیادہ آمد است کہ سیلان می کند دماغ او بسوئے پائے ہائے او۔

کے ٹخنوں تک آگ ہے جس کی حدت سے ان کا دماغ کھولتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آتے ہیں کہ اس آگ سے ان کا دماغ کھول کھول کر اُن کے پاؤں کی طرف بہنے لگتا ہے۔

"معاذ اللہ"

نیز یہ روایت بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ عَلَیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا سب سے کم تر عذاب قیامت کے دن ابو طالب کو ہوگا اور انہیں صرف آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی اور اس سے ان کا دماغ جوش مارنے لگے گا اور یہ اسکی ناظر ہے کہ کفّار کے نیک اعمال تخفیف عذاب کے سبب ہوں گے۔

اور روضۃ الاحباب میں حضرت ابو طالبؓ کے کفر پر فوت ہونے کی یہ روایت بھی آئی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا جب حضرت ابو طالب فوت ہو گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آ کر یہ اطلاع دی کہ آپ کے بزرگ اور وارفتۂ محبت چچا کا انتقال ہو گیا

ونیز آمدہ است کہ فرمودہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وسبک ترین مردم درعذاب روز قیامت ابو طالب است مر اور ابند نعال از آتش است کہ می جوشد از آں دماغ وے وایں ناظر در آں است کہ آمدہ است کے عمل ہائے نیک کفار السبب تخفیفِ عذاب است۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸-۴۹﴾

ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سُن کر رونے لگے اور مُجھے فرمایا جاؤ جا کر انہیں غُسل دو اور ان کی تجہیز و تکفین کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تو مشرک فوت ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ انہیں خاک کے سپرد کر دو اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے۔

جنازہ کے ساتھ جانا

نیز یہ روایت بھی آئی ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم جناب ابو طالبؑ کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اَے چچا جان! آپ

وذر روضۃ الاحباب نیز اخبار موت ابو طالب پر کفر آوردہ کہ گفت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمدم نزد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و گفتم ان عمک الشیخ الضال قدمات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در گریہ شد و فرمود برو و غسل وہ و تجہیز و تکفین وے بکن گفتم یا رسول اللہ انہ مات مشرکا فرمود برو و بپوش او را در زمین و ایں نیز فرمود غفر اللہ و رحمہ۔

و نیز آوردہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمراہ جنازہ ابو طالب می رفت و می گفت اے عم حق صلۂ رحم بجا آوردی و در حق من تقصیر نہ کردی خدائے تعالیٰ تر اجزائے خیر دہاد۔

نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا ہے اور میرے حق میں آپ نے کبھی کوئی خطا نہیں کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت ابو طالبؑ کے جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روتے ہوئے تشریف لے جانا ہم دیگر کتب معتبرہ سے ثابت بھی کر چکے ہیں مگر ایک تنکے کا خیال ہے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے اس روایت میں تساہل ہو گیا ہے۔

کم از کم یہ تو ہو

اور بالجملہ قضیہ ابو طالب غرابت سے خالی نہیں ہے اور اس میں یہ جو آیا ہے کہ جب قریش نے حضرت ابو طالبؑ کے کلمہ پڑھنے میں مزاحمت اور جھگڑا کیا تو ابو طالب نے کہا کہ میں عبدالمطلب اور ہاشم اور عبد مناف کی

وبالجملہ قضیہ ابو طالب خالی از غرابت نیست وہم چنیں آں چہ آمدہ است کہ چوں قریش مزاحمت ومخاصمت کے کردند گفت ابو طالب می میرم بر ملت عبدالمطلب وہاشم وعبد مناف وفرمودہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدالمطلب وقوم وے ہمہ در آتش اند ومتاخرین اثبات کردہ اند کہ آباؤ اجداد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک ومصفا بودند از دنس شرک وکفر، بارے کم از کم ازاں نباشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند وصرفۂ زبان نگاہ دارند۔

﴿مدارج النبوت جلد دوم ص ۴۹﴾

ملت پر فوت ہو رہا ہوں اور حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ فرمایا کہ عبدالمطّلب اور اس کی تمام قوم آگ میں ہے اور متاخرین نے اثبات کیا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آباؤ اجداد شرک اور کفر کی آلودگیوں سے پاک اور مصفّا تھے۔

چنانچہ کم از کم اتنا تو ہو کہ حضرت ابوطالبؑ کے اس مسئلہ میں توقف کیا جائے اور صرف نگاہ سے کام لیا جائے، انتہا ایک تنکے کا خیال ہے کہ یہ توقف حضور کے آباؤ اجداد کے لئے ہے۔

اخبار الاخیار زندہ کرنا

یہی شیخ الشیوخ، رئیس المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں سید محمد ابن یوسف الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے ان کی زبانی یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

فرمود در تفسیر امام المعانی می نویسد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در حجۃ الوداع علی را بمصلحت فرستادہ بود چوں حضرت علی ازاں مصلحت باز آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے علی شنیدی کہ خدائے تعالیٰ با من دوش چہ کرامت کرد؟ گفت نشنیدم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت دوش حلقہ گرفتم وابوطالب و مادر پدر خویش را مغفرت خواستم فرمان شد ختم

آپ نے فرمایا کہ تفسیر اُمّ المعانی میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو کسی ضرورت کے لئے کہیں بھیجا اور جب وہ اس ضروری کام کی انجام دہی کے بعد واپس تشریف لائے تو جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یا علی! تم نے سُنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے اس وقت مجھے کس شرف سے نوازا ہے

جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی! نہیں یارسول اللہ میں نے نہیں سنا،

آپ نے فرمایا! کہ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ابوطالبؓ اور اپنے والدین کی مغفرت طلب کی تو ارشاد ہوا کہ وہ مجھ سے بھی بیگانہ تھے اور آپ کی نبوّت پر بھی ایمان نہ لائے اور نہ ہی انہوں نے بتوں کو باطل کہا،

مقتضے است بر من آں کہ بیگانگی من بہ نبوت تو ایمان نیاور و بتاں را باطل نہ گوید اورا بہشت نہ دہم بر و بر قلاں شعب مادر و پدر خویش و ابوطالب ز انذا کن ایشاں زندہ شوند پیش تو بیانید تو دعوت کنی ایمان بتو آرند، ہمچناں کردم بر بلندی رفتم فریاد کردم یا اماہ یا اتباہ یا عماہ ہر سہ تن از خاک سر برآوردند و بمن ایمان آوردند فرمود کہ ایں سخن غریب است ہم درام المعانی دیدہ ام در کتاب دیگر نہ دیدہ ام۔

﴿اخبار الاخیار ص ۱۳۵﴾

میں ان کو جنت نہ دیتا مگر اب آپ فلاں گھاٹی پر تشریف لے جائیں اور اپنے والدین کریمین اور ابو طالب کو آواز دیں وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ انہیں دعوت اسلام دیں وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور بلندی پر جا کر فریاد کی اے میری امّی جان اے میرے ابّا جان اے میرے چچا جان میری آواز سنتے ہی تینوں حضرات نے اپنے سر زمین سے بلند کئے اور مجھ پر ایمان لائے۔

یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد حضرت محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور سوائے تفسیر اُمّ المعانی کے کسی دوسری کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ واقعہ بیان فرمانے والے بزرگ کا تعارف اس طرح بیان فرماتے ہیں سیّد محمد رحمۃ اللہ علیہ بن یوسف الحسنی دہلوی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ العزیز کے

۱

سید محمد رحمۃ اللہ علیہ ابن یوسف الحسنی دہلوی خلیفہ راستین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی است جامع است میان سیادت وعلم وولائت شانے رفیع ورتبے منیع وکلامِ عالی دارد امیان مشائخ چشت مشرب خاص بود در بیان اسرار حقیقت طریقے مخصوص است۔

﴿اخبار الاخیار ص ۱۴۱﴾

خلیفہ راشتین ہیں سیادت وعلم ولایت میں رفیع الشان اور بلند رتبے کے مالک ہیں اور بہت اُونچا اور عالی شان کلام فرماتے نیز مشائخ چشت کے مابین ایک خاص مشرب کے حامل اور اسرار حقیقت کے بیان کرنے میں ایک خصوصی طریقہ رکھتے تھے۔

ترجمے کی غلطی ماثبت بالسنۃ

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں جناب شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے ایک جملہ کے ترجمہ پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ اس کا معنٰی آپ کی خُوشی کے لیے پڑھ لیتا ہوں نہیں ہے۔

اس لئے اصل عبارت کا درج ذیل ترجمہ ہم نے بعینہٖ کتاب ماثبت بالسنۃ مترجمہ مولانا اقبال الدین احمد نقل کر دیا ہے۔

چچا کی کفالت

دادا مرحوم کے انتقال کے بعد آپ کی کفالت کی ذمہ داری حضرت

ولہ فی مدحہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصائد اخرو کفالتہ وحمایتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہورۃ قال ابن التین ان فی شعر ابی طالب ہذا دلالۃ علی انہ کان یعرف نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ان یبعث لما اخبرہ بہ بحیری بفتح الموحدۃ وکسر المہملۃ والسکون المثناۃ التحتیۃ اخرہ راء مکسورۃ وغیرہ من شانہ

ابو طالبؓ نے جن کا نام عبد مناف تھا اپنے کندھوں پر لی کیونکہ ایک طرف تو حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بیٹے ابو طالب کو رسالتمآب کی کفالت کرنے کی وصیت کی تھی اور دوسری طرف یہ وجہ تھی کہ ابو طالبؓ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلبؓ آپ پر بے حد شفیق تھے۔

ابنِ عساکر نے جہلمہ کی وساطت سے عرفطہ کی زبانی لکھا ہے میں مکہ میں سخت قحط کے زمانہ میں آیا اور قریش نے حضرت ابو طالبؓ سے کہا کہ سخت قحط میں گرفتار ہیں چلئے بارش کے لئے دعا کریں چنانچہ ابو طالبؓ اپنے

وتعقبہ الحافظ ابن حجر ابن اسحاق ذکر ان انشاء ابی طالب بہذا الشعر کان بعد البعث ومعرفتہ ابی طالب بنبوتہ جاء فی کثیر من الاخبار وتمسک بہا بعض الشیعۃ انہ کان مسلما وانہ مات علی الاسلام وان الحشویۃ وزعم انہ مات کافرا واستدل لدعوات بما لا دلالۃ فی الجمیع کذا فی المواھب وروی انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقول لہ عند موتہ یا عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ استحل لک بہا الشفاعۃ یوم القیامۃ فلما رای ابو طالب حرص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

قال لہ واللہ یا ابن اخی لولا مخافۃ قریش انی انما قلتہا جزعا القلتہا الاقولہا الا لا سرک بہا فلما تقارب من ابی طالب الموت نظر العباس الیہ یحرک شفتیہ فاصغی الیہ باذنیہ فقال یا ابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ بہا فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم اسمعہ کذا فی روایۃ ابن اسحاق انہ اسلم عند الموت واجیب بانہ

ساتھ ایک بیٹے کو لئے ہوئے روانہ ہوئے ان صاحبزادہ کی مثال اس آفتاب زیرِ ابر کی مانند تھی جس پر سے ابھی بادل ہٹا دو حضرت ابو طالبؑ کے ساتھ اور بھی بعض لڑکے تھے غرضیکہ ابو طالبؑ نے آفتاب تمثال فرزند کو گود میں اُٹھا کر آپ کی پیٹھ کعبہ کو لگائی اور آپ نے آسمان کی طرف اپنی اُنگلی اُٹھائی اگرچہ آسمان پر بادل کا کوئی اثر تک نہ تھا لیکن انگشت مُبارک کا اشارہ پاتے ہی ہر چہار طرف سے بادل گھر آئے اور اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ نالے بہہ نکلے اس وقت ابو طالبؑ نے یہ اشعار پڑھے تھے "ترجمہ اشعار"

سرخ وسفید رنگ والے جن کے چہرہ سے بادل سیراب ہوتے ہیں یہ یتیموں کے ملجا اور فاقہ کشوں کو سیر شکم کرنے والے اور مسکینوں کے جائے پناہ ہیں ملجا کو عربی زبان میں ثِمال ث کے زیر سے کہتے ہیں نیز ثمال کے معنی فریادرس اور فاقہ کشوں کو شکم سیر کرنے والے کے بھی آتے ہیں۔

اور ارامل جس کا واحد ارملہ ہے اس کے معنی مسکینوں کے ہیں جو مَرد وزَن کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تاہم لفظ ارامل صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص اور بکثرت مستعمل ہے۔

مخالف لما صح من موتہ علی ملتہ عبدالمطلب والکلام فیہ طویل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل، ولما بالغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثنی عشو سنتہ خرج معہ عمہ ابی طالب الی الشام حتی بلغ بصری فرآہ بحیرا الراھب واسمہ

حضرت ابو طالبؓ کا یہ شعر ان کے طویل قصیدہ میں موجود ہے جسے ابن اسحاق نے کامل طور پر نقل کیا ہے اس قصیدہ کے علاوہ حضرت ابو طالبؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں دیگر قصائد بھی کہے اور آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس عُمدگی سے کفالت کی وہ مشہور ہے۔

ابن التین کا بیان ہے کہ حضرت ابو طالبؓ کا یہ شعر اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی وہ آپ کی نبوّت کے قائل تھے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بُحیرا راہب وغیرہ نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت وشان سے مطلع کر دیا تھا۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب کا یہ شعر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد کا ہے اور اکثر احادیث سے ثابت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے حضرت ابو طالبؓ مُعترف تھے۔

جرجیس فعرفہ بصفتہ فقال وھو اخذ بیدہ ھذا سید العالمین ھذا یبعث اللہ رحمۃ للعالمین فقیل لہ وما علمک بذلک؟ فقال انکم حین اشرفتم بہ من العقبۃ لم یبق شجر ولا حجر الا خرلہ ساجد اولا یسجد الا النبی وانی لاعرفہ بخاتم النبوۃ فی اسفل غضروف کتفہ مثل التفاحۃ وانا نجدہ فی کتبنا وتزوج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ

مندرجہ بالا روایات سے بعض شیعہ حضرات ابو طالبؑ کے مُسلمان ہونے کا ثبوت لاتے اور کہتے ہیں کہ بحالتِ اسلام ان کی وفات ہوئی۔

فرقہ حشویہ کہتا ہے کہ حضرت ابو طالب نے بحالتِ کفر انتقال کیا اور اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتا ہے ان سے حضرت ابو طالب کا کافر رہنا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا اور مواہب الدنیہ میں بھی یہی مفہوم تحریر ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُے چچا جان کہیے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" تا کہ اس کلمہ کی بدولت روزِ محشر مجھ پر آپ کی شفاعت جائز ہو جائے ابو طالبؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس خواہش پر جواب دیا اے بھتیجے اگر مُجھے قُریش کی اس طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا کہ مُوت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو بخدا میں کلمۂ اسلام پڑھ لیتا البتہ اب تُمہاری خوشی کے لئے پڑھے لیتا ہوں، حضرت ابو طالبؑ کے وقتِ نزع میں لَب ہلتے دیکھ کر حضرت عباسؓ نے اپنے کان ان کے منہ کے قریب کئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وھوابن خمس وعشرین سنۃ وکانت تدعٰی فی الجاھلیۃ بالطاھرۃ وکان لما حین تزوجیھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اربعون سنۃ واصدقہا عشرین بکرۃ وحضرۃ ابو بکر ورؤساء مضر فخطب ابو طالب فقال الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ

وآلہ وسلم سے کہا اے بھتیجے! بخدا میں نے اپنے بھائی ابو طالب کو وہ کلمہ پڑھتے سنا جو آپ نے بتایا تھا اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔

ابنِ اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت ابو طالبؑ بوقتِ مرگ اسلام لے آئے تھے ان تمام روایات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ کی ملت پر ہی ابو طالبؑ کی موت واقع ہوئی اور اسی قول کو صحیح کہا گیا ہے۔

اس بارے میں سلسلۂ کلام بہت ہی طویل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق کہلواتا ہے اور وہ راہِ راست دکھاتا ہے۔

۱۲ سال کی عمر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت ابو طالبؑ کے ساتھ مکّہ سے سفرِ شام کے لئے روانہ ہوئے اور جب بصرہ میں پہنچے تو آپ کو بحیرا راہب نے جس کا نام جرجیس تھا دیکھ کر پہچان لیا اور آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر کہا یہ سردارِ دو عالم ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔

پھر اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟

---

۱ ابراہیم وزرع اسماعیل وضئضئ معد وعنصر مضر وجعلنا حضنة بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ہذا محمد بن عبداللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل

تو اس نے جواباً کہا ! آپ سب لوگ جب عقبہ کی پہاڑی پر آ گئے تو ہر ایک شجر و حجر نے ان کو سجدہ کیا اور شجر و حجر صرف نبی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور میں تو آپ کی مُہرِ نبوت کو بھی پہچانتا ہوں جو آپ کی پُشت مبارک پر آپ کے کندھے کی نرم ہڈی کے پاس ایک سیب کی مانند ہے اور یہ تمام علامات نبوت میں نے کتب قدیم میں پڑھی ہیں۔

رسول اکرم نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کے ساتھ جن کی عمر ۴۰ سال کی تھی عقد فرمایا حضرت خدیجہ کو زمانہ جاہلیت میں طاہرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا رسول اکرم نے حضرت خدیجہ کا مہر بیس سُرخ اونٹ مقرر فرمائے آپ کی محفل عقد میں حضرت ابو بکر صدیق اور قبیلہ مضر کے رئیس و سردار شریک تھے اور حضرت ابو طالب نے یہ خطبہ پڑھا تھا۔

"ترجمہ خطبہ"

تمام تعریفیں اور خُوبیاں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کی ذُرّیت اسماعیل کی اُولاد قبیلہ سعد کی نسل اور قبیلہ مضر کے خاندان میں پیدا کیا اس نے ہمیں کعبہ کا محافظ اور خدمت گار حرم بنایا کعبہ وہ کعبہ جو حج

وامر حائل وحرم ممن قد عرفتم قرابتہ وقد خطب خدیجہ بنت خویلد وبذل لہا من الصداق ما اجلہ وعاجلہ من مالی کذا وہو واللہ بعد ہذا لہ نباء عظیم وخطر جسیم۔

﴿ماتمہ بالسنۃ ص ۲۴۳﴾

کا مقام اور امن وحرمت کا مسکن ہے اور ساتھ ہی ہم کو حاکم بنایا ہے بعد حمد واضح ہو کہ میرے یہ بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بڑی شان وشوکت کے مالک ہیں کوئی ان کا ہمسر نہیں اور یہ ہر ایک پر غالب آئیں گے اگرچہ مالی طور پر طاقتور نہیں لیکن واضح رہے کہ مال و دولت ختم ہو جانے والا سایہ اور نو مولود حیلہ جوئی ہے۔

نیز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزیز داری و قرابت سے تمام لوگ بخوبی واقف ہو حضرت ابو طالب ہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کو رسول اکرم کا پیام دیا تھا اور اپنے مال و دولت میں سے آپ کے مہر موجل و مہر معجل کی ادائیگی کی تھی ان تمام اعمالِ حسنہ کی بدولت اللہ کی قسم آپ کے لئے زبردست خوشخبری اور بلند شان و شوکت مقدر ہے ترجمہ بلفظہٖ۔

خُوشخبری کا نتیجہ

سیّدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خُطبہ مُبارک کے آخری جملہ کے ترجمہ میں اقبال الدین احمد صاحب یقیناً تساہل کا شکار ہوئے ہیں اور حضرت ابو طالب کے الفاظ کو شیخ محقق کے الفاظ گمان کر بیٹھے بہر کیف اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا حضرت ابو طالب کے متعلق تمام روایات نقل کرنے کے بعد ان کا وہ خطبہ نقل فرمانا جس

کا ایک ایک لفظ توحید خداوندی کے اقرار کی تصویر اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی اقرار رسالت کر لینے کا مظہر ہے یقینی طور پر ان کی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ والہانہ محبت کی منہ بولتی تصویر ہے علاوہ ازیں حضور رسالتمآب کی عظمتوں کی بشارت دینے کا نتیجہ یقیناً ان کے لئے بھی باعث بشارت ہی قرار دینا پڑے گا۔

محققین و محدثین کے جلیل القدر طائفہ کا حضور سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ان دلائل و براہین کا سہارا لینا جن سے ان کی عظمت و سربلندی کے پہلو واضح طور پر نمایاں ہوتے جائیں اہلِ سُنّت و جماعت کے لئے کس راستہ کی نشان دہی کرتا ہے وہ قارئین پر ہرگز مخفی نہیں رہا ہوگا۔

یہاں ہم خوارج اور خارجیت زدہ لوگوں کو مخاطب نہیں کریں گے اس لئے کہ اُن کا فی الحال راہ راست پر آجانا شاید ہی ممکن ہو سکے البتہ ہم اپنے سُنی بھائیوں سے ہرگز مایوس نہیں بلکہ کامل طور پر یقین رکھتے ہیں کہ جب ان کے سامنے ہمارے پیش کردہ حقائق پہنچیں گے تو وہ مُثبت نتائج اخذ کرنے سے ہرگز پہلوتہی نہیں کریں گے کیونکہ مشائخ اہلسنت اپنی تحریروں میں بہر صُورت اسی امر کی طرف راغب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار عمِ محترم سیّدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حُسنِ ظن اور نیک گمان رکھا جائے جب کہ کسی بھی کافر و مُشرک اور جہنمی کے لئے حُسنِ ظن اور نیک گمان رکھنا شریعت مطہرہ کے

مطابق قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

رافضی ہی کیوں؟

بلاشک و ریب قرونِ اُولیٰ میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق اکثر اہلِ سُنّت کا عقیدہ یہی تھا جو آج کل بعض لوگوں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اپنا رکھا ہے جب کہ روافض اس وقت بھی بعض ایسی نصوص پیش کرتے تھے جن کی روشنی میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے والدین کریمین اور دیگر آباؤ اَجداد علیہم السلام کا مومن ہونا قطعی طور پر ثابت ہوتا تھا۔

واقعات کی کڑیاں ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ عرصہ تک عُلمائے اہلِ سنت روافض کے اس استدلال کو لائق اعتناء نہ سمجھتے ہوئے مسترد کرتے رہے مگر جب اس امر پر غور کیا کہ اگر حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آباؤ اجداد الکرام کو کافر و مُشرک تصور کیا جائے تو یہ اَمر نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عِصمت و طہارت پر ہی ایک بدنما داغ ہے بلکہ اس سے آپ کے ان فرامین کی بھی تکذیب ہوتی ہے جن میں آپ نے طَیّب و طاہر اصلاب و ارحام کے ذریعہ اپنی تشریف آوری کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ جن روایات سے رافضیوں نے اِستدلال کیا تھا ان پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد قرونِ وسطیٰ کے عُلمائے اہلِ سنّت نے حضور امام

الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کرام کے ایمان کے حق میں جانے والی روایات کو نہ صرف قبول ہی کر لیا بلکہ انہیں مزید استحکام دینے کے لئے دیگر بھی متعدد روایات سے استدلال قائم کرنا شروع کر دیا۔

البتہ حضرت ابوطالب کے بارے میں اہل سنت میں دو گروہ ہو گئے ان میں سے محدثین کا جو گروہ باطنی علوم سے بھی بہرہ ور تھا ان میں سے اکثر حضرات ان کے صاحب ایمان اور ناجی ہونے کے منکر ہو کر اپنے دلائل پیش کرنے لگے۔

اور یوں حضرت ابوطالبؑ کے کفر کا مسئلہ بھی قطعیت کی حدود سے نکل کر اختلافی اور ظنی صورت اختیار کر گیا اور جس طرح محدثین کرام نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور آباؤ اجداد کرام علیہم السلام کو مومن ماننے والوں کو رافضی کہنا چھوڑ دیا اسی طرح یہ تصور بھی معدوم ہوتا چلا گیا کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مومن سمجھنا رافضیوں کا شعار ہے۔

چنانچہ قارئین کرام کو اس کتاب میں بھی اہل سنت وجماعت کے اکابرین کی ایسی بے شمار تحریریں مختلف مقامات پر نظر آئیں گی جو ہمارے اس خیال کی مکمل طور پر تائید کرتی ہے۔

بہرکیف رافضیوں کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور دیگر آباؤ اجداد کرام علیہم السلام کے ساتھ ساتھ حضرت ابو

طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مومن سمجھنا صرف انہی کے عقائد کا ایک حصہ نہیں رہا بلکہ اہلِ سنت کا کثیر گروہ بھی اسی عقیدہ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔

چنانچہ یہ مسئلہ محض رافضیوں سے منسوب ہونے کی بجائے اب اہلِ سنت وجماعت کثرہم اللہ تعالیٰ کے بھی اپنے عقائد کی زینت بن چکا ہے۔

اس کے برعکس بقول امام قسطلانی شارح بخاری اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کفر ابی طالب پر استدلال قائم کرنے والے حشویہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے مگر وہ لوگ اپنے اس دعویٰ میں جن دلائل کا سہارا لیتے تھے ان سے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفر ثابت نہیں ہوتا امام قسطلانی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ فرمان اہلِ انصاف حضرات کے لئے کس راستہ کی نشاندہی کرتا ہے وہ محتاجِ وضاحت نہیں، تاہم قارئین کی معلومات کے لئے یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفر پر دلائل قائم کرنے کے باوجود کفر نہ ثابت کر سکنے والا فرقہ حشویہ جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک خود ہی خارج از اسلام اور

وآنچہ ایں گروہ اولیاء اللہ را مقام است آں گروہ انبیاء کرام را اجاب است و ہیچ کس از علماء اہلِ سنت و محققان طریقت اندریں خلاف نہ کنند بجز گروہے از حشویان کہ مجسمہ اہل خراسان اند و متکلم بکلام متناقض اند و ہر اصول آں چیز کہ اصل ایں طریقت را نشناسند و خود را ولی خواہند بدرست ولی باشند ولی اعداء اولی شیطان۔

کافروں کا گروہ ہے۔

حشویہ فرقہ خود کافر ہے

اولیاء کا جو مقام اعلیٰ ہے وہ انبیاء کا ایک حجاب ہے اس تفصیل سے تمام علمائے اہل سنت اور محققین طریقت متفق ہیں کسی نے اس کے خلاف نہیں کہا سوائے گروہ حشویہ کے جو خراسانی ہے ان کا کلام متکلمین کے کلام سے اصول توحید میں متناقض ہے کیونکہ انہوں نے اصل توحید کو نہیں سمجھا اور بر خود غلط وہ اپنے آپ کو ولی کہلاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ ولی ہیں مگر شیطان کے ولی ہیں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اولیاء معاذ اللہ انبیاء کرام سے زیادہ فضیلت والے ہیں اور یہ دعویٰ ان کے لئے خاص گمراہ کرنے والا ہے اس لئے کہ ایک جاہل کو جناب مصطفےٰ علی تحیتہ والثناء سے فاضل تر ماننا گمراہی اور ضلالت ہے۔

وایشاں گویند اولیاء فاضل تر از انبیاء باشند و ایں ضلالت مر ایشاں را کفایت بود کہ جاہلے راز فاضل تر از محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہند گروہے دیگر از حشبہ تولی بدیں طریقت کنند و حلول و نزول حق بمعنی انتقال روا دارند، لعنہم اللہ و در جملہ ایں دو گروہ کہ مدعی اسلام اند موافق اند اندر نفی تخصیص انبیاء یا بر آں ہمہ و ہر کہ مر نفی تخصیص انبیاء را اعتقاد کند کافر شود۔

﴿کشف المحجوب ص ۳۱۳ از علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش﴾

دوسرا گروہ مشبہ ہے اور وہ بھی ایسے ہی گمراہ راستہ پر ہے وہ حلول ونزول حق کو بھی انتقال روا رکھتا ہے اور ذات واحد تعالیٰ شانہٗ کی تجزی جائز سمجھتا ہے اور یہ دونوں گروہ مذموم ہیں اللہ کی ان پر لعنت ہو یہ دونوں گروہ مدعی اسلام بھی ہیں اور نفی تخصیص انبیاء کرام بھی کرتے ہیں اور جو تخصیص انبیاء کرام کی نفی کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

شاہ نور الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایمانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

رأس العارفین رئیس المحدثین سرتاج المحققین الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نور نظر اور فرزند ارجمند سیدنا شاہ نور الحق محدث نور اللہ مرقدہ شارح بخاری اپنی عظیم تالیف تیسیر القاری شرح بخاری میں سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدم ایمان پر بخاری کی جمع کردہ روایتوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ان روایات کی جو تشریح فرماتے ہیں اس کا رواں ترجمہ بلا کم و کاست ہدیۂ قارئین ہے۔

زیرِ آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ

بخاری کی بیان کردہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ شاہ نور الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ۔

صاحب تلویح نے فرمایا اور ان کی متابعت میں صاحب توضیح نے بیان کیا کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے کیونکہ مسیب فتح مکہ کے زمانہ میں ایمان لانے والوں میں ہیں اور عسکری کے مطابق انہوں نے بیعت رضوان

بدآنکہ صاحب تلویح گفتہ ومتابعت کردہ اورا صاحب توضیح کہ ایں حدیث از مراسیل صحابہ است از آں مسیب از مسلمانان روز فتح است و بہ قول عسکری روز بیعت تحت شجرہ بیعت کردہ است بہر تقدیر روز وفات ابو طالب حاضر نہ بودہ از اں کہ وے و پدرش نزدیک ہم فوت کردہ اند در مکہ جواب دادہ اند کہ لازم نمی آید ازیں کہ اسلام مسیب بعد از فوت ابی طالب بود کہ در حال کفر حاضر نہ باشد؟

کے موقع یعنی صلح حدیبیہ کے وقت اسلام قبول کیا اور بیعت کی بہر حال یہ قطعی
بات ہے کہ وہ جناب ابو طالبؑ کی رحلت کے وقت ان کے پاس موجود نہیں
تھے کیونکہ جناب ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے
یکے بعد دیگرے قلیل وقفہ کے ساتھ مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں وصال فرمایا
بعض لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مسیب کا حضرت ابو طالبؑ کی وفات
کے بعد اسلام قبول کرنا اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ حالت کفر میں جناب ابو
طالبؑ کے پاس موجود نہ ہوں۔

مگر علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری فرماتے ہیں کہ
جناب مسیب کا حضرت ابو طالبؑ کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود
ہونا نہ تو ان کی کفر کی حالت میں ثابت ہے اور نہ ہی ایمان کی حالت میں پایہ
ثبوت کو پہنچتا ہے اور محض احتمال کی بنا پر کسی خاص بات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔
بخاری کی اسی روایت میں عدم ایمان ابو طالبؑ پر بیان کردہ آیت

عینی گوید حضور مسیب وقات ابوطالب را ثابت نشدہ است در حال کفر ونہ در حال
ایمان دیگر احتمال رونمی شود بر قول صاحب توضیح پوشیدہ نہ ماند کہ باین تقدیر بر جزم
ارسال ہم نہ باید کرد۔

﴿تیسیر القاری شرح فارسی صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۰۶﴾
﴿از علامہ نور الحق محدث بن شاہ عبد الحق محدث دہلوی﴾

کریمہ "مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ الیٰ آخر الآیۃ" کی وضاحت علامہ شاہ نور الحق محدث دہلوی اس طرح فرماتے ہیں کہ

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ہی اشکال پایا جاتا ہے کیونکہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات قبل از ہجرت مکہ معظمہ زاداللہ شرفہا میں ہوئی جبکہ نہی استغفار کی یہ آیت کریمہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی بھی آخری آیات میں سے ہے۔

تکلّف سے خالی نہیں

بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو طالبؑ کے لئے اس آیت مقدسہ کے نزول فرمانے تک استغفار فرماتے رہے ہوں مگر یہ جواب تکلّف سے

قسطلانی گفتہ دریں حدیث اشکال کردہ اند کہ موت ابی طالب در مکہ پیش از ہجرت بودہ وایں آیت نہی آخرین آیت ہاست کہ در مدینہ نازل شدہ۔

جواب دادہ اند کہ تواند کہ آں حضرت استغفار ابی طالب تا وقت نزول ایں آئت میکردہ باشد وایں جواب خالی از تکلف وخلاف ظاہر نیست ازاں کہ بر دوراست کہ آنحضرت بردہ سال ایں کار بے فائدہ وعبث ونامرضیٔ حق میکردو در مدت تنبیہے از جانب حق نہ شدہ و بہتر آں است کہ گوئیم ایں آئت ہم دراں ایام نازل شدہ است و داخل در سور مدنی کہ آخرین سورہ مدنیہ است کردہ اند۔

خالی نہیں ہے اس لئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بے فائدہ اور عبث کام کو دس سال تک کرتے رہیں جب کہ وہ کام خداوند قدوس جلّ وعلا کی بھی مرضی کے خلاف ہو اور اس طویل عرصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ترک کرنے کے لئے اشارہ بھی نہ کیا گیا ہو۔

اس سے تو یہ بہتر ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہ آیت اِنہی ایام میں مکہ معظمہ زاداللہ شرفہا میں نازل ہوئی اور مدینہ منورہ زاداللہ اِکرامہا میں نازل ہونے والی آخری آیات میں شامل کردی گئی حالانکہ یہ آیت کریمہ کسی بھی صورت میں مکی ثابت نہیں کی جاسکتی۔

سچی محبت کا تقاضا

اِمام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا شک وریب مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ نے حضرت ابو طالبؑ کو زندہ فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

قرطبی گفتہ کہ تحقیق بمن رسیدہ کہ اللہ تعالیٰ شانہ زندہ کردہ ابو طالب را و ایمان آوردند باں حضرت و سہیلی در روض بسندے کہ دارد آوردہ کہ اللہ تعالیٰ احیائے مادر و پدر آنحضرت کردہ و ایمان آوردند باں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیق متاخرین ہمیں است کہ جمیع آبائے آں حضرت تا آدم علیہ السلام ہمہ مومن بودند چنانکہ از متاخرین و

اور امام سہیلی نے سند کے ساتھ روض الانف میں بیان فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔

بلا شک وریب متاخرین کا یہی مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السّلام تک مومن تھے جیسا کہ متاخرین نے اس موضوع پر رسائل تالیف فرمائے اور ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استنباط کیا کہ ہم پاک اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتے ہوئے تشریف لائے ہیں۔

ایں معنی رسائل تالیف یافتہ وحدیث من الاصلاب الطاہرۃ والارحام الطاہرات وغیر آں مفید ایں معنی است بالجملہ شرافت وکرامت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزد رب العزت زیادہ برآں است کہ باوجود آں خدا آباؤ امہات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بد الآباد در آتش دوزخ می سوختہ باشد با نکہ در حدیث شفاعت کہ اصح احادیث است واقع شدہ سوال کن ہر چہ خواہی تا دادہ شود الیوم یونک کل یطلب رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد از خدای خواہیم کہ بریں عقیدہ از دنیا ورفتہ ملازمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کردہ باشیم انشاءاللہ العزیز المتعال،

﴿تیسیر الباری شرح بخاری جلد چہارم ص ۳۷۲﴾

﴿از علامہ شاہ نور الحق محدث بن شاہ عبد الحق محدث رحمہما اللہ تعالیٰ﴾

اور بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف وکرامات کی زیادتی خداوند قدوس جل مجدہٗ الکریم کے نزدیک اسی طرح ممکن ہے نہ کہ اس کے برعکس آپ کے آباؤ اجداد اور اُمہات علیہم السلام کو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلانے سے۔

جو چاہو مانگ لو

نیز یہ کہ شفاعت کی صحیح ترین احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ بروز محشر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے ارشاد فرمائیں گے کہ محبوب جو بھی چاہتے ہو مجھ سے مانگ لو تاکہ میں تجھے عطا کروں محبوب آج کا دن تمہارا دن ہے تمام لوگ میری رضا کے طالب ہیں مگر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہاری رضا کا طالب ہوں۔

اس کے بعد الشاہ نور الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم خداوند قدوس جلّ مجدہٗ الکریم سے یہی چاہتے ہیں کہ اسی عقیدہ کے ساتھ دنیا سے جائیں اور انشاء اللہ العزیز المتعال اسی عقیدہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر شرف غلامی حاصل کریں گے۔

حضرت علامہ شاہ نور الحق محدث ابن شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز کا بخاری کی دو روایتوں پر محققانہ تبصرہ قارئین ملاحظہ فرما چکے

ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اہلِ محبت حضرات سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق کیا نیک گمان اور حسنِ ظن رکھتے ہیں اور اس حسنِ ظن کی وجہ صرف اور صرف تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس سے سچی محبت اور والہانہ عشق ہے سچی محبت کا تقاضی بھی ہے کہ ہر اس چیز کے متعلق اچھا گمان رکھا جائے جسے محبوب نے پسند فرمایا ہو یا محبوب کی ذات گرامی سے اس کا تعلق ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے جسمِ اطہر سے مَس ہونے والے وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ والہانہ انداز میں آگے بڑھ بڑھ کر ایک ایک قطرہ ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنے چہروں اور داڑھیوں میں جذب کر لیتے۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کر بعض غلط سلط واقعات سے یُوں چمٹے ہیں جیسے انہی پر ایمان رکھنے سے ہماری نجات کا دارومدار ہو حالانکہ ایسے واقعات کو جزوِ ایمان بنانا ہی کمزوریِ ایمان کی دلیل ہے ہم اہلِ محبت حضرات سے التماس کریں گے کہ

دھوکا نہ کھاؤ مہربانو واقعات سے
پہلو میں دل نہیں ہے تو کیا درد بھی نہیں

بہر کیف شاہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد قارئین کو دعوت غور و فکر دیتا ہے کہ میں انشاء اللہ العزیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں یہی عقیدہ لے کر حاضر ہوں گا کہ آپ کے تمام آباؤ اجداد اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین صاحب ایمان اور کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک تھے۔

علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

اور

کردار و ایمان ابوطالب رضی اللہ عنہ

اب آپ ایک اور عاشقِ رسول اور مشہور سیرت نگار علامہ معین کاشفی کی کتاب معارج النبوت شریف سے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق چند مبنی بر حقیقت ریمارکس ملاحظہ فرمائیں اگرچہ مؤلف مذکور جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدم ایمان کے متعلق آنے والی تمام روایات کو بھی نقل کرتے ہیں تاہم آپ ان روایتوں کو نقل کرنے میں بھی بُخل سے کام نہیں لیتے جو اُن کے صاحبِ ایمان ہونے کی واضح ترین نشاندہی کرتی ہیں۔

اور ان واقعات کو بھی پوری دیانت داری سے نقل فرماتے ہیں جن میں حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ والہانہ اور لافانی محبت کا اظہار ہوتا ہے آپ کی تحریریں پڑھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے۔

نہاں ہے دلپذیری جس کے ہر ہر لفظ شیریں سے
یہ کس نقشِ وفا کے ہاتھ کی رنگیں نگارش ہے

روایت آئی ہے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر اعلیٰ درجہ کی اور عظیم محبت تھی کہ اپنے سگے بیٹوں میں سے بھی کسی بیٹے کے ساتھ اس قدر شدید محبت نہ تھی۔

تمام دن آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و پرداخت

میں مشغول رہتے اور رات کو اپنے پہلوئے مبارک میں لٹا کر آرام فرماتے اور کسی بھی دوسرے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نہ ترجیح دیتے اور نہ برکت والا سمجھتے۔

آپ نے قطعی طور پر خود پر لازم کر لیا تھا کہ بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی معیت کے کسی بھی مجلس اور محفل میں شرکت نہ کریں۔ چنانچہ آپ جس بھی مجلس میں شرکت فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے نیز جناب ابو طالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزت و احترام کی تمام تر شروط کو پورے پورے التزام کے ساتھ خود پر واجب کر رکھا تھا اور بغیر آپ کی موجودگی کے ہرگز ہرگز دستر خوان نہ بچھانے دیتے اور نہ ہی کھانا کھاتے خواہ وہ صبح کا کھانا ہو یا شام کا۔

علاوہ ازیں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر ایک ہی برتن میں کھانا تناول فرماتے اور جب تک حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے میں سبقت نہ فرماتے اور اس کھانے کو اپنے دستِ انور سے مَس کر کے بابرکت نہ بنا دیتے اُس وقت تک آپ کھانے کی طرف اپنا ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ آپ کی تبعیت میں آپ کے تمام اہل خاندان وقت تک کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے جب تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا شروع نہ فرماتے۔

نیز ابو طالبؑ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بچھونے

کا فرش بچھا کر آپ کو اس پر بٹھاتے تو فرماتے خدائے ربیعہ کی قسم یہ میرا بیٹا عظیم ترین شان کا مالک ہے۔ اور روایت آئی ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا! ایک دفعہ میں وادی ذی المجاز میں تھا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ تشریف فرما تھے وہاں پر میں نے سخت پیاس محسوس کی اور اس شدتِ پیاس کا تذکرہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپ اٹھے اور سر کی طرف دو زانو ہو کر بیٹھ گئے تو میں نے دیکھا کہ جہاں آپ کے قدم مبارک رکھے ہوئے تھے وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا آپ نے وہ پانی مجھے عطا فرمایا اور میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔

نقل است کہ ابو طالب را بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت بدرجۂ اعلیٰ بود و ہیچ فرزندے را از فرزندان خود باں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در محبت برابر نمی ساخت و شب و روز بمراعات احوال اوی پرداخت و شب او را بپہلوئے خود مخوابانید و از ہیچ کس بر وایمن نبود لاجرم در جمیع مجالس و محافل مصاحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بر خود لازم میداشت والتزام شرائط اعزاز و احترام او بر خود واجب می شناخت و ہرگز بے حضور او سفرۂ طعام چاشت و شام نمی انداخت۔

ابو طالب با آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در یک ظرف طعام مخوردود ر طعامے کہ دست آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرسیدی نہ خوردی و اہل بیت او نیز تا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طعام دست طبر دی ایشاں بخوردن آں مبادرت نہ نمودندے۔

علاوہ ازیں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ کریم سے جن امور غیبیہ کا مشاہدہ فرمایا انشاء اللہ العزیز وہ اپنے اپنے مقام پر بیان کیے جائیں گے۔

نیز ابو طالبؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی برکت والے ہیں اور آپ کی شانِ اقدس میں آپ نے متعدد نعتیہ اشعار انشاء فرمائے ازاں جملہ ان میں سے ایک یہ ہے۔

وابو طالب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بر نطفے نظارہ می گفت بخدائے کعبہ سوگند کہ ایں فرزند را شان عظیم خواہد بود۔

نقل است کہ ابو طالب گفت در ذی المجاز بودم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با من بود تشنگی بر من غالب شد گفتم تشنہ ام فی الحال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برخاست و بر سر ہر دو زانو بہ نشست دیدم کہ از محل پاشنہ او چشمہ آب پیدا شد مرا ازاں آب داد بیاشامیدم و سیراب شدم باقی امور غریبہ کہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہدہ می نمود ہر یک در محل خود مذکور خواہد انشاء اللہ تعالیٰ وابو طالب می گفت واللہ انک مبارک و در مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابیاتے انشا فرمودہ از آنجملہ یک بیت ایں است۔

بیت وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وہذا محمد حسان بن ثابت بریں بیتہا افزودہ وایں بیت از ابیات اوست الم تر ان اللہ ارسل عبدہ بآیاتہ واللہ اعلیٰ وامجد

﴿معارج النبوت رکن دوم ص ٦٨﴾

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا اسم گرامی اپنے اسمِ مقدس سے نکالا ہے وہ عرش پر محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اور آپ کے اس شعر پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تضمین کرتے ہوئے کئی شعر مزید لکھے جن میں سے ایک یہ ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے
بندے کو نشانیاں دے کر بھیجا ہے خدا کی قسم یہ بلند
مرتبہ والے اور بزرگی والے ہیں۔

حضرت علامہ ملا معین کاشفی علیہ الرحمۃ حضرت ابو طالبؑ کے عدمِ ایمان پر دلالت کرنے والی روایت نقل کرتے ہوئے اُس روایت کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر یہ تہمت لگائی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے وقت معاذ اللہ یہ بھی کہا تھا کہ آپ کا گمراہ اور مشرک چچا فوت ہو گیا ہے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ علامہ معین کاشفی کے نزدیک یہ مسئلہ اختلافی ہے اور وہ طرفین کی روایات نقل کرتے ہوئے بخاری وغیرہ کی روایات کو ہی ترجیح دیتے ہیں تاہم وہ مندرجہ بالا روایت کو پوری کی پوری نقل کرتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی ہرگز نہیں کرتے۔

بلکہ آپ ان روایات سے پہلے اہل بیت کرام سے آنے والی اُس

روایت کو بھی نقل فرماتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ اہل بیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ حضرت ابوطالبؑ دنیا سے باایمان تشریف لے گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی آپ اپنی رائے یوں بیان فرماتے ہیں کہ اہل بیت کرام کا یہ اجماع اور اتفاق اہل سنّت وجماعت کے مخالف ہے کیونکہ اس کی ضد میں بہت زیادہ دلائل وَالہ موجود ہیں جس میں پہلی دلیل یہ ہے کہ۔

جب جناب ابوطالبؑ فوت ہوئے تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس امر کی اطلاع ان الفاظ میں دی کہ عمك شيخ الضال قدمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سُن کر رونے لگے اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ جا کر انھیں غسل دو اور اُن کی تجہیز وتکفین کا فریضہ سرانجام دو آپ کے اس ارشاد کے جواب میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہ تو مشرک فوت ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا!

اذهب نوره غفر الله له ورحمه یعنی جاؤ اور ان کو پردہ دو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اُن پر رحم کرے میں ان کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس وقت تک مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے روکا نہ جائے۔

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ صاحب معارج النبوت مُلا مُعین کاشفی بخاری وغیرہ میں عدم ایمانِ ابو طالب کے متعلق آنے والی روایات سے شدید طور پر متاثر ہیں مگر اس کے باوجود وہ سیدنا ابو طالبؓ کا تذکرہ کرتے وقت ان کے احترام واکرام کا بہر طور پُورا پُورا اہتمام کرتے ہیں اور ان روایات کو نقل کرنے سے بھی پہلو تہی نہیں کرتے جو آپ کے ایمان لانے پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ آپ آخری وقت میں کلمہ پڑھنے والی روایت کو اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ جس وقت جناب ابو طالب کی رحلت کا وقت آیا اور آپ کی حالت مُتغیّر ہونے لگی تو اس وقت آپ کی زبان حرکت کر رہی تھی یہ سُننے کے لئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

نقل است از اہل بیت کہ ایشاں اتفاق دارند بر آنکہ بہ ایمان رفتہ ولیکن ایں روایت مخالف اہل سنت وجماعت است ودلائل دالہ بر نقیض ایں بسیار است

دلیل اول آنکہ ابو طالب وفات یافت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد وگفت عمک الشیخ الضال قد مات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در گریہ در آمد وگفت برو اُورا غسل دہ تکفین وتجہیز او بجائے آر فرمود گفت ! لنہ مات مشرکا فرمود اذہب فوارہ غفر اللہ ورحمہ برو وبپوشاں اورا یا مرز وعدائے تعالیٰ او خدائے بروے ومن از برائے او آمرزش خواہم خواست مگر مرا ازیں آمرزش نمی گفتند۔

﴿معارج النبوت ج ۳ ص ۶۱﴾

اپنے کان ان کے ہونٹوں پر رکھ دیئے اور پھر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اے برادر زادۂ من آپ نے جس کلمہ کے متعلق میرے بھائی کو ارشاد فرمایا تھا وہ انہوں نے کہہ دیا ہے۔

وہی کلمہ پڑھ لیا

یہ روایت دلالت کرتی ہے اس روایت پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرت نگاروں کے سرخیل اور بہت بڑے مورخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بار بار ارشاد فرمانے کے باوجود کلمہ پڑھنے سے انکار کرتے رہے مگر آخر پر آپ نے آہستہ آواز میں کلمہ پڑھ لیا تھا۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے ہونٹوں پر کان رکھ کر سُن لیا مگر آواز میں انتہائی ضعف اور کمزوری ہونے کی وجہ سے اہل مجلس کو سنائی نہ دیا اور یہ حدیث دلائل النبوۃ میں بھی نقل کی گئی ہے۔

آنگاه حالی او تغیر یافته زبان در دہان می جنبانید عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوش خود نزدیک وہان او برد و گفت اے برادر زادہ من آں کلمہ کہ تو او را بگفتی آں دلالت می نمائی میگوید محمد بن اسحاق کہ از کبار مورخین و ارباب سیر حضرت سید المرسلین است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میگوید کہ ہر چند ابو طالب در حین

خدا جزائے خیر دے

حضرت علامہ مُلا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ۔

روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابو طالبؓ کے فراق کا اعجالی صدمہ ہوا اور آپ بے حد غم زدہ ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابو طالبؓ کے جنازہ کے ساتھ روتے ہوئے جا رہے تھے اور فرماتے تھے اے میرے چچا محترم آپ نے حق صلہ رحمی ادا کر دیا میرے حق میں کسی کوئی خطا نہ کی اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عرض کلمہ ابا کرد او در آخر آہستہ بگفت چنانچہ عباس شنید تا آنکہ طاقت ضعف نتوانست کہ اہل مجلس را شنوانند و ایں حدیث مدارج النبوۃ نیز ایراد فرمودہ

﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۶۱﴾

روایت است کہ آں حضرت بغایت ملول شدہ بر مفارقت ابو طالب و بجہت بدرقہ او بجنازہ وی می رفت وی فرمودہ کہ اے عم من صلہ رحمی بجائے آوردی و بعدِ حق من ہیچ تقصیر نہ کردی خدا تعالیٰ جزائے خیر دہد۔

﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۶۱﴾

امام جلال الدین سیوطیؒ

اور

ایمانِ ابوطالبؑ

سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی متعدد کتب میں سیدنا ابو طالبؑ کی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ شفقت و محبت اور حمائت و نصرت کے واقعات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے ایمان کے متعلق بھی مختلف روایات پیش کی ہیں چنانچہ سب سے پہلے آپ کی عظیم تالیف خصائص کبریٰ شریف سے اس ضمن میں چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں ترجمہ فخر اہلِ سنت حضرت جناب علامہ مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کی جا رہا ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ اہلِ سنت کے جید علماء کرام سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کس اکرام و احترام کے ساتھ کرتے ہیں تاہم اغیار کی تسلی کے لئے عربی متن بھی ساتھ ساتھ دیا جا رہا ہے۔ "ملاحظہ ہو"

باب ما ظهر من الآيات وهو في كفالة عمه ابو طالب

بڑی برکت والا ہے

ابن سعد، ابو نعیم اور ابنِ عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ ابو طالب اور ان کے دوسرے اہلِ خانہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دستر خوان پر کھانا تناول فرماتے تو شکم سیری اور لطف محسوس کرتے اتفاقاً اگر کھانے کے وقت حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم موجود نہ ہوتے تو ابو طالب گھر والوں سے کہتے ٹھہرو میرے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آ لینے دو پھر شروع کریں گے اور اگر کھانے میں دودھ ہوتا تو پھر ابو طالب شیر نوشی کی ترتیب اس طرح رکھتے کہ پہلے حضور کو پلاتے پھر دوسرے گھر والوں کو اور بعد میں خود لیتے اور اکثر کہا کرتے میرا یہ بیٹا بڑی برکت والا ہے۔

اخراج ابن سعد و ابو نعیم و ابن عساکر من طریق عطا عن ابن عباس و من طریق مجاهد و غیره قالوا کان اذا اکل عیال ابی طالب جمعیا او فرادی لم یشبعوا و اذا اکل معهم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم شبعوا فکان اذا اراد ان او یغلیهم او یعشیهم قال کما انتم حتی یحضرا بنی فیاتی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فیا کل معهم فیفضلون من طعامهم و ان لم یکن معهم لم یشبعو او ان کان لبنا شرب اولهم۔

و اخرج ابن سعد عن ابن القتیبة قال کان ابو طالب فوضع له وسادة بالبطحاء مثنیة تکی علیها فجاء النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فبسطها ثم استلقی علیها فجاء ابو طالب فاخبر فقال و حل البطحاء ان ابن اخی هذا المیحس بنعیم و اخرج مثله عن عمرو بن سعد۔

﴿الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۸۳﴾

ذوقِ نعت

ابن سعد نے ابن قتیبہ سے روایت کی کہ حضرت ابوطالبؑ کے لئے بڑا تکیہ بنایا جاتا تھا اور وہ حسبِ عادت اس پر ٹیک لگا لیتے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور تکیہ کو کھول کر بچھا دیا اور اس پر دراز ہو گئے کچھ دیر بعد ابوطالب آئے اور دیکھ کر کہنے لگے حل بطحا کی قسم یہ میرا بھتیجا ذوقِ نعت رکھتا ہے ابن سعد نے ایسا ہی ایک اثر عمرو بن سعید سے بھی روایت کیا ہے۔

تصدیقِ کرامت

طبرانی نے عمار سے روایت کی ہے ایک مرتبہ ابوطالب اہلِ مکہ کے لئے کھانا تیار کر رہے تھے اور ضروری سامان کے پاس بیٹھے تھے جب اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتے دیکھا تو کچھ شئے پہلو کے نیچے کر لی مگر

واخرج الطبرانی عن عمار قال کان ابو طالب یصنع لاطعام لاھل مکہ و کان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا دخل لم یجلس حتی جلد جنبا فیطعمہ تحتہ قال ابو طالب ان ابی امنی لیحس۔

﴿الخصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸۳﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چچا کے اس اخفا کو سمجھ لیا ابو طالب نے کہا میرا یہ بھتیجا بذریعہ کرامت معلوم کر لیتا ہے۔

شام کا سفر

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اِس ضمن میں متعدد ثقہ کتب سے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے اور اس کے درست ہونے پر مُہرِ تصدیق ثبت کی ہے چونکہ یہ واقعہ خارجی عباسی کی کذاب سرائیوں کے جواب میں متعدد کُتب کے حوالے سے پیش کیا جا چکا ہے اور آئندہ بھی خصائص کبریٰ کی عبارت سمیت پیش کیا جائے گا لہٰذا اس مقام پر حضرت ابو طالبؑ کے وہ چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو انہوں نے اِس واقعہ سے متاثر ہو کر انشاء فرمائے اور امام جلال الدین سیوطی نے انہیں خصائص کبریٰ میں نقل فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

محبّت بھری نعت

اِس کے بعد ابو طالب نے جلد جلد معاملات و ضروریات سفر کو نمٹایا اور مکہ لوٹ آئے واپس آ کر تمام واقعات سفر بحیرا کی مشورت اور یہود کے تجسس و تلاش وغیرہ کے تمام بیتے حالات پر غور کیا تو ایک ایک کر کے تمام باتیں یاد آ گئیں اور اس تاثیر کے تحت ابو طالب نے یہ چند محبت بھرے اشعار نعت میں کہے۔

فما رجعوا حتیٰ رأوا من محمد

احادیث تجلو غم کل فواد

☆ وہ یہود اس وقت تک نہ لوٹے جب کہ انہوں نے محمد "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں وہ باتیں نہ دیکھ لیں جن سے دلوں کا غم غلط ہوتا ہے۔

وحتیٰ رأوا احبار کل مدینة

سجودا لہ من عصبة و فراد

زبیرا وتماما وقد کان شاھدا

دریسا و ھموا کلھم بفساد

☆ انہوں نے یہاں تک دیکھا کہ ہر شہر کے اہل علم جمع ہو کر اور فردا فردا اِن کو سجدہ کرتے ہیں، زبیر اور تمام لوگ جو اُن کے ساتھ دریس وغیرہ تھے ان سب نے برائی کا قصد کیا۔

فقال لھم قو بحیرا وایقنوا

لہ بعد تکذیب وطول بعاد

☆ چنانچہ بحیرا نے ان سے ایک بات کہی جس کی تکذیب اور طویل بحث کے بعد انہوں نے اس کو تسلیم

کرلیا، جس طرح بحیرا نے یہودیوں سے پرزور گفتگو

کی اور بحیرا نے اللہ تعالٰی کے لئے ان سے ﴿الی﴾

جدوجہد کی کہ حق ادا کردیا۔

پس بحیرا نے آپ کی خیرخواہی میں سب کچھ کہا اور کوئی دقیقہ

فروگذاشت نہ کیا کیونکہ ہرگھات میں ان کے لئے خطرہ ہی خطرہ تھا۔

وقال ابو طالب فی ذالك ابیاتا منها

کما قال للرهط الذین تهودوا

وجاهدهم فی الله کل جهاد

فقال ولم یعرك له النصح روه

فان له ارصاد کل معاد

فانی اخاف الحاسدین وانه

لفی الکتب مکتوب بکل مداد

﴿الخصائص کبرٰی جلد اوّل ص ۸۵﴾

وسیلہ مصطفیٰ کا

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں مکہ مکرمہ میں آیا تو اہل مکہ شدید قحط سالی میں مبتلا تھے ایک روز قریش نے مجاور حرم ابوطالب سے کہا۔

وادیاں خشک ہو گئیں اور لوگ بھوکوں مر رہے ہیں آؤ چلیں بارش کے لئے دعا کریں چنانچہ ابوطالبؑ اپنے ساتھ ایک بچہ کو لے کر روانہ ہوئے مطلع صاف تھا اور آفتاب روشن تھا۔

ابوطالبؑ نے بچہ کا ہاتھ تھاما اور اس کی پشت خانہ کعبہ سے ملا دی اور اپنی انگلیوں سے بچہ کو تھام لیا، دفعتاً افق سے بادل اٹھے اور برسنے لگے۔ اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ وادی اور نالے بھر گئے اس موقعہ پر ابوطالبؑ نے آپ کی ثناء میں حسب ذیل اشعار کہے۔

اخرج ابن عساکر فی تاریخه عن جهلمه بن عرفطه قال قدمت مکه وهم فی قحط فقالت قریش یا ابا طالب اقحط الوادی واجدب العیال فهلم واستسق فخرج ابو طالب و معه غلام کانه شمس وجن تجلت عنه سحابه قتماء و حوله اغیلمة فاخذه ابو طالب فالصق ظهره بالکعبة ولا

وابیض یستسقی الغمام بوجهہ

ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

☆ آپ ایسے حسین و جمیل ہیں کہ بادل آپ کے چہرۂ انور سے پانی مانگتا ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

★

یلوذ بہ الھلاک من آل ھاشم

فھم عندہ فی نعمۃ و فواضل

☆ ہلاک ہونے والے ہاشمیوں کی اولاد آپ کے دامن میں پناہ تلاش کرتی ہے تو وہ لوگ آپ کے دامن میں نعمتوں اور برکتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔

ذبا صعبہ الغلام وما فی اسماء قزعۃ فاقبل السحاب من ھا ھنا من ھا ھنا واغدق واغدوق وانفجر لہ الوادی واخصب النادی والبادی ففی ذالک یقول ابو طالب۔

اِن کی اطاعت میں برکت ملے گی

واخرج ابن سعد عن عبداللہ بن ثعلبۃ بن الصعیر

العذری ان ابا طالب لما حضرتہ الوفاۃ دعا بنی

عبدالمطلب فقال لن تزالو بخیر ماسمعتم من

محمد وما اتبعتم امرہ فاتبعوہ واعینوہ ترشدوا۔

ابنِ سعد نے عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر سے روایت کی

کہ جب ابوطالبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو

انہوں نے عبدالمطلبؑ کے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ تم

لوگ جب تک محمد "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی بات

سنتے رہو گے اور ان کے حکم کی پیروی کرتے رہو گے

ہمیشہ خیر و برکت میں رہو گے۔

﴿الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۸۷﴾

حدیث مرفوع

عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی

وعمی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ہم اپنے والدین کریمین
اور چچا جان کی شفاعت کریں گے۔

﴿الخصائص کبریٰ ج ۱ ص ۲۱۶﴾ ﴿مسالک الحنفاء ص ۳۱﴾
﴿الدرج المنیفہ ص ۷﴾ ﴿الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۰﴾

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایمانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے متعلق کیا عقیدہ ہے اس کی ایک جھلک آپ تذکرہ قرطبی کے حوالہ سے ملاحظہ فرما چکے ہیں یہاں آپ اس عبارت کے ساتھ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف "کشف الغمہ شریف" کی بھی ایک واضح ترین عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے اپنی تحقیق کا دارومدار ہی اس امر پر رکھا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر وقت پر کلمہ پڑھ لیا تھا چنانچہ آپ نے اس کے برعکس کسی روایت کا قول نقل نہیں کیا۔

ذکر سلمہ بن سعید الجعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ تعالیٰ احیاء للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمہ ابا طالب وآمن بہ وکرامتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ اکثر من ذالک وقد صنف شیخنا الحافظ جلال الدین سیوطی فی ذالک عدۃ مولفات وذکر اثنی عشر حافظ وقال کل منہم بذالک وھو اعتقادنا الذی نلقی اللہ انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ رب العالمین۔

(مختصر تذکرہ قرطبی ص ۱۶ مطبوعہ مصر)

حرفِ آخر کشف الغمہ

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو طالبؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہت بڑے نصیحت کرنے والوں میں تھے اور جب قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ مشورہ کیا کہ یا تو آپ کو قید کر دیا جائے یا نکال دیا جائے تو حضرت ابو طالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار فرمایا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ کفار قریش نے آپ کے متعلق کیا مشورہ کیا ہے تو اس کے جواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہمیں اس بات کی خبر ہے۔

جناب ابو طالبؑ نے عرض کیا کہ آپ کو اس بات کا کیسے پتہ چلا ؟

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پروردگار جل وعلا نے مجھے بتا دیا ہے یہ سُن کر جناب ابو طالبؑ نے عرض کیا کہ آپ کا پروردگار بہت اچھا پروردگار ہے آپ اس کے ساتھ بہتر سلوک فرمائیں آپ

قال عبید بن عمیر و کان ابو طالب من اکبر الناصحین لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ولما ائتمر قریش بالنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یثبتوہ او یقتلوہ او یخرجوہ قال لہ ابو طالب هل تدری ما ائتمروا بک ؟ قال نعم فخبرہ

نے فرمایا وہ مجھ سے بہتر سلوک فرمائے یا میں اس سے بہتر سلوک کروں یہ
فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب ابو
طالبؑ نے نبوت کے دسویں سال انتقال فرمایا اور اس وقت ان کی عمر مبارک
۸۵ سال تھی اور ان کے مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان
کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا چچا جان کہہ دیجئے یعنی کلمہ شہادت پڑھیے
تاکہ آپ کی شفاعت کرنا میرے لیے جائز ہو جائے پس جب آپ کی
وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے تو جناب عباس رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ہونٹوں پر کان لگا دیئے اور فرمایا کہ اے ابن اخی

فقال ابو طالب من اخبرك بذالك قال ربي
عزوجل قال نعم الرب ربك فاستوص به خيرا
قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم انا
استوصي به اوهو يستوصي بي فتبسم صلى اللّٰه
عليه وآله وسلم قال ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ
عنهما ومات ابو طالب سنة عشر من النبوة وكان
قد بلغ عمره بضعا وثمانين سنة ودخل عليه
رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم في مرض
موته وقال له ياعم قلها يعني كلمة الشهادة

خدا کی قسم ابوطالبؑ نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا آپ نے انہیں ارشاد فرمایا ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا الحمد للہ الذی چچا جان اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بھی ہدایت نصیب فرمائے۔

اور اکثر اہلِ علم اس طرف گئے ہیں کہ آپ کی وفات کفر پر ہوئی ہے اور اللہ ہی حالات کو جاننے والا ہے۔

استحل لك بها الشفاعة فلما تقارب منه الموت،
جعل يحرك شفتيه فاصغى اليه العباس باذنه وقال
واللّٰه يا ابن اخى لقد قال الكلمة التى امرته بها
فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم
الحمد للّٰه الذى هداك يا عم، وذهب اكثر اهل
العلم انه مات كافرا و الله اعلم بالحال ـ

﴿کشف الغمہ از امام عبدالوہاب شعرانی ص ۱۳۰ مطبوعہ مصر﴾

علامہ مومن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایمان ابوطالب رضی اللہ عنہ

جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد سیدنا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آپ کے چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ آپ کے والدِ معظم سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی تھے کو وصیت فرمائی کہ وہ آپ کو اپنی کفالت میں لے لیں۔

چنانچہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کرنے اور تربیت دینے کا شرف حاصل ہوا تو اُنہوں نے آپ سے خیرِ کثیر اور برکات کے ظہور کا مشاہدہ کیا جیسا کہ ایک یہ ہے کہ جب حضرت ابوطالبؓ اور آپ کے اہل وعیال حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تو سبھی شکم سیر ہو جاتے اور اگر کبھی اکیلے کھانا کھاتے تو شکم سیری حاصل نہ ہوتی اور ایسے ہی جب مکہ معظمہ

ولما مرض جده عبدالمطلب مرض الموت اوصى به الى عمه ابى طالب لفخامته وكونه شقيق ابيه عبدالله فاختخر بشرف كفالته وتربيته صلى الله عليه وآله وسلم وكان يرى منه الخير والبركة كشبع عياله اذا اكل معهم و عدم شبعهم اذا لم ياكل معهم و نزول المطر الغزير حين استقى به لقحط اصاب اهل مكة و سافر به الى

زاداللہ شرفہا میں قحط کی صورت پیدا ہو گئی تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے بارش برسنے لگی۔

نیز یہ کہ جب آپ شام کی طرف بغرض تجارت تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ساتھ تھے تو راستہ میں بحیرا راہب سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس وقت اپنی عبادت گاہ میں تھا اور عیسائیوں کا بہت بڑا عالم تھا چنانچہ اس نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے تمام اہلِ قافلہ کے لئے کھانا تیار کیا مگر اس نے اہلِ قافلہ میں سے کسی کے ساتھ بھی نہ تو کلام ہی کیا اور نہ ہی اُن سے کچھ تعرض کیا البتہ آپ کے عمّ محترم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اپنے بھائی کے بیٹے کو واپس لے جائیں اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ یہودی

الشام فی تجارة فلما نزول الرکب بصری رآه صلی اللہ علیه وآله وسلم راهب بها یقال له بحیرا وهو فی صومعه وکان وقد انتهی الیه علم النصرانیة صنع للقوم طعام کثیرا لاجله صلی اللہ علیه وآله وسلم وکثیر اما کانو ایمرون به فلا یکلمهم ولا یعرض علیهم ثم قال لعمه ارجع بابن اخیك بهذر الیه من الیهود فلما فرغ ابو طالب من تجارته رجع مسر عالیٰ مکة۔

﴿نور الابصار ص ۱۴﴾

انہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔

چنانچہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے ساتھ رہ کر تنگ
محاصرے میں تشریف لے آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے
دسویں سال شروع ذیقعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت
ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہوا اور یہ وہ زمانہ ہے جب کہ شعب
ابی طالب سے گلو خلاصی ہوئے ابھی صرف آٹھ ماہ اور دس دن کا عرصہ ہوا
تھا۔ اور مواہب اللدنیہ میں ہے کہ اس وقت حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی عمر مبارک ستاسی سال تھی۔

وفی السنة العاشرة من النبوة اول ذی القعدة مات عمه صلی الله علیه وآله
وسلم ابو طالب بعد ما خرج من الحصار بالشعب بثمانیة أشهر وأحد
وعشر یو ما وفی المواهب اللدنیة وکان وسنه سبعا وثمانین سنة روی عن
سعید بن المسیب عن ابیه قال لما حضر اباطالب الوفاة جاءه رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم فوجد عنده عبدالله بن امیة وابا جهل بن هشام
فقال یا عم قل لا اله الا الله کلمة اشهد لك بها عند الله فقال له ابو جهل یا
ابا طالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزل رسول الله صلی الله علیه
وآله وسلم یعرضها علیه ویقول یا عم قل لا اله الا الله اشهد لك بها عند
الله ویقولان له یا ابا طالب اترغب عن ملة عبد المطلب حتی کان آخر
کلمة تکلم بها ابو طالب اخبرت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
بموته فبکی

حضرت سعید ابنِ مسیب اپنے باپ مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور اس وقت عبداللہ بن اُمیہ اور ابو جہل بن ہشام بھی وہاں موجود تھے چنانچہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ چچا جان آپ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیں تا کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں آپ کی گواہی پیش کرسکوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد سُنا تو عبداللہ بن اُمیہ اور ابو جہل نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے ابو طالب کیا آپ ملتِ عبدالمطلب کو چھوڑ رہے ہیں؟ حتیٰ کہ انہوں نے آخری کلمہ یہ کہا کہ میں ملتِ آباء پر ہوں۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی تو آپ رونے لگے اور فرمایا کہ ان کو غسل دو اور ان کی تکفین وتدفین کا انتظام کرو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور اُن پر رحم فرمائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا اور آپ کے لئے استغفار کرنا شروع فرمادیا آپ کو ان کے لئے استغفار کرتے ہوئے ابھی چند روز ہی ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہوگئے کہ!

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ

نبی اور مُسلمانوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مُشرکین کے لئے مغفرت طلب کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا چچا جان آپ نے حق صلۂ رحمی کو ادا فرمایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

ثم قال اذهب فاغسله و كفنه وداره غفر الله له ورحمه ففعلت وجعل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مستغفرله اياما ولا يخرج من بيته حتى نزل جبريل بهذه الآيه ما كان للنبى والذين آمنوا الآيه قال ابن عباس عارض رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم جنازة ابى طالب وقال وصلت رحمك وجزاك الله خيرا يا عم (تنبيه) الكفر على اربعة انواع كفر انكار، وكفر جحود، وكفر نفاق، وكفر عناد، اما كفر الانكار فهوأن لا يعرف الله بالقلب ولا يعرف باللسان، وأما كفر الجحود فهوان يعرف الله بلقبه ولكن لا يقر بلسانه ككفر ابليس، وكفر اليهود بمحمد صلى الله عليه وآله وسلم من هذا القبيل قال الله تعالىٰ فلما جاء هم ما عرفوا كفروابه اى جحدوا به واما كفر النفاق فهوأن يقر باللسان ولم يعتقد بالقلب، وأما كفر العناد فهوان يعرف الله بقلبه ويعرف بلسانه ولكن لا يدين به ولايكون منقاد اطيعاله ككفر ابى طالب فانه قال۔

﴿نورالابصار ص ۱۷ طبوعہ مصر﴾

تنبیہ ! کفر چار قسم کے ہیں کفر انکار، کفر جحود، کفر نفاق، کفر عناد،
اور کفر عناد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی دل کو حاصل ہو اور
زبان سے اس کا اعتراف بھی کیا جائے مگر نہ تو اس کے طریقہ پر چلے اور نہ
منقاد و مطیع ہو کر رہے جیسے کہ کفر ابو طالب معاذ اللہ جیسا کہ آپ کے درج
ذیل اشعار سے ظاہر ہے۔

لقد علمت بان دين محمد
من خير اديان البرية دينا

لولا الملامة أو حذار مسبة
لوجدتني سمحا بذاك مبينا

ودعوتني و عرفت انك ناصحي
ولقد صدقت وكنت فيه أمينا

اگرچہ علامہ مجلسی حضرت ابو طالبؑ کے کتمِ ایمان کو کفر جحود کا نام
دیتے ہیں تاہم وہ اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کو توحید کی
معرفت بھی حاصل تھی اور وہ زبان سے اس کا اقرار بھی کرتے تھے اور اسی کا
نام ایمان ہے

امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

اور ایمان ابو طالب رضی اللہ عنہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے مُردوں کو زندہ فرمانا اور ان کے ساتھ گفتگو فرمانا ہے روایت میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے والدین کریمین اور آپکے عم محترم حضرت ابو طالب کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے امام قُرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہ روایت بیان کی ہے۔

ومن معجزاته صلی اللّٰه علیه وآله وسلم احیاء الموتیٰ وکلامهم معه وفی الحزان اللّٰه تعالیٰ احیٰ له ابویه وعمه ابا طالب فآمنا به صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ذکره القرطبی فی التذکره۔

فصل فی معجزاته صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ومما اختص به صلی اللّٰه علیه وآله وسلم۔

﴿النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم الحنفا مسابن حجر کی ہیتمی مطبوعہ استنبول ترکی ص ۱۹﴾

اسے کیا کہیئے

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی متذکرہ بالا تالیف مبارکہ کا اردو ترجمہ

سے بھی مزین ہو چکی ہے مترجم صاحب کا نام کتاب پر سالک فضلی تحریر ہے اور شائع کرنے والے ادارہ کا نام قادری کتب خانہ سیالکوٹ ہے ترجمہ کے آخر پر اصل کتاب کا فوٹو بھی شامل ہے مگر

"عجیب دزداست کہ چراغ بکف دارد"

کی مثال زندہ کرتے ہوئے سالک صاحب نے

"احی لہ ابویہ وعمہ ابو طالب فامنابہ"

کا ترجمہ متذکرہ بالا کتاب کے ص ۳۶ پر یہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کے والدین کو حضور کی بدولت زندہ کردیا اور وہ آپ پر ایمان لائے وعمہ ابو طالب کا ترجمہ یوں غائب کر دینا یقیناً کسی ذہنی خلفشار کا سبب ہی قرار دیا جاسکتا ہے بہرحال حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سالک صاحب کی اس دیانت داری کا مشاہدہ کرتے تو اپنا یہ مصرعہ پڑھ کر یقیناً سر پیٹ لیتے۔

کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب تفسیر روح البیان

يقول الفقير قد اشبعنا الكلام فى ايمان ابوى النبى عليه السلام وكذا ايمان عمه ابى طالب وجده عبدالمطلب بعد الاحياء۔

فقیر کہتا ہے کہ مجھے ایسا کلام پہنچا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان لانے کے متعلق کلام موجود ہے جیسا کہ آپ کے چچا جناب ابوطالبؑ اور جدِ امجد جناب عبدالمطلبؑ کے زندہ ہوکر ایمان لانے کے متعلق آیا ہے۔

﴿روح البیان ج ۲ ص ۵۲۳﴾

قد جاء فى بعض الروايات ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم لما عادمن حجة الوداع احى الله له ابويه وعمه فآمنوا به۔

اور بے شک بعض روایات میں آیا ہے کہ جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر
تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ
کے والدین اور چچا ابو طالب کو زندہ فرمایا اور وہ آپ
پر ایمان لائے۔

﴿روح البیان ج ۳ ص ۲۱۶﴾

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب تفسیر کبیر

زیر آیت اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ۔

المسئلة الاولیٰ لا دلالة ظاهر ما علیٰ کفر ابی طالب۔

پہلا مسئلہ:۔

اس آیت میں ظاہر طور پر جناب ابو طالب کے کُفر پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

﴿تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۳۹﴾

علّامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

کردارِ ایمانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

بخاری شریف کے باب قصۃ ابی طالب میں آنے والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

حُسنِ فداکاری

حضرت ابوطالب کا نام اکثریت کے نزدیک عبد مناف ہے اور کچھ لوگوں نے عمران کہا ہے اور آپ اپنی کنیت ابو طالب ہی کے نام سے مشہور ہیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبد المطلّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت ابوطالب کو وصیت فرمائی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت تمہارے سپرد کی جاتی ہے چنانچہ حضرت ابوطالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ بڑے ہو کر خلعتِ نبوّت سے سرفراز ہو گئے چنانچہ آپ کی بعثت کے بعد حضرت ابوطالبؓ اپنی وفات کے وقت تک آپ کی نصرت وحمایت کا کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے شعب ابی طالب سے آزادی کے بعد انتقال فرمایا اور اس وقت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے دسویں سال کے آخری ایّام تھے

حضرت ابو طالبؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام بلاؤں اور مصیبتوں کو دور رکھتے اگر چہ آپ اپنی قوم کے دین پر ہی آپ کے ساتھ شعب ابی طالب میں مقیم رہے۔

جیسا کہ ابن مسعود کی کی روایت میں بیان کیا گیا ہے مگر آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصار بن کر رہنا اور دشمنوں سے مکمل طور پر حفاظت کرنا مشہور و معروف روایات سے ثابت ہے چنانچہ ان کے اپنے ہی یہ مشہور اشعار اس امر پر شاہد ہیں کہ،

جو چاہے کریں

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم جب تک میں مٹی میں دفن ہو کر چھپ نہیں جاتا اس وقت تک یہ تمام کفار مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے چنانچہ آپ بلا خوف وخطر اپنا فریضۂ دعوت وتبلیغ جاری رکھیں۔

باب قصة ابی طالب بخاری جز۲

واسمع عند الجميع عبد مناف وشذ من قال عمران،

واشتهر بكنية وكان شقيق عبدالله والد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولذالك اوصى به عبدالمطلب عن موته اليه فكفله الى ان كبر و استمر على نصره بعد ان بعث الى ان مات ابو طالب وقد ذكر نا انه مات بعد خروجهم من الشعب وذالك فى آخر السنة العاشرة من

اور پھر کفار مکہ کو مخاطب کر کے آپ کا یہ فرمانا کہ بیت اللہ شریف کی قسم تم جھوٹے ہو اور تمہاری کوئی قوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ قتل نہیں کر سکتی اور نہ ہی انہیں کوئی تکلیف پہنچا سکتی ہے۔

ان اشعار سے پہلے بھی کتاب الاستسقاء میں اس قصیدہ کے کچھ شعر نقل ہوئے ہیں اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اس پر شاہدِ عدل ہے اور پھر امام بخاری نے اس بات میں تین حدیثیں بیان کی ہیں۔

یہی حدیث یحییٰ سے مروی ہے اور وہ سعید قطان ہیں ان سے پہلے راوی کا نام سفیان ہے اور وہ سفیان ثوری ہیں اور ان سے پہلے راوی عبد

المبعث و کان یذب عن النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم دبر دعنه کل عن یو ذیه وهو مقیم مع ذالك علی دین قومه وقد تقدم قریبا حدیث ابن مسعود واما رسول اللّٰه صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم فمنعه اللّٰه بعمه واخباره فی حیاطته والذب عنه معروفة مشهورة مما اشتهر من شعره فی ذالك قوله

واللّٰه لن یصلوا الیك بجمعهم

حتی اوسد فی التراب دفینا

کذبتم وبیت اللّٰه نبزی محمدا

ولما نقاتل حوله و نناضل

﴿فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ مصر از علامہ ابن حجر عسقلانی﴾

المالک ہیں اور وہ ابن عمیر ہیں ان سے پہلے عبداللہ بن حرث ہیں اور وہ ابن
نوفل بن حرث بن عبدالمطلب ہیں اور حضرت عباس ان کے دادا کے چچا ہیں
روایت کا یہ قول کہ ما اغنیت عن عمك یعنی ابوطالب کان
یحوطك جا پر پیش ہے جس کا مطلب ہے احاطہ کئے رکھتے تھے اور یہ
مراعات پہنچانا یا رعایت دینا ہے اور اس روایت میں اس امر کی طرف
اشارا ہے جسے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ
اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یکے بعد دیگرے ایک ہی سال
میں ہجرت سے تین برس قبل وفات پائی اور جناب خدیجۃ الکبریٰ تین برس
قبل وفات پائی اور جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صادق الاسلام
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بمنزلہ وزیر اور مددگار کے تھیں اور
انہی کے گھر میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکونت پذیر تھے۔

اعتراف مصطفیٰ

اور ابوطالب کفار مکہ سے آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کی
نصرت وحمایت اور امداد وصیانت فرماتے تھے۔

چنانچہ جب حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال فرما گئے تو
کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانا شروع کر دیا اور اذیتیں
دینے لگے اور اس قسم کی حرکات قبیحہ ان لوگوں نے حضرت ابوطالبؑ کی

حیاتِ مبارکہ میں کبھی نہیں کی تھیں حتیٰ کہ ان سفیہانِ قریش میں سے کچھ
لوگوں نے آپ کے سر انور پر مٹی بکھیر دی۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اس
حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے تو آپ
نے فرمایا کہ جب تک میرے چچا ابوطالبؑ زندہ رہے مجھے کفار مکہ کی طرف
سے اس قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

زورِ شمشیر

اور روایت کا یہ کہنا کہ وہ غضب للہ یعنی حضرت ابوطالبؑ اپنی
قوت کو بازو اور بزورِ شمشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو
روکے رکھتے تھے۔

وقد تقدم حديث ابن وهو القصيدة في كتاب الاستسقاء وحديث ابن
عباس في هذا الباب يحمد لله الله لم ذكر المصنف في الباب ثلاثة
حديث الاول (قوله عن يحيى) هو ابن سعيد القطان وسفيان
هو الثوري وعبدالملك هو ابن عمير و عبدالله بن الحرث هو ابن نوفل
بن الحرث بن عبدالمطلب والعباس عم جده
قوله ما اغنيت عن عمك "يعني ابا طالب" قوله كان يحوطك
بضم الحاء المهمله من الحياطه وهي المراعاة وفيه تلميح الى

ایک گواہ کا تعارف

راوی کا قول عبد اللہ بن ابی امیہ یعنی اس شخص کے عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم اور وہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں جو اس واقعہ کے بعد حضور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح مبارک میں آگئیں اور یہ عبد اللہ بن امیہ فتح مکہ کے دن مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ماذکرہ ابن اسحاق قال ثم ان خدیجۃ وابا طالب ہلکا فی عام واحد قبل الھجرۃ بثلاث سنین وکانت خدیجۃ لہ وزیرۃ صدق علی الاسلام لیکن الیھا وکان ابو طالب لہ عضدا وناصرا علی قومہ فلما ہلک ابو طالب نالت قریش من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الاذی مالم تطمع بہ فی حیاۃ ابی طالب حتی اعترضہ سفیہ من سفہاء قریش فنثر علی راسہ ترابا فحدثنی ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیتہ یقول ما نالت منی قریش شیئا اکرہہ حتی مات ابو طالب۔

ویغضب لہ ویمنعہ الی ماکان یردہ عنہ من قول وفعل

﴿فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ ص ۲۳۹﴾

قولہ! علیٰ ملة عبد المطلب یہ جملہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی وہ دوسرے طریق پر ہی ثابت قدم رہے آیتِ کریمہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ اور آیت کریمہ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ کے متعلق تو واضح ہے کہ ان کا نزول ابوطالب کے قصّہ کے بارے میں ہوا ہے مگر اس واقعہ سے قبل اس آیت کا نزول محلِ نظر ہے۔

آیت استغفار کے متعلق یہ امر واضح ہے کہ اس کا نزول حضرت ابوطالب کی وفات کے ایک عرصہ بعد ہوا ہے جبکہ یہ آیت عام ہے یعنی اس سے مراد حضرت ابوطالب اور دوسرے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔

اس کی وضاحت تفسیر کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ ابُوطالب کے بارے میں آیت کریمہ "إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ" نازل فرمائی اور اس کے بعد آیت کریمہ "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا" کو نازل فرمایا۔

ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی وفات حالتِ اسلام میں نہیں ہوئی اور اس سے سہیلی کا وہ قول بھی کمزور ثابت ہوتا ہے جس میں

قوله عبد الله بن امية اى ابن المغيرة بن عبدالله بن عمرو بن مخزوم وهوا خوام سلمته التى تزوجها النبى صلى الله عليه وآله وسلم بعد ذالك وقد اسلم عبدالله هذا يوم الفتح ـ

﴿فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۴۵۰﴾

انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اس قول کے کمزور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے صحیح اقوال صحیح حدیث کے معارض نہیں ہوسکتے۔

خاصہ حضور کا

اور حضرت ابوطالبؑ کو جو فائدہ اور نفع حاصل ہوا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے اور آپ کی برکت کی وجہ سے ہے قولہ علی ملّت عبدالمُطّلب خبر مبتدا محذوف ای ہو وثبت کذالک فی طریق اخریٰ۔

قوله فنزلت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الى آخر الآية و نزلت اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ الى آخره۔ اما نزول الآية فواضح فى قصة ابى طالب و اما نزول التى قبلها ففيه نظر ويظهر ان المراد ان الآية المتعلقة با لا ستغفار نزلت بعد ابى طالب بمدة وهى عامة فى حقه وفى غيره، يوضح ذالك ما سياتى فى التفسير بلفظ فانزل الله بعد ذالك۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا الآية وانزل فى ابى طالب اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ الآية وهذا كله ظاهر فى انه مات غير الا سلام ويضعف ما ذكره السهيلى انه را ى بعض الكتاب المسعودى انه اسلم لان مثل ذالك لا يعارض ما فى الصحيح الحديث۔

﴿فتح الباری ج ۳ ص ۳۵۰﴾

قائلِ رسالت

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ابو طالب ؑ کو کلمہ پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا تو صرف یہ فرمایا تھا کہ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کہہ دیجئے اور یہ نہ فرمایا کہ آپ محمد رسول اللہ بھی کہیں تو یہ دونوں کلمے ایک کلمہ کو متضمن ہیں اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنے کی تلقین نہ فرمانے کو اس امر پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ

ونفع الذی حصل لابی طالب من خصائص بیر کته النبی صلی اللہ علیه وآلہ وسلم وانما عرض النبی صلی اللہ علیه وآلہ وسلم ان یقول لا اله الا اللہ ولم یقل فیها محمد رسول اللہ لان الکمتین صارتا کالکمته الواحدة ، ویحتمل ان یکون ابو طالب کان یتحقق انه رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم ولکن لا یقر بتوحید اللہ ولهذا قال فی الابیات النونیه

ودعتنی وعلمت ان صادق

ولقد صدقت وکنت قبل امینا

فاقتصر علی امره له یقول لا اله الا اللہ فاذا اقر بالتوحید لم یتوقف علی الشهادة بالرسالته۔

﴿فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ مصر﴾

حضرت ابوطالبؑ پر متحقق ہو چکا تھا اور آپ یقین رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے تھے اور یہ اس لئے ہے کہ آپ اپنے "نُون" کی ردیف والے اشعار میں فرماتے ہیں۔

اور آپ مجھے دعوتِ اسلام دیتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں آپ کو سچا مانتا ہوں اور اس سے پہلے بھی آپ صادق اور امین ہیں۔

پس اسی وجہ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کے لئے کلمہ کا اختصار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھیں پس جب وہ اقرار توحید کرتے تو محمد رسول اللہ کی گواہی دینے میں ذرہ بھر تامل و توقف نہ فرماتے۔

دلیل کہاں ہے ؟

ہم بے پر کی اُڑانے والے متعصبین معترضین کو یکسر قلم انداز کرتے ہوئے محض قارئین کی معلومات کے لئے اس حقیقت کو بے نقاب کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض مُحدِّثین کرام حضرت ابوطالبؑ کے عذاب میں ہونے والی تخفیف کے مسئلہ کو مختلف قسم کی عقلی توجیہات کی نذر کرتے ہوئے اپنی اپنی عقل کے مطابق من چاہا مطلب نکالنے کی کوشش فرماتے ہیں۔

حالانکہ ان کی یہ توجیہات ان کے اپنے ہی بیان کردہ اصولوں کے ساتھ واضح طور پر متصادم اور متعارض ہو جاتی ہیں۔

جیسا کہ ہم قبل ازیں اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ قرآن کی آیات ناسخہ کو منسوخ کرنے کے لئے کسی بھی حدیث کا سہارا نہیں لیا جا سکتا خواہ وہ روایت بقول بعض بعد از کتاب اللہ بخاری کی روایت ہو یا کسی اور حدیث کی کتاب میں آئی ہو اور نہ ہی راویانِ حدیث کے انتخاب کو جانچنے کے لئے کسی معیار اور کسوٹی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

یہ ایک مسلمہ ضابطہ ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیات مبارکہ جنہیں قرآن مجید ہی کی دوسری آیات نے منسوخ نہ کیا ہو ان سے ٹکرانے والی روایات کو تو محلِ نظر سمجھا جا سکتا ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ انہیں قرآن مجید کی نصوصِ صریحہ پر ترجیح اور فوقیت دی جائے۔

اب اس ناقابلِ تنسیخ ضابطے اور مسلم اصول کی موجودگی میں تخفیفِ عذاب کے متعلق آنے والی روایات کو ذہنی تاویلات کا سہارا لے کر نصوصِ قرآنیہ کے سامنے لا کھڑا کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخفیف عذاب کی روایت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی متعلق آیات کے ساتھ پیدا ہونے والے تعارض کو دور کرنے کے لئے یہ نکتہ آفرینی فرمائی ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کے عذاب میں تخفیف ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہے اور یہ امر

آپ کے خصائص مبارکہ میں سے ہے۔

چشمِ ما روشن

اگر یہ بات فی الواقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص مُبارکہ میں ثابت ہے تو

چشمِ ما روشن دلِ ما شاد

اور اگر صرف جناب ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی خیال ہے تو پھر اسے تسلیم کر لینا انتہائی مشکل اور ناممکن الامر ہے اس لئے کہ جب قرآن مجید کی نصوصِ صریحہ سے متصادم ہونے والی حدیث کو شک وشبہ سے بالاتر قرار نہیں دیا جا سکتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی شخص کے محض ذاتی تصوّر اور ذہنی تخیل کو حجت قرار دیا جا سکے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب ابو طالبؑ کے عذاب میں تخفیف والی روایت کو حضور کا خاصہ قرار دینا علامہ ابنِ حجر عسقلانی اور آپ کے ہم عصر علامہ بدر الدین عینی کا ذاتی خیال ہے ان دو حضرات سے پہلے محدثین میں سے کسی نے بھی یہ نکتہ آفرینی کبھی نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی نے کبھی اس قسم کا تصور پیش کیا ہے ہمارے اس دعویٰ کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر ان سے پہلے کسی محدث نے اس کا تذکرہ کیا ہوتا تو موصوف اس اہم موقعہ پر اس کا ذکر ضرور کرتے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قیاس سے نصّ کی تخصیص جائز

نہیں لا یجوز تخصیص فی النص با لقیاس تفسیر کبیر،

چنانچہ قطعی اور آخری بات یہی ہے کہ محدث عسقلانی نے قرآن وحدیث کے مابین پیدا ہونے والے تعارض کو اپنے طور پر رفع کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور یہ کوشش اس صورت میں قطعی طور پر بے سود اور لا حاصل ہے۔

ہاں! اگر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص مبارکہ میں زیب عنوان حدیث کا تذکرہ ہوتا تو پھر یہ غور طلب اور لائق اعتناء بات ہوتی مگر اندریں حالات علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول نہ تو کوئی اہمیت رکھتا ہے اور نہ ہی اس زبردست تصادم کو دُور کرنے میں ممد ومعاون ہوسکتا ہے

تخفیف ہی کیوں

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تصور بھی قاری کو دعوت غور و فکر دیتا ہے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عذاب میں تخفیف ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہے۔

امام ابن حجر کے اس ارشاد کے معاملہ میں دیگر بھی چند ثقہ محدثین کرام آپ کے ہمنوا ہیں اور وہ بھی معمولی تغیر سے اسی خیال کا اظہار فرماتے ہیں کہ جناب ابوطالب کے عذاب میں کمی آنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہے اور دیگران حضرات کا یہ خیال فی الواقع مبنی بر حقیقت ہے تو

پھر اس حقیقت کو اس زاویہ سے بھی تسلیم کر لینے میں کوئی دشواری یقیناً نہیں ہو گی کہ اگر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی برکات جناب ابو طالبؑ کے حق میں ثابت ہیں تو پھر اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و برکت کو محض تخفیف عذاب تک ہی محدود نہیں کیا جا سکتا۔

بات آگے بڑھے گی

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ روایات کی بھرمار میں اس قدر اُلجھ کر رہ گئے ہیں کہ کوئی واضح ترین فیصلہ نہ کر سکنے پر مجبور نظر آتے ہیں آپ کی وسعت علمی کے پیش نظر جناب ابو طالب کے متعلق آنے والی تمام روایات کا ان کے علم میں ہونا اس قدر اچنبھے کی بات نہیں جس قدر تعجب خیز آپ کا ان روایتوں میں تطبیق پیدا کرتے وقت اُلجھ کر رہ جانا ہے آئندہ اوراق میں ہم آپ کی مشہور و معروف کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ کے چند اقتباسات نذر قارئین کریں گے جن کے پیش نظر آپ کو ان کی پریشانی کا اندازہ آسانی سے ہو جائے گا حالانکہ جناب ابو طالبؑ کے حالات کا اس کتاب میں بیان کیا جانا ہی اس امر کا مقتضی ہے کہ آپ انہیں صحابی سمجھتے ہیں۔

علاّمہ محمد نووی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ تفسیر نووی

اور ایمانِ ابوطالبؑ

مما يدل على ان ابا طالب مومن ما روى عن اسحاق بن عبد الله بن الحرث قال قال العباس لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اتر جو لابى طالب خيرا؟

قال! كل الخير ار جو من ربى وزجا زه محقق ولا يرجو كل الخير الا مومن۔

﴿تفسیر مراح لبید المعروف تفسیر نووی جلد دوم ص ۱۴۷﴾

ترجمہ

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبِ ایمان ہونے پر جو روایات دلالت کرتی ہیں اُن میں وہ روایت بھی شامل ہے جسے اسحاق بن الحرث سے بیان کیا ہے کہ،

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ابو طالب کے لئے بھلائی کی اُمید رکھتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا! ہاں میں اپنے رب سے اُن کے لئے ہر بھلائی کی اُمید رکھتا ہوں اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمید یقیناً برآنے والی ہے اور ہر قسم کی بھلائی کی اُمید مومن کے سوا کسی کے لئے نہیں ہوتی۔

حافظ ابو نُعیم اَصْبہانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

کردار و ایمانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

دلائل النبوت کا تعارف

مخالفین کے نزدیک بھی ثقہ محدث و مفسر اور مورخ حافظ علامہ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں حضرت علامہ حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوت کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یہ روایت حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوت میں نقل کی ہے اور یہ کتاب جلیل القدر ہے۔

قال الحافظ ابو نعیم اصبهانی فی کتاب دلائل النبوت و هو کتاب جلیل

﴿ابن کثیر مع فتح البیان جلد سوم ص ۲۷۴﴾

جشنِ ولادت

بہر کیف! حافظ ابو نعیم دلائل النبوت میں جو روایت نقل فرماتے ہیں اس کا رواں ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

ہم سے ابو محمد بن حیان نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے ابو عبداللہ عاصمی نے ان سے الغلابی نے ان سے علی بن حکم الجدری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ربیع بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن حسن اپنی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ بنتِ حسین علیہ السلام سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میری پھوپھی جان سیدہ زینب بنتِ علی سلام اللہ

علیہا اپنے والدگرامی حضرت علی ابن ابی طالب کرّم اللہ وجہہٗ الکریم سے روایت بیان فرماتی ہیں کہ،

میرے ابّا جان حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت ابو طالب سے یہ روایت سنی کہ جب سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے گھر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت مُبارکہ ہوئی تو حضرت عبدالمطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یہ مسرّت بار خبر سن کر جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کے حجرۂ مقدّس پر تشریف لائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جناب سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے اپنے دُرِّ یتیم کو شفیق دادا کی آغوش

حدثنا ابو محمد بن حیان قال حد ثنا ابو عبد اللّٰہ العاصمی قال حد ثنا الغلا بی قال حدثنا علی بن الحکم الجحدری قال حدثنی الر بیع بن عبد اللّٰہ عن عبد اللّٰہ بن حسن عن امہ فاطمۃ بنت الحسن عن عمتھا زینب بنت علی عن ابیھا علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہٗ

ولدت النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم جاء ہ عبد المطلب فاخذہ و قبلہ ثم دفعہ الی ابی طالب فقال ھو ودیعتی عندک لیکونن لا بنی ھذا شان ثم امر فنحرت الجزا ئر و ذبحت الشاۃ و اطعم اھل مکتہ ثلا ثا ثم نحر فی کل شعب من شعاب مکتہ جز ورا لا یمنع منہ انسان ولا سبع ولا طائر

﴿دلائل النبوۃ ابو نعیم مطبوعہ ص ۳۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ص ۳۶﴾

مبارک میں دے دیا تو آپ نے حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو چومنا شروع کر دیا اور پھر اس کے بعد "میرے والد" حضرت ابو طالب کی گود میں دے فرمایا کہ میں یہ اپنا جلیل القدر اور عظیم الشان بیٹا تمہارے سپرد کرتا ہوں تم جا کر "ان مسرّت آفریں لمحات کی خوشی میں" صدقہ کے لئے اُونٹ اور بکریاں ذبح کرو اور تمام مکہ والوں کی تین روز تک دعوت کرو چنانچہ حضرت ابو طالب نے اپنے والد مکرم سیدنا عبدالمطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مکّہ معظمہ کے تمام راستوں پر جانور ذِبح فرمائے اور مسلسل تین روز تک نہ صرف اہالیانِ مکّہ معظمہ کی ہی دعوت کی بلکہ تمام جانور اور پرندے بھی اس عظیم دعوت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

امرِ کفالت

ایک دفعہ حضور رسالتِ پناہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے بچپن مُبارک میں بچّوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں بنی مدلج کے کچھ لوگوں نے آپ کی زیارت کی تو انہوں نے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ اس بچّہ کی زیارت کرو پھر یہ لوگ حضرت عبدالمطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے معانقہ کیا اسی اثناء میں حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی وہاں تشریف لا چکے تھے تو ان لوگوں نے آپ کی طرف دیکھ کر جناب عبدالمُطّلب کی خدمت میں عرض کی کہ یہ آپ کے کون ہیں؟

جناب عبد المُطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اُن لوگوں نے عرض کی کہ آپ ان کی حفاظت فرمائیں یہ آپ کی قوم میں بے مثال اور انتہائی بلند مقام کے مالک ہیں ان لوگوں کا یہ مشورہ سُنا تو حضرت عبد المطلبؓ نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا بیٹا تم نے سنا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں چنانچہ حضرت ابو طالبؓ آپ کی حفاظت پر مامور ہو گئے۔

فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبد المُطّلب کا وصال مبارک ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش رافت میں آ گئے اس وقت آپ کی عُمر مبارک آٹھ سال تھی چنانچہ آپ اسی وقت سے حضرت ابو طالبؓ کے ساتھ رہنے لگے جناب ابو طالبؓ اگر چہ

وخرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یو ما یلعب مع الصبیان حتیٰ بلغ الروم فرآه قوم من بنی مد لج فد عوه منظر و الی قو میه و الی اثره ثم خر جوا فی اثره فصاد فوه عبد المطلب قد لقیه فا عتنقه و قالو العبد المطلب ما هذا منك؟ قال ابنی قالو ا احفظ به فا نا لم نر قد ما اشبه بالقدم الذی بالمقام منه فقال عبد المطلب لا بی طالب اسمع مایقول هذا و کان ابو طالب یحفظ به۔

﴿دلائل النبوۃ ص ۱۲۲ تاریخ الخمیس﴾

مالدار نہیں تھے۔

پیہ رحمتیں یہ برکتیں

کہتے ہیں جب حضرت عبد المطّلب وفات پا گئے تو حضرت ابو طالب نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنی آغوش میں لے لیا اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی آپ حضرت ابو طالب کے ساتھ ہی رہتے تھے حضرت ابو طالب دولت مند آدمی نہ تھے عرینہ مقام پر آپ کا ایک اُونٹوں کا گلہ تھا جس سے آپ کی بسر اوقات ہو رہی تھی آپ جب مکّہ میں موجود ہوتے تو وہاں سے دودھ بھی لایا کرتے تھے حضرت ابو طالب کو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بہت محبت تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نہایت ہی مہربان تھے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اہل وعیال جب کبھی اِکٹھے یا فرداً فرداً کھانا کھاتے تو سیر نہ ہوتے اور جب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب سیر ہو جاتے۔

اور جب بھی کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا جاتا تو حضرت ابو طالب اپنے اہل وعیال کو فرماتے تم جیسے بھی ہو رُک جاؤ میرا بیٹا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آ لے پھر کھانا شروع کیا جائے گا چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دستر خوان پر تشریف فرما ہو جاتے تو تمام لوگ کھانا شروع کرتے اور آپ کی برکت سے سب گھر والوں کے شکم سیر ہونے کے باوجود بھی کھانا بچ

رہتا اور اگر کھانے میں دُودھ ہوتا تو حضرت ابوطالب سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے آپ حسبِ ضرورت دودھ نوش فرما لیتے اور باقی چھوڑ دیتے جناب ابوطالب کے اہل وعیال کیے

قالوا فلما تو فی عبد المطلب ضم ابو طالب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم الیہ و ھوا بن ثمان سنین و کان یکون معہ و کان ابو طالب لا مال لہ و کان لہ قطیعتہ من ابل تکون لعبرنتہ فیبدو الیھا فیکون نیشا فیھا و یو تی بلبھنا اذا کان حا ضر ا بمکتہ و کان ابو طالب قدر تی علیہ واحبہ و کان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا او فر ادی لم یشبعو ا و ا ذا اکل معھم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم شبعوا۔

و کان اذا ارا دان یعشیھم او یغدیھم فیقول کما انتم یحضرا بنی فیاتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم فیا کل معھم فکا نو ایفضلون من طعا مھم و ان کان لبنا شرب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم او لھم ثم یتنا ول العیال القعب فیشر بون منہ فیر وون عن آخر ھم من القعب الوا حد و ان کان احد ھم یشرب قعبا وحدہ قول ابو طالب انک لمبارک و کان الصبیان یصبحون شعثار مصا و یصبح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم و ھینا کحیلا۔

﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۶۴، دلائل النبوت ص ۱۲۴﴾

بعد دیگرے اسی ایک پیالہ سے سیراب ہوتے رہے حالانکہ دودھ کا وہ پیالہ ایک آدمی ہی پی سکتا ہے۔

حضرت ابوطالب فرمایا کرتے کہ یہ میرا بیٹا بڑی برکتوں والا ہے اور جب حضرت ابوطالب کے بچے سو کر اُٹھتے تو عام بچوں کی طرح ہوتے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو بیدار ہوتے تو آپ کا رُخِ انور شگفتہ اور شاداب ہوتا۔

کبھی الگ نہیں کروں گا

جب قریش کا قافلہ شام کے سفر کے لئے تیار ہو چکا اور بار برداری کے اُونٹوں پر سامانِ تجارت بار کر دیا گیا تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے اونٹوں کو جمع کرنے کے لئے تشریف لے گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا انتظار کرنے لگے کہ کیا وہ مجھے ساتھ لے جاتے ہیں یا نہیں۔

حضرت ابوطالب آپ کی یہ حالت دیکھ کر پسیج گئے اور کہنے لگے کہ کیا آپ میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں؟

پھر حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے دیگر چچوں اور پھوپھیوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اس بچے کو ساتھ نہ لے جائیں اسے تو سبزہ زار اور آفت زدہ علاقے جانتے ہیں، اس مشورہ کے بعد حضرت

ابوطالب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے۔

ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا! میرے بیٹے کیا بات ہے؟ شاید آپ اس لئے رونے لگے ہیں کہ میں آپ کو پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں چچا جان یہی بات ہے تو حضرت ابوطالبؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے میں کبھی آپ کو الگ نہیں کروں گا۔

اجمعت قریش ان تجهز و اعیزا الی الشام بتجارات و اموال عظام و اجمع ابو طالب المسیر فی تلك العیر فلما تهیا لهٗ المسیر انتظر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم هل یشخص معه فرق علیه ابو طالب قال تخرج ؟ فکلمه عمو مته و عما ته و قالو الا بی طالب مثل هذا الغلام لا یخرج به تعرفه للار یاف والا و باء فهم ابو طالب بتخلیفه فر آه یبکی قال ما لك یا ابن اخی ؟ لعل بکا ءك من اجل انی ارید ان اخلفك فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم نعم فقال ابو طالب فا نی لا فا رتك ابدا، فخرج معی۔

﴿دلائل النبوۃ ص ۱۲۵﴾

شام سے واپسی اور شباب مصطفیٰ

اور حضرت ابو طالبؑ اس خوف سے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں نہایت تیزی کے ساتھ آپ کو ساتھ لے کر شام سے واپس تشریف لے آئے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالبؑ کی کفالت و معیت میں ہی شباب کی منزلوں کو طے فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی کو آپ کی قوم پر نمایاں کرنا چاہتا تھا۔

آپ سن بلوغ کو پہنچے تو پوری قوم میں سب سے زیادہ حسین و جمیل جواد و سخی بزرگ و برتر خلیق و حلیم بن کر جلوہ افروز ہوئے آپ کی گفتگو انتہائی

وخرج به ابو طالب راجعا سريعا خائفا من اليهود ان يغتالوه قال وشب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مع ابى طالب يكلاءه الله ويحفظه من امور الجاهلية ومعايبها لما يريد به من كرامته وعلى دين قومه حتىٰ بلغ ان كان رجلا افضل قومه مروءة واحسنهم جوادا واكرمهم مخالفة واحسنهم خلقا واعظمهم حلما واصدقهم حديثا واعظمهم امانة وابعدهم من الفحش والاذى ما رؤى ملاحيا احد او لا ممارياا احدا حتىٰ سماه قومه الامين لما جمع الله له من الامور الصالحة فقد كان الغالب عليه بمكة الامين۔

﴿دلائل النبوۃ ص ۱۲۹﴾

دلآویز ہوتی اور تمام لوگوں نے آپ کے امین وصادق ہونے پر اتفاق کرلیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام نیک امور کو آپ کی ذات میں جمع فرمادیا مکہ معظمہ میں آپ کا مشہور نام امین تھا۔

صرف ایک بات

تاجدارِ انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فراق میں اشکباری کرنا اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ کہ میں آپ کو کبھی علیحدہ نہیں کروں گا مشیتِ ایزدی کی کن لطافتوں اور پوشیدہ حکمتوں کو ظاہر کرتا ہے اہل محبت کے لئے انتہائی غور طلب نکتہ ہے۔

بہر حال! جلیل القدر محدث اور حافظ حدیث سیدنا حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف مبارکہ دلائل النبوت پر پیشوائے وہابیہ حافظ ابنِ کثیر کا تبصرہ اور اس کتاب کے چند اقتباسات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثباتِ ایمان پر دوسری کوئی ایک دلیل بھی مزید نہ ہوتی تو محض یہی عبارات ان کے ایمان کی مضبوط ترین دلیل ثابت ہوسکتی ہیں۔

تاجدارِ انبیاء سرورِ کون ومکاں رحمۃ للعالمین حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ جناب ابو طالبؑ کی وابستگی آپ

کی ولادت مبارکہ کے وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔

اگر چہ اس قسم کی متعدد روایات ہم دیگر کتبِ معتبرہ سے بھی پیش کر چکے ہیں اور آئندہ بھی پیش کریں گے تاہم ان روایات میں بعض واقعات ایسے بھی موجود ہیں جن سے ان لوگوں کے مفروضوں کا قطعی طور پر قلع قمع ہو جاتا ہے جو نہایت شاطرانہ انداز سے جناب زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی لوری کے چند بول نقل کرنے کے بعد یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت بھی انہوں نے کی تھی کیونکہ وہ بچپن میں آپ کی لوری سنایا کرتے تھے۔

علامہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ

اور

ایمانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

ایک وضاحت

ہمارے بعض احباب کا خیال ہے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثبات ایمان پر اہلِ سُنّت و جماعت میں سب سے پہلے ہم نے قلم اُٹھایا ہے حالانکہ ہم اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں بھی اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ ہم سے پہلے بھی جلیل القدر عُلمائے اہلِ سنّت نے اثبات ایمان ابوطالب پر کتابیں تالیف کر رکھی ہیں اور ہم نے انہی حضرات کی تقلید میں خامہ فرسائی کی جرات کرتے ہوئے اس مسئلہ کو مزید مؤثر اور جدید خطوط پر واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہماری اس وضاحت کے باوجود بھی بعض حضرات اس بات پر جمے ہوئے ہیں کہ اگر ہماری اس کتاب سے پہلے اہلِ سنّت و جماعت کے کسی بزرگ نے کوئی کتاب لکھی ہوتی تو یقیناً اس مسئلہ میں اس قدر شدّت و حدّت موجود نہ ہوتی جو اَب ہے ان حالات کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے ہمیں اس کتاب کو نئے سرے سے ترتیب دینا پڑا جس کے نتیجہ میں ضخامت تو تین گنا بڑھ گئی مگر مسئلہ پہلے سے کہیں زیادہ وضاحتوں کے ساتھ نکھر کر سامنے آ گیا۔

مفتی مکہ مکرّمہ زاداللہ شرفہا حضرت علاّمہ قاضی دحلان مکّی رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان ابوطالب کے اثبات میں تحریر کردہ تالیف مبارکہ "اسنی المطالب فی نجاتِ ابی طالب" پوری کی پوری مع ترجمہ شائع کردی گئی

ہے اور ساتھ ہی اس عربی متن کا رواں اُردو ترجمہ بھی نقل کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین آسانی سے حقیقتِ حال سے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

اِس مقام پر اس کتاب کے چند انتہائی اہم اقتباسات مع مختصر ترین تبصرہ اُردو ترجمہ کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں امید ہے انشاء اللہ العزیز قارئین کرام اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کریں گے۔

کیوں ایمان چھپایا تھا

قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور اسی قبیل سے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع ظاہر سے رکنا ہے کیونکہ آپ کو اپنے بھائی کے بیٹے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کی وہ حمایت و نصرت کرتے تھے کو تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا چنانچہ آپ ایمان کو پوشیدہ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی امانت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آنے والے مصائب اور اذیتوں کو دور کرتے رہے اور کفار قریش محض جنابِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف اور اذیت دینے سے باز رہتے تھے۔

اور قریش کی سرداری کا عہدہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہی مخصوص تھا اور انہی کا حکم چلتا تھا اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے یہ حمایت قابل قبول تھی کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہان کی ملت

اوران کے دین پر ہیں۔

اور اگر انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور یہ کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیروی کرتے ہیں تو وہ لوگ آپ کی حمایت والی صورت کو ہرگز قبول نہ کرتے بلکہ وہ لوگ مقاتلہ کرتے اور ایذاء دیتے اور اذیت تاکیوں کا وہ سلسلہ شروع کردیتے جو اکثر انہوں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بعد نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ روا رکھا۔

ایمان کسے کہتے ہیں

اور امام نسفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے یہ وہ بات ہے جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے صحیح ترین روایات کے ساتھ اور یہی قول امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اور امام عضدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ''مواقف الایمان'' میں فرمایا کہ میرے نزدیک ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور جو کچھ اس کے پاس ضرورت کے مطابق علم آیا اس کی تصدیق کی جائے۔

اور ان کے شارح سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم امام ابی

الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے متبع ہیں۔

نیز امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی تصنیف احیاء العلوم میں اسی مذہب کا اقرار کیا ہے بلکہ اس مسئلہ کو طوالت کے ساتھ رقم فرمایا ہے۔

اور یہی قول امام الحرمین اور اشاعرہ اور قاضی باقلانی اور استاد ابو اسحٰق اسفرائینی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور امام تفتازانی عَلَیہِ الرحمۃ نے اس قول کو جمہور محققین کے ساتھ منسوب کیا ہے اور اس کے لئے احادیث مبارکہ سے استدلال پیش کیا ہے۔

آگ حرام ہو جاتی ہے

ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دل سے یہ جانتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم اس کا پروردگار ہے اور میں اسکا سچا نبی ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسکے گوشت پر آگ کو حرام فرما دیتا ہے اس روایت کو حضرت عمران بن حصینؓ سے امام طبرانی نے اپنی کتاب الکبیر طبرانی میں نقل فرمایا ہے۔

نیز یہ کہ بُخاری اور مُسلم نے امیر المومنین حضرت عُثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فوت ہو گیا اور وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو جانتا ہے تو جنّت میں داخل ہو گا۔

حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ زانی اور چور کا کیا بنے گا؟ فرمایا کہ زانی اور چور بھی۔

اس کی وضاحت فرماتے ہوئے قاضی دحلان مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی بے شمار چیزیں احادیث شفاعت میں مذکور ہیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اس شخص کو بھی دوزخ سے نکال لیا جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا اور اس کو بھی جس کا اس سے بھی کم ہوگا اور اسکو بھی جس کا اس سے بھی کم ہوگا اور اس کو بھی جس کا ان سب سے بھی کم ہوگا۔

اور امام محمد بن رسول البرزنجی علیہ الرحمۃ اس باب میں مستقل فصل قائم فرماتے ہیں جس میں ایسی بے شمار احادیث رسول علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمع فرمایا ہے جو تمام تر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جس کے دل میں ذرہ برابر یا اس سے کم یا اس سے بھی کم یا ان سے بھی کم ایمان ہے تو وہ بھی ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔

بغیر اقرار کے بھی مومن ہے

امام تفتازانی علیہ الرحمۃ نے "شرح مقاصد" میں علامہ کمال بن ہمام علیہ الرحمۃ نے "مسایرہ" میں اور ابن حجر علیہ الرحمۃ نے "شرح اربعین"

میں نقل فرمایا کہ،

آخرت میں شرط نجات یہ ہے کہ اس شخص سے زبانی شہادتیں نہ طلب کی گئی ہوں اور اس سے اسلام کے لئے شہادت طلب کی گئی ہو اور وہ اس سے انکار کرے اور اسلام سے کراہت کرتا ہے یعنی وہ انکار کی وجہ سے خود بھی رُکتا ہے اور دوسروں کو بھی روکتا ہے اور اسلام سے کراہت اور عناد رکھتا ہے تو اس کی نجات نہیں ہوگی۔

بعد ازاں مفتی مکہ مشرفہ قاضی دحلان مکی علیہ الرحمۃ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب میں فرماتے ہیں کہ علامہ برزنجی علیہ الرحمۃ شہادتوں کے متعلق علماء کے مختلف اقوال بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کیا زبان سے اقرار کر لینا ہی ایمان کا جز ہے یا ایمان اجرائے احکامِ دُنیویہ سے مشروط ہے؟

تو اسکے متعلق یہ ہے کہ زبان سے اقرار نصف ایمان ہے یعنی ایک جز ہے اور طاقت ہونے کے باوجود اس کا تارک کافر اور ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے اور جو اجراءِ احکامِ دُنیویہ کی شرط کو پورا کرنے والا ہے وہ دائمی جہنمی نہیں اور فرمایا کہ،

سفاقسی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح تمہید" میں بیان کیا ہے کہ ایمان فقط تصدیق کا نام ہے اور یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت ہے۔

نیز علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ زبان سے اقرار کرنا اجرائے احکام سے مشروط ہے حتیٰ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنے والی ہر چیز کی تصدیق کرے اور اس کی جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اگر چہ زبان سے اقرار نہ کرے۔

مومن ہی رہے گا

اور یہاں غور کرو کہ یہ قید اس شخص کے لئے ہے جو اسلام کا مطالبہ کرنے پر زبان سے اِقرار نہ کرے۔

اور وہ شخص جو نہ تو اسلام کا انکار کرتا ہے اور نہ ہی اسلام سے عناد رکھتا بلکہ عُذرِ صحیح سے خاموش ہے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اس شخص کو اس چیز کا منکر اور کافر نہیں کہا جائے گا جو اس کے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کے درمیان ہے بلکہ اگر وہ اس حالت میں کُفر کی بات بھی کہے تو اس کے لئے ہرگز نقصان دہ نہیں۔

کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ واعظم برہانہ کا ارشاد ہے "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ" پس یہ تمام نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ایمان محض تصدیق کا نام ہے اور اس کے مقابلہ میں یہ قول کہ محض تصدیق کافی نہیں بلکہ تصدیق کے ساتھ اقرارُ بِاللّسان بھی

ضروری ہے اور یہ کثیر لوگوں نے کہا ہے کہ جو طاقت رکھنے کے باوجود زبان سے اقرار نہیں کرتا وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا۔

اور نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ اہلِ سنت کے فقہاء و محدثین اور متکلمین کا اس بات پر اتفاق ہے مگر نووی کی بیان کردہ اتفاق کی کہانی پر علماء نے اعتراض وارد کیا ہے۔

چنانچہ امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح اربعین" میں چاروں اماموں کا تغیرِ لفظی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایسا شخص مومن عاصی ہے۔

بلکہ جمہور اشاعرہ اور بعض محققین حنفیہ جیسا کہ محقق کمال ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اقرار بِاللسان طاقت کے مطابق اجرائے احکامِ دنیا کے ساتھ مشروط ہے پھر علماء کے اس قول میں اختلاف کا ذکر فرمایا ہے کہ کیا لفظ "الشہادتین" توحید و رسالت انہی دونوں معروف لفظوں سے مشروط ہے یا اتیان غیر معروف ہی کافی ہے، جس سے ایمان پر دلیل لائی جائے۔

اور اس علماء کرام کے دو قول ہیں تو کہا کہ یہی معروف لفظ مشروط ہے اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی لفظ کافی نہیں مگر راجح قول یہ ہے خصوصیت کے ساتھ اس معروف لفظ کی کوئی شرط نہیں۔

یہ طویل اور کارآمد بحث نقل فرمانے کے بعد مفتیٔ حرمین الشریفین سیدنا احمد بن زین قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ امام محمد بن رسول البرزنجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہاں اقرار و تصدیق کی دونوں شہادتیں مُراد ہیں اور محض زبان سے اقرار کر لینا کوئی خصوصیت نہیں رکھتا بر خلاف غزالی کے جیسا کہ نووی نے روضہ میں اس کو نقل کرتے ہوئے جمیع علماء سے منسوب کیا ہے

کیونکہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے "منہاج العابدین" میں علامہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ بغیر قول معروف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے دوسرے غیر معروف الفاظ سے بھی اقرار توحید کرنا ایمان کے خلاف نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ

"لا الہ غیر اللہ"

"یا ما عد اللہ"

"یا سوی اللہ"

"یا ما من الہ الا اللہ"

"یا لا الہ الا الرحمٰن"

"یا لا رحمٰن الا اللہ" "یا الباری تو یہ سب کچھ کہنا ایسے ہی ہے جیسے لا الہ الا اللہ کہنا۔

جیسا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ محمد اللہ کے نبی ہیں یا اس کے مبعوث کردہ ہیں یا محمد ہیں یا ماحی ہیں یا اس کے علاوہ آپ کے دوسرے اسماء تو اس سے اقرار

عجمیہ کے مطابق اس کے اسلام کے درست ہونے کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے اور
وہ مسلمان کے حکم میں داخل ہوگا۔

بعد ازاں علامہ برزنجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب ہم متواتر
خبروں سے اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
سرورِ کائنات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے محبت کرتے تھے اور آپ کی
حفاظت و نُصرت فرماتے تھے اور دین کی تبلیغ کے سلسلہ میں آپ کے معاون و
مددگار رہتے تھے اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا اس کی تصدیق فرماتے تھے اور اپنی
اولاد کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اتباع و پیروی اور نُصرت و حمایت
کرنے کا حکم دیتے تھے جیسا کہ آپ نے سیّدنا جعفر اور سیّدنا علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کو فرمایا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نعت مبارکہ میں ایسے
اشعار کہتے تھے جن میں آپ کی رسالت و نبوّت کی تصدیق موجود ہے اور
آپ کے دینِ حق ہونے کا اقرار اپنی زبان سے کرتے تھے اور آپ
کے مشہور و معروف کلام میں سے آپ کا یہ شعر بھی ہے کہ،

تحقیق میں جانتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا دین تمام
دینوں سے بہتر دین ہے اور آپ کا یہ شعر کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے
حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ایسا ہی رسول پایا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کا سچا رسول ہونا کتابوں میں صحت کے ساتھ آتا ہے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ایمان اور تصدیقِ رسالت

پر یہ ایمان افروز استدلال قائم کرنے کے بعد امامِ اہلسنت مُفتی مکۃ المشرفہ و مدینۃ المنورہ زاداللہ شرفہما سیدنا احمد بن زین دحلان مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام محمد بن رسول برزنجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبِ ایمان ہونے پر آپ کے اس خُطبہ مبارکہ کو بھی استشہاد کی صورت میں بیان کرتے ہیں جسے ہم بھی دیگر آئمہ اہلِ سنت کی ثقہ کتب کی پُوری پُوری عبارت نقل کرنے کے سلسلہ میں متعدد بار نقل کر چکے ہیں۔

ممکن ہے سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصیت نامے پر مشتمل رُوح پرور اور ایمان آفرین اس خطبہ مُبارکہ کا بار بار نقل ہونا قارئین کے اذہان کے لئے باراور ثقل کا موجب بن جائے لیکن ہم اسے بار بار نقل کرنے پر اس لئے مجبور ہیں کہ بعض لوگوں کو جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بیان کی جانے والی وہی آیات ہر کتاب میں نظر آتی ہیں جنہیں بُخاری وغیرہ میں بڑے اہتمام کے ساتھ نقل کیا گیا ہے حالانکہ وہ روایتیں ہر لحاظ سے محلِ نظر ہیں۔

بہر حال قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب میں جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب ایمان ہونے پر واضح ترین بُرہان اور زبردست اِستدلال کی صُورت میں اس خطبۂ وصیّت کو بیان فرماتے ہیں۔

خطبۂ توحید

علاوہ ازیں آپ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح مبارک کے موقع پر پڑھے جانے والے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطبۂ مبارکہ کو بھی ان کے مومن اور توحید پرست ہونے پر شاہدِ عدل قرار دیتے ہیں جس کا ایک ایک لفظ اب بھی ہر صاحب علم کے لئے ایمان کی کھلی ہوئی کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

غور کریں اور دیکھیں

امامِ اہلِ سنّت سیدنا قاضی احمد بن زینی دحلان مکی قدس سرہٗ العزیز یہ استدلال اور روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ،

جہنم کے تمام طبقات کے نام ہیں اور حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لئے علی الاطلاق تمام اہلِ نار سے خفیف تر عذاب ہے اور اس کے مابین یہ وجہ ہے کہ آگ ان کے جسم کو مس نہیں کرتی بلکہ محض آپ کے پاؤں کے تلوؤں کو چھوتی ہے تو ہرگز جائز نہیں کہ ان حالات میں انہیں کافر کہا جائے کیونکہ صحیح اخبار کے مطابق مومنین میں سے محض ایک گناہ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے یا

والدین کے نافرمان یا تلی کو غصب کرنے والے یا تکبر سے اِٹھلا کر چلنے والے کے لئے اس سے بڑا عذاب ثابت ہے۔

بعد ازاں قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں وہ احادیث نقل فرمائی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے چونکہ ہم ان احادیث کو اور اس ضمن میں آنے والی دیگر متعدد احادیث کو دیگر کتبِ معتبرہ سے ایک فصل کی صورت میں پیش کر رہے ہیں اس لئے انہیں یہاں نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

علاوہ ازیں یہ علامہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب میں اپنی اصل ترتیب کے ساتھ بھی موجود ہیں

دیکھنا تو یہ ہے کہ حضرت علامہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کاوش و کوشش اور شدومد کے ساتھ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے اثبات پر استدلال قائم کرنا دلیل رافضیت ہے یا شان اہل سنت۔

ہمیشہ ساتھ دوں گا

نیز بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب کفار قریش نے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ سے باز رکھیں ورنہ ہم لڑائی جھگڑے پر مجبور ہو جائیں گے اور یہ بات حضرت ابو

طالب رضی اللہ عنہ نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گوش گزار کرتے ہوئے سنگینئ حالات کی وضاحت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چچا جان اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تو جب بھی میں دعوت اِلیٰ الحق سے باز نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ میرا وصال ہو جائے اور اگر آپ بھی میرا ساتھ چھوڑنا چاہیں تو آپ کو اس کا اختیار ہے اور اس کے ساتھ ہی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ عزمِ صمیم اور اشک آلود آنکھیں دیکھیں تو تڑپ کر رہ گئے اور عرض کیا کہ اے ابنِ اخی آپ کا جو جی چاہتا ہے کیجئے خُدا کی قسم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کا ساتھ دوں گا اور پھر قریش کو فرمایا خُدا کی قسم میرے بھائی کے بیٹے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

حلفِ وفاداری اصلِ ایمان

سیّدنا احمد بن زین دحلان مکّی علیہ الرحمۃ یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں غور کریں اور دیکھیں کہ حضرت ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی صداقت پر مُہر لگاتے ہوئے آپ کی ذاتِ اقدس سے کِذب کے صدور کی مکمّل طور پر نفی فرما رہے ہیں اور آپ کے ساتھ کامل

وابستگی کا اس وقت بھی عہد کر رہے ہیں جب کفار قریش آمادہ پیکار ہونے کا چیلنج دے رہے تھے۔

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے

کبھی جھوٹ نہیں بولا

بعد ازاں دحلان مکّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور اس طرف بھی غور کریں کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ عرض کی تھی کفار مکہ کا گمان ہے کہ وہ آپ کو ایذا دیں گے اور آپ نے مُطلق طور پر یہ نہیں فرمایا کہ وہ آپ کو ایذاء دے ہی لیں گے بلکہ فرمایا کہیں یہ لوگ آپ کو ایذاء نہ پہنچا دیں جیسا کہ وہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم انہیں تکلیف پہنچائیں گے اس جملہ کو اس صورت میں ادا کرنے سے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ یہ کفّار کا اپنا گمان ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایسی کوئی بات نہیں کہ آپ کو کوئی گزند پہنچے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کام پر مامور فرمایا ہے تو جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے اس فرمان پر اسی طرح یقین تھا جیسے تم طُلوعِ آفتاب کو دیکھ کر اس کی تصدیق اور اسکے خلاف کی نفی کرو اور

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو فرمایا تھا۔

"واللّٰہ ما کذب ابن اخی قط" یعنی اللہ کی قسم میرے بھائی کے بیٹے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یہی تو تصدیقِ رسالت ہے بے شک حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے احادیث بیان کی ہیں چنانچہ ان کے کلمات ان کے ایمان پر اور ان کے دِل میں تصورِ توحید کی موجودگی پر صریح دلیل ہے۔

روایاتِ ابوطالب

اور بے شک حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرنا بھی ثابت ہے اور ان روایات میں سے ایک روایت صاحب سیرتِ حلبیہ نے اس طرح نقل فرمائی ہے کہ،

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔

دُوسری روایت میں حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کے بیٹے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ ارشاد سنا کہ شکر کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور کفر کرنے سے عذاب حاصل ہوتا

ہے۔

خطیبؒ بغدادی نے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ؟

سیّدنا امام جعفر الصّادق علیہ السّلام نے اپنے والد گرامی سیّدنا امام محمد باقر سے انہوں نے اپنے والد محترم سیّدنا امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد مکرم حضرت امام حسین علیہ السّلام سے انہوں نے اپنے والدِ مکرم امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب علیہم السّلام سے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنے والد گرامی سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خُدا کی قسم محمد ابنِ اخی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سچے ہیں۔

یہ ہیں آخری کلمات

اور جب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک کا وقت قریب آیا تو آپ نے اشرافِ قُریش کو جمع فرما کر ایک ایسی وصیّت فرمائی جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی والہانہ محبّت پر دلالت کرتی ہے اور اس وصیّت سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی معرفتِ تامہ حاصل تھی اور وہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا سچّا رسول مانتے تھے۔

چنانچہ آپ نے اپنی وصیّت کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا اَے گروہ قُریش اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں مخلوق میں برگزیدہ فرمایا ہے تم لوگ عرب

شریف کا دل ہو۔

اور تم میں تو ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں سردار بنا کر ان کی اطاعت کی جائے۔

اور تم میں پیکرِ شجاعت' بہادر اور وسیع قوّت والے لوگ موجود ہیں۔

تمہیں یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ اہلِ عرب کی ایسی کوئی بزرگی اور فضیلت نہیں جو تمہیں نہ ملی ہو۔

تُم عرب والوں میں صاحب شرف و کرامت ہو اور لوگ تمہارے وسیلہ کے محتاج ہیں۔

مگر اب لوگوں نے اجتماعی طور پر ارادہ کر لیا ہے کہ وہ تُمہارے ساتھ جنگ کریں لہٰذا میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں کہ تم اس گھر یعنی بیت اللہ شریف کی تعظیم و تکریم کرو کیونکہ یہی اُمر اللہ تبارک و تعالٰی کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اسی میں وسعتِ روزگار اور ثابت قدمی کا راز مُضمر ہے۔

تم لوگ آپس میں ترکِ موالات نہ کرو کیونکہ صِلہ رحمی کرنے سے عددی قوّت میں اضافہ اور عمروں میں زیادتی ہوتی ہے۔

تم لوگ سرکشی اور بغاوت کو چھوڑ دو اور نافرمانی کو ترک کر دو کیونکہ یہی وہ امور ہیں جن کی وجہ سے پہلی قومیں ہلاکت اور تباہی کا شکار ہوئی ہیں۔

تُم لوگ طلب کرنے والے کی طلب پُوری کرو اور سائل کا سوال پورا کرو کیونکہ سائلوں کو عطا کرنے سے زندگی اور مَوت کی عظمتیں اور سر

بلندیاں نصیب ہوتی ہیں۔

تم لوگ ہمیشہ سچی بات کیا کرو اور لوگوں کی امانتیں پوری دیانت داری سے واپس کیا کرو کیونکہ اس میں بالخصوص فراوانی محبت اور بالعموم بزرگی اور فضیلت ہے۔

اور تمہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص طور پر بھلائی اور نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق ہیں اور ان میں وہ تمام تر فضائل اور خوبیاں جمع ہیں جن کا میں نے اپنی وصیت میں ذکر کیا ہے۔

اور یہ جس امر کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں اس کو دل نے قبول کر لیا ہے مگر اس چیز کو زبان پر لانے سے بایں وجہ خائف ہوں کہ لوگ انہیں تکلیف نہ پہنچائیں۔

خدا کی قسم! میں اپنی نگاہِ بصیرت سے اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے باشندے اور اطراف و اکناف کے کمزور اور ضعیف لوگوں نے ان کی دعوتِ اسلام کو قبول کر لیا ہے اور ان کے کلمہ کی صداقت پر ایمان لا کر ان کے امرِ توحید و رسالت کو سر بلند کر رہے ہیں اور موت کی سختیوں سے بے پرواہ ہو کر ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔

اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ قریش کے سردار اور رئیس ان لوگوں کے سامنے پست اور ذلیل ہو رہے ہیں اور ان کے گھر تباہ و برباد ہو رہے ہیں

اور ضعیف اور کمزور لوگ اربابِ اقتدار اور صاحبِ اختیار ہو چکے ہیں اور روسائے قریش ان کے سامنے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔

اے گروہ قریش! تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوستی اور موالات رکھو اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کرو۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے باپ کے بیٹے ہیں اس لئے ان کے ساتھ دوستی اور موالات کو قائم رکھو اور ان کے صحابہ کی نصرت وحمایت کرو۔

خدا کی قسم! ان کا طریقہ اپنانے والا اور ان کی اتباع کرنے والا ایک بھی ایسا نہیں رہے گا جسے سعادت اور راہِ ہدایت نصیب نہ ہو۔

کاش! میری موت میں کچھ تاخیر واقع ہو جاتی اور مجھے مزید زندگی مل جاتی تو میں ان کی طرف آنے والی ہر مصیبت اور مشکل کی مکمل طور پر مدافعت کر دیتا۔

اس کے ساتھ ہی جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا کہ اگر تم لوگ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو بگوشِ ہوش سنتے رہے تو ہمیشہ خیر اور بھلائی پر رہو گے۔

لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو حکم دیں اسکی اتباع اور تابعداری کرو ان کی اطاعت وحمایت اور فرماں برداری کرو اس کے نتیجہ میں تمہیں خیر اور فلاح حاصل ہو گی۔

ظہور ہو کر رہا

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ وصیت نامہ یا ان کے ایمان کا اقرار نامہ تحریر فرمانے کے بعد سیدنا قاضی دحلان مکی ارشاد فرماتے ہیں کہ اسے دیکھو اور غور کرو کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وصیت میں اپنی فراستِ صادقہ سے زمانہ مستقبل کے لئے جو پیش گوئیاں فرمائی تھیں کس انداز سے ایک روشن حقیقت بن کر وقوع پذیر ہوئیں اور یہ تصدیقِ رسالتِ مصطفیٰ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر بیّن دلیل ہے۔

چچا جان آپ کے بعد!

اور جب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا تو کفّار قریش نے حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں دینا شروع کر دیں حالانکہ وہ لوگ اس قسم کی حرکات قبیحہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ میں ہرگز نہیں کر سکتے تھے حتیٰ کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد بعض کفّار قریش نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس میں مٹّی ڈال دی کفّار کی اس سفیہانہ حرکت کو دیکھا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قریش کی طرف سے اس وقت تک اس قسم کا کوئی امر مکروہ نہیں پہنچا جب تک میرے

چچا ابو طالب بقید حیات رہے۔

اور پھر جب قریش کی زیادتیوں اور شرمناک جسارتوں کو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی وفات کے بعد مخاطب کر کے فرمایا چچا جان آپ کے بعد قُریش نے کتنی جلدی خود کو اس قدر تبدیل کر لیا ہے۔

جناب ابو طالب اور جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال مبارک چونکہ ایک ہی سال میں یکے بعد دیگرے ہو گیا تھا اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کا نام ہی ''عام الحزن'' یعنی غم کا سال رکھ دیا۔

اور بلا شک و ریب اس کلام کا تجزیہ کیا جائے تو قطعی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی ء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت فرمایا کرتے تھے اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں گرفتار تھے۔

اہل حق کا عقیدہ

علاوہ ازیں ائمہ اعلام حضرت امام قرطبی، حضرت امام شعرانی اور حضرت امام سحیمی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

زندہ فرمایا اور وہ نبی ء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد فوت ہوئے۔

چنانچہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب ایمان ہونے پر یہ رُوشن ترین اور ظاہر وجہ ہے اور اس کی بناء پر ہی علاّمہ سحیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا یہی عقیدہ ہے اور اسی عقیدہ کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات کروں گا۔

اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ میرا اس اِعتقاد کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات کرنا بایں وجہ ہے کہ مجھے حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ محبت رکھنے والوں اور آپ کے قریبیوں کے ساتھ اُیسا ہی عقیدہ رکھنے کی روایات پہنچی ہیں۔

اِحتیاط، اِحتیاط، اِحتیاط

قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جناب ابوطالبؑ کے مسئلہ میں درسِ احتیاط دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں۔

علاّمہ سحیمی رحمۃ اللہ علیہ قولِ ناظم اور منجز کے قبیل میں اپنی مُراد اس طرح ظاہر فرماتے ہیں کہ علاّمہ ابنِ سعد اور امام ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا

آپ جناب ابو طالب کے متعلق پر امید ہیں؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہمیں اپنے پروردگار سے اُن کے لئے ہر بھلائی اور خیر کی امید ہے نیز امام قرطبی امام سبکی اور امام شعرانی رحمہم اللہ تعالیٰ جو کہ سب کے سب اکابرینِ اہلِ سنّت وجماعت سے ہیں اس حدیث سے حجت پکڑتے ہیں جیسا کہ حضرت علامہ تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

اندریں حالات مدعی کا یہ دعویٰ قطعی طور پر باطل ہو جاتا ہے کہ عدم نجات ابی طالب پر اہلِ سنّت کا اجماع اور اتفاق ہے بلکہ اس کے بالعکس یہ امر ثابت ہے کہ اہلِ سنّت میں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نجات کے قائل بھی موجود ہیں اب جب کہ اہلِ سنّت میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس معاملہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ پر چھوڑتے ہوئے احتیاط سے کام لیا جائے اور سکوت وتوقف کرتے ہوئے زیادہ غور وخوض سے کام نہ لیا جائے اور ضرورت کے مطابق کم سے کم گفتگو کی جائے کیونکہ اس ضمن میں احادیثِ مبارکہ وارد ہوئی ہیں کہ انتہائی ادب اور خوف کے پیش نظر احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس وقت ارشاد فرمایا جب عقبہ بن حارث نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے مگر ایک دوسری سیاہ فام عورت کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں میاں بیوی کو اپنا دودھ پلایا ہے مگر

وہ عورت جھوٹی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا کہ اس عورت سے جا کر پوچھو کہ تم نے کیسے جان لیا کہ ہم دونوں نے تمہارا دودھ پیا ہے؟

چنانچہ عقبہ بن حارث اس عورت سے پوچھ کر دوبارہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ سیاہ فام عورت اب اس بات سے انکار کرتی ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقوے اور احتیاط کی بناء پر اُسے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کی شہادت قبول نہیں۔

اذیت نہ دو

اب جب کہ اہلِ سُنت میں سے ایک جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ زندہ فرمایا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے اور ان کی نجات ہو گی تو احتیاط اور سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ان کی تنقیص و تعریض سے اجتناب کیا جائے بالخصوص جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فحش قسم کی عبارت نقل کرنے سے مکمل طور پر اعراض کیا جائے کیونکہ آپ کی شان میں گستاخی کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے کا باعث ہے اس لئے کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مربی تھے اور آپ سے محبت

کرتے تھے اور جب آپ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ کی حمایت ونصرت کیا

کرتے تھے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے زندہ اور فوت شدگان

قریبیوں کی وجہ سے اذیت اور تکلیف نہ دینا چاہئے۔

اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"

یعنی محبوب ان لوگوں کو فرما دیجئے کہ میں تم سے اپنی

(اس تبلیغ کا) کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر تم میرے

قریبیوں سے محبت ومودت رکھا کرو۔

علاوہ ازیں علامہ دیلمی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوسعید خدری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص پر سخت ترین غضب کا

اظہار فرماتا ہے جو مجھے میرے قریبیوں کی وجہ سے ایذا دیتا ہے۔

نیز امام طبرانی اور امام بیہقی رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت نقل کی ہے کہ

ابولہب کی بیٹی جس کا نام سبیعہ اور بعض نے درہ بتایا ہے اسلام قبول کرنے

کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں تشریف لے آئی تو لوگوں

نے اسے کہا کہ تمہیں ہجرت کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا جب کہ تم جہنم

کے ایندھن کی بیٹی ہو۔

جناب سیدہ کو لوگوں کے اس جملہ سے بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کی یہ شکایت پیش کی۔

حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو آپ سخت غضب ناک ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے جو مجھے میرے نسبی اور خون کے رشتوں کی وجہ سے تکلیف اور اذیت دیتے ہیں یاد رکھو! جس نے میرے اہل نسب اور رشتۂ رحم رکھنے والوں کو اذیت دی تو بے شک اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اور اس نے اللہ تبارک وتعالٰی کو ایذاء دی۔

علامہ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی تکلیف پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی تو بے شک اس نے اللہ تبارک وتعالٰی کو ایذاء دی۔

امام طبرانی امام احمد بن حنبل اور امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہم اللہ تعالٰی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فوت شدگان کو برائی سے یاد کر کے زندہ کو ایذا مت دو۔

کافر ہو جائے گا

اور بلا شک و ریب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اس قسم کی قبیح باتیں زبان پر لانے والے اور عوام و خواص کی مجالس میں انہیں بیان کرنے والے بے وقوف لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی موجودہ اولاد کو اذیت اور تکلیف دیتے ہیں بلکہ وہ لوگ ان سادات کرام کو بھی اذیت دیتے ہیں جن کا وصال ہو چکا ہے اور وہ اپنے مزاروں میں ہیں یہی نہیں بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرما رکھا ہے کہ،

> جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا ایذاء دیتے ہیں ان پر دُنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے سخت ترین عذاب کا وعدہ ہے۔

اور جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر کہنا ان سے بغض رکھنے کے مترادف ہے اور یقیناً اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایذاء ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دینا کفر ہے اور اس فعل کا ارتکاب کرنے والا لائق گردن زدنی ہے جبکہ وہ اس فعل سے توبہ نہ کرے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں ہے کہ اگر ایسا شخص توبہ بھی کر لے تو جب بھی اسے قتل کر دیا جائے۔

نیز اخبار و آثار سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابو طالب سے بُغض رکھنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دینے کا باعث ہے اور وجہ وجیہہ سے واضح طَور پر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلّق اِمام قُرطبی اِمام سُبکی امام شعرانی اور امام سحیمی رحمہم اللہ تعالیٰ کا کیا عقیدہ ہے۔

پس جو کچھ اخبار و آثار سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو طالب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مربّی اور محُسن تھے نیز انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت ہی احسن طریقہ سے تربیت فرمائی اور آپ کو اپنی اولاد پر ہمیشہ مقدّم رکھا اور ان امور کی تفصیل طویل ہے چنانچہ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اللہ تبارک وتعالیٰ عزّ وجل نے خلعتِ نبوّت سے سرفراز فرمایا تو آپ کو ایذاء دینے سے کفّار قریش کو روکے رکھتے۔

علاوہ ازیں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کُفّار قریش کو فرمایا کرتے تھے کہ میرے بھائی کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً یقیناً میری حمایت میں ہیں مگر تم میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ تم لوگ میری اس حمایت کا توڑ

پیدا کر سکو۔

اور پھر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی یہ گزارش کر دی کہ اب آپ بلا خوف و خطر علی الاعلان لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلائیں۔

چنانچہ پھر جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانیہ طور پر سلسلۂ تبلیغ حق شروع فرما دیا تو آپ کا یہ فعل کفارِ مکہ کو انتہائی شاق گزرا اور وہ لوگ اجتماعی طور پر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور کہا کہ ہم عمارہ بن ولید کو اس لئے ساتھ لے کر آئے ہیں کہ آپ اس کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبادلہ کر لیں تا کہ یہ آپ کے پاس آپ کے بیٹے کی طرح رہے اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے لے کر قتل کر دیں معاذ اللہ

کفار کی یہ باتیں سنیں تو جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ اے گروہِ قریش تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا ہی خُوب انصاف کیا ہے کہ میں تمہارے بیٹے کو لے کر اس کی پرورش کروں اور تم میرے بیٹے کو مجھ سے لے کر قتل کر دو۔

پھر اس کے بعد آپ نے حضرت رسالت مآب علیہ الصلوات والتحیات کو مخاطب کر کے عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم یہ کفارِ قریش اپنی تمام جمعیت کے باوجود اس وقت تک آپ کے

قریب بھی نہیں پھٹک سکتے جب تک کہ میں مٹی میں نہ دفن کر دیا جاؤں۔

پس آپ بلا خوف و خطر علی الاعلان تبلیغ اسلام فرمائیں آپ پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے آپ میرے اس وعدے سے خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

نیز یہ کہ آپ نے جو مجھے دعوت دی ہے تو اس کے متعلق میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ مجھے اچھی نصیحت فرمانے والے ہمدرد ہیں اور جب آپ نے مجھے دعوت دی تو آپ اس دعوت دینے میں امین وصادق تھے۔

اگر مجھے لوگوں کے گالی گلوچ کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے اپنے دین کا واضح طور پر اعلان کرنے والوں میں پاتے اور پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا سے تزویج مبارک ہوئی تو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبۂ نکاح ارشاد فرمایا اس مجلس مبارکہ میں روسائے مضر کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

بہر کیف! سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ مبارک ان الفاظ پر مشتمل تھا۔

تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں ذریت ابراہیم اور نسل اسماعیل میں مقرر فرمایا اور جناب معد کا معدن عنصر اور مضر کی اصل قرار دیا اور ہمیں اپنے بیت مکرم اور حرم محترم کا محافظ اور

ہمیں ایسے مقدس گھر کا متولی بنایا جس کی زیارت کے ارادہ سے اطراف واکناف کے لوگ آتے ہیں اور یہ ایسا مقدس گھر ہے جہاں ہر آنے والے کو امان مل جاتی ہے۔

اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر فرمایا۔

امابعد! میرے بھائی کے یہ بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے نو جوان ہیں جن کے ساتھ قریش کے جس شخص کا بھی تقابل اور موازنہ کیا جائے گا یہ اس سے بہر طور اور بہر صورت افضل قرار پائیں گے۔

ہاں! ان کے پاس دنیوی مال و متاع کی کمی ضرور ہے مگر متاع دنیوی اور مال و دولت تو ڈھلتی چھاؤں ہے اور ایک ایسی چیز ہے جو زوال پذیر ہوتی رہتی ہے اور بدل جانے والی چیز ہے۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے ساتھ جو مخصوص قربت اور یگانگت ہے اسے آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں انہوں نے خدیجہ بنت خویلد کے لئے نکاح کا پیغام دیا ہے اور ان کو مقرر شدہ مہر ادا فرماتے ہیں خدا کی قسم ان کا مستقبل نہایت درخشاں اور شاندار ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنا خطبہ ارشاد فرمالیا تو سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے چچازاد بھائی حضرت جناب ورقہ بن نوفل نے اہلِ مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہیں اے ابو طالب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کہ آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایسا ہی بنایا ہے اور وہ تمام تر فضائل ہمیں عطا فرمائے ہیں جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے پس ہم لوگ تمام اہلِ عرب کے پیشوا اور سردار ہیں۔

اور آپ لوگ فی الواقع ان تمام فضائل کے اہل ہیں اور کوئی ایک گروہ بھی آپ کے اس تفاخر اور شرف کی تردید نہیں کر سکتا اور بے شک ہم نے آپ کے اس شرف وفضیلت کو دیکھتے ہوئے آپ کے ساتھ شمولیت کرنے کو رضا ورغبت کے ساتھ پسند کیا ہے۔

تو اے گروہ قریش! آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت مبارکہ میں دے دیا ہے۔

جناب ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جناب خدیجہ الکبریٰ کے چچا عمرو بن اسد بھی اس گفتگو میں شرکت کریں چنانچہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے چچا نے کہا اے گروہ قریش آپ لوگ گواہ ہو جائیں کہ میں نے محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا ہے۔

پس آپ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطبہ پر غور کریں کہ کس طرح انہوں نے اپنی بصیرت وفراست کے ساتھ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہر قسم کی بہتری اور خیر کی پیش گوئی فرمائی حالانکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ میں ابھی پندرہ سال باقی تھے۔

اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمیں خشک سالی کی وجہ سے قحط کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نے بارش کے لئے اپنے سوال کو نظم کی صورت میں پیش کیا۔

حضور سرور کائنات مالکِ ومختار ارض وسماوات اس کی عرضداشت سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور منبر شریف پر تشریف لے آئے اور دُعا کے لئے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیئے ابھی آپ نے اپنے مقدّس ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں گرایا تھا کہ آسمان پر بادل امڈ امڈ کر آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش کے قطرات زمین پر گرنے لگے اور پھر اس قدر بارش ہوئی کہ لوگوں کو بارش کے پانی میں غرق ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فی الفور بارش کا اس تیزی سے برسنا ملاحظہ فرمایا تو آپ مُسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندان مُبارک موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے ظاہر ہو گئے اور آپ نے اسی عالم مسرت میں ارشاد فرمایا ابوطالب کی خوبی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے آج اگر وہ زندہ ہوتے

تو بارش کے اس منظر کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کوئی ہے جو ہمیں ان کا شعر سنائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ فرمائش سنی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کی مراد ان کے اس شعر سے ہے۔

کہ وہ حسین چہرے والے جن کے رخ روشن کے
صدقے سے بادل بارش طلب کرتے ہیں اور وہ
یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی عالم مسرت میں فرمایا ہاں ہم یہی شعر سننا چاہتے تھے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر آپ کے ایک طویل قصیدے کا ہے اور یہ قصیدہ آپ نے اس وقت انشا فرمایا تھا جب کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت مخالف ہو چکے تھے اس قصیدہ کے متعدد اشعار میں سے چند ایک یہ ہیں جن میں جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار قریش کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

بیت اللہ کی قسم! تم نے یہ قطعی طور پر غلط اور جھوٹ کہا
ہے کہ تم ہم سے زبردستی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
چھین لو گے اس لیے کہ تمہاری یہ خواہش اس وقت

تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم بنو ہاشم نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتے کرتے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ختم نہ ہو جائیں۔

اور تمہارا یہ گمان بھی غلط ہے کہ ہم ان کو تمہارے حوالے کر دیں گے اس لئے کہ یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم ان کے گرد اگرد گھیرا بنا کر لڑتے لڑتے گرا نہ دیئے جائیں اور اس قدر حواس باختہ نہ ہو جائیں کہ اپنی ازواج اور اولاد کو بھول جائیں۔

مجھے میری جان کی قسم! احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ اور ان کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں اس طرح گھر کر چکی ہے جیسے کوئی کسی کی محبت میں دیوانہ ہو جاتا ہے۔

اے گروہ قریش! تم یہ تو بتاؤ کہ لوگوں میں ایسا کون شخص ہے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اور نظیر ہو سکتا ہے؟

اور اگر انصاف پسند فیصلہ کرنے والوں کے سامنے تمام لوگوں کے فضائل لائے جائیں تو یہی تمام لوگوں کی اُمیدوں اور آرزوؤں کا مرکز قرار پائیں گے۔

محمد "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" حلیم الطبع، ہدایت یافتہ اور

عادل ہیں اور غصّہ میں نہیں آتے اور وہ تو اس معبودِ

عظیم کی محبت میں سرشار ہیں جو ایک لحظہ بھی اُن سے

غافل نہیں۔

اور یقیناً یہ بات تو سب کو ہی معلوم ہے کہ ہم نے اپنے

بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کبھی تکذیب نہیں کی، اور

اس سلسلے میں ہم نے لوگوں کی جھوٹی باتوں اور افتراء

پردازیوں کی کبھی پرواہ نہیں کی۔

اور احمد "مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم" ہمارے مابین ایسے غیّور خاندان کی حفاظت میں ہیں کہ ان تک کسی بھی ظالم و جابر کے ظالمانہ ہاتھوں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ میں نے ان کے سامنے اپنی ذات کو سپر بنا رکھا ہے اور اُن کی حمایت و نُصرت کے سلسلہ میں اپنے گھر بھر کو ساتھ ملا کر ان کی مدافعت کی ہے۔

اور یہ قصیدہ طویل تر ہے جس کے اکثر اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پاک اور مدحت سرائی پر مشتمل ہیں۔

امام اہلسنت قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اسنی المطالب فی نجاتِ ابی طالب" کے اقتباسات پیش کرنے کے بعد اب دیگر علمائے ہلسنت کی چند تحریریں ہدیہ قارئین ہیں۔

امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

ومعنى راشد واسمع العباس قولا به يكون النجاء

القول الذى اسمعه للعباس هو شهادة ، ان لا اله
الا الله وان محمد رسول الله ۔ والنجاء
الاخلاص وللعلامة السيد احمد دحلان مكى
مفتى المكة المشرفة رحمه الله رسالة سماها
اسنى المطالب فى نجاة ابى طالب اشبع فيها
الكلام وهى مطبوعة۔

(حلیۃ القراء صفحہ ۳۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: کہ میں نے ابوطالبؑ کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے سنا ہے اور اُن کی نجات
اور خلاصی ہو گئی ہے۔ اور علامہ سید احمد دحلان مفتی مکہ
شریف نے حضرت ابوطالب پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا
نام "اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب" ہے اور اس
میں یہ کلام ظاہر ہے اور وہ رسالہ مطبوعہ ہے۔

حافظ محمد برخوردار محشی نبراس مدظلہ

اور

ایمانِ ابوطالب

احناف کے نزدیک مستند کتاب شرح عقائد کی شرح نبراس میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ کی فقہ اور دین کے متعلق علامہ عبدالعزیز فرہاروی رقمطراز ہیں کہ !

یہ ایسے نہیں جیسا کہ کرامیہ کا گمان ہے کہ وہ ابی عبداللہ بن کرام کے ساتھی ہیں یہاں صحیح لفظ کرام ہے اور مشبہ کا ایک گروہ جو بڑی تعداد میں ہے وہ کرام کو تشدید اور زبر کے ساتھ کرّام کہتے ہیں اور یہ لوگ زیادہ ہیں مگر فروعی مسائل میں وہ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں جیسا کہ ان کے ایک شاعر نے کہا فقہ صرف ابو حنیفہ کی فقہ ہے اور دین صرف محمد کرّام کا دین ہے۔

"لا کما تزعم الکرامیۃ" ہم اصحاب ابی عبد اللہ محمد بن کرام بکسر الکاف و تخفیف الراء علی الصحیح و قد یقال با لفتح و التشدید طائفۃ من المشبہ و کثیر اما یقلدون فی الفروع اما منا الاعظم کما قال شاعر ہم الفقہ فقہ ابی حنیفۃ وحدہ والدین دین محمد کرام۔

اور لفظ کرّام کی شرح کرتے ہوئے علامہ محمد برخوردار رحمۃ اللہ علیہ نبراس کے حاشیہ پر لکھی ہوئی اپنی عظیم تالیف "التعلیقات القسطاس" میں فرماتے ہیں کہ "قاموس" میں ہے کہ محمد بن کرّام شداد کی طرح تھا یہ کرامیہ

فرقے کا امام تھا اور اس بات کا قائل تھا کہ اس کا معبود عرش پر مستقر ہے اور جوہر ہے۔

سنبلی نے کہا کہ ہمیں سے تشدید و تخفیف کے ساتھ اس کی شہرت نمایاں ہوئی ہے۔ قولہ محمد بن کرام الصام کہتے ہیں کہ یہ شعر محمد بن کرام کے بارے میں نہیں کہا گیا۔

میرے نزدیک شاعر کا یہاں مقصد صرف یہ ہے کہ اصل دین تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے جو آدم علیہ السلام تک کرام بن کرام کی اولاد ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ "الصام" کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمارکھا ہے کہ ہم ہمیشہ پاک اور طاہر اصلاب سے طیب و مطہر ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں۔

یہاں اس پر بھی غور کریں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد اور اُمہات علیہم السلام جناب آدم اور حوا علیہ السلام تک تمام تر مومن ہیں اور ان میں کوئی بھی ہرگز ہرگز کافر نہیں۔

اور اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت ابوطالبؑ کا ایمان دار ہونا بھی واضح اور ظاہر ہے کیونکہ آپ نے ابوجہل اور ابن امیہ وغیرہ کی انگیخت کے باوجود آخر پر جو کلمہ کہا وہ یہ تھا۔

کہ میں ملت عبدالمطلب پر فوت ہو رہا ہوں۔

، جیسا کہ بخاری کی روایت میں موجود ہے چونکہ حضرت عبدالمطلب عقیدۂ توحید پر تھے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ بھی عقیدۂ توحید پر تھے اور یہی حق ہے۔

قوله بكسر الكاف الخ القول ا في القاموس محمد بن كرام كشداد امام الكرامية القائل بان معبوده مستقر على العرش وانه جوهر يقال عن ذالك "الخ"

قال السنمي و به ظهر سمعه التشديد شده و تخفيف الحقيف قوله "محمد بن كرام" قال ! العصام هذا ليست قيل في حقه ثم قال وار جوان يكون مقصد الشاعر ان الدين دين نبينا محمد صلى الله عليه وآله وسلم الذى هوا بن الكرام ابنالكرام اى الى آدم عليه السلام قلت اشارا العصام الى حديث لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات وفا لهم

ايضاً ان آباء النبى صلى الله عليه وآله وسلم و امهاته الىٰ آدم وحوّا عليهما السلام ليس فيهم كافر و به ظاهر ايمان ابى طالب عمه لانه قال آخر ما كلمهم اى ابا جهل وطره فهو على ملة عبد المطلب كما فى البخارى وعبد المطلب كان على التوحيد فابو طالب على التوحيد و هوا الحق كما اقر به السيوطى و سبكى والشعرانى والقرطبى و اهل الكشف ويدل عليه قوله عليه السلام تنفعه شفاعتى ومع قوله تعالىٰ ولا تنفعهم شفاعة الشافعين وقال عليه السلام

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علامہ سبکی امام شعرانی اور امام قرطبی رضی اللہ عنہم اور اہل کشف اس کے منکر ہیں اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی شاہد عدل اور حجت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ابوطالب کو میری شفاعت نفع دے گی جب کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کفار ومشرکین کو کسی سفارشی کی شفاعت نفع نہیں دے گی اور حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ میری شفاعت اہل کبائر کے لئے ہے کفار ومشرکین کے لئے نہیں چنانچہ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے اس مسئلہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد اور والدین کریمین کے بارے میں میں نے دو رسالے تصنیف کئے ہیں۔

پہلے رسالے کا نام ہے۔

"قول الجلی فی نجات عم النبی ابی العلی"

شفاعتی لا ھل الکبائر

وفی ھذا المسئلۃ وفی اسلام آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالتان الاوّل سمی بقول الجلی فی نجات عم النبی ابی العلی و الثانیۃ ارشاد النبی الی اسلام آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بینھما تحقیق عجیب۔

(بانبراس مع تعلیقات القسطاس ص ۱۹۷)

اور دوسرے رسالے کا نام

"ارشاد النبی الی اسلام آباء النبی"

ہے اور ان ہر دو رسائل میں تحقیق عجیب ہے انتہی۔

قصیدہ در شان ابی طالب رضی اللہ عنہ

از : حضرت قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ

ان القلوب لتبکی حین تسمع ما

ابدیٰ ابو طالب فی حق من عظما

فان یکن اجمع الاعلام ان لہ

نذراً فللہ کل الکون یفعل ما

اما اذا اختلفوا فالرای ان نردا

موارداً یرتضیہا عقل من سلما

فتابع المشتہی الایمان من زمر

فی معظم الدین تابعنا ہم فکما

وہم عدول خیار فی مقاصدہم

فلا تقل انہم لن یبلغوا عظما

لا تزدریهم الذری من هم فهم

هم مسری الذین قد انتحوا به زعما

هم السیوطی والسبکی مع نفر

کمثله الفقهاء حفاظ اهل حما

واهل کشف وشعراء لهم وکذا

القرطبی والسحیمی والجمیع کما

﴿اسنی المطالب فی نجات ابی طالب﴾

ترجمہ اشعار

قاضی دحلان مکی عفی اللہ

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بارے میں یہ سن کر کہ وہ آگ میں ہیں دل رونے لگتا

ہے حالانکہ انہوں نے عظیم شخصیت کے حق میں اظہار

کیا ہے۔

اگر تمام شخصیتیں اِس بات پر اجماع کر لیتیں کہ جناب

ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سزا وار ہے تو اللہ

تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو چاہے کرے کیونکہ

تمام کائنات اُس کے قبضۂ قُدرت میں ہے۔

جب ہم دیکھتے کہ اس معاملہ میں اِختلاف ہے تو

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ایسے مقامات کی تحقیق

کریں جن کو عقلِ سلیم پسند کرے۔

ہم اس مذہب کی متابعت کرتے ہیں جو آپ کا ایمان

ثابت کرتے ہیں۔

ہم دین کے ایک بڑے معاملہ میں ان لوگوں کی

تابعداری کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے امور میں اور وہ
صاحبِ عدل ہیں اپنے مقاصد میں نیک ہیں پس ہم
نہیں کہتے کہ وہ عظمت کو نہیں پہنچے اُن کی ذات پر کوئی
عیب نہیں لگایا جا سکتا۔

تو کیا جانتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں وہ دِین کے سردار
ہیں اور زعیمِ ملت ہیں جن میں امام جلال الدین سیوطی
رحمۃ اللہ علیہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور دین کے بہت بڑے حافظ
اور نقیب ہیں اور ان میں اہلِ کشف بھی ہیں جیسے کہ
اِمام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اِمام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اِمام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور
اس قسم کے بہت سے لوگ ہیں۔

قصیدہ بحضور ابی طالب رضی اللہ عنہ

﴿وفات ابی طالب ومناقبہ﴾

از امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

وأتى عمه الحميم حمام
مالحي من الحمام احتماء

كان ترسا يقيه عادية الاعدا
راساتها بــه الـرؤساء

مستقيما على الولاء وللاضلاع
منه على الحنو انحناء

قد برى صدقه بمنزلة قلب
صقلتها روية وارتياء

غيران الخفاء كان مفيدا
ربما يجلب الظهور الخفاء

مدحه المصطفىٰ بنظم ونثر
كم له فيه مدحة غراء

ولدى الاحتضار اصغى قريش
غير نصحه فلم يكن اصغاء

اوضح الحق في كلام طويل
كان في قلبه عليه انطواء

ومضى راشدا واسم العباس
لولا به يكون النجاء

فاعتصمت على العناد قريش
ما الد بها رعاية وارعواء

وبدت الشبه العجيب اصطكاعه
بسالة ورة سهبا المساه

﴿ترجمہ اشعار﴾

حضرت امام نبہانی ﷫

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت فرمانے والے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی موت آ گئی کیونکہ کوئی زندہ انسان موت سے نہیں بچ سکتا۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے دشمنوں سے حفاظت کرنے والی ڈھال تھے اور قوم کے ایسے سردار تھے جن سے تمام سردار ڈرتے تھے۔

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وقرابت پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے اور آپ کی ہر تکلیف پر غم زدہ اور ملول خاطر ہو جاتے تھے۔

آپ نے اپنے دل کے آئینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا مشاہدہ کر لیا تھا اس آئینہ دل میں جس کو عقل اور فراست نے صیقل کر دیا تھا۔

البتہ ان کا اپنے ایمان کے معاملہ کو پوشیدہ رکھنا ظاہر کرنے سے زیادہ سود مند اور مفید تھا کیونکہ بعض اوقات ظاہر کرنے سے چھپا لینا بہتر اثرات مرتب کرتا ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش نظم میں بھی کی اور نثر میں بھی اور آپ کے بے شمار روشن نعتیہ قصیدے لکھے۔

آپ نے اپنے وصال کے وقت قریش کو اچھی اچھی نصیحتیں کیں اگرچہ انہوں نے کان نہ دھرا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اِس وصیت نامے کے طویل کلام میں اُس حق کو ظاہر فرما دیا جو اُن کے دِل میں موجود تھا۔

اور وہ دنیا سے ہدایت یافتہ گئے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ بات بتا دی جس پر اُن کی نجات کا دار و مدار تھا۔

لیکن قریش نے اپنا عناد جاری رکھا کیونکہ ان کی طبیعتوں میں رعایت اور لچک بھی نہ تھی۔

اس صاحب ہیبت وجلال بزرگ کے وصال کے بعد
ان کی بیہودگی اور ایذا رسانی میں اضافہ ہوگیا۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بات اپنے
اِحتضار کی وقت حضرت عباس کو سنائی وہ لا الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ کی گواہی تھی اور نجات کا معنیٰ خلاصی ہے۔

مفتیٔ مکہ مشرفہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس
مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ایک رسالہ تحریر فرمایا
جس کا نام "اسنی المطالب فی نجاتِ ابی طالب" ہے
اور یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے۔

القول الذی اسمعه للعباس هو شهادة لا اله الا
الله و ان محمد رسول الله والنجاة الخلاص
والعلامة السید احمد دحلان مفتی مکه
مشرفه رحمه الله رسالة سماها اسنی المطالب
فی نجاة ابی طالب اشبع فیها الکلام وهی
مطبوعة۔

(طیبۃ الغریٰ فی مدح المصطفیٰ مطبوعہ مصر ص ۱۲۳ علامہ نبہانی)

تیرے دین ایمان کی عظمت سے غافل بدگہر
مصطفیٰ سے دل لگا کر عمر ساری واہ واہ

جس کی دم بھر کی زیارت پہ صحابیت ملے
چہل و دو سالہ تری صحبت شعاری واہ واہ

معرکہ میں پھسل کر سنبھلے تو اچھوں کے قدم
استقامت پہ تری آئینہ داری واہ واہ

حق سے بیگانے ہی تجھ کو حق سے بیگانہ کہیں
حق کے پروانے تری پروانہ واری واہ واہ

آلِ فرعوں سے بھی پردہ دار مومن ہی رہا
خواجۂ بو طالبؑ تری ایمان داری واہ واہ

بے شبہ ان گنت احساں آپ کے ملت پہ ہیں
اس فدا کاری پہ تشکر ہماری واہ واہ

سید کل اولیاء بیٹا علی شیر خدا
اور کفالت میں تری محبوب باری واہ واہ

نعت اور نعمت شعاری مرحبا صد مرحبا
عمر بھر محمود وہ خدمت گزاری واہ واہ

﴿انوار قادریہ ص۱۸۔۱۷﴾

قصیدہ بحضور سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ

﴿از سید محمد امین علی شاہ نقوی﴾

الا ربنا رافع الثاقب

و محبوبنا شافع الغالب

جزی اللّٰہ عنا لعمراننا

علیٰ قوم اعدائہ الغالب

نجید البرایا وحید الهدیٰ

شهید عظهم علی العاقب

کعبد رشید فرید الندیٰ

بکتمان ایمانه الواجب

بنظم و نثر مدیح النبی

و دیوانهٗ لیس بالکاذب

يطلب و نظر رءى المصطفىٰ

و في حبه ليس بالغائب

يحسن الاقاويل يهجو العدى

ويرويه ابدًا مع الغاضب

وظلت قريش علىٰ ظلمة

الى ربها ليس بالائب

لقد اسمع الكلمة الطيبه

ومن مشرك ليس بالهائب

نسير النبي امام الورىٰ

سروراً كثيراً على الصاحب

مضى مؤمناً كاملاً صادقاً

ويرجو لدى الخالق الواهب

اصلی علی المصطفیٰ المقتضی
وشیخی ابی الطالب الغالب

وآل النبی واصحابه
وخدام اسلامه الواصب

فقد بارك اللّٰه من صحف
الکتاب لدین ابی الطالبؒ

ایا نار کونی سلامًا علیٰ
اخی الصائم الصارم الصائب

کلام الامین مفید الهدیٰ
حسام عضوض علی الغالب

ترجمہ! قصیدہ مبارکہ سیدنا و مولانا حضرت علامہ

سید محمد امین شاہ نقوی

اچوی دامت برکاتہم العالیہ

یاد رکھیں! کہ ہمارا پروردگار اپنے ہر توبہ کرنے والے بندے کو بلندی عطا فرمانے والا ہے اور ہمارے محبوب عظیم علیہ تحیۃ والتسلیم ہر خسارہ پانے والے انسان کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔

ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ہم تمام مُسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

وہ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہے۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم المرتبت ہستی ہیں جو مخلوق میں بہادر اور دلیر ہدایت میں یکتائے عالم اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر سب سے بڑے شاہدِ عدل ہیں۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ انسان عظیم ہیں
جو آل فرعون کے اُس رجلِ عظیم مؤمن کی طرح ہیں
جو فرعونیوں سے اپنے ایمان کو چھپانے کے باوجود بھی
سخاوت میں یگانہ اور ہدایت کا خزانہ تھے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے وہ نعت خوان عظیم ہیں جنہوں نے
سب سے پہلے نظم اور نثر کی صورت میں آپ کی نعت
خوانی اور مدحت سرائی پر قلم اٹھایا اور ان کا نعت مصطفیٰ
اور کفار کی مخالفت میں لکھا ہوا دیوان مبارک آج بھی
موجود ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش نصیب
انسان ہیں جن کو بیک وقت نگاہِ قلب اور چشم ظاہر سے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل تھا
اور وہ حضور کے ساتھ سچے دل سے والہانہ محبت کرتے
تھے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عالی قدر بزرگ
ہیں جو اپنے ٹھوس اور مضبوط ارشادات سے دشمنانِ
خدا اور رسول کی برائیوں کا بھی برملا اظہار کرتے ہیں

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت
اور امداد واستعانت کا فریضہ بھی سر انجام دیتے ہیں۔
قریش مکہ تو اس وقت کفر اور ظلمت کی وادیوں میں
بھٹک رہے تھے مگر سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے ان کی غلط آرا سے کبھی اتفاق نہیں فرمایا۔
جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صاحب ایمان و
ایقان ہیں جنہوں نے بھری مجلس میں سیدنا عباس ابن
عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کلمہ توحید و رسالت
پڑھ کر سنا دیا اور کسی بھی کافر و مشرک سے خائف و
مرعوب نہیں ہوئے۔
جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمہ پڑھ لینے کی
اطلاع جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بہم
پہنچائی تو آپ نے نہایت ہی مسرت و شادمانی کا
اظہار فرمایا۔
جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو وہ بلند پایہ
صاحب ایمان ہیں جو دنیا سے سچے اور پکے مومن ہو
کر تشریف لے گئے اور خداوند قدوس کی بارگاہ عظیم

میں نجات یافتہ ہیں۔

میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر درود و صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور ان کے ساتھ ہی حضور امام الانبیاء علیہ تحیۃ والثناء کی تمام آل اطہار اور صحابہ کبار اور دین اسلام کے ان خدمت گزاروں پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں جنہیں حیات عدوام حاصل ہے۔

اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مرد درویش اور حق گو کو برکتیں عطا فرمائے جس نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے اثبات میں ایک نئی تصنیف تحریر فرمائی ہے۔

اُے بغض وحسد کی شعلہ زن آگ تو حضرت صائم چشتی پر سلامتی والی ہو جا وہ صائم چشتی جو ایک حق گو شیرِ اہلسنت ہیں۔

امین نقوی کا یہ کلام اہل محبت کو رشد وہدایت کا سامان مہیا کرتا ہے اور نکتہ چینی کرنے والے خارجیوں کے لئے ایک کاٹ کھانے والی تلوار کی حیثیت رکھتا ہے۔

﴿والحمد للہ علی ذالک﴾

مؤرخ اسلام علامہ شبلی مرحوم

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابو طالبؑ کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباسؓ نے جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے کان لگا کر سنا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابو طالبؑ وہی کہہ رہے ہیں اس بنا پر ابو طالبؑ کے اسلام میں اختلاف ہے۔

چونکہ بخاری کی روایات عموماً صحیح تر مانی جاتی ہیں اس لئے محدثین زیادہ اُن کے کفر کے قائل ہی نظر آتے ہیں لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابلِ حُجت نہیں کہ اخیر راوی مسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابو طالبؑ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ روایت مرسل ہے۔

ابن اسحاق

کے سلسلہ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت عبداللہ بن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں لیکن درمیان کا ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجہ اسناد میں چنداں فرق نہیں۔

ابوطالبؑ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو جان نثاریاں کیں اس سے کون انکار کرسکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنالیا آپ کی خاطر محصور ہوئے فاقے اُٹھائے شہر سے نکالے گئے تین تین برس تک آب و دانہ بند رہا کیا یہ محبت یہ جوش یہ جان نثاریاں سب ضائع جائیں گی ؟

﴿سیرت النبیؐ مؤلفہ علامہ شبلی ج ۱ ص ۲۳۹﴾

علامہ محمد سلیمان حنفی قندوزی رحمۃ اللہ علیہ

اور ایمان ابو طالبؑ

علامہ ابن جاحظ اپنی مشہور زمانہ تالیف البیان والتبیین میں اور مفتی قسطنطنیہ علامہ محمد سلیمان حنفی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامی اور مددگار تھے اور آپ سے شدید محبت کرتے تھے اور آپ کے کفیل و مربی تھے اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتے تھے اور آپ کی رسالت کے معترف تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے بے شمار شعر کہے ہیں اور آپ قریش کے سردار تھے۔

وحامی النبی ومعینہ و محبہ اشد حبا و کفیلہ

ومربیہ والمقر بنوۃ والمعترف برسالتہ والمنشد فی

مناقبہ ابیاتا کثیرۃ و شیخ قریش ابو طالب ۔

﴿البیان والتبیین ابن جاحظ ج ۱ ص ۳۲﴾

﴿مطبوعہ مصر ینابیع المودۃ ص ۱۵۲ ج ۱ مطبوعہ تہران﴾

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

بعض علماء نے خلاف احادیث صحاح ابو طالبؑ کا ایمان ثابت کر نے کی کوشش کی ہے۔ ﴿والعلم عند اللہ﴾

﴿سیرت رسول عربی ص ۸۸ مطبوعہ پاکستان﴾

☆☆☆☆

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

فتویٰ کفر کے لئے یقین چاہیے

ابو طالب کی کفر پر موت بھی احادیث سے ثابت ہے

جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا اور پھر اس میں بڑے

بڑے علماء کا اختلاف ہے۔

﴿تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۱۰۶﴾

باب ششم
ایمان چھپانا کیسا ہے ؟
حضرت عباسؑ نے ایمان چھپا رکھا تھا
حضرت عمار بن یاسر کا ایمان کہاں تھا؟

قارئین !

اس باب کے مقرر ہونے کی وجہ تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں پڑھیں گے تاہم اس سلسلہ میں ہم جگر گوشۂ رسولؐ اولادِ بتول سیدنا پیر سید محمود شاہ صاحب قبلہ محدث ہزاروی دامت برکاتہم القدسیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے اس مضمون کی پیش رفت کے طور پر ہمیں قرآن مجید فرقان حمید کی اس آیت کریمہ پر توجہ دینے کا ارشاد فرمایا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے ایک ایسے مومن کا تذکرہ فرمایا جس نے اپنی جان کے خوف سے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا مگر جب فرعون اور اس کے ساتھیوں نے کلیم خدا سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تشدد کرنا چاہا تو اس بندۂ خدا نے لوگوں پر خود کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم ان کے درپے آزار ہو گئے ہو وہ تمہیں ایک اچھی بات کی تعلیم دیتے ہیں اور تم ان کے ساتھ برائی پر آمادہ ہو یہ مناسب نہیں۔

بہرحال! قارئین کرام کے سامنے مذکورہ بالا آیت مع چند تفاسیر کے حوالوں کی پیش جارہی ہے تاکہ آج کل کے وہ اہلِ ایمان جو خود کو بزعم خویش ایمان دار ہی نہیں بلکہ ایمان کے ٹھیکے دار سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کے سوا ایمان کی سند کسی بھی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

قرآن پڑھئے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي
أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ
الْفَسَادَ ○ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ
كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ○

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ
أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَ
إِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ
لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○ يَا قَوْمِ لَكُمُ
الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ
بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ○

قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا
سَبِيلَ الرَّشَادِ ○

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ
الْأَحْزَابِ ○ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ
وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ○
وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ○

﴿سورۃ المومن آیت ۲۶ تا ۳۲﴾

ترجمہ! فرعون نے اہلِ دربار سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے رب کو پکارے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین نہ بدل دے یا دین میں فساد ظاہر کرے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

اور فرعون والوں میں سے ایک مومن شخص جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔

بے شک وہ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لائے ہیں اور بالفرض اگر وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط بیانی کا وبال ان پر ہے اور اگر وہ سچے ہیں تو جس کا وہ وعدہ دیتے ہیں وہ کچھ تمہیں پہنچ جائے گا بے شک اللہ اسے راہ نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہو۔

اے میری قوم! آج تمہاری بادشاہی ہے اور اس زمین پر غلبہ رکھتے ہو تو اگر اللہ کا عذاب ہم پر آئے تو ہمیں کون بچا لے گا۔

فرعون نے کہا کہ میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو خود سمجھتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

اور اس مومن نے کہا اے میری قوم! مجھے تم پر پہلی اُمتوں
پر آنے والے دن جیسا خوف ہے جیسا کہ نوح اور عاد اور ثمود
اور لوط کی قوم کا حال ہوا۔
اور اللہ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا اور اے میری قوم!
میں تمہارے لئے اس دن سے ڈرتا ہوں جب پکار مچے گی۔

اس سے پہلے کہ ہم اس آیت کریمہ کے مفہوم کے عین مطابق حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار و گفتار کی چند جھلکیاں ناظرین کے سامنے پیش کریں چند معتبر کتب تفاسیر سے اس آیت کریمہ کی تشریح و تصریح پیش کی جاتی ہے تا کہ حقائق کو آسانی سے سمجھا جائے اور سمجھنے کے بعد قبول کیا جائے۔

تفسیر ابن کثیر

مشہور قول یہی ہے کہ آلِ فرعون کے وہ مومن رحمۃ اللہ تعالیٰ قبطی تھے اور خاندان فرعون سے تھے بلکہ حضرت سدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

المشھور ان ھذا الرجل المومن کان قبطیا من آل فرعون قال السدی کان ابن عم فرعون یقال انه نجا مع موسیٰ علیه الصلوٰۃ والسلام و اختارہ ابن جریر و رد قول من ذھب الی انه کان اسرا ئیلیا لان فرعون انفعل لکلامه و استمعه و کف عن قتل موسٰی علیه

ہیں کہ وہ فرعون کے چچازاد بھائی تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ روایت بھی آئی ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پائی تھی۔

امام ابنِ جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں بلکہ جن لوگوں کا قول ہے کہ وہ مومن بنواسرائیل میں سے تھے ان کی امام ابن جریر نے تردید کی ہے اور اس پر استدلال قائم کیا ہے کہ اگر وہ اسرائیلی ہوتے تو فرعون اس صبر و تحمل کے ساتھ ان کی نصیحت نہ سنتا اور نہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رہتا بلکہ انہیں ایذا پہنچاتا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آلِ فرعون میں سے ایک تو یہ شخص مومن تھا اور ایک فرعون کی بیوی حضرت آسیہ

السلام و لو کان لا و شک ان یعا جل بالعقو بتہ لا نہ منھم وقال ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما لم یو من من آل فر عون سو ی ھذا الر جل و امراۃ فر عون والذی قال یا مو سیٰ ان الملاء یا تمرون بک یقتلوک رواہ ابن ابی حاتم و قد کان ھذا الر جل یکتم ایما نہ عن قو مہ القبط فلم یظھر الا ھذا الیوم حین قال فر عون ذرو نی اقتل موسیٰ فا خذ ت الر جل غضبۃ اللہ عزو جل و افضل الجھاد کلمعہ عدل عند سلطان جائر کما ثبت بہذا لک الحدیث ولا اعظم من ھذہ الکلمعہ عند فر عون۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا مومن تھیں جب کہ تیسرا مومن وہ تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع بہم پہنچائی کہ قوم کے سردار آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔

ابنِ ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ یہ مومن شخص قوم سے ایمان چھپائے رکھتے تھے۔

لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے کی سازش سے آگاہ ہوئے تو ضبط نہ ہو سکا اور یہی سب سے بہتر اور افضل جہاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بیان کر دے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے اور فرعون کے سامنے اس سے زیادہ اور بڑا کلمہ کوئی نہ تھا جو انہوں نے کہا بس یہ شخص بہت بلند مرتبہ مجاہد تھے۔

تفسیر درِ منثور

ابن منذر اور ابنِ ابی حاتم حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آلِ فرعون میں صرف تین ہستیاں مومن

اخرج ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال لم یکن فی آل فرعون مومن غیرہ و غیر امراۃ فرعون و غیرہ المومن الذی انذر موسیٰ علیه السلام الذی قال ان الملاء یا تمرون بك لیقتلوہ قال ابن المنذر اخبرت ان اسمه حزقیل۔

تھیں ایک تو یہ شخص اور ایک فرعون کی بیوی اور تیسرا وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اطلاع دی کہ قوم کے سردار آپ کو قتل کر دینے کے منصوبے بنا رہے ہیں ابن منذر نے کہا کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ اس شخص کا نام حزقیل تھا۔

جب کہ عبد بن حمید حضرت ابی اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آل فرعون میں سے ایمان لانے والے اس شخص کا نام حبیب تھا۔

اگرچہ اس سلسلہ میں دیگر بھی متعدد تفاسیر کے حوالہ جات پیش کئے جا سکتے ہیں مگر یہ محض مضمون کو طویل کرنے کا باعث ہی ہو سکتا ہے اس لئے کہ اہلِ علم حضرات کے لئے چند حوالے بہر صورت کافی ہیں۔

منقولہ بالا عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کے لئے علی الاعلان نظم و نثر کی صورت میں کفار قریش کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے تو معاملہ قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

واخرج عبد بن حميد عن ابى اسحاق رضى الله تعالىٰ عنهٗ قال كان اسم الرجل الذى آمن من آل فرعون حبيب۔

﴿تفسیر دُرِّ منثور جلد پنجم ص ۳۵۰ مطبوعہ تہران﴾

ہم گزشتہ اوراق میں نہایت تفصیل کے ساتھ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظوم قصائد اور منثور قصائد اور منثور خطبات کے اقتباسات پیش کر چکے ہیں اس لئے یہاں انہیں نقل کرنا محض ضیاع وقت ہوگا۔

آپ باب کردار ابوطالب گفتار کی روشنی میں کھول کر دیکھیں اور اندازہ فرمائیں کہ مومن آلِ فرعون کا قول دُہرانے کے علاوہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قریش کی ایذاء رسانی سے بچانے کے لئے کون کون سے جملے ادا فرمائے ہیں۔

اگر آپ پاک ذہن اور خلوصِ نیت کے ساتھ واقعات کا تجزیہ کریں گے تو یہ قطعی بات ہے کہ آپ کو ایثار و وفا اور ایمان و ایقان کی دُنیا میں ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرتبہ ایمان چھپانے والے مومن آلِ فرعون سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا نظر آئے گا انشاء اللہ العزیز۔

اس ایمان کا نام بتاؤ

قُرآنِ مجید فُرقانِ حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

﴿سورۃ النحل آیت ۱۰۶﴾

ترجمہ !

یعنی وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر بعد میں انکار
کرے مگر وہ جس سے اِنکار مجبور کیا جائے مگر اس کا
دِل ایمان پر مطمئن ہو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ باجماعِ مفسّرین کرام سیّدنا عمّار بن یاسر رضی
اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی،

"واتفقوا علیٰ انہ نزل فیہ" اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ
مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ ۔

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۵۰۶﴾

الاستیعاب میں ہے،

قال ابو عمر رضی اللہ عنہ کان عمار و امہ سمیة
فمن عذب فی اللّٰہ ثم اعطاھم عمار ما اراد و ا
بلسانہ و اطمان با لایمان قلبہ نزلت فیہ اِلَّا مَنْ
اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وھذا مما اجتمع
اھل التفسیر ۔

﴿الاستیعاب فی اسماء الاصحاب جلد دوم ص ۴۷۰ مطبوعہ مصر﴾

اَب اِس آیتِ کریمہ کی شانِ نزول سے تفصیل کیساتھ روشناسی
حاصل کریں۔

ابی عبیدہ محمد بن عمّار بن یاسر سے روایت ہے کہ میرے باپ عمّار بن یاسر کو کافروں نے پکڑ کر سخت قسم کی اذیّت دی تھی کہ وہ کچھ کہلا لیا جو کچھ وہ چاہتے تھے پھر جب عمّار حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو آپ نے فرمایا کہ عمّار تم نے اپنے دِل کو کیسا پایا؟

عرض کی ! ایمان کے ساتھ مطمئن

تو پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ! اگر آئندہ ایسے حالات ہوں پھر بھی ایسا ہی کر لینا۔

اور بیہقی نے کھول کر بیان کیا ہے کہ کفار نے عمّار کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو برا کہنے اور اپنے معبودوں کو اچھا کہنے پر مجبور کیا تھا پھر جب عمّار نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں بلا کم و کاست سب کچھ عرض کر دیا تو آپ نے فرمایا ! کہ عمّار تُو نے اپنے دِل کو کیسا پایا ؟

عن ابی عبیدة محمد بن عمار بن یا سر قال أ خذ المشر کون عمار بن یا سر فعذ بوہ حتیٰ قار بھم فی بعض ما أ ر ا دو افشکا ذلك الی النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم ان عادو افعد و رواہ البیھقی با بسط من ذالك و فیہ انہ سب النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم و ذکر الھتھم بخیر فشکا ذلك الی النبی صلی

عرض کی ! کہ مطمئن بالایمان۔

تو آپ نے فرمایا ! اگر دوبارہ بھی ایسا وقت آجائے تو ایسا ہی کرنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمادی۔

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

تفسیر دُرِّ منثور

خاتم حفاظ مصر امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ تعالیٰ علیہ اس روایت کو متعدد کتب تفاسیر واحادیث سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

عبدالرزاق ابن سعد ابنِ جریر ابنِ ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے اس روایت کی تخریج کی اور حاکم نے نقل کرکے اس کی تصحیح کی ہے نیز امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی اسے نقل کیا ہے کہ ابی عبیدہ بن محمد بن عمار اپنے باپ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال یا رسول اللہ ما ترکت حتیٰ سبتک و ذکرت آلھتھم بخیر قال کیف تجد قلبك ؟ قال مطمعنا بالا یمان فقال ان عادوا فعد و فی ذلك انزل اللہ " اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ"

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان جلد سوم ص ۳۸۱﴾

مشرکین مکہ نے پکڑ لیا اور کہا کہ ہم تجھے اُس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا نہیں کہو گے اور ہمارے خداؤں کی تعریف نہیں کرو گے حتیٰ کہ انہوں نے کفار کے کہنے پر عمل کر کے اپنی وہاں سے گلوخلاصی کرائی۔

بعد ازاں جب عمار بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا عمار تمہارے پیچھے کیا ہے ؟

عمار نے جواباً عرض کیا! میرے پیچھے شر ہے کیونکہ کفار نے مجھے

واخرج عبد الرزاق و ابن سعد و ابن جریر و ابن حاتم و ابن ردویه والحاکم و صححه والبیهقی فی الدلائل من طریق ابی عبیدة بن محمد عمار عن ابیه قال اخذ المشرکون عمار بن یاسر فلم یترکوه حتی سب النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم و ذکر الهتهم بخیر ثم ترکوه فلما اتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم قال ما وراءك شیء؟ قال شر ما ترکت حتی نلت و منك و ذکرت آلهتهم بخیر قال کیف تجد قلبك؟ قال مطمئن بالایمان قال ان عادوا فعد فنزلت اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ و اخرج ابن سعد عن محمد بن سیرین ان النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم لقی عمار او هو یبکی فجعل یمسح عن عینیه

﴿تفسیر در منثور مطبوعہ طہران جلد سوم ص ۱۳۲﴾

اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میں نے آپ کو بُرا اور ان کے خداؤں کو اچھا نہیں کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! عمّار یہ کلمات ادا کرتے وقت تمہارے دل کی کیا حالت تھی ؟

عمّار نے سن کر عرض کی ! کہ میں نے اپنے دل کو ایمان کے ساتھ مطمئن پایا۔

یہ سن کر سرورِ کائنات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا عمار اگر تمہیں دوبارہ بھی اس پر مجبور کیا گیا تو پھر بھی ایسا ہی کرنا۔

نیز ابنِ سعد نے محمد بن سیرین سے مزید روایت نقل کی ہے کہ جب کفّار سے آزاد ہو کر عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو ان کی آنکھوں سے سیلِ اشک جاری تھا حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمّار کی یہ حالت دیکھی تو اپنے دستِ کرم سے ان کے آنسو خشک فرمائے۔

صاوی علی الجلالین

تفسیر الصاوی میں زیرِ آیت

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

مزید وضاحت کیساتھ لکھا ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت عمار بن

یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی ہے اور یہ منجملہ ان سات سابقین اسلام کے ہے عمار ان کے باپ یاسر اور ان کی والدہ سمیہ صہیب بلال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین۔

کفار ان حضرات کو پکڑ کر طرح طرح کی اذیتوں سے معذب کیا کرتے تھے تاکہ یہ اپنے ایمان سے پھر جائیں حتیٰ کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ مکرمہ جناب سمیہ کی دونوں ٹانگیں دو اونٹوں سے باندھ کر ان کا جسم درمیان سے چیر دیا اور ابوجہل ملعون نے آپ کی شرمگاہ پر نیزہ مارا اور آپ کے شوہر یعنی حضرت عمار کے والد محترم جناب یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شدید اذیتیں دینے کے بعد شہید کر دیا اور آپ ہی وہ خوش نصیب ہیں جو سب سے پہلے مقام شہادت پر فائز ہوئے۔

نزلت هذه الآية في عمار بن ياسر و ذلك انه من جملة السبعة السابقين للاسلام وهم عمار و ابوه ياسر امه سمية و صهيب و بلال وخباب و ابو بكر الصديق رضي الله عنهم و ذلك ان الكفار اخذوهم و عذبوهم ليرجعوا عن الايمان فاما سمية ام عمار فربطوها بين بعيرين و فرجها ابو جهل بحربة في فرجها فماتت و قتل زوجها ياسر و هما اول قتيلين في الاسلام و اما عمار فانه اعطاهم بعض ما ارادوا بلسانه وقلبه كاره لذلك فاخبر النبي صلى الله عليه وآله وسلم بان

نیز عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے کچھ کلمات کہلا ئے گئے حالانکہ یہ کلمات ادا کرتے وقت اُن کے دل میں کراہیت موجود تھی چنانچہ اس واقعہ کی اطلاع حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بایں الفاظ پہنچائی گئی کہ عمار کافر ہو گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلع ہو کر ارشاد فرمایا کہ نہیں عمار کافر نہیں ہوا بلکہ ایمان تو عمار کے گوشت پوست رگ و ریشہ اور خون میں رچا بسا ہوا ہے۔

پھر جب حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو ان کی آنکھیں اشک برسا رہی تھیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار کو اس حالت میں دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

عمار اکفر فقال کلا ان عمار اصلی ایما نا من قر نہٖ الی قد مہ و اختلط الا یمان بلحمہ فاتی عمار وھو یبکی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ما وراء ک ؟ فقال شر یا رسول اللہ نلت منک و ذکرت فقال کیف و جدت قلبک قال مطمئن با لا یمان فجعل النبی یمسح عینیہ ۔

﴿تفسیر صاوی علی الجلالین جلد دوم ص ۲۷۶﴾

عمار تمہارے عقب میں کیا ہے؟

حضرت عمار نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پیچھے شر ہے کیونکہ کفار و مشرکین نے جب تک مجھ سے آپ کے متعلق غلط بات نہیں کہلوائی مجھے نہیں چھوڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

عمار ایسی باتیں کرتے وقت تُو نے اپنے دل کو کیسا پایا؟

عرض کی! کہ مطمئن بالایمان۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ رحمت سے ان کے آنسو خشک فرمائے۔

سیرت ابنِ ہشام روض الانف سہیلی

حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی قتیبہ ابن سعید نے حدیث بیان کی جریر بن منصور نے حضرت مجاہد سے کہا کہ

حدثنا ابراهیم بن عبد الله حدثنا قتیبة ابن سعید حدثنا جریر عن مجاهد قال اول من اظهر الا سلام سبعة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فمنعه ابو طالب و اما ابو بکر فمنعه قو مه۔

و اما الآ خرون فا لبسو هم او را ع الحدید ثم صهد و هم فی الشمس فبلغ منهم الجهد ما شاء الله ان یبلغ من حر ا لحدید

سات اشخاص نے پہلے اظہار اسلام کیا ابوبکر، باب، صہیب، بلال، عمار، سمیہ اُمّ عمار کی کفار و مشرکین سے حفاظت جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے اور ابوبکر صدیقؓ کی حفاظت ان کی قوم کرتی تھی ایک وجہ سے یہ روایت محلِّ نظر ہے کیونکہ اس وقت اظہار اسلام کرنے والوں میں سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام سرفہرست ہے جبکہ حضرت عمّار کے والد یاسر رضی اللہ عنہ کو اظہارِ اسلام کی پاداش میں سزائیں دینے کا ذکر ابھی ہوگا یہ الگ بات ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حفاظت بھی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی فرماتے ہوں۔

والشمس فلما کانا من العشی اتاهم ابو جهل لعنه الله ومعه حربة فجعل یشتمهم ویو جنهم۔

حدثنا محمد بن الیقطینی حدثنا الحسین بن عبد اللہ الرقی حکیم ابی سیف حدثنا عبید اللہ بن عمرو عن عبد الکریم عن ابی عبیدة بن محمد بن عمار قال اخذ المشر کون عماراً فلم یتر کوه حتی سبّ رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم وذکر آلهتهم بخیر فلما اتی رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم ! فکیف تجد قلبك قال اجد قلبی مطمئنا با لا یمان قال فان عاد وافعد۔

﴿سیرت ابن ہشام مع روض الانف سہیلی جلد اول ص ۱۱۲﴾

بہر حال روایت کا باقی حصّہ یہ ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ باقی حضرات کو کفار و مشرکین سخت اذیت دیتے تھے پہلے تو انہیں مارتے اور پھر سورج کی سخت تپش کے موقع پر آگ کی طرح تپتے ہوئے لوہے اور سورج کی سخت گرمی سے معذب کرتے اور پھر ابو جہل ملعون آتا اور انہیں نیزے کی انی مار مار کر زخمی کرتا اور گالیاں بکتا۔

حدیث بیان کی محمد بن علی قطیفی نے حدیث بیان کی ہے حسین بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی حکیم ابی سیف نے حدیث بیان کی۔

عبیداللہ بن عمر نے عبدالکریم سے انہوں نے ابی عبیدہ بن محمد بن عمار سے کہا۔

کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ و مشرکین مکہ نے پکڑ کر کہا کہ ہم تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک تم اپنے نبی کو برا اور ہمارے خداؤں کو اچھا نہ کہو گے پھر جب عمار کفار کی بات پر عمل کر کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا۔

عمار تمہارے پیچھے کیا ہے؟

عرض کی یا رسول اللہ شر کیونکہ مجھے کافروں نے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میں نے آپ کو برا اور ان کے خداؤں کو اچھا نہیں کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم نے اس وقت اپنے دل

کو کیسا پایا؟

عرض کی ایمان کے ساتھ مطمئن۔

فرمایا! اگر پھر بھی کبھی ایسا موقع آئے تو ایسے ہی کہہ لینا۔

طبقاتِ ابن سعد

ابی عبیدہ محمد بن عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ نے عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور ان کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی زبان سے برا نہ کہلا لیا اور اپنے معبودانِ باطل کو اچھا نہ کہلوا لیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا! عمار تمہارے پیچھے کیا ہے؟

عمار بن یاسر نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شر ہے واللہ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا گیا جب تک آپ کو برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہیں کہہ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے قلب کو کیسا پایا؟

عمار نے عرض کیا! یا رسول اللہ وہ ایمان پر مطمئن ہے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم سے دوبارہ بھی یہی کچھ کہلائیں تو دوبارہ بھی کہہ دینا۔

ابی عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے آیت کریمہ "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ" کے متعلق روایت ہے کہ یہ عمار بن یاسر کے حق میں آئی ہے یعنی وہ شخص جس پر جبر و اکراہ کیا گیا اور اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو وہ کافر نہیں ہوتا۔

﴿طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۳۸۴﴾

تفسیر فتح البیان

پھر کافروں سے آزاد ہو کر حضرت بلال اور خباب و عمار رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ عمار تم نے اس وقت اپنے دل کو کس حالت میں پایا تھا کہ وہ اس امر پر رضامند تھا یا نہیں؟

عمار نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ آیت نازل ہوئی اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ متن ہے۔

ثم خلوا عن بلال و خباب و عمار فلحقوا برسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فاخبروه بامرهم و اشتد علی عمار الذی کان تکلم به فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کیف کان قلبك حین قلت اکان منشرحا بالذی؟

قلت ام لا قال لا فانزل اللّٰہ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔

﴿تفسیر فتح البیان ج ۳ ص ۲۸۰ مطبوعہ مصر﴾

معارج النبوۃ

روسائے بنی مخزوم عمار آپ کے والد یاسر اور آپ کی والدہ سمیہ کو ایک دن وادیٔ مکہ میں گرم ریت پر لٹا کر اوپر سے جلتی ہوئی ریت ان کے ننگے جسموں پر ڈالتے تھے اور ان کے جسموں پر اس قدر گرم پتھر رکھتے تھے کہ ان پر کچے گوشت کو بھونا جا سکتا تھا تا کہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو کر یہ کہہ دیں کہ لات و عزیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے بہتر ہیں مگر وہ تو یہ کہتے تھے کہ یہ مصیبت عطا ہے اور عطا پہ رونا خطا ہے اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اور فرمایا آلِ یاسر صبر کرو تمہارے لیے

نقل است کہ روسائے بنی مخزوم عمار بن یاسر و پدر و مادر او را کہ سمیہ نام داشت تعذیب می نمودند روزے در بطحائے مکہ در ریگ گرم شاں عریاں خوابانیدہ بودند و ریگ گرم بر ایشاں می ریختند و سنگ ہا بر اندام ایشاں می نہادند کہ اگر گوشت بر آں سنگ ہا افگندی بریاں شدے تا از دین برگردند و کلمہ کفر عیاذاً باللہ بر زبان رانندی گفتند کہ بگوئید لات و عزیٰ از دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر است ایشاں نمی گفتند بلکہ می گفتند بلا عطا است از بلا نالیدن خطا است،

جنت کا وعدہ ہے بعد ازاں کافروں نے حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ کے پاؤں دو اونٹوں کے پاؤں سے باندھ کر ان کو چیر دیا اور ابو جہل ملعون نے آپ کے پوشیدہ حصے میں نیزہ پرو دیا اور آپ کے شوہر کو دوسرے عذاب دے کر شہید کر دیا آپ اسلام کے پہلے شہید ہیں مگر اسی عذاب میں مبتلا ہونے کی صورت میں حضرت عمار نے وہ کلمہ کہہ دیا جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ عمار کافر ہو گئے

دریں وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر ایشاں بگذشت وفرمود صبراً یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ آوردہ اند کہ سمیہ را کہ مادر عمار است مشرکان در میان دو شتر بستہ بودند یکے از کفار و گویند ابو جہل بود حربہ قبل او بزد و او را بکشت و شوہر او یاسر را نیز بعذاب دیگر بکشت و اول کسے کہ در اسلام خلعت شہادت پوشید ایشاں بودند۔

اما عمار آنچہ کفار گفتند بزبان بگفت خبرش پیش حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آوردند کہ عمار کافر شد فرمود کہ حاشا وے کافر نشود بدرستیکہ او مملو است از سرتا بقدم و ایمان در میان گوشت خون آوردہ آمدہ چوں عمار از کفار خلاصی یافت نزد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد وے گریست از جفائے کافراں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست مبارک بر چشم ہائے اومی مالید و از اشک پاک میکرد و فرمود ان عادوا لک فقل بما قلت مفسراں سبب نزول آئت کریمہ "من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان" واقعہ عمار گفتہ اند۔

﴿معارج النبوۃ رکن سوم ص ۳۱﴾

تو آپ نے فرمایا نہیں وہ مومن ہیں اور ایمان ان کے گوشت اور خُون میں رچا بسا ہے اور عمار جب کافروں سے گلوخلاصی کرا کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے تو آپ نے اپنے دستِ اقدس سے ان کے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا کہ تُمھارے دشمنوں سے تمھارا بدلہ لیا جائے گا اور مفسرین نے لکھا کہ آیت مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہ ...... الی اخر الآیۃ حضرت عمار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ایک نظر ادھر بھی

محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ زندہ رہے بتوں کے پجاریوں کی مجال نہ تھی کہ وہ خواجہء عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کچھ تعرض کرتے اور دیگر اشراف صحابہ کرام کو کفار اس لیے تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے کہ ان کے ساتھ ان کی نصرت وحمایت کے لئے ان کی قوم کی کثرت تھی البتہ فقراٗ مسلمان جو غلاموں

محمد اسحٰق رحمۃ اللہ میگوید کہ تا ابوطالب در حیات بود عبدہ اصنام مجال تعرض بخواجہ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نداشتند اعیان واشراف صحابہ را نیز بجہت حمایت قوم وکثرت عشائیر نمی توانستند کہ بروق مراخود متاذی گردانند اما عجزہ وفقرائے اہل اسلام وصہیب وخباب وعمار یاسر وما نند ایشاں بعدا بہائے گوناں گوں معذب میداشتند۔

﴿معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۹﴾

کی صورت میں تھے جیسا کہ بلال وصہیب اور عمار و یاسر تو کفار انہیں عذاب ہائے گوناگوں میں مبتلا کرتے رہتے تھے۔

اگرچہ اس ضمن میں مزید بھی بے شمار حوالہ جات معتبر کتب سے پیش کیئے جاسکتے ہیں تاہم جو کچھ پیش کیا جاچکا ہے وہ اہل حق انصاف کے لئے کسی بھی صورت کم نہیں اب یہ فیصلہ کرنا قارئین کرام کا فرض ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت ہی پیارے صحابی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والدین پر کفار مکہ کے وحشیانہ مظالم دیکھ کر اور اپنے اوپر مزید مظالم توڑے جانے کے تصور سے پریشان ہو کر اضطرابی اور اضطراری طور پر ایسے کلمات ادا کر دیتے ہیں جنہیں نصِ قرآنی کے مطابق کفر کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے اور ان کفریہ کلمات پر مطلع ہو کر بھی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمائیں کہ عمار کافر نہیں ہوا بلکہ ایمان تو اس کے رگ و ریشے اور گوشت پوست میں رچا بسا ہوا ہے اور قرآن ان کے دل میں پوشیدہ ایمان کو اطمینانِ قلبی سے تعبیر کرے تو اندریں صورت جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانہ ہائے دل میں ہمیشہ اُبلنے والے ایمان و یقین کے چشموں کا انکار کیا معنی رکھتا ہے۔

جبکہ یہ ناقابلِ تردید حقیقت موجود ہے کہ جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جان بچانے کے لئے نہیں بلکہ اس امانتِ الٰہیہ کے تحفظ کے لئے اپنی جان کے ساتھ اپنے ایمان کی بازی بھی لگائے ہوئے ہوں جس

امانت کی حفاظت وصیانت کے لئے مشیت الٰہیہ ازل ہی سے ان کا انتخاب کر چکی تھی ہم آئندہ اوراق میں متعدد شواہد کی روشنی میں آپ کے سامنے وہ حقائق لائیں گے جن سے ثابت ہو جائے گا۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پوری حیات مبارکہ میں اپنے ایمان کو کیوں ظاہر نہ ہونے دیا اور آخری وقت میں بھی اظہار ایمان آہستگی کے ساتھ کیوں کیا لیکن اس سے پہلے ہم اپنے قارئین کے حضور میں ایک ایسی عظیم ترین ارفع شان کی مالک ہستی کے متعلق چند ایسے نا قابل تردید شواہد وحقائق پیش کریں گے جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی مدّتِ مدید تک اپنے اسلام اور ایمان کو چھپائے رکھا اپنی جان بچانے کے لئے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی حفاظت و صیانت کے لئے اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ محبوب کی ذات اقدس کے لئے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ محبوب کی رضا سے حالانکہ ان کے اسلام چھپانے کے زمانہ میں وہ دَور بھی شامل ہے جب اِسلام ایک نا قابلِ شکست قوّت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور اس میں یہ دَور بھی شامل ہے جب کفّار ومشرکین مکہ اسلام کے جاہ وجلال کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو چکے تھے مگر رضائے محبوب تھی کہ چچّا جان آپ کا اپنے اسلام کو چُھپانا ظاہر کر دینے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ اس ذات گرامی نے محبتِ محبوب میں مستغرق ہو کر اس وقت تک اپنے ایمان کو داؤ پر لگائے رکھا جب تک محبوب نے یہ نہیں فرمادیا

کہ چچّا جان اب اپنے ایمان واسلام کا بانگ دُہل اعلان فرمادیجئے۔

مُسلمان ہوتے ہوئے کافروں میں اُن جیسا بن کر رہنا اور اُن کے ساتھ گھل مل کر رہنا آسان کام نہیں آج تو ان امور کو تقیہ کا نام دے دیا جاتا ہے مگر تقیہ تو جب ہے جب اپنی جان بچانے کی فکر ہو مگر جب مقصود یہ ہو کہ فرمان محبوب کی تعمیل میں اپنے ایمان کے ساتھ اپنے آپ کو بھی داؤ پر لگائے رکھنا ہے تو یہ تقیہ سے بڑھ کر تزکیہ کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے ایسا تزکیہ جو دِل و دماغ کے ساتھ نفسِ امّارہ کو بھی ہر قسم کی آلودگی سے پاک کر دے اور ہر مُوئے تن یہ صدا دینے لگے۔

مری رُوح کی حقیقت میرے آنسوؤں سے پُوچھو
مرے قہقہوں کی دُنیا مری ترجماں نہیں ہے

اور پھر جب سینے میں ایمان وصداقت کے اُبلتے ہوئے لاوے کو پوشیدہ رکھنے کے لئے ایمان و یقین کی ناقابلِ تسخیر قوّتوں سے ہی دبانا پڑے تو زندگی کو کن کن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کی ہر سانس اطاعت محبوب کی کامل تصویر ہو۔

آساں نہیں ہے کشمکشِ ذات کا سفر
ہر آگہی کے بعد غمِ آگہی بھی ہے

بہرحال! اب ہمارے قارئین اس ذاتِ ستودہ صفات کے ایمان چھپانے کے واقعات ملاحظہ فرمائیں جس کے ایمان پر ہم جیسے لاکھوں

مدعیانِ ایمان کے ایمان قربان کیئے جا سکتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام چھپا رکھا تھا

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں مندرجہ ذیل متعدد روایات کا اقتباس ہم نے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے حالات و واقعات پر مشتمل جمہور اہلسنت کے نزدیک ثقہ کتاب الاستعیاب فی اسماء الاصحاب اور "تاریخ اسلام" سے پیش کیا تھا جس پر معترضین کے علاوہ بعض ہمارے ہمنوا بھی جز بز ہوئے ان کا خیال تھا کہ یہ ایک نا قابلِ فہم اور بعید از قیاس بات ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایسے جلیل القدر اور رفیع الشان صحابی جن کی شخصیت کبھی متنازعہ فیہ نہ رہی ہو ان پر ایمان چھپانے کی تہمت لگانا دُوسرے لفظوں میں ان پر منافق ہونے کا گمان کرنا ہے۔

ان پر ہم نے حتیٰ المقدور دلائل و براہین کے ساتھ حقیقتِ حال واضح کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کسی بھی صورت میں ہمارے اِستدلال کو باور کرنے پر رضامند نہ ہو سکے بلکہ اس کے بالعکس ہمیں اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش فرماتے رہے مگر حقیقت کو پس پردہ کرنے سے حاصل کیا ہوتا بقول حضرت اکبر الہ آبادی۔

اِسے حسرت ہے اکبر کاش میرا ہمنوا ہوتا

میں کہتا ہوں ذرا سوچو جو ہوتا بھی تو کیا ہوتا

بہرکیف! بعض کرم فرماؤں کا اصرار تھا کہ چونکہ ایک ہی کتاب سے یہ روایت نقل کی گئی ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ہم اس پُورے واقعہ کو اپنی کتاب سے حذف کردیں کیونکہ اس ایک واقعہ کے بغیر بھی کتاب اپنے مقام ایک مکمل دستاویز ہے۔

اپنے موقف سے ان حضرات کی ہموائی پر ہم ان کے لئے سراپا تشکّر و امتنان ہیں تاہم ان کے اس سطحی انداز فکر سے ہم تحیّر کی وادیوں میں گم ہوجانے کے ساتھ ساتھ اس ذہنی خلجان میں بھی مبتلا ہوجاتے ہیں کہ بظاہر پڑھے لکھے اور اچّھے بھلے لوگ حقائق کا سامنا کرنے سے کتراتے کیوں ہیں۔

تعجّب خیز ہے اِنشائے ہستی پر نظر ہونا
خبر کا شوق ہونا مُبتدا سے بے خبر ہونا

بہرحال ہمیں ان سے اس لئے کوئی شکایت نہیں کہ ان کی نیّتیں درست ہیں اور ان کا یہ انداز فکر حُسنِ عقیدت اور واقعات سے لاعلمی کا امتزاج ہے تاہم حقائق سے گریز ہمارے بس کی بات نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں بجائے عبارات کو حذف کرنے کے ہم اس واقعہ کو مزید ثقہ کتب کے حوالہ جات سے مزین کرکے ہدیۂ قارئین کرتے ہیں اور آخر پر یہ بھی ثابت کریں گے کہ اپنے اسلام کو یُوں چھپائے رکھنے سے سیّدنا و مُرشدنا حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت وصحابیّت مجروح نہیں

ہوتی بلکہ ایسا کرنے سے ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت اور بھی نکھر کر سامنے آتی ہے پہلے آپ الاستیعاب ہی کی وہ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں جس کا طویل حصہ ہم ایمان ابو طالب کتاب کے پہلے ایڈیشن میں نقل کر چکے ہیں،

الاستیعاب فی أسماء الاصحاب

ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فتح خیبر سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا اور حجاج بن عطاط کی حدیث میں ہے کہ آپ یوم بدر میں اسیر ہونے کے وقت اسلام لائے اور جب اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی تو آپ نے فتح مکہ کے دن اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور آپ غزوہ حنین طائف اور تبوک میں موجود تھے۔

قال ابو عمر اسلم العباس قبل فتح خيبر وكان يكتم اسلامه وذلك بين في حديث الحجاج بن علاط كان مسلما يسره ما يفتح الله عزوجل على المسلمين ثم اظهر اسلامه يوم فتح مكة و شهد حنينا والطائف و تبوك۔

وقيل ان اسلامه قبل بدر وكان رضی الله عنه يكتب با خبارا المشركين الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فكتب اليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان مقامك بمكة خير۔

اور روایت ہے کہ آپ غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے تھے اور بذریعۂ خط مشرکین مکہ کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں لکھ بھیجا تھا کہ آپ کا مکہ معظمہ میں اپنے گھر میں رہنا مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آنے سے بہتر ہے۔

یہی وجہ تھی کہ یوم بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ اگر تمہارا میدانِ کارزار میں عباس سے آمنا سامنا ہو جائے تو انہیں قتل نہ کرنا کیونکہ کفار مکہ انہیں جبراً اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب لوگوں سے زیادہ مددگار تھے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یوم بدرہ من لقی منکم العباس فلا یقتلہ فانہ انما اخرج کارھا۔

وکان العباس رضی اللّٰہ عنہٗ انصر الناس لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم بعد ابی طالب

﴿الاستیعاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر﴾

﴿جلد سوم ص ۹۶ للعلامہ ابن عبد البر﴾

اُسدالغابہ فی مَعرفۃ الصحابہ

حالاتِ صحابہ کے بارے میں دُنیائے اِسلام کے عظیم مورخ علاّمہ ابنِ اثیر کی کتاب اُسدالغابہ فی مَعرفۃ الصحابہ میں مذکورہ بالا روایت معمولی تغیّرِ لفظی سے مزید وضاحت کیساتھ اس طرح مرقوم ہے۔

روٰاۃ حدیث! فقیہہ ابوالفضل طبری، ابویعلیٰ مُوصلی شعیب بن سلمہ بن قاسم انصاری، رفاعہ بن رافع بن خدیج، ابومصعب اسماعیل بن قیس بن زید بن ثابت ابوحازم، سہل بن سعد ساعدی۔

روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہی ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان آپ ابھی مکّہ معظمہ میں اپنے مقام پر ہی قیام کریں اللہ تعالیٰ آپ پر اسی

قال استاذن العباس بن عبد المطلب النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم فی الھجرۃ فقال لہ یا عم اقم مکا نک الذی انت بہ فان اللّٰہ تعالیٰ یختم بک الھجرۃ کما ختم بی النبوۃ ثم ھا جرا لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وشھد معہ فتح مکۃ والقطعت الھجرۃ وشھد حنینا وثبت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لما انھزم الناس بحنین۔

طرح ہجرت کو ختم فرمادے گا جس طرح مجھ پر نبوت کو ختم کردیا گیا ہے پھر ایسے ہی آخر پر حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہجرت کی اور فتح مکہ کے وقت آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ اور اس کے ساتھ ہی آئندہ کے لئے ہجرت کا سلسلہ مختتم ہوگیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے اور اس وقت بھی ثابت قدم رہے جب لشکر اسلام میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرچکا تھا۔

اسی کتاب اُسد الغابہ میں مزید یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہجرت سے پہلے ہی دولتِ اسلام سے مشرّف ہوچکے تھے اور آپ نے اپنے اسلام کو اخفا میں رکھا ہوا تھا اور اسلام چھپانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ مشرکین مکّہ کی خبریں بذریعہ خطوط حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے نیز یہ کہ آپ کی

وقيل انه اسلم قبل الهجرة و كان بمكة يكتب الى رسول الله صلى الله عليه و آلهٖ وسلم اخبار المشركين و كان من بمكة من المسلمين يتقون به و كان لهم عونا اعلام السلام۔

وأراد الهجرة الى رسول الله صلى الله عليه و آلهٖ وسلم فقال له رسول الله صلى الله عليه و آلهٖ وسلم مقامك بمكة خير۔

جلیل القدر شخصیت مکہ معظمہ میں رہنے والے دوسرے ضعیف مسلمانوں کے لئے باعثِ تقویت تھی اور آپ اسلام کے معاملہ میں مسلمانوں کی اِمداد و اِعانت فرمایا کرتے تھے۔

اور جب حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ہجرت کے لئے کہا تو فرمایا کہ چچا جان! تمہارا مکّہ معظمہ میں اپنے مقام پر رہنا مدینہ منورہ کو ہجرت کر کے آنے سے بہتر ہے۔

نیز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدر کے دن صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اگر مَیدانِ کارزار میں تمہاری ملاقات عباسؓ سے ہو جائے تو انہیں قتل نہ کرنا کیونکہ ﴿ کفّار و مشرکینِ مکہ ﴾ جبراً انہیں اپنے ساتھ لائے ہیں اور حجاج بن عطاط کے قِصّہ میں ہے کہ انہوں نے اس بات پر گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عباس

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یوم بدر من لقی العباس فلا یقتلہ فانہ اخرج کرھا وقصۃ الحجاج بن علاط تشھد بذالک وقال لہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم انت آخر المھاجرین کما انی آخر الانبیاء۔

﴿اسد الغابۃ فی معرفت الصحابۃ مطبوعہ بیروت﴾

﴿جلد سوم ص ۱۱۰ مؤلفہ علامہ ابن اثیر﴾

رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جس طرح میں خاتم النبیین ہوں اسی طرح آپ خاتم المہاجرین ہیں۔

الاصابہ فی تمیز الصحابہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و واقعات پر مشتمل ان ہر دو ثقہ کتب کے علاوہ موجودہ خوارج کے نزدیک بھی انتہائی مسلّمہ کتاب ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' مؤلفہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی میں بھی ان روایات کا اِختصار اس طرح موجود ہے کہ حضرت عباس ابنِ عبد المطّلب ہاشمی اِسلام لانے سے پہلے انصار مدینہ کے ساتھ بیعتِ عقبیٰ کے وقت موجود تھے اور مَیدانِ بدر میں کُفّار و مشرکینِ مکہ جبراً انھیں اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔

چنانچہ پھر جب بجائے قتل کرنے کے ان کو گرفتار کرلیا گیا تو انہوں نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل ابنِ ابی طالب کی طرف سے فِدیہ ادا کیا اور مکّہ معظّمہ واپس تشریف لے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے اسلام پہلے ہی قبول فرمالیا تھا لیکن اپنی قوم سے چھپا رکھا تھا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ خطوط کفّار و مشرکینِ مکہ کے بارے میں اطلاعات فراہم کیا کرتے تھے۔

پھر آپ نے فتح مکّہ سے کچھ ہی دیر پہلے ہجرت فرمائی اور فتح مکّہ کے وقت آپ اسلامی جیش میں شامل تھے اور غزوہ حنین میں ثابت قدم

رہنے والوں میں سے تھے عربی متن ملاحظہ فرمائیں۔

وحضر بیعة العقبة مع الانصار قبل ان اسلم وشهد بدرا مع المشركين مكرها فاسر فافتدى نفسه وافتدى ابن اخيه عقيل ابن ابي طالب ورجع الى مكة فيقال انه اسلم وكتم قومه ذالك وصار يكتب الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم بالاخبار ثم هاجر قبل الفتح وثبت يوم حنين۔

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۶۳ العلامۃ ابن حجر عسقلانی﴾

اِن کتب معتبرہ کے علاوہ سند المحدثین شیخ المحققین شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اخفائے اسلام کا واقعہ اپنی مشہور زمانہ تالیف لطیف مدارج النبوۃ شریف میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

مدارج النبوۃ

ذکرہ ابو عمر وصاحب الصفوۃ وگفتہ اند کہ بود وے رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ میداشت اسلام خود را وبیرون آمد مشرکان بطریق جبر وقہر وفرمود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کہ پیش آمد عباس را نہ کشد اورا زیرا کہ وے بیرون آمدہ است مستکرہ یعنی بکراہت وعدم رضا زیرا کہ ابو جہل وکافراں نمی گذاشتند کہ

کسے در مکہ باشد و بدر بیرون نیاید۔

پس اسیر گردانید اور اکعب بن عمر پس فدا داد نفس خُود را ورجوع کرد بمکہ و گُفتہ اند کہ ہم دُر روز بدر مسلمان شد و چوں آں حضرت بفتح مکّہ برآمد وے نیز از مکّہ ہجرت کرد و آں حضرت در راہ یافت و عیال را بمدینہ فرستاد خُود ہمراہ حضرت شُد بود جا وے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دُر فتح مکّہ و فرمود آں حضرت ختم کردہ شد بتو ہجرت،

وبعضے گفتہ اند اسلام آورد پیش از فتح خیبر و پنہاں میداشت اسلام خود را وشاد و مسرور می شد بآنچہ فتح میکرد حق تعالٰی بر مسلماناں واظہار کردن اسلام خود را روز فتح مکہ وحاضر شد حنین راطائف را وتبوک را۔

گویند پیش ازش بدر ہم مسلمان بود و می نوشت بآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اخبار مشکراں را و مسلماناں کہ در مکہ بودند وثوق داشتند بوے دوست میداشت وے قدوم برآں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پس نوشت بوے کہ بودن شما در مکہ بہتر است مرا و از سہل بن ساعد روایت است کہ گفت استیذان کرد عباس آں حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در ہجرت پس گفت بوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا عم تو

بجائے خود باش خدا تعالٰی ختم میکند بتو ہجرت راچنا نکہ ختم کر
دن بمن نبوت را۔

﴿مدارج النبوۃ مطبع نولکشور لکھنؤ جلد دوم ص ۲۹۲ مؤلفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی﴾

طبقات ابنِ سعد

غزوۂ اُحد کے موقع پر ابو سفیان وغیرہ نے قاصد روانہ کیے جو عرب میں جا کر نفرت کی دعوت دیتے تے انہوں نے سب سے مال جمع کیا اور عرب ان کے ساتھ سب متفق ہو کر جمع ہو گئے قریش نے اپنی عورتوں کو ہمراہ لیجانے کا بھی فیصلہ کیا تا کہ مقتولین بدر کی یاد دلا کر انہیں غصّہ دِلائیں جس سے شدّتِ انتقام تیز ہو۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما نے تمام باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لکھ بھیجیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سعد بن الربیع کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خط سے آگاہ فرمایا۔

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۹﴾

فتح خیبر کے موقع پر حجاج بن عطاط السلمی مکے میں آیا اور قریش کو خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہودیوں نے قید کر لیا ہے اور ان کے اصحاب کو تمہارے پاس لا رہے ہیں اس بہانے حجاج نے اپنا قرض لوگوں سے وصول کر لیا اور فوراً روانہ ہو گئے راستہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب ملے

تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی فتح کے متعلق صحیح خبر بتا دی اور ان سے درخواست کی کہ وہ انہیں پوشیدہ رکھیں یہاں تک کہ وہ یعنی حجاج دور نکل جائیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور جب وہ چلے گئے تو عباس نے ان کے بتائے ہوئے اصل واقعہ کا اعلان کر دیا اور انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ابوزبیہ نامی غلام کو آزاد فرما دیا۔

﴿طبقات ابن سعد ج ا ص ۴۴۹﴾

مغازی الرسول واقدی

کفار کا لشکر جنگ اُحد کے لئے تیار ہو چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حالات سے مطلع کرنے کے لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی ایک تفصیلی خط لکھا اور بنو غفار کے ایک شخص سے معاوضہ طے کر کے اس سے یہ شرط بھی لی کہ خط تمہیں بہر صُورت تین دِن کے اندر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دینا ہے۔

چنانچہ جب یہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو اس میں یہ خبر لکھی ہوتی تھی کہ ہر آئینہ قریش جمعیت کثیر فراہم کر کے آپ کی طرف بقصد حرب چلے ہیں پس جب یہ لوگ وہاں پہنچیں تو جو کچھ آپ کو فکر و تدبیر کرنی ہے اس کا بندوبست کیجئے اور وہ لوگ جو جمع ہو کر چلے

ہیں سب تین ہزار آدمی ہیں اور ان کے ہمراہ دو سو گھوڑے ہیں اور ان میں سات سو زرہ پوش ہیں اور تین سو شتر ہمراہ ہیں اور بہت سا اسلحہ فراہم کر کے چلے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خط پیش کیا گیا تو آپ نے ابی بن کعب کو جو کہ آپ کا کاتب تھا خط پڑھنے کا ارشاد فرمایا ابی نے خط پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ اس خبر کو راز میں رکھنا بعدازاں آپ نے سعد بن ربیع کو سب سے پہلے حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی فراہم کردہ اطلاعات پر مطلع فرمایا۔

﴿کتاب المغازی واقدی ص ۱۴۸﴾

جناب عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اخفائے اسلام کے متعلق سینکڑوں حوالے مزید بھی پیش کیے جاسکتے ہیں مگر خوف طوالت بھی تو دامن گیر ہے۔

ہم اپنے ان کرم فرماؤں کی خدمت میں مؤدبانہ التماس کریں گے جن کی غیر ضروری گرفت نے اس مضمون کو مزید وسعت دینے کی طرف راغب کیا کہ آپ بجائے کسی واقعہ کا فی الفور انکار کر دینے کے اسے تحقیق کی روشنی میں لانے کی خود بھی کوشش فرمالیا کریں یہ کیا بات ہوئی۔

سُنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

باب ہفتم

ابوطالبؑ شاعرِ رسالت مآب

نعت خوانِ اوّل

پیکرِ فراست

نبّاضِ اعظم

ماہرِ نفسیات

نعت خوان اوّل کون؟

عام طور پر یہ گمان کیا جاتا ہے کہ دربار رسالت کے پہلے نعت گو شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں حالانکہ یہ غلط محض اور نادرست ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بالمشافہ نعت و منقبت سب سے پہلے پیش کرنے کا سہرا بھی شیخ بطحاء سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سر ہے اور حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ تقلیدی ہے اس لئے کہ انہوں نے سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ اشعار پر تضمین بھی کی ہے اور مخالفین اسلام کو مخاطب کرنے کا انداز بھی وہی ہے جس کی ابتداء جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی تھی۔

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دَربارِ رسالت کے مستند شعراء کرام میں حضرت کعب، عبداللہ بن رواحہ، سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اَسمائے گرامی بھی پیش پیش ہیں لیکن ان سب کا رنگ بھی تقلیدی ہے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیوانِ شعر واَدب کا عظیم ترین شہکار ہے آپ کو شعر کہنے پر قُدرت وقُوّت تامہ حاصل تھی فی البدیہہ شعر کہنے میں آپ کو اس قدر یدِ طُولیٰ حاصل تھا کہ عام گفتگو کرتے وقت پُوری کی پُوری

بات اشعار ہی میں کہہ دیا کرتے تھے۔

آپ کے شعروں میں تصنّع کا نام تک نہیں ملتا بلکہ ہر شعر میں ایک خاص قسم کی بے ساختگی اور سادگی پائی جاتی ہے آپ کے کلام بلاغت نظام کی اُفادیت اور عظمت کا اس ایک بات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولائے کائنات باب العلم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اخلاق و ادب کے ساتھ ساتھ ذوق شعریت کی تسکین حاصل کرنا ہو تو دیوانِ ابو طالب کا مطالعہ کریں۔

اس سے پہلے ہم سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیوان کا کثیر حصّہ ہدیۂ قارئین کر چکے ہیں اور حسب وعدہ انشاء اللہ العزیز اس کتاب کی جلد دوم میں آپ کے مزید اشعار بھی نقل کیے جائیں گے لہٰذا اس مقام پر آپ کے نعتیہ اشعار میں سے محض چند ایسے شعر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جو یا تو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نعت پاک پر مشتمل ہیں یا آپ کے دشمنوں کی ہجو و مذمت کا رنگ لئے ہوئے ہیں

حُسنِ نعت ایک شعر

ابو طالب در مدح آں حضرت اشعار بسیار دارد از آں جملہ یکے انیست وحسان بن ثابت ایں بیت تضمین کردہ است،

حضرت ابوطالب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی مدح وستائش میں بے بہا اشعار لکھے ہیں ان میں

سے ایک یہ ہے اور اس پر حسّان نے تضمین لکھی ہے۔

﴿مدارج النبوۃ﴾

بیت

وشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذو العرش محمود ھذا محمد

اور آپ کا اسم گرامی اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمِ گرامی

سے مشتق ہے وہ عرش پر محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

﴿ابوطالب﴾

تضمینِ حسّانؓ

لم تر ان اللہ ارسل عبدہ

بایاتہ واللہ اعلیٰ و امجد

وشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذو العرش محمود ھذا محمد

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عبد بنا کر بھیجا

ہے نشانیوں کے ساتھ واللہ یہ اعلیٰ وامجد ہیں اور آپ کا

اسم اگرامی اللہ تعالیٰ کے نام سے مشتق ہے وہ عرش پر

محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

دُوسرا شعر

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جس شعر پر آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تضمین ملاحظہ فرما چکے ہیں یہ آپ کے ایک طویل نعتیہ قصیدہ کا شعر ہے چنانچہ اسی قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے۔

لقد اکرم اللہ نبی محمد

فاکرم خلق اللہ فی الناس احمد

ترجمہ! بے شک اللہ نے محمدؐ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ اکرم اور اشرف قرار دیا ہے۔

﴿دیوانِ ابی طالب ۱۲﴾

بغیر تبصرہ کے

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان و ایقان کی پختگی کے ثبوت کے لئے اگر کوئی ایک جملہ بھی اور نہ ہوتا تو ان کے مندرجہ بالا دونوں شعر ہی ان کو مُسلّم الثبوت مُسلمان ثابت کرنے کے لئے کافی تھے ہم ان اشعار پر کسی بھی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں کریں گے البتہ اہلِ دِل حضرات کو ان پر غور و فکر کی دعوت ضرور دیں گے۔

اہلِ ہنود کی نعت گوئی

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ اہلِ ہنود و دیگر غیر مذاہب والوں نے بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش کی ہے اور نعتیں بھی لکھی ہیں تو پھر انہیں مسلمانوں کیوں نہیں سمجھا جاتا۔

ہمیں ان حضرات سے کچھ بھی نہیں کہنا ہے ان کی یہ نکتہ آفرینی ان کو مبارک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد ہے جو حمد سے مشتق ہے آپ کی تعریف لامتناہی ہے اور کائنات کی ہر چیز بالواسطہ طور پر یا بلاواسطہ آپ کی تعریف وتوصیف اور مدح وستائش کرنے پر مجبور ہے ان سب کا صلہ کیا ہے اس کو چھوڑ دیجئے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت گوئی کا آغاز کیا تو ان کا رنگ تقلیدی نہ تھا اپنے جذبات و احساسات تھے وہ جو کچھ دیکھتے تھے بے ساختگی کے ساتھ بیان کر دیتے تھے اُن پر جو اکرام براہِ راست سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہوتے تھے اُن کا موزوں طریقے سے اظہار کر دیتے تھے وہ ایسی کوئی بات زبان سے نہیں کہتے تھے جس کے ساتھ اُن کے دل کی آواز شامل نہ ہو ورنہ ہم نے دیکھا ہے کہ بیشتر مسلمان شعراء نے ہندوؤں کے اُوتاروں اور سکھوں کے گوروؤں کی شان میں بے پناہ قصائد لکھے ہیں یہ سب تقلیدی

انداز ہے اور ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی کیا گیا ہے بلکہ محض اور محض کسی فرقہ میں مقبولیت حاصل کرنے تیز عارضی اور سستی شہرت کے حصول کے لئے اس قسم کی شاعری کے انبار لگے ہوئے ہیں۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کسی نعت گو کی شاعری سے متاثر ہو کر نعت نہیں لکھی کیونکہ آپ تو فنِ نعت گوئی کا مبداء ہیں بلکہ اگر آپ کو اس مقدس فن کا موجد کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جو بات زبان سے کہی اُس کی دلیل بن کر دنیا کو دکھا دیا آپ کتنے ہندو نعت خواں ایسے پیش کر سکتے ہیں جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت و منقبت بھی لکھی ہو اور اہل ہنود سے جہاد بھی کیا ہو اور ان کو برا بھی کہا ہو ایسی ایک مثال بھی پیش کرنا ناممکنات سے ہے ان لوگوں کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت لکھنا محض اور محض شہرت حاصل کرنے کے لئے تھا اور ان کے قلوب ہرگز زبان و دِل کے رفیق نہ تھے جس طرح مُسلمان شعراء نے ہندوؤں اور سکھوں کے بزرگوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں اور محض مشاعرے جیتنے کے لئے کفّار کے عقائد کو بھی کئی قدم پیچھے چھوڑ گئے لیکن وہ یہ سب کچھ دل سے نہیں کہتے تھے بلکہ یہ سب قلم کی مُوشگافیاں تھیں اسی لئے ان لوگوں پر کبھی اہلِ اسلام نے کوئی فتویٰ چسپاں نہیں کیا۔

اِس مضمون کو یہیں پر چھوڑتے ہوئے ہم اپنے موضوع کی طرف

رجوع کرتے ہیں اور سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے گئے متعدد قصائد سے منتخب شعر پیش کرتے ہیں

محمد کا دین سب سے بہتر دین ہے

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتیٰ اوسد بالتراب دفینا

فاصدع بامرک ماعلیک غضاضۃ
وابشر بذالک و قر منک عیونا

ودعوتنی وعلمت انک ناصحی
ولقد صدقت و کنت ثم امینا

ولقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا

ترجمہ! خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا آپ مطمئن ہو کر اپنی بات کا اعلان اور اظہار فرمائیں آپ کی دعوت مبنی بر صداقت ہے آپ خود کامل

ناصح معتمد اور امین ہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین دنیا کے تمام مذاہب سے بہتر ہے۔

﴿سیرت حلبیہ ج۱ص۲۸۰﴾

﴿دیوان ابی طالب ص۱۵﴾

﴿طبری جلد اول ص۱۸۰﴾

﴿الاصابہ ج۱ص۱۱۶﴾

﴿تفسیر قرطبی ج۶ص۱۱۶﴾

محمدؐ ہی باعثِ افتخار ہیں

اذا اجتمعت یوما قریش لمفتخر

فعبد مناف سرها وصمیمها

فان حصلت اشراف عبد منافها

ففی هاشم اشرافها وقدیمها

وان فخرت یوم فان محمد

هو المصطفیٰ من سرها و کریما

ترجمہ! اگر قریش میں قابلِ فخر کوئی ہستی ہے تو وہ عبد مناف ہیں اور اگر عبد مناف میں کوئی بات ہے تو وہ بنی ہاشم میں ہے اور اگر بنی ہاشم میں قابلِ فخر کوئی چیز ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔

محمد مصطفیٰ اللہ کے نبی ہیں

انت النبی محمد
قوم اعز سود

لمسودین اکارم
طابوا وطاب المولد

والماء زمان وما حوت
عرفاتها والمسجد

والقد عهدتك صادقاً
فی القول لاتنزید

مازلت تنطق بالصواب

وانت طفل امرد

ترجمہ! آپ نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ بزرگ روشن پیشانی والے اور سردار ہیں آپ کے بزرگ بھی صاحب مکارم الاخلاق اور باعظمت تھے۔

عرفات اور مسجد الحرام کے درمیان کی بستیاں اس وقت تک مطمئن ہیں کہ جب تک مجھ جیسا بہادر اور پہلوان زندہ ہے۔

میں نے آپ کو بہت ہی صادق القول پایا ہے اور یہ آج سے نہیں بلکہ آپ کو بچپن سے ہی سچا پایا ہے۔

میری جان حاضر ہے

لا یمنعک من حق تقوم بہ

اید تعول ولی سلق باصوات

فان کفک و کفی ان ملمت بھم

و دون نفسک نفسی فی المسلمات

ترجمہ! آپ اپنی تبلیغ میں کسی بھی قسم کا فکر نہ کریں نہ کسی کی بات کا اور نہ کسی کے ہاتھ کا میں ہر طرح سے آپ کے ساتھ

ہوں فائدہ ہے تو آپ کا اور اگر قربانی کی ضرورت ہو تو میری جان حاضر ہے۔

قارئینِ محترم! کفّار کا عہد نامہ ضائع ہونے پر آپ نے بلیغ ترین منظوم و منثور خطبہ ارشاد فرمایا جس کے صرف تین شعر پیش خدمت ہیں۔

اللہ نے باطل کو نابود کر دیا

وقد كان امر الصحيفه عبرة
متى يخبر غائب القوم يعجب

محا الله منها كفرهم و عقوقهم
وما نقموا من ناطق الحق معرب

فاصبح ما قالوا من الامر باطلا
ومن يختلق ماليس بالحق يكذب

ترجمہ!

اس دستاویز کا قصّہ بھی مقامِ عبرت بن گیا غیب کی خبر پر قوم کو نہایت تعجّب ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے کُفر و باطل اور حق کی مخالفت کے کلمات کو نیست و نابود کر دیا ان کی بات

باطل ہوگئی کیوں نہ ہو جو حق کے خلاف کہے گا جھوٹا بنے گا۔

اظہارِ تشکر و امتنان

الاهل اتى بحريبنا صنع ربنا

على نائهم؟ والله بالناس ارود

فيجزهم ان الصحيفه مزقت

وان كل مالم يرضه الله فسد

ترجمہ! کاش کوئی سمندر پار حبشہ کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے اس کرم کی اطلاع کر دیتا کوئی انہیں بتا دیتا کہ دستاویز برباد ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو کام فاسد ہی ہوتا ہے۔

شانِ مصطفےٰ

الا ان خير الناس نفسا والدا

اذا عد سادات البرية احمد

نبى الاله والكريم باصله

واخلاقه وهو الرشيد المويد

خمری علی جلی الحطوبة کانه

شهاب بکفی قابس یتوقد

من الاکرمین من لوی بن غالب

اذا سیم ضفا وجهه تیربد

طویل النجاد خارج نصف ساقه

علی وجهه یسقی الغمام ویسعد

عظیم الرما وسید ابن سید

یحض علی مقری الضیوف و یحشد

و یبنی لابناء العشرة صالحا

اذا نحن طفنا فی البلاد و یمهد

ترجمہ! یادرکھو کہ حسب ونسب کے اعتبار سے سب سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے یہ خدا کے نبی کریم الاصل اعلٰی اخلاق والے ہدایت دینے والے اور مؤید ہیں حوادث کی یوں وضاحت کرتے ہیں کہ جیسے کسی کے ہاتھ میں

روشنی کا شعلہ ہو۔لوی بن غالب کے اعلیٰ خاندان کے ایک ہی فرد ہیں جن کا چہرۂ اقدس ذِلّت کے تصوّر سے ہی متغیّر ہو جاتا ہے یہ ایک طویل قامت انسان ہیں انہیں کے نام پر بادل پانی برساتے ہیں پیکر سخاوت سردار ابن سردار مہمان نواز اور یکتائے زمانہ ہیں جب ہم اپنے بچّوں کو چھوڑ کر سفر پر جاتے ہیں تو یہ ان کو اعلیٰ تربیّت سے صالح بناتے ہیں۔

﴿کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۶۱﴾

﴿الاستعیاب ج ۲ ص ۹۲﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۸﴾

اِن اشعار میں کیا ہے ؟

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالٰی عنہٗ کے مقدّس اشعار کا مختصر اِقتباس پیش خدمت کر دیا گیا ہے ان اشعار میں کیا ہے قارئین خود بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔

اقرارِ توحید

اللہ تعالٰی کا اسمِ گرامی محمود ہے اور وہ عرش والا ہے اور اسی کے نام سے نام محمد مشتق ہے وہ اپنے نبی کو غیب کی خبریں دیتا ہے اللہ تعالٰی کی مرضی کے خلاف ہر کام فاسد ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالٰی نے کفّار کے کفر و باطل کو

نیست ونابود کردیا حق کے سامنے باطل کو مٹنا ہی تھا۔

اگر آپ خدانخواستہ مشرک ہوتے تو یوں اقرار توحید کر ہی نہیں سکتے تھے انہیں عرش کے اللہ محمود سے کیا غرض تھی وہ کعبے میں رکھے ہوئے سینکڑوں خداؤں میں کسی کا نام لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا وہ تو بتوں اور بت پرستی کو باطل اور توحید پرستوں کو حق قرار دیتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی غیب کی خبروں کی سچائی اور حقانیت بیان کرتے ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی تفسیر ہو سکتی ہے۔

اقرارِ رسالت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی محمد کو تمام مخلوق سے اکرم اور اشرف قرار دیا محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دین سب دینوں سے بہتر ہے آپ اللہ کے نبی ہیں اور غیب کی سچی خبریں دیتے ہیں آپ خدا کے نبی اور کریم الاصل ہیں۔

اَب آپ ہی بتایئے کہ محمد رسول اللہ کی رسالت کا واضح ترین اقرار ان کے علاوہ کن الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔

نعتِ مُصطفٰی

آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے مشتق ہے حسب ونسب کے اعتبار سے آپ سب سے بہتر ہیں آپ خدا کے نبی کریم الاصل اعلیٰ اخلاق والے صادق القول امین ہادی مہدی موید رہبر سردار ابن سردار مہمان نواز یکتائے

زمانہ وجیہہ وجسیم پیکر سخاوت، منبع ناصح ومعتمد باعظمت بلند کردار لائق صد افتخار اور روشن پیشانی والے بزرگ ہیں حق آپ کے ساتھ ہے اور آپ حق پر ہیں۔

اعلانِ جہاد

جب تک مجھ جیسا بہادر زندہ ہے آپ مطمئن ہو کر تبلیغ اسلام کریں اور کسی قسم کا فکر نہ کریں جب تک میں زندہ ہوں آپ کے ساتھ ہوں آپ کا کوئی دشمن آپ کا کچھ ضیاع نہیں کر سکتا آپ کی طرف آنے والا ہر وار ابوطالب اپنے سینے پر روکے گا آپ کی دعوت حق وصداقت پر مبنی ہے اس لئے آپ بے خطر ہو جایئے اور علی الاعلان احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کریں۔

غور فرمایئے کہ حق کے ساتھ شمولیت اور باطل کے ساتھ جہاد کرنے کی اس سے اچھی تصویر اور کون سی ہو سکتی ہے آپ بھی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیں اور کم از کم حق کو تسلیم کرنے میں تو ہرگز پس و پیش نہ کریں۔

کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں

حق یہ ہے کہ سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس اعلانِ جہاد کا آخر دم تک احترام کرتے رہے آپ کو ان کی حیات طیبہ کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں مل سکے گا جس میں انہوں نے اپنے اس فریضہ عالیہ میں کوتاہی فرمائی

ہو بالآخر وہ وقت بھی آپہنچا جس کی دست برد سے کوئی ذی روح بھی نہیں بچ سکتا موت زندگی پر بہتر صورت فتح حاصل کر لیتی ہے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وہ لمحات طاری ہو گئے جن میں ہم جیسے دنیا دار پر حسرت نگاہوں سے اپنے دنیاوی اسباب کو دیکھتے ہیں اور اگر بن پڑے تو اپنے اعزہ واقربا کو اپنے مال و منال کی حفاظت اور تقسیم کے طریقے بتاتے ہیں پھر ایسے ہی دنیا کی محبت میں دم اکھڑ جاتا ہے اور کوئی ہی خوش نصیب ایسا ہوتا ہوگا جسے آخری لمحات میں کلمہ پڑھنا نصیب ہوتا ہو۔

مگر حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ پر جب یہ وقت آتا ہے تو آپ اس وقت بھی اپنے اُسی مشن کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں جس کو پوری زندگی حرزِ جاں بنائے رکھا آپ اپنے آخری لمحات میں بنو ہاشم کو جمع فرماتے ہیں اور اپنے آخری فریضہ سے یوں سبکدوش ہوتے ہیں۔

ابُوطَالِب کی وصیت

انہ قال لما حضرت ابو طالب الوفاۃ جمع الیہ وجوہ قریش فا وصاھم فقال یا معشر قریش انتم صفوۃ اللّٰہ من خلقہ وقلب العرب فیکم السید المطاع فیکم و فیکم المقدام شجاع ءالواسع ، الباء واعلموا ! انکم لم تترکوا للعرب فی المآثر نصیباً الا احرزتموہ ولا شرفاً الا ادرکتموہ

فلكم بذالكم على الناس الفضيلة ولهم به اليكم الوسيلة والناس لكم حرب وعلىٰ حربكم الب و انى اوصيكم بتعظيم هذه البنية، فان فيها مرضاة للرب وقواما للمعاش وثباتاً للوطأة،

صلوا ارحامكم ولا تقطعوها فان صلة الرحم منسأة فى الاجل وزيادة فى العدد واتركوا البغى والعقوق ففيهما هلك القرون قبلكم اجيبوا الداعى واعطوا السائل فان فيها اشرف الحياة والممات وعليكم بصدق الحديث واداء الامانة فان فيهما محبة فى الخاص ومكرمة العام وانى اوصيكم بمحمد خيرا (صلى الله عليه وآله وسلم) فانه الامين فى قريش والصديق فى العرب ،هو الجامع لكل ما اوصيكم به وقد جاءنا بامر قبله الجنان وانكره اللسان مخافة الشنان وايم الله كانى انظر الىٰ صعاليك العرب و اهل البر فى الاطراف والمستضعفين من الناس قد اجابوا دعوته وصدقوا كلمة وعظموا امره فخاض بهم غمرات الموت وصارت رؤساء قريش وصناديدها اذنابا ودورها خراباً وضعفاءها اربابا اذا اعظمهم عليه احوجهم اليه

وابعد هم منه احظا هم عنده، قد محضتة العرب
ودادها و اصفت له فوادها واعطة قيادها دونكم
يا معشر قريش ابن ابيكم كونوا له ولاةً ولحزبه
حملة واللّٰه لا يسلك احد منكم سبيله الا رشد
ولا يا خذ احد بهديه الا سعد ولو كان لنفسي
مدة وفي اجلي تاخير لكففت عنه الهزا هز
ولدفعت عنه الدواهي ۔

جب حضرت ابوطالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی
وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے قریش کو جمع کر کے
وصیت فرمائی آپ نے فرمایا اے گروہ قریش تم مخلوق
میں اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگ ہو تم عرب کا دل ہو
تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو سردار بنایا جائے اور
ان کی اطاعت کی جائے۔ تم میں پیکر شجاعت اور وسیع
قوت والے لوگ موجود ہیں جان لو کہ عرب کی کوئی
ایسی شرافت اور فضیلت نہیں جو تمہیں نہ ملی ہو اور لوگ
تمہارے وسیلے کے محتاج ہیں اب لوگوں نے اجتماعی
طور پر تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے
اس لئے ضروری ہے کہ کعبۃ اللہ کی تعظیم کرو اسی میں

رضائے الٰہی وسعتِ روزگار اور ثابت قدمی کا راز مضمر ہے ترکِ تعلق نہ کرو صلہ رحمی کرنے سے تعداد میں اضافہ اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے بغاوت اور نافرمانی ترک کرو ایسا کرنے سے تم سے پہلے آنے والی قومیں ہلاکت کا شکار ہو چکی ہیں مانگنے والوں کو دو، سائل کا سوال پورا کرو، اسی میں ہی زندگی اور موت کی عظمت ہے سچی بات کرو اور امانتیں ادا کرو اس میں خصوصی محبت اور عام بزرگی ہے اور میں تمہیں محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کے ساتھ خیر اور بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق ہیں اور یہ ان تمام صفات کے حامل ہیں جن کا میں نے وصیت میں ذکر کیا ہے اِن کا پیغام دِل نے قبول کر لیا ہے جسے محض مخالفین کی وجہ سے زبان پر نہیں لاتا۔

خُدا کی قسم! خُدا عرب کے باشندے اور اطراف و جوانب کے ضعیف و مسکین لوگ اِن کی دعوت کو قبول کر کے ان کی عظمت کو بلند کر رہے ہیں۔

روسائے قریش اِن کے سامنے پست ہو رہے ہیں اُن کے گھر برباد ہو رہے ہیں جب میں کفار کے بڑوں کو

دیکھتا ہوں تو وہ محتاج نظر آتے ہیں عرب کے لوگ قیادت مصطفیٰ ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کو تسلیم کر کے ان کے ساتھ ہوتے جا رہے ہیں۔

اُے گروہِ قُریش یہ تُمہارے باپ کے بیٹے ہیں اِن کا ساتھ دو اِن کی جماعت کی حمایت کرو خُدا کی قسم اِن کی تابعداری کرنے والے ہدایت یافتہ اور رشید و سعید ہو جائیں گے اب بھی اگر میری زندگی میں کچھ اضافہ ہو جاتا اور مَوت میں تاخیر ہوتی تو میں اِن کی طرف آنے والی ہر مشکل اور مصیبت کا مقابلہ کرتا۔

﴿مواہب الدنیہ ج۱ ص۱۴۰﴾

﴿زرقانی ج۱ ص۲۳۸﴾

﴿انوار محمدیہ ج۱ ص۵۰﴾

﴿الروض الانف السہیلی ص۲۵۹ جلد اول﴾

﴿سیرت حلبیہ ج۱ ص۳۸۲﴾

ایک جُملہ پُوری کتاب

عن عبد اللّٰہ بن ثعلبۃ بن صعیر العذری ان ابا طالب لما حضرۃ الوفاۃ دعا بنی عبد المطلب فقال الن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد وما

الیکم امرہ فاتبعوہ و اطیعوہ ترشدوا۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری کی روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے بنو عبد المطلب کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے رہے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور جو یہ حکم دیں اس کی تابعداری کرو ان کی اطاعت وحمایت کرو فلاح پاؤ گے۔

﴿خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۲۱۵﴾

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۲۱﴾

﴿تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۳۹﴾

﴿تفسیر کشاف ج ۳ ص ۴۲﴾

﴿بعض کتابوں میں بنی ہاشم اور بنی عبد مناف بھی ہے "مصنف"﴾

قرآن کی تفسیر سے درس حدیث ہے

سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت مبارکہ کے ایک ایک جملے کو بغور ملاحظہ فرمائیں بلکہ قرآن و حدیث کے ترازو پر وزن کریں تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ یہ الفاظ ایک پاکباز اور عدبرترین مومن

کے ہیں یا کافر و مشرک کے آپ ہر دو روایات کی خط کشیدہ عبارات کو تھوڑی سی توجہ کے ساتھ بھی پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے الفاظ ہیں یا قرآن مجید کی تفسیر بیان کی گئی ہے یہ وصیت فرمائی جا رہی ہے یا درس حدیث دیا جا رہا ہے کیا وصیت کا ایک ایک جملہ قرآن و حدیث کی شاندار تفسیر نہیں؟

ہم چاہتے تھے کہ ایک طرف قرآن کی آیات اور احادیث رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کرتے اور دوسری طرف حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات نقل کر کے ہر دو کا موازنہ پیش کرتے لیکن بخوف طوالت اسے نظر انداز کر دیا ہے اور ہمیں یہ بھی امید ہے کہ پڑھے لکھے قارئین پر یہ حقیقت مخفی نہیں رہے گی آپ کا ایک جملہ ہے سابقہ قوموں کی ہلاکت کا سبب ان کی بغاوت اور نافرمانی تھی۔

کیا اہل علم و بصیرت حضرات اس ایک جُملہ کی شرح کا فیصلہ بجائے عقلی فلسفہ کے قلب و ضمیر پر چھوڑنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے آپ کا دل یقیناً آپ کو بتا دے گا کہ یہ ہلاکت کس کی بغاوت اور نافرمانی کے سبب تھی آپ کا ضمیر آپکو قرآن کی اُن روشن آیات کی طرف ضرور لے جائے گا جن میں گزشتہ اُمتوں کی تباہی و بربادی اور ہلاکت خیزیوں کی واضح ترین تصویر کھینچی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کی ہلاکت کا سبب ان کی طرف تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام سے بغاوت اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کے احکام کی نافرمانی تھا۔

وقتِ احتضار اور حالتِ نزع کی کشمکش انسانی زندگی کے وہ منتشر اور دردناک لمحات ہوتے ہیں جن میں بڑے بڑے فلاسفر اور دانشور بھی اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتیں کھو بیٹھتے ہیں۔

مگر قربان جائیں عرب کے اس عظیم ترین دانشور اور شیخ بطحاء کے جو اس وقت جبکہ شیرازۂ ہستی منتشر ہو رہا تھا اور موت اپنے خونی جبڑے کھول کر زندگی کو ہڑپ کرنے کے لئے پر تول رہی تھی ایک کامل نباض اور عظیم ماہر نفسیات کی طرح اپنی قوم کی نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

آپ اپنی قوم کی نفسیات کو سمجھتے تھے

آپ کا اپنی تمام تر وصیت میں منتہائے مقصود محض امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت بیان کرنا تھا لیکن آپ نے اپنی درخشندہ و تابندہ تقریر کا آغاز اس طرح فرمایا کہ

> اے معشرِ قریش! اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں تمام مخلوق پر شرف و کرامت اور بزرگی عطا فرمائی ہے تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کو سردار بنایا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے۔

یہ گفتگو بالواسطہ ہو رہی تھی لیکن اب اسے بلاواسطہ کر دیا گیا کہ ہم نے جو خوبیاں تم لوگوں میں بیان کی ہیں اس کی مکمل ترین تصویر اور ان تمام تر صفات کے حامل اور جامع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کی اطاعت کرو فلاح پا جاؤ گے۔

ان کی تابعداری کرو تمہیں سید ھا راستہ نصیب ہوگا۔

ان کی امداد وحمایت کرو خوش نصیب ہو جاؤ گے سعید بن جاؤ گے۔

اِن کی بات سنتے رہنا اِن کا حکم مانتے رہنا تمہیں رُشد و ہدایت نصیب ہوگی۔

اور پھر یُوں ترغیب جہاد بھی دے دی کہ کفّارِ عرب اپنی اجتماعی قوّتوں کے ساتھ تم سے نبرد آزما ہونا چاہتے ہیں تم لوگ بھی ایک ہو جاؤ اور اجتماعی طور پر ان لوگوں سے مقابلہ کی تیاری شروع کر دو۔

اور کعبۃ اللہ کی تعظیم کرتے رہنا تمہیں برکت حاصل ہوگی صِلہ رحمی کرتے رہنا کشائشِ رزق ہوگی۔

علیٰ ہذا القیاس آپ کا ایک ایک لفظ منشائے خداوندی اور رضائے مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع معلوم ہوتا ہے۔

انکار یا اقرار؟ ایک فیصلہ تو کیجیے

وصیّت نامہ کے متعلق آخری بات یہ کرنا چاہتے ہیں کہ کیا سیدنا ابو

طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جملہ ایسا بھی ہے جس سے ان کا کفر پر ہونا ثابت کیا جاتا ہے اور مخالفین باقی تمام تر عبارت سے اعراض کرتے ہوئے صرف اسی ایک جملہ کو زیر بحث لاتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ دوسروں کو وصیت فرماتے وقت اپنے متعلق آپ نے یہ الفاظ کہے ہیں کہ دل نے ان کی بات تسلیم کر لی ہے لیکن مخالفین کی وجہ سے زبان پر نہیں لا سکتا۔

بس یہ ہے ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلمہ نہ پڑھنا اور کافر و مُشرک کی موت مرنا جہنمی ہونا وغیرہ وغیرہ ان الفاظ کو بے شمار رنگ آمیزیوں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور یہی ازلی شقاوت پر محمول کیا جاتا جسے کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

جس کی آغوش سعادت میں کونین کی تمام تر سعادتیں ڈال دی گئی ہوں اس پر ازلی شقی ہونے کا گمان حقیقت میں اپنی ہی شقاوت اور بدبختی کی دلیل ہے۔

بہر حال! مسئلہ پیشِ خدمت ہے فیصلہ آپ فرمائیں

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کر لیا ہے لیکن زبان پر لانے کی مجبوری ہے۔

اب سیدھی سی بات یہ ہے کہ یہ دونوں قطعے نہ تو آپ نے تحریر فرما کر دیئے ہیں اور نہ ہی سینہ بہ سینہ دُوسروں پر القا کیے ہیں بلکہ آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے اُن کو ادا فرمایا ہے اب جبکہ آپ نے اپنی قلبی کیفیت اور دعوتِ اسلام کو برضا و رغبت دل سے تسلیم کر لینے کا اقرار زبان حق سے کیا ہے تو پھر بتایئے زبان پر لانا اور کسے کہتے ہیں دل نے تصدیق کر دی زبان نے دل کی حالت بیان کر دی" اقرارٌ باللسان و تصدیقٌ بالقلب" کی تکمیل ہو گئی۔

اور کیا اب چاہیئے اسلام لانے کے لئے

زندگی کے آخری سانس تک فریضۂ جہاد ادا کرنے والے اور مبلغ اسلام شیخ بطحا اُب موت کی آغوشِ راحت میں آرام فرمانے والے ہیں۔

جاں نثارِ مصطفیٰ، وارفتۂ محبتِ رسول، پروانۂ شمع رسالت، محسن اسلام سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے لمحے قریب سے قریب سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔

اشاروں کنایوں اور مُبہم الفاظ میں کھلنے والے سربستہ راز کامل طور پر درخشندہ آفتاب کی طرح نمایاں ہونے کا وقت آ گیا یہ الگ بات ہے کہ سُورج کی تیز شعاعیں بعض لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح طور پر توحید و رسالت کی گواہی دے دی اور اس گواہی پر سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُہر تصدیق ثبت کر دی اس

بشارت کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سماعت فرمایا تو بے پناہ مُسرّت کا اظہار فرمایا۔

سکراتِ موت اور ضُعف و نقاہت کی وجہ سے آواز بلند نہ ہو سکی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روایات کے پلندے تیار ہوتے گئے حکایات کی گتھیاں اُلجھتی گئیں خدمات فراموش ہوتی گئیں اور حقائق دانستہ یا نادانستہ پسِ پردہ چلے گئے۔

اور......... حصار ٹوٹ گیا

عام طور پر مرنے والے دنیاوی اسباب کو نہایت ہی پر حسرت نگاہوں سے دیکھتے ہیں لیکن اسد اللہ الغالب علیہ السلام کے والدِ گرامی کی نگاہوں میں ایسی کوئی چیز نہیں صرف اور صرف ایک حسرت ہے جس کا زندگی کے آخری لمحات میں یوں اظہار کیا گیا ہے کہ

کاش میری زندگی کچھ اور طویل ہو جاتی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اور کام آ سکتا۔

اور پھر اسلام کا وہ حصار جس کی مضبوط دیواروں کو پورا عرب جنبش نہ دے سکا موت کی تیز آندھیوں کی تاب نہ لا کر زمین بوس ہو گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حسرت زدہ نگاہوں سے اپنے محسن چچا کو موت کی آغوش میں جاتے ہوئے دیکھا تو ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کے پیمانے چھلک پڑے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر موجزن دیکھ کر روحِ عالم تڑپ گئی اور کائنات

کا ذرہ ذرہ آپ کے غم میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہو گیا۔

آپ فرطِ جذبات میں مرحوم چچا کے چہرہ پر دستِ اقدس پھیرتے جاتے تھے اور دُعائے رحمت فرماتے جاتے ہیں۔

اِسی عالم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو روتے ہوئے آپ نے فرمایا اے ابنِ عم! باپ کے غسل و کفن کا انتظام کرو۔

حضرت علی علیہ السّلام نے مُشفق باپ کو آخری غسل دیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا علی خُود بھی غسل کر لو حضرت علی علیہ السّلام غسل کر کے حاضر ہوئے تو آپ نے بیشار دُعائیں دیں باپ کی مفارقت کے صدمہ سے نڈھال علی علیہ السّلام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دعاؤں سے اطمینان و تسلی ہو گئی تالیفِ قلبی فرمانے کے بعد خواجۂ بطحا اور سردارِ مکہ کا جنازہ اُٹھایا گیا بنو ہاشم کے گھروں میں کہرام مچ گیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنازہ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے اور چچا کو مخاطب کر کے فرماتے جاتے تھے اُے عمِ محترم! آپ کتنے اچھے تھے آپ نے میرے حق میں کبھی کوتاہی نہ کی آپ نے حقِ صلۂ رحمی پُورے طور پر ادا کر دیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ عطا فرمائے اور جزائے خیر دے۔

جنازہ مقامِ حجون جنّت المعلیٰ میں پہنچ گیا اور آخر ماہِ شوال نبوّت

کے دسویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والدِ گرامی حسنین کریمینؑ کے محترم دادا اور سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عزت مآب سسر جناب ابو طالب ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہم اجمعین کو سپرد خاک کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے مرقدِ منوّر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ﴿آمین بجاہ سید المرسلین﴾

حضرت ابو طالبؓ کے بعد ؟

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی جُدائی کو شدّت سے محسوس کیا کئی روز تک آپ چچا کے غم میں گھر کے اندر ہی روتے رہے ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ ملکہء فردوس بریں سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا اِنتقال ہو گیا اس دوہرے غم نے آپ کو اور بھی نڈھال کر دیا محترم چچا اور زوجۂ مقدسہ کے نہ بھولنے والے غم کی وجہ سے آپ نے اس سال کا نام ہی ''عام الحزن'' یعنی غم کا سال رکھ دیا۔

ماہ وصال میں سیرت نگاروں کا معمولی سا اختلاف ملاحظہ ہو۔

مات عمہ ابو طالب فی شوال من السنۃ العاشرۃ

﴿زرقانی علی المواہب ج ا ص ۲۹۱۔ مواہب اللدنیہ ج ا ص ۴۸﴾

وغیرھما وتوفی عمه ابو طالب فی اول ذیقعدة۔

﴿مشجر الاولیاء ص ۱۶ وغیرہ﴾

زیادہ تر مورخین ماہ شوال ہی لکھتے ہیں بہر حال یہ کوئی تفاوت نہیں ممکن ہے شوال کی آخری تاریخ ہو جو ذیقعدہ کی پہلی تاریخ سمجھ لی گئی ہو واللہ اعلم ورسولہ معتبر روایات کے مطابق آپ نے ۸۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا

بعض کے نزدیک آپ کی عمر ۸۷ سال تھی ہے لیکن زیادہ درست یہی ہے کہ آپ کی عمر پچاسی سال تھی اس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۵۰ سال تھی اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کے ظہور مبارک کے وقت پینتیس سال کے تھے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے باپ کی موت پر بڑے دردناک مرثیے کہے اور آپ اس صدمہ کی وجہ سے پوری پوری رات گریہ کناں رہے

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بعد کفار ومشرکین مکہ خوب کھل کھیلے ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی موجودگی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو ستم وہ نہیں توڑ سکتے تھے اب ان کا آغاز ہو گیا اور آپ کو شدید قسم کی اذیتیں دینا شروع کر دیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس مقام پر اپنا ارشاد ہے۔

عن هشام بن عروة عن ابيه قال قال رسول الله

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نالت منی قریش شیا

اکرہ حتیٰ مات ابو طالب ۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک

ابو طالب زندہ رہے ہمیں قریش کی طرف سے کوئی

تکلیف نہیں پہنچی۔

﴿طبقات ابن سعد ج ا ص ۱۲۰، اسد الغابہ ج ا ص ۱۴﴾

فلما هلك ابو طالب نالت قریش من رسول الله

صلی الله علیه و آله وسلم من الآذی ما لم تکن به

فی حیاة ابی طالب ۔

پس جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو قریش

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی اذیتیں دینا

شروع کر دیں جو وہ ابو طالب کی زندگی میں نہیں دے

سکتے تھے۔

﴿سیرت ابن ہشام حاشیہ روض الانف ج ۲ ص ۱۲۶ طبری ج ا ص ۸۵﴾

اس داستانِ الم کو انہیں الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے آپ حضرت ابو

طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مبارکہ کا مختصر خاکہ معتبر کتب کی روشنی میں

ملاحظہ فرما چکے ہیں اب آپ وہ روایات ملاحظہ فرمائیں۔

جن میں اس مردِ حق پرست کو معاذ اللہ کافر، مشرک، بُت پرست،
بے ایمان، گمراہ، جہنمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دُور بھاگنے والا
رلوگوں کو اسلام لانے سے منع کرنے والا ثابت کیا گیا ہے۔

بابِ ہشتم

عدم ایمانِ ابوطالبؑ پر روایات

سب سے پُرہیبت روایت

حضرت عبدالمطلبؑ اسی روایت کی زد میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی روایت کی زد میں

اِک شہنشاہ کی دولت کا سہارا لے کر

زہروں کی درآمد

اقسامِ سمّیات

ہدایت سے شفاعت تک

مزید روایات

سب سے پُر ہیبت روایت

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدمِ ایمان کے متعلّق آنے والی تمام تر روایات حسبِ وعدہ اِنشاءاللہ العزیز اسی باب کے اختتام پر پیش کی جارہی ہیں فی الحال اس مقام پر ان تمام روایات میں سب سے زیادہ زوردار اور پرہیبت بخاری شریف میں آنے والی اور وہ روایت نقل کی جاتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آیتِ کریمہ

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ﴿سورۃ القصص آیت ۵٦﴾

اور آیت مقدسہ مَا كَانَ لِلنَّبِىِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ﴿سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳﴾

حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

یعنی اے محبوب آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے نیز نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں۔

محدثین کے نزدیک اس روایت کی حقیقت ان تمام روایات کو نقل

کرنے کے بعد واضح ہو جائے گی جو عدمِ ایمان ابو طالب پر پیش کی جاتی ہیں یہاں صرف قارئین کو ان امور سے روشناس کرایا جائے گا جو اس روایت میں آنے والی منقولہ بالا آیات کو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تسلیم کر لینے سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

شائد کہ اُتر جائے تیرے دِل میں میری بات

حدیث

عن ابن المسیب عن ابیه رضی اللّٰه عنهٗ قال لما حضرت ابا طالب ن الوفاة جآء ه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم وعندهٗ عبد اللّٰه ابن امیة و ابو جهل فقال له یا عم قل لا اله الا اللّٰه کلمة احاج لك بها عند اللّٰه فقال اترغب عن ملة عبد المطلب فا عار علیه اللنبی صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم فا عادا اذ کان آخر ما قال هو علی ملت عبد المطلب و ابی ان یقول لا اله الا اللّٰه فقال النبی صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم لاستغفرن لك مالم انه عنه فانزل اللّٰه عز وجل مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى ﴿سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳﴾ وانزل فی ابی طالب اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ

يَشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۔ ﴿سورۃ القصص آیت ۵۶﴾

اس روایت کا بلفظہ ترجمہ یہ کیا گیا ہے حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ حضرت مسیتب رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں حضرت مسیتب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے باپ حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کے آثار دکھائی دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ابوجہل اور عبد اللہ بن اُمیّہ بھی وہاں بیٹھے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا چچا جان کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کرلو میں تمہارے لئے یہی کلمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور دلیل پیش کروں گا ابو جہل اور عبد اللہ بن اُمیہ بولے کیا عبد المطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے؟

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بار بار کلمہ شہادت کی ترغیب دیتے تھے اور وہ دونوں ابو طالب کو اپنے مذہب پر قائم رہنے پر اصرار کرتے تھے ابو طالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبد المُطّلب کے دین پر ہی

قائم رہے گا اور اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا انکار کر دیا۔

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے فرمایا جب تک مجھے روک نہ دیا گیا میں تمہارے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔

یہ ترجمہ کتاب "ہدایت المستفید" کے مترجم کا ہے اس میں ایک خاص بات ہے جس کی وضاحت اس کتاب کو دیگر عبارتوں کے ضمن میں کی جائے گی۔

یہ شرارتیں یہ جسارتیں

کتاب "بریلوی مذہب اور اسلام" کا مصنّف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُختارِ کل ہونے کی نفی کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

بُخاری مُسلم اور ترمذی میں ہے کہ جب خواجہ ابو طالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی شفقت اور محبّت سے ابو طالب کے سامنے کلمۂ توحید پیش کیا لیکن انہوں نے ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ کی ملامت کے خوف سے کلمہ نہ پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس انکار پر بیحد صدمہ ہوا تو،

آیت " اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ " اس وقت آپ کی تسلی کے لئے نازل فرمائی گئی کہ ہدایت کا تعلق تو مشیت

تکوینی سے ہے اس میں آپ کی مرضی اور اختیار کو دخل نہیں
بالفرض اگر آپ مختارِ کل ہوتے تو کم از کم اپنے حقیقی چچا خواجہ
ابو طالب کو تو ضرور ہی دولتِ ایمانی سے سرفراز فرما کر دنیا سے
رخصت فرماتے مگر افسوس کہ وہ محروم ہی رخصت ہوئے نہ سید
الانبیاء جیسا بھتیجا اپنے چچا کو اس دولت سے نواز سکا اور نہ ہی
سیّد الاولیاء جیسا بیٹا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے باپ
کو متاعِ ایمانی سے سرفراز فرما سکا۔

اللہ ربّ العزّت کے اختیار اور قُدرت کے مُقابلہ میں
دونوں ہی ہستیاں بے بس اور بے اختیار رکھی ہیں اور ابو
طالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؐ اور حضرت علی رضی
اللہ عنہٗ کے ابّا ہونے کے باوجود بھی دولتِ ایمانی سے محروم
رخصت ہو رہے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازُو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰ حضرت بریلوی بھی س بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ ابو طالب
مسلمان نہیں۔

﴿احکامِ شریعت ج ۳ ص ۳۲۲﴾

﴿بریلوی مذہب اور اسلام مصنفہ انور کلیم ۷۵۔۷۴﴾

انشاء اللہ العزیز اس کتاب کا مسکت اور مبسوط جواب جلد ہی دے دیا جائے گا تاہم بریلوی علماء کرام کے لئے اس قسم کی خرافات لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہیں مگر حالت یہ ہے کہ،

جب جل بھی چکے ہیں پروانے اور ہو بھی چکی ہے رسوائی
اب خاک اڑانے کو اپنی بیٹھے ہیں لوگ تماشائی

مذکورہ بالا کتاب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیارات وعلوم کی جس بے باکی سے نفی کی گئی ہے اسے ایک شرمناک جسارت اور خوفناک شرارت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے اور اس جسارت و شرارت کی بنیاد محض بریلوی مسلک کا مضحکہ اڑانے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں کی توہین واہانت کرنے پر رکھی گئی ہے مگر افسوس تو یہ ہے۔

جن کے ہم نے آنسو پونچھے جن کے دکھ اپنائے
ان لوگوں نے پھول کے بدلے پتھر ہی برسائے

بہر حال اپنے اپنے مقدر کی بات ہوتی ہے جو کچھ ہماری قسمت میں ہے ہم اس پر بہر صورت صابر وشاکر ہیں چلتے چلتے ایک اور گستاخ کا پنجابی مصرعہ سن لیں جس میں حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے بسی کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے۔

کیویں ابو طالب مسلمان ہو جائے پورا زور پیغمبر نے لادتا

اِس طرف بھی اِک نگاہِ خاص ہو

بل منهم من هو مشرك فابوه عبد الله و آباؤه من عبد المطلب الى اسماعيل بن ابراهيم ـ

وفی صحیح مسلم انه قال لرجل الذی ساله این ابوه ابی و ابوك في النار ولما عرض الا سلام علی عمه ابی طالب حین حضرت الوفاة کان آخر کلمة قال هو علی دین الشیوخ اوهو علی ملة عبد المطلب۔

بلکہ ان میں سے بعض مُشرک تھے اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے والد عبد اللہ اور ان کے آباؤ اَجداد عبد المُطّلب سے لے کر اسماعیل بن ابراہیم تک سب کے سب مُشرک تھے۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب ایک شخص نے پُوچھا کہ آپ کا باپ کہاں ہے تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چچّا ابو طالب کی موت کا وقت قریب آیا تو ان پر آپ نے اِسلام پیش کیا تو اس کے آخری کلمات تھے کہ میں دینِ اَشیاخ پر ہوں یا یہ کہ میں ملّتِ عبد المُطّلب پر ہوں۔

﴿حاشیہ خصائص کبریٰ﴾

﴿از خلیل ہراس المدرس جامعہ از ہر جلد اول ص ۹۴ مطبوعہ مدینہ منورہ﴾

اِس مقام پر خارجی عباسی کی وہ تحریر بھی دوبارہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو قبل ازیں اِس کتاب کی جلد اوّل کے ص ۲۰۹ پر نقل کی جاچکی ہے اس قسم کی تحریروں کو قارئین کرام کی توجہ کا بار بار مرکز بنانا اس لئے ضروری خیال کیا گیا ہے تاکہ یہ اَمر آپ کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ اگر بُخاری کی اس روایت کو درست سمجھتے ہوئے حضرت ابو طالب کے حق میں تسلیم کر لیا جائے جس میں حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ جملہ منسوب کیا گیا ہے کہ میں مِلّت عبدالمُطّلب پر فوت ہو رہا ہوں اور اس جملہ سے یہ معنی مراد لئے جائیں کہ حضرت ابو طالب کی موت کُفر و شرک پر ہوئی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ ہم بالواسطہ طور پر حضرت عبدالمُطّلب رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و مشرک سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابو طالب کو اس روایت کی رو سے کافر و مشرک قرار دینا سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آباؤ اجداد کے کافر و مشرک ہونے پر اس قدر قوی اور زبردست دلیل ہے جسے کسی بھی صورت توڑا نہیں جاسکتا۔

اَب جب کہ اہلِ اسلام کے نزدیک متاخرین کی وہ تحقیق ہی صحیح اور صواب ہے جس میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے آباؤ اجداد ہ الکرام کو قطعیت کے ساتھ مومن ثابت کیا جاچکا ہے معاندین اس روایت سے پُوری قوّت کے ساتھ ان کے کافر و مشرک ہونے پر اِستدلال قائم کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

ابو طالب نے مرتے وقت صاف صاف کہہ دیا تھا میں تو اپنے بزرگوں عبدالمُطّلب ہاشم اور عبد مناف کے مسلک پر مَرتا ہوں الغرض کُتب تاریخ وسیر کی تصریحات نیز آیاتِ قُرآنیہ واحادیث نبویہ سے کہ ظاہر نصوصِ شریعت ہیں بدرجہ تواتر ثابت ہے کہ ابو طالب کا خاتمہ آبائی مذہب کفر وشرک پر ہوا۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۹۰﴾

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کے اثرات

سمّیات کی درآمد

درج ذیل طویل مضمون ایک ایسی کتاب کے اقتباسات سے ترتیب دیا گیا ہے جو فری لسٹ میں درآمد ہو رہی ہے اور مختلف طریقوں سے عوام الناس تک مسلسل پہنچائی جا رہی ہے اس کتاب کا تعارف آئندہ صفحات میں بالوضاحت پیش کیا جا رہا ہے۔

یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس کتاب میں مؤلف مترجم اور محشّی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے عطا کردہ تمام تر قوتوں اور قدرتوں کی نفی کرنے کے لئے اسی آیت کریمہ کے عنوان سے باب مقرر کیا ہے جسے بُخاری وغیرہ نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان کرنے کے بعد ان کے کافر ومشرک ہونے پر حرف آخر قرار دیا ہے۔

سونے کی چھری

مثل مشہور ہے کہ سونے کی چھری کلیجے میں کوئی نہیں بھونک لیتا مگر وقت گزرنے کے ساتھ جس طرح دیگر کئی مثالوں کا رُخ تبدیل ہوتا جا رہا

ہے اسی طرح یہ مثال بھی معکوس صُورت اختیار کر چکی ہے اور اب سونے کی چھری بعض اوقات اپنے کلیجے کے علاوہ پُوری قوم کے سینے میں بھی پیوست کردی جاتی ہے۔

کچھ مثالیں ابھی ٹھیک حالت میں بھی موجود ہیں بلکہ وہ اپنی اصلی صُورت میں رہتے ہوئے بھی پہلے سے کہیں زیادہ نکھر اور سنور چکی ہیں آپ نے سن رکھا ہے کہ مفت کی شراب قاضی بھی نہیں چھوڑتا اب اس مثال میں مزید نکھار آگیا ہے شراب اُم الخبائث ہونے کے ساتھ ہی پوائزن بھی ہے جو آہستہ آہستہ انسان کے رگ و پے میں سرایت کرتا ہے اور بالآخر اسے زندگی سے محروم کردیتا ہے۔

بعض لوگ دیگر قسم کے زہروں کو بظاہر قُوّت جسمانی کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہوئے استعمال کرتے کراتے ہیں مگر نتیجہ زندگیوں کے ضیاع کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ماہرین سمیات کا متفقہ فیصلہ ہے کہ زہر بظاہر کُشتہ بھی ہو جائے تو ایک خاص مقدار میں اِنسان کے جسم میں پہنچنے کے بعد خود بخود زندہ ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی استعمال کرنے والے کی مُوت کا پیغام ثابت ہوتی ہے۔

جان لیوا سمیات کے علاوہ کچھ زہر ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایمان کی موت کا سبب بنتے ہیں زہروں کی اس قسم کو کُشتہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ان کو شوگر کوٹڈ کر دیا جاتا ہے اکثر طور پر انہیں رنگ برنگے کیپسولوں کی

صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

اِس کو استعمال کرانے کے لئے مریضوں کی نہیں بلکہ صحت مند لوگوں کی ضرورت ہوتی اور یہ تندرست لوگ محض مُفت کی شراب نہ چھوڑنے والے قاضی کی طرح مُفت کا زہر پہلے تو چُھپ چُھپ کر اِستعمال کرتے ہیں اور بالآخر بے حجابانہ اپنے ایمان کا جنازہ نکالنے کے دَر پے ہو جاتے ہیں۔

اِک شہنشاہ کی دولت کا سہارا لے کر

اِس قسم کے سمیات کی بہت بڑی کھیپ درآمد کی جا چکی ہے اور تادمِ تحریر یہ سلسلہ جاری وساری ہے بلکہ امپورٹ کرنے والوں کو فری لسٹ میں ہونے کی وجہ سے جانبین کی مراعات حاصل ہیں اللہ تبارک وتعالی اپنے محبوب کے صدقہ سے ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی توفیق عطا فرمائے یہ صورت مستقبل وقریب میں شدید حالات پیدا کرنے کا سبب بھی ہو سکتی ہے،

دیارِ مصر میں دیکھا ہے میں نے دولت کو
ستم ظریف پیمبر خرید لیتی ہے

بہر حال! درآمد کردہ سمیات مختلف صُورتوں میں آزمائشی دَور سے گزر رہے ہیں اور ان کی بہت بڑی مقدار قوم کے اَجسام کی بجائے اَرواح میں انجکٹ کی جا چکی ہے مطب کی بجائے مطبع کے راستے تقسیم ہونے والے ان زہروں کی خاصی مقدار ہم تک بھی پہنچ چکی ہے جسے استعمال کرنے کی بجائے اس کا تجزیہ ضروری خیال کیا گیا اور جو نتیجہ برآمد ہوا اجمالی طور پر اس

کی نشاندہی اوپر کی سطور میں کی جا چکی ہے مطبع کے راستے ہم تک پہنچنے والے اِس سمِ قاتل پر لاکھوں کی تعداد میں غیر ملکی سرمایہ صَرف ہوا ہے آپ بھی نمونہ ملاحظہ فرمائیں مگر بچ کر۔

ہدایت سے شفاعت تک

اِس تفصیل سے قارئین کو ایک ایسی طوالت کا شکار ہونا پڑے گا جو بظاہر ہمارے مضمون سے الگ تھلگ حیثیت کی حامل نظر آتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ منقولہ بالا کتاب میں درج ذیل تمام عنوانات زیر آیت "اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ" ہی قائم کئے گئے ہیں اور اس پر طُرّہ یہ ہے کہ پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس ہدایت کی بھی نفی کر دی جسے اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اِنَّكَ لَتَهْدِىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کے نام سے موسوم فرمایا ہے اور پھر اس شفاعت کبریٰ کی بھی مکمل طور پر نفی کر دی جو قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے مختص فرما رکھی ہے۔

بہرحال ملاحظہ فرمائیں کہ آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ کو کیسے کیسے معنی پہنا کر حقِ تحقیق ادا کیا گیا ہے اور کس طرح شفاعت وہدایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واضح انکار کیا گیا ہے۔

اقسامِ سمیات

ہم اِس مقام پر قارئین کرام کو یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ،
منقولہ بالا زہروں کی جس قدر بھی اقسام دریافت کی جا سکی ہیں مُفت کی شراب کی صورت میں ان کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے اگر اُن کا تعارف مَع ان کے تریاق کے سپردِ قلم کیا جائے تو اس کے لئے ہزاروں صفحات کی ضرورت ہے اور ان ہزاروں صفحات کو کتابی صورت میں پیش کرنے کے لئے وقت کی بھی ضرورت ہے اور تعاون کی بھی اس لئے کہ نہ تو ہمیں غیر ملکی ایڈ میسّر ہے اور نہ ہی اپنوں کی طرف سے کسی قسم کی معاونت کی اُمید اس لئے کہ ہمارے اپنوں کا یہ حال ہے کہ،

ایک تو اُٹھتی نہیں کبھی گھنگھور گھٹا
اور جو اُٹھتی ہے دریا پہ برس جاتی ہے

علاوہ ازیں اس کتاب میں ان تمام تر موضوعات کو سمو دینا بھی ممکن نہیں جن کا نام ہم نے سمیات تجویز کیا ہے اور یہ نام غلط بھی نہیں لہٰذا اس مقام پر صرف اسی زہر کو زیر بحث لا کر اس کا توڑ پیش کیا جائے گا جس پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اَجداد کرام اور حضرت ابو طالب رضوانُ اللہ علیہم اجمعین کو کافر و مشرک اور جہنمی بنانے کی اساس رکھی گئی ہے

اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے ان لوگوں نے جن راہوں کا تعین کیا ہے ان پر چلنے والا بغیر کسی قسم کے پرمٹ یا پاسپورٹ کے سیدھا جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔

ہمارے اس انکشاف کی تو قارئین کرام انشاءاللہ العزیز یقیناً توثیق فرمائیں گے مگر افسوس اس امر کا ہے کہ ان لوگوں کو اس قساوتِ قلبی اور شقاوت کے اظہار کی جرأت وجسارت محض اس لئے ہوئی ہے کہ ہمارا اپنا گھر پھٹا ہوا ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ،

دیوار کیا گری مرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لئے

تفسیر کا زہر

ہمیں اس امر کا شدت سے احساس ہے کہ جہاں موقع میسر آتا ہے اپنوں پر دل کا غبار نکال لیتے ہیں مگر ہم اس سلسلہ میں قطعی طور پر مجبور ہیں کاش ہم اپنا دل چیر کر آپ کے سامنے پیش کر سکتے کاش! ہمارے جذبات و احساسات آپ کی طرف منتقل ہو سکتے اور آپ بھی اس آگ کی آنچ محسوس کر سکتے جسے ہم اطراف وجوانب میں شعلہ زن دیکھ رہے ہیں مگر افسوس کہ،

شبنم سمجھ کے تو نے ان کی ہنسی اڑائی
پھولوں کو آ رہے تھے جب موت کے پسینے

بہر کیف درج ذیل آیات قرآنیہ آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کے ضمن میں پیش کی گئی ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت ابو طالب اور اپنے آباؤ اجداد کی شفاعت و سفارش تو کیا کسی دوسرے اُمتی کی شفاعت کا بھی اختیار نہیں رکھتے ملاحظہ ہو۔

آیت

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۔

﴿سورۃ الانعام آیت ۵۱﴾

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا،

ترجمہ! اے محمد! اس علمِ وحی کے ذریعہ سے ان لوگوں کو نصیحت کرو جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے ربّ کے سامنے کبھی اس حالت میں پیش کئے جائیں گے کہ اس کے سوا وہاں کوئی ایسا ذی اِقتدار نہ ہوگا جو ان کا حامی اور مددگار ہو یا ان کی سفارش کرے شاید کہ اس نصیحت سے متنبہ ہو کر وہ خدا ترسی کی روش اختیار کریں۔

کہو! شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے

تفسیر

اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ سے مُرادمُومنین لئے ہیں۔

فضیل بن عیاض کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی ساری مخلوق کومعتوب نہیں ٹھہرایا بلکہ ذوی العقول سے خطاب کیا ہے۔

مومنین مُراد ہیں

اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ سے وہ مومن مُراد ہیں جن کے پہلو میں ایسے دل پائے جاتے ہیں جو احکامِ الٰہی کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

حالت یہ ہوگی

لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ معنیٰ یہ ہے کہ تیرے انذار کے مخاطبین کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اس حالت میں اپنے رَبّ کے حضور پیش کیے جائیں گے کہ ان کا کوئی اور سفارشی نہیں ہوگا۔

لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ مطلب یہ کہ ان کو ڈراؤ تا کہ یہ اس دُنیا میں ایسی زِندگی بسر کرنا شروع کر دیں جو ان کو عذاب جہنم سے بچا لے۔

آیتیں ملاؤ مسئلہ صاف

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا اِس آیت کے ساتھ اس سے پہلے والی

آیت کو ملا کر پڑھا جائے تو مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۔

﴿سورۃ الزمر آیت ۴۳﴾

یعنی کیا اس خدا کو چھوڑ کر اُن لوگوں سے دُوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟ ان سے کہو کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ ان کے اختیار میں کچھ نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں۔

اس آیتِ کریمہ کا مفہوم بالکل وہی ہے جو درج ذیل آیت کا مفہوم ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

﴿سورۃ یونس آیت ۱۸﴾

یہ کن مومنوں کا قصّہ ہے

یعنی یہ لوگ اللہ کے سوا ان لوگوں کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور یہ کہتے

ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اَے محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہو کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر
دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمینوں
میں پاک ہے وہ اور بالا و برتر ہے اس شرک سے جو
لوگ کرتے ہیں۔

شفاعتِ انبیاء کا تصوّر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مُشرکین کے زُعم میں جو شفاعت کا
تصوّر تھا اس کی تردید فرمائی ہے اور ان کے اس خیال کو شرک سے تعبیر کیا ہے
کہ انبیاء و صُلحا شفاعت کرنے والے ہیں "علیہم الصلوٰۃ والسّلام و رضی اللہ
عنہم" اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور منزّہ ہے اللہ تعالیٰ نے مُشرکین کی
حالت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا
اٰلِهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ۔

﴿سورۃ الاحقاف آیت ۲۸﴾

وہ ہستیاں

یعنی پھر کیوں نہ ان ہستیوں نے ان کی مدد کی جنہیں

اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے تقرّب اِلیٰ اللہ کا ذریعہ سمجھتے

ہوئے معبود بنالیا تھا بلکہ وہ تو ان سے کھوئے گئے

اور یہ تھا ان کے جھوٹ اور بناوٹی عقیدوں کا انجام جو

انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔

اَنبیاء کی عبادت

ان کے اس عقیدے کو کہ جن انبیاء وصلحا کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ ہماری شفاعت کریں گے اللہ تعالیٰ نے کذب وافتراء سے تعبیر کیا ہے۔

زیر بحث آیت قُل لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کا خُود مالک ہے اور جن سے مُشرکین شفاعت کے طلب گار ہیں ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اسی ذات گرامی سے مانگے جس کے قبضہ واختیار میں ہر شے ہے۔

اِدھر اُدھر نہ بھاگا پھرے کیونکہ مانگنا اور دستِ سوال دراز کرنا عبادت ہے جو صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اس کے علاوہ اسکا کوئی حق دار نہیں۔

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مُشرکین جن لوگوں کو اپنا شفاعت کنندہ سمجھتے ہیں ان کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے چونکہ یہ مقرب اور برگزیدہ ہیں اس لئے ہماری شفاعت

کریں گے قرآن مجید نے یہ کہہ کر سفارش کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے اس عقیدہ کی تردید کی ہے۔

بادشاہت

زیر بحث آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَـــهٗ مُـلْكُ السَّـمٰـوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی زمین و آسمان کی بادشاہت صرف اللہ کریم کے لئے خاص ہے۔

خُدا کی سفارش

اِس آیت میں غیر اللہ کی شفاعت بھی اسی کی ملکیت اور اختیار میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ ہی مالکِ حقیقی ہے تو غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنا باطل اور لغو قرار پایا۔

قرآن کریم میں مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اِجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔

وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔

اَولیاء کی نذر نیاز

مفسّرِ قرآن علامہ ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مشرکین

نے یہ کہا ہم وثن اور صنم کی قطعاً پوجا نہیں کرتے ہم تو ان اولیائے کرام کے نام کی نذر و نیاز صرف اس لئے دیتے ہیں تا کہ یہ لوگ ہم گنہگاروں کے لئے قُربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ بن جائیں اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَهُ الْمُلْكُ وَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

یعنی زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے

اور پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے

یعنی سفارش بھی اسی کی ہو گی جس کے قبضہ وقُدرت کے دائرے آسمان و زمین تک وسعت پذیر ہیں۔

مَن ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ سابقہ آیات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ قُرآنِ مجید نے غیر اللہ سے طلب کردہ شفاعت کو باطل قرار دیا ہے شفاعت کا حق دار اس کے نزدیک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

دُوسری آیتوں کی تفسیر

کتاب کے متن کی ایک آیت کی تفسیر ختم ہوئی محشی صاحب نے ایک آیت کی تفسیر میں جس قدر آیات اور دلائل پیش کئے ہیں عام قاری کو گمراہ کر دینے کے لئے بہر صورت کافی ہیں حالانکہ اس کا بیان کردہ مفہوم اور اَخذ کردہ نتائج منشاء ایزدی کے سَراسر خلاف بلکہ بجیر متی قُرآن اور تفسیر

بالرائے کے مترادف ہے عنقریب احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ہم مختصر طور پر اس شر انگیز پراپیگنڈہ کی تردید وتکذیب اور تغلیط و بطلان ہدیۂ قارئین کریں گے مگر اس سے پہلے متن کی دیگر آیات اور ان کی زہریلی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى،

﴿سورۂ نجم آیت ۲۶﴾

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

﴿سورۂ سبا آیت ۲۲﴾

ترجمہ! آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں ان کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اس کی اجازت نہ دے دے جس کے لئے وہ کوئی عرضداشت سننا چاہے اور اسے پسند کرے اے نبی ان مشرکین سے کہو اپنے معبودوں کو پکار کر دیکھو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو۔

تفسیر

اس آیت کریمہ میں اس شفاعت کا ذکر ہے جو میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے حکم سے کی جائے گی اس سلسلے میں ارشاد

خداوندی ہے۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا

ترجمہ !

یعنی اس روز سفارش کچھ فائدہ مند نہ ہوگی مگر اس شخص کی جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے دے اور اس کی بات کو پسند فرمایا۔

پتہ چل گیا

اس سے پتہ چلا کہ جب کسی شخص میں ۲ دو شرطیں پائی جائیں گی تو وہ سفارش کر سکے گا۔

﴿۱﴾ جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے دے کہ تم سفارش کر سکتے ہو۔

﴿۲﴾ جس کے لئے شفاعت کرنے پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ صرف اس شخص کی سفارش سے راضی ہوگا جس نے اپنے ظاہری اور باطنی اعمال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انجام دیا اور جس نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت کی اور اپنے رب سے اس حالت میں ملا کہ دل شکوک وشبہات سے پاک تھا آئندہ صفحات میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے کلام میں بھی ان کا ذکر کریں گے۔

مطلب ایک ہی ہے

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ ،

حافظ ابنِ کثیر کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ اور سابقہ آیات۔

مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اور وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ! کا مطلب ایک ہی ہے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مقرّب اور برگزیدہ فرشتوں کا یہ عالم ہے کہ وہ بھی بارگاہِ قدس میں دم نہیں مار سکتے تو یہ جاہل اور احمق لوگ غیر اللہ اور معبودانِ باطل سے کس طرح توقع اور امید لگائے بیٹھے ہیں ؟

جن کی عبادت کا اللہ تعالیٰ نے نہ شریعت میں کوئی حکم فرمایا اور نہ اِجازت دی بلکہ اس کے برعکس تمام انبیائے کرام کے ذریعہ سے اس کی تردید اور ممانعت فرمائی اور اپنی نازل کردہ کتب میں اس کی نفی کی۔

کالعدم

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ ! امام ابنِ قیّم ان آیات پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام اسباب وذرائع کالعدم قرار دے دیا ہے جو کسی نہ کسی صورت میں مُشرکین عقیدہ سفارش کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اس لئے کہ مُشرک غیر اللہ کو صرف اس لئے معبود بناتا ہے کہ اسے

اس سے کوئی فائدہ اور نفع حاصل ہو لیکن جب تک کسی شخص میں مندرجہ ذیل چند صفات نہ پائی جائیں اس وقت تک اس سے نفع کی توقع عبث ہے۔

﴿۱﴾ اسے نفع اور فائدہ پہنچانے پر قدرت یا ملکیت اور اختیار حاصل ہو۔

﴿۲﴾ ملکیت حاصل نہ ہو تو شریک ملکیت ہو۔

﴿۳﴾ شرک بھی میسّر نہ ہو تو مالک کا معین و مددگار ہو۔

﴿۴﴾ اگر مددگار بھی نہیں تو کم از کم مالک کے ہاں اس کی یہ حیثیت تو مسلم ہو کہ اس کی سفارش اس کے ہاں مانی جاتی ہے۔

چاروں ختم

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان چاروں مراتب کی کلیۃً نفی اور تردید فرما دی ہے اور صرف اس شفاعت کو برقرار رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے وقوع پذیر ہوگی اور اس میں شرک کا قطعاً کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

پس ایک عقل مند اور صاحب بصیرت شخص کے لئے اس آیت میں ہدایت اور دلائل کی دولت موجود ہے اور توحید الٰہی کو سمجھنے کے لئے شمعِ نور ہویدا ہے۔

لوگوں کی اکثریت

شرک و بدعت کی جڑیں کاٹنے کے لئے یہ آیات تلوار بے نیام کی

حیثیت رکھتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم اس قسم کی آیات سے بھرا ہے لیکن افسوس ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں اور اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ لوگوں کا شعور ختم ہو چکا ہے اور شرک و بدعت میں اس قدر آگے نکل گئے ہیں کہ واپس آنا مشکل نظر آتا ہے۔

اَمرِ واقعہ

امر واقعہ یہ ہے کہ مشرکین یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد نے جو سوچ اور فکر ان کو دیا ہے اور وہ اس کے واحد وارث ہیں جس کی حفاظت ان کا فرض ہے یہی وجہ چیز یہ جس کی وجہ سے انسان کا قلب فہم قرآن کے درمیان حائل ہے۔

شریروں کے شریر وارث

بخدا ان مشرکین کے آباؤ اجداد اپنے ہی جیسوں کو اپنے سے زیادہ شریروں کو وارث بنا گئے ہیں چنانچہ قرآن پاک ان کو اور ان کو برابر رکھتا ہے

سب سے بڑا شرک

علامہ ابن قیم ان آیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مردوں سے حاجات طلب کرنا اور ان سے استغاثہ و فریاد کرنا دُنیا کا سب سے بڑا شرک ہے اس لئے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع اور ختم

ہو چکا ہے اور جب وہ خود اپنی جان کے نفع و نقصان کا مالک بھی نہیں رہا تو وہ دوسرے کی فریاد سن کر کیا جواب دے گا اب تو دوسروں کی شفاعت اس کے لئے ممکن ہی نہیں۔

دونوں برابر

شفاعت طلب کرنے والا اور جس کو شفاعت کنندہ سمجھ لیا گیا دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برابر ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کا شفاعت کرنا تو کیا اونچی آواز میں بول بھی نہیں سکتا۔

غور طلب

اور سب سے غور طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے استغاثہ فریاد رسی اور سوال کرنے کو اپنی رضا اور سبب کا ذریعہ بھی نہیں قرار دیا بلکہ اس کو عدم اجازت اور شرک سے تعبیر فرمایا ہے اور اپنے غضب اور قہر کا باعث ٹھہرایا ہے۔

دینِ خالص میں تغیر، اہلِ توحید سے عداوت

اب ہر مشرک کی یہ کیفیت ہو چکی ہے کہ اس نے غیر اللہ سے فریاد کر کے حقیقت میں اپنی حاجت اور طلب کے درمیان اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو

حائل کرلیا ہے۔

معبود حقیقی کے ساتھ شرک اس کے دین خالص میں تغیّر و تبدل اہلِ توحید سے عداوت اور دشمنی یہ سب عیب مُشرکین نے اپنے اندر جمع کر رکھے ہیں ان کا شرک کرنا خالق کائنات میں عیب اور نقص نکالنے کے مترادف ہے

برگزیدہ

اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندوں اور موحدین کی مذمّت اور ان سے عداوت ہے۔ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہلِ توحید مردوں کی تنقیص کرتے ہیں حالانکہ خُود ان کا عمل یہ ہے کہ شرک کی وجہ سے اللہ تعالٰی کی تنقیص کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی تنقیص کے مُرتکب ہوتے ہیں جن کو یہ خُدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

ان معنوں میں کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ بزرگ ان کے اس شرک پر خُوش ہیں اور یہ کہ خُود انہوں نے ان کو شرک کی تلقین کی ہے اور یہ ان کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ شرک کرنے والے انبیاء و رُسل کے ہر دَور اور ہر جگہ دشمن تصوّر کیے گئے ہیں۔

ضرورت نقص

خصوصاً جن کو اللہ تعالٰی کا شریک ٹھہرایا گیا ان میں تو بہت زیادہ نقص نکالنے کی اس وجہ سے کوشش کی گئی کہ وہ ہماری عبادتوں پر راضی ہیں اور یہ

کہ ان کو اس قسم کی عبادات کا حکم انہوں نے خود دیا تھا اور عبادت سے وہ خوش ہوتے تھے۔

مُشرکین کی تعداد

اس طرح کا کردار ادا کرنے والے مُشرکین ہمیشہ کثیر تعداد میں اس دنیا میں رہے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ انبیاء کرام کی مخالفت کی ہے۔

اِس شرک اکبر سے صرف وہی بچ سکتا ہے جو توحید کو صرف اللہ کے لئے خاص کرے اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے مشرکین سے دشمنی مول لے ان کے ظلم وستم برداشت کرکے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اور صرف ایک اللہ تعالٰی کو اپنا دوست اللہ اور معبود سمجھے۔

کام کی باتیں

تمام دُنیا کی محبت کو دل سے نکال کر صرف اللہ تعالٰی سے پیمانِ محبت باندھے ساری کائنات کا ڈر قلب سے محو کر کے فقط اللہ تعالٰی ہی سے ڈرے۔

اللہ ہی سے اپنی اُمیدیں وابستہ رکھے اور اپنی عجز وانکساری صرف اُسی کے سامنے پیش کرے۔

توکل اور بھروسہ ہو تو اللہ پر کسی امداد کا طالب ہو تو اللہ سے گڑگڑائے تو اسی کے سامنے۔

اِستغاثہ دائر کرنا

استغاثہ دائر کرے تو اسی کی بارگاہِ اقدس میں مقصودو منتہی اس کو قرار دے غرض اپنے تمام اموراسی کی مرضی اور حکم کے مطابق انجام دینے کی طرح ڈالے اور اسی کی رضا کا طالب رہے جب سوال کرے تو اسی ایک اللہ سے کوئی بھی عمل کرے تو اسی وَحْدَہٗ لَاشریک کے لئے خود بھی اور اپنے تمام اموراور معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہو کر رہ جائے۔

اُلٹی چال

قرآنِ مجید کی چند آیات کی خودساختہ طویل ترین تفسیر کے بعد محشی صاحب نے چند احادیث میں بھی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے چونکہ یہی احادیث اس کے اب تک کے تیار کردہ تمام ہوائی قلعے مسمار کردینے کے لئے کافی تھیں اس لئے یہاں بھی اسے کافی محنت کرنا پڑی ہے۔

حالانکہ اس کے شیخ الاسلاموں نے پہلے بھی ان پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کررکھی ہے۔

ہم یہ احادیث مبارکہ اور ان جیسی دیگر متعدد احادیث اس کتاب میں جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اِیمان کے اثبات میں مع متن پیش کررہے ہیں اس لئے محض محشی صاحب کا کیا ہوا انوکھا ترجمہ اور تشریحات ہدیہ قارئین ہیں

حدیثِ شفاعت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے اور فوراً شفاعت نہیں کریں گے بلکہ آپ سے پہلے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے پھر آپ کو حکم ہوگا کہ اپنا سرِ مبارک اُٹھاؤ آپ کی بات کو سنا جائے گا اور جو سوال کرو گے دیا جائے گا اور سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون خوش نصیب اور سعید شخص ہے جو آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص میری شفاعت کا حق دار ہوگا جس نے اخلاصِ قلب سے لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیا اور جس کے دل نے اس کی زبان کی اور زبان نے اس کے دل کی تصدیق کردی۔

اس حدیث کے ہم معنی حدیث صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ہر نبی سے مخصوص دعا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ ہر نبی نے اس دنیا میں وہ دُعا مانگ لی البتہ میں نے اس دُعا کو چھپا کر رکھا ہے تا کہ قیامت

کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کر سکوں پس اس دُعا کا ہر اس شخص کو فائدہ پہنچے گا جو شرک سے بچ بچا کر زندگی گزار گیا اِنشاءاللہ تعالیٰ۔

تشریحِ نجدی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ جو اپنے دل کی گہرائیوں سے کلمہ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کا اقرار کرلے پس ثابت ہوا کہ شفاعت ان کو حاصل ہوگی جو اپنے اعمال وافعال میں مخلص ہوں گے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے لیکن مشرکین کی شفاعت ہرگز نہ ہو سکے گی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو سفارش کرنے کی اجازت دے گا ان کی دُعا کی وجہ سے اہلِ اخلاص پر اپنا خاص فضل وکرم کرتے ہوئے معاف فرما دے گا تا کہ ان کی تکریم ہو اور وہ قابلِ تعریف مقام حاصل کرلیں۔

پس قرآن کریم نے جس شفاعت کی تردید کی ہے وہ ایسی شفاعت ہے جس میں شرک کی آمیزش ہو یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر شفاعت کو اپنی اجازت سے ثابت اور مقید کر دیا ہے اور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف اور واضح طور پر فرمایا کہ میری یہ شفاعت صرف موحدین اور سچی توحید والوں کے لئے ہوگی۔

تشریحی حاشیہ

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ نے اخلاص کی جو بہترین تعریف کی ہے

وہ یہ ہے کہ ایک اللہ کریم کی خالص محبت اور ہر کام میں اس کی رضا جوئی کا نام اخلاص ہے۔

امام ابن قیم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں اس حدیث پر غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے صرف توحید خالص کو شفاعت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے اور مشرکین کے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے کہ وہ غیر اللہ سے محبت اور ان کی عبادت کی بنا پر اور ان کو سفارشی سمجھ کر شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے اس زعم باطل کے برعکس فرمایا کہ شفاعت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ توحید میں تجرید و اخلاص کا پایا جانا جب اخلاص پیدا ہو جائے گا تو پھر اس کے لئے شفاعت کی بھی اجازت مل جائے گی۔

مشرکین کی جہالت یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جن کو انہوں نے اپنا ولی دوست اور سفارشی سمجھ رکھا ہے وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اور اس کی بارگاہ میں ان کے لئے نفع رساں ثابت ہوں گے بالکل اسی طرح جس طرح کہ بادشاہوں کے مقربین اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں مشرکین اس بات کو بھول گئے ہیں کہ اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش کرنے کی جرأت نہ کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی شخص کی سفارش ممکن ہے جس کے اعمال و افعال اور کردار پر اللہ

تعالیٰ راضی ہوگا۔

امام ابن قیم نے پہلی فصل میں قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟

مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اور دوسری فصل میں یہ آیت ذکر کی ہے کہ وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔

رہی تیسری فصل تو اس میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے قول و عمل پر اس وقت تک قطعاً اظہار رضامندی نہیں کرتا جب تک کہ وہ توحید خالص کا حامل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع نہ ہو۔

یہ تینوں فصلیں اس شخص کے دل سے شرک کی جڑیں کاٹنے کے لئے کافی ہیں جس میں عقل و خرد کا مادہ موجود ہے اور وہ غور و فکر کے لئے بھی تیار ہے۔

امام ابن قیم سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ شفاعت کی چھ قسمیں ہیں۔

شفاعت نمبر ایک

پہلی شفاعت کبریٰ ہے جس سے اُولو العزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی گھبرا جائیں گے حتیٰ کہ معاملہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک

آ پہنچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے انا لہا کہ یہ میرا ہی کام ہے یہ واقعہ اس وقت پیش آئے گا جب کا کائنات کے بعد دیگرے تمام انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کے لئے عرض کر چکی کہ اس مقام کے عذاب سے لوگوں کو نجات ملنی چاہیے اس شفاعت کے وہی لوگ مستحق ہوں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا۔

شفاعت نمبر۲

دوسری شفاعت دخولِ جنت کی ہوگی اس کا مفصّل بیان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے جو صحیحین میں مروی ہے۔

شفاعت نمبر۳

تیسری شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جو اُمتِ محمدیہ میں سے ہوتے ہوئے اپنے گناہوں کی پاداش میں دخولِ جہنم کے مستوجب قرار پائیں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ان کی شفاعت کریں گے تاکہ یہ لوگ دوزخ میں نہ جاسکیں۔

شفاعت نمبر۴

چوتھی شفاعت ان اہلِ توحید کے لئے ہوگی جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں سزا بھگت رہے ہوں گے۔

احادیث متواترہ واجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہلِ سنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ اہلِ توحید اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا بھگتیں گے جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں ان نفوس قدسیہ نے ان کو بدعتی قرار دیا ان کی نکیر کی ہے اوران کو گمراہ ٹھہرایا ہے۔

شفاعت نمبر ۵

پانچویں شفاعت صرف اہلِ جنّت کے لئے ہوگی تاکہ ان کے اَجر میں اضافہ کیا جائے اس شفاعت میں کسی کا اختلاف نہیں۔

مندرجہ بالا پانچوں شفاعتیں صرف اُن مخلصین کے لئے ہیں جنہوں نے کسی غیر اللہ کو نہ اپنا ولی بنایا اور نہ شفاعت کُنندہ سمجھا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے اُے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تم اس علمِ وحی کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کرو جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رَبّ کے سامنے کبھی اس حال میں پیش ہوں گے کہ اس کے سوا وہاں کوئی اَیسا ذِی اقتدار نہ ہوگا جو ان کا حامی ومددگار ہو یا ان کی سفارش کرے۔

شفاعت نمبر ۶

چھٹی شفاعت بعض اہلِ جہنّم کفّار کے لئے ہے تاکہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے اور یہ ابو طالب کے لئے خاص ہے انتہیٰ

اُف یہ طوالت

اس طویل ترین عبارت کے نقل کرنے پر ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جہاں ہم نے بات ختم کی ہے وہیں سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اَجداد کرام اور جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے کافر و مشرک ہونے کا باب شروع ہوتا ہے یہ عبارت بابِ شفاعت سے موسوم ہے اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب "کتاب التوحید" کی "شرح فتح المجید" مترجم کی ہے جو قوم کی بدقسمتی سے ایک امیر ملک کے سرمایہ سے ترجمہ کروا کر اور چھپ کر پورے ملک میں مُفت تقسیم کی گئی ہے یہ کتاب اسی قسم کے متعدّد زہریلے مضامین پر مشتمل ہے اور کافی ضخیم بھی ہے ضخامت کا اندازہ اسی سے کرلیں کہ متذکرہ عبارت ہم نے صفحہ ۲۶۵ تا ۲۸۵ سے نقل کی ہے اس کے بعد حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد اور آپ کے عمّ محترم جناب ابو طالب کے کافر و مشرک ہونے کے متعلق زہریلا مضمون بھی تقریباً سترہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور بعد اَزاں کئی اور مضامین بھی شامل ہیں کتاب کا نام "ھدایۃ المستفید" ہے۔

بہرکیف! شفاعت کا یہ باب اسی مضمون کے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے اگر ہم چاہتے تو نقل کی گئی عبارت کا اختصار بھی قارئین کی خدمت میں

پیش کیا جا سکتا تھا مگر ایسا کرنے سے مخالفین ہمیشہ یہ تاثر دیا کرتے ہیں کہ چونکہ عبارتیں کانٹ چھانٹ کر پیش کی گئی ہیں اس لئے اصل عبارت کا مفہوم کچھ اور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر طور پر مخالفین کی عبارات کو پوری کی پوری نقل کرتے ہیں خواہ وہ کتنی ہی طویل ہوں بشرطیکہ ہمارے موضوع کے قریب تر ہوں۔

رُکنا پڑا

خیال تو یہ تھا کہ متذکرہ عبارت سے ملحقہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے آباؤ اجداد کرام اور حضرت ابو طالبؓ کے متعلق عبارت نقل کرنے کے بعد ہی ان عبارتوں کا بطلان اور تردید و تکذیب ہدیۂ قارئین کرتے مگر ایسا کرنے سے زیرِ بحث عبارات قارئین کو دوبارہ پڑھنے کی زحمت اُٹھانا پڑتی کیونکہ مضمون دُور نکل جانے سے بعض باتیں ذہن سے اُتر جاتی ہیں اس لئے پہلے تو اب تک کی پیش کردہ عبارتوں پر رواں تبصرہ ملاحظہ فرمائیں پھر اس کے ساتھ ہی جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے والد گرامی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

زہر پھر زہر

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ہولناک تصنیف کتاب التوحید جن

وحشت انگیز مضامین پر مشتمل ہے وہ عالم اسلام کے علمائے اعلام سے مخفی نہیں اور ان ایمان کش تحریروں کے جو اثرات برصغیر میں اسمٰعیل دہلوی کی تصنیف تقویۃ ایمان کی صورت میں ظاہر ہوئے وہ بھی اہل علم حضرات کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

مگر اسی کتاب التوحید پر حاشیہ نگار اور مترجم نے جو فریضہ سرانجام دیا ہے وہ اس ستم آرائی سے کہیں آگے بڑھ کر ہے جو اصل کتاب میں کی گئی تھی۔

گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ محشی نے خوبصورت کیپسولوں میں بند کرنے سے پہلے ـــ زہر کو اس سے کہیں زیادہ خطرناک زہر میں ڈبویا ہے اور پھر ترجمہ نگار نے اس دو آتشہ کو مزید سریع الاثر کرنے کے لئے تیسرے خطرناک زہر میں غوطہ دے کر سہ آتشہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

کیا یہ تبصرہ کافی ہے؟

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ ان تحریروں کا تحقیقی طور پر جواب دینے کے لئے ہزاروں نہیں تو سینکڑوں صفحات کی ضرورت یقیناً ہے اور اگر یہ ہفوات حضرت ابوطالبؑ کے حق میں بتائی جانے والی آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کے ضمن میں بیان نہ کی ہوتیں تو ہم انہیں اس کتاب میں ہرگز درج نہ کرتے۔

اب جب کہ ان روایات کو بامر مجبوری یہاں نقل کر ہی چکے ہیں تو ان پر کم از کم ہلکا پھلکا تبصرہ کر دینا انتہائی ناگزیر ہے۔

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس مختصر تبصرہ پر ذاتی طور پر مطمئن نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی دیگر متعدد تحریریں مع ان تحریروں کے جنہیں آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کا مکمل ترین جواب اپنی کتاب "بحث مِن دُون اللہ" میں پیش کر رہے ہیں اور یہاں صرف چند وضاحتی نوٹ اور کچھ ان لوگوں کے گھر کی تحریریں پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

تفسیر کیسے کریں؟

کتاب احادیث میں قرآن مجید فرقان حمید کی آیات مبارکہ کی تفسیر کرنے والوں کو جو انتباہ کیا گیا ہے اس کا اختصار یہ ہے۔

﴿۱﴾ قرآن کی تفسیر قرآنی آیات کی روشنی میں کریں۔

﴿۲﴾ قرآن کی تفسیر احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں کریں۔

﴿۳﴾ قرآن پاک کی تفسیر اقوال صحابہ کو سامنے رکھتے ہوئے کریں "کتب اصول تفسیر متفقہ علیہ"

﴿۴﴾ قرآن کی تفسیر اپنی مرضی سے اگر درست بھی کی جائے تو جرم عظیم ہے۔ ترمذی وغیرہ۔

﴿۵﴾ قرآن کی تفسیر اپنی مرضی سے کرنے والا جہنم میں پیٹھ کے بل اور پیٹ کے بل کھینچا جائے گا۔ ترمذی مشکوٰۃ۔

﴿۶﴾ قرآن کی تفسیر اپنی مرضی سے کرنے والا کافر ہے۔ متفق علیہ

﴿۷﴾ قرآن کی تفسیر کرتے وقت کافروں کے حق میں آنے والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے شریر ترین مخلوق ہیں۔ بخاری

اِنتباہ کے باوجود۔

اس واضح ترین اِنتباہ کی موجودگی میں اگر کوئی شخص دانستہ طور پر تفسیر بالرائے کرنے کے جرم میں جہنّم کا ایندھن بننا چاہتا ہے تو اسے اس کی ازلی شقاوت سے کیسے بچایا جا سکتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ جانتے ہوئے بھی کہ کفار کے حق میں آنے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے لوگ شریر الخلق ہیں اور یہ وضاحت بھی اس کی معتمد کتاب بخاری شریف ہی میں کی گئی ہو تو اسے شر انگیزی سے کیسے روکا جا سکتا ہے۔

بہر کیف! حاشیہ نگار اور مترجم کی ملی بھگت سے آیت کریم انک لا تھدی من احببت کے ضمن میں تاجدار انبیاء و مرسلین حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا انکار کرنے کے لئے جس آیت کا سہارا لیا گیا ہے اس کے متعلق لوگوں نے بالوضاحت خود ہی بتا دیا ہے کہ یہ آیت کریمہ مومنین کے حق میں ہے۔

چنانچہ پہلی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اَلَّذِینَ یَخَافُونَ سے مراد مومنین لئے ہیں اَنْذِرْ بِہِ الَّذِیْنَ وہ مومن مراد ہیں جن کے پہلو میں ایسے دل پائے جاتے ہیں جو احکام الٰہی کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

مُسلمان کہاں ہیں

بڑا تعجب ہے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ اس کے بعد نقل کردہ تمام آیات مقدسہ واضح طور پر کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں یہ حکم صادر فرمایا جا رہا ہے کہ اب پہلی آیت سے بعد میں نقل کردہ آیت ملا کر پڑھو تو وضاحت ہو جائے گی کہ سوائے وہابیہ کے دنیا میں ایک بھی توحید پرست اور مسلمان موجود نہیں بلکہ مسلمان کہلانے والے تمام لوگ مشرک بدعتی اور شریروں کی شریر اولاد ہیں۔

دو ہزار

ہمارا دعویٰ بلکہ انعامی چیلنج ہے کہ اگر دنیا کے تمام خارجی وہابی مل کر بھی ان آیات کو مومنوں کے حق میں نازل ہونا ثابت کر دیں جنہیں ایک دوسری سے ملا کر پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے تو ہم مبلغ دو ہزار روپے نقد ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اگرچہ ایک شاہ کی ایڈ کے مقابلہ میں یہ انتہائی معمولی رقم ہے مگر ہمارا

دعویٰ ہے کہ یہ لوگ کسی بھی صورت میں یہ انعام نہیں جیت سکتے۔

شفاعت کا منکر کہاں ہوگا

قارئین ہمارے اس دعویٰ کے دلائل و شواہد تو ہماری کتاب بحث "مِنْ دونِ اللّٰہ" میں ملاحظہ فرمائیں گے مگر اس اَمر کو ذہن نشین رکھیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ کے منکر ہو کر اپنے اعمال پر بھروسہ کرنے کا درس دے رہے ہیں یہ قطعی طور پر شفاعتِ مصطفیٰ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محروم رہیں گے اور شفاعتِ مصطفیٰ سے محرومی کا واضح مطلب جہنّم کا ایندھن بننا ہے۔

خالق مخلوق کے حضور میں

ہدایت المستفید کی نقل کردہ عبارات میں قارئین کرام کو ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی یاد ہوگا کہ سفارش صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ عالی جناب! اپنی توحید جدید کا پشتارہ کمر پر اچھی طرح کستے ہوئے بھی بتا دیا ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کس کے حضور میں کھڑے ہو کر سفارش اور شفاعت کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

اگر کارروائی جاری رہی

بہرکیف! یہ امپورٹ شدہ وحشت ناک تحریریں اِس قدر زہریلی

ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ خالق کائنات جل مجدہٗ واعظم شانہ کو بھی معاف نہیں کرتیں۔

ناوک نے ترے صید نہ چھوڑا زمانے میں

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم پر رحم کرے اگر یہ درآمدی کاروائیاں مزید کچھ عرصہ تک جاری رہیں تو پھر یہاں ایمان کے باقی رہ جانے کے امکانات کم سے کم تر ہوتے چلے جائیں گے۔

اب ہمارے قارئین پہلے تو وہابیہ کے گھر سے ہی ان کی پیش کردہ ہولناک تحریروں کی تردید وتکذیب کے چند مناظر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کے بعد حضرت ابوطالبؓ کے ساتھ حضرت عبدالمطلب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر آباؤ اجداد والکرام کی بخاری کی روایت میں جکڑا ہوا ملاحظہ فرمائیں۔

اِتصالِ زہر اور تریاق

حدیث شریف میں آتا ہے اگر کھانے پینے کی کسی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے اس کھانے یا مشروب میں ڈبو کر باہر پھینک دو اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مکھی کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے میں تریاق چنانچہ جب مکھی کھانے وغیرہ پر حملہ کرتی ہے تو اپنی عادت کے مطابق اسی پر کے پہلو بیٹھتی ہے جس میں زہر ہوتا ہے لہٰذا اگر اس کا دوسرا پر بھی ڈبو دیا

جائے جس میں تریاق ہے تو زہر کا اثر زائل ہو جاتا ہے معروف منکر حدیث غلام احمد پرویز نے مقام حدیث کتاب میں اس حدیث کو بھی اپنی عادت کے مطابق ہدف طعن اور نشانہ تمسخر بنایا ہے اور اس امر کو خلافِ نفاست اور کراہت کا موجب بتایا ہے حالانکہ یہ اس کی انتہائی بدقسمتی کی دلیل ہے کہ وہ علمِ رسالت کی ان حکمتوں سے یکسر بے بہرہ ہے جو اس قسم کے امور میں پوشیدہ ہیں کاش اس قسم کے لوگ گھی کے وہ برتن بھی نالیوں میں خالی کر دیا کرتے جن میں متعدد مکھیاں پڑ جانے کی صورت میں گھی پھینکنے کی بجائے مکھیاں ہی نکال کر پھینکتے ہیں۔

بہر حال یہ ایک الگ مضمون ہے اس لئے اس کو قلم انداز کر دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ زیر بحث ہدایۃ المستفید کی زہریلی عبادت کا توڑ پیش کرتے کرتے ہمارا خیال آیا کہ کیوں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منقولہ بالا حدیث سے استنباط کرتے ہوئے مکھی کا وہ پر ہی ڈبو دیا جائے جس میں تریاق موجود ہے۔

قارئین یقیناً ہمارے اس فیصلہ سے متفق ہوں گے کیونکہ یہ نہایت آسان اور قریب تر راستہ ہے اگر ہم نے ان زہریلی عبارتوں کے تردید و بطلان کے لئے وہی طریقہ جاری رکھا جس سے بحث کا آغاز کیا گیا ہے تو عین ممکن ہے کہ یہ مضمون ایک صد صفحات سے بھی متجاوز ہو جائے اور ابھی تو

ہمیں دیگر بھی بے شمار ضروری مسائل کو زیرِ بحث لانا ہے چنانچہ اب مکھی کے زہریلے پر کے اثرات زائل کرنے کے لئے مکھی کا وہ پر ڈبو رہے ہیں جس میں تریاق موجود ہے۔

مندرجہ ذیل اکثر عبارتیں علامہ وحید الزمان غیر مقلد کی کتاب ہدیۃ المہدی کی ہیں کیونکہ ہدایۃ المستفید کے مقابلہ میں ہدیۃ المہدی زیادہ بھرپور نام ہے کہیں کہیں اس گروہ کے دوسرے متقدمین ومتاخرین علماء کی تحریریں بھی آپ کے سامنے آئیں گی جو یقیناً اس درآمد شدہ زہر کے مقابلہ میں تریاق کا حکم رکھتی ہے۔

علامہ وحید الزمان صاحب نے اپنی جماعت کے اس متشددانہ رویہ سے گھبرا کر یہ کتاب تالیف کی ہے جو ان لوگوں نے جمہور اہلِ سنت کو کافرو مشرک بنانے کے لئے اپنا رکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔

ہماری جماعت خالی ہے

اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مطلق طور پر کسی دوسرے سے استعانت طلب کرنا اور ن کے حضور استغاثہ پیش کرنا شرک ہے بے شک ایسا گمان غلو زیادتی اور حد سے تجاوز کر جانے کے مترادف ہے۔

ہماری جماعت میں سے ابن تیمیہ اور ابن قیم نے انبیاء کرام علیہم

السّلام اور اولیائے صالحین کی قبور کی حاضری کے موقع پر زائرین کو حاصل ہونے والے فیوض و برکات اور لذایذ قلبیہ کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ زیارتِ قبور کا مقصد فوت شدگان کے لئے دُعا اور استغاثہ کرنا ہے اور زائرین کا اس میں یہ فائدہ ہے کہ وہ نصیحت اور عبرت حاصل کریں اور موت کو یاد کریں اور سے دنیا جی نہ لگائیں۔

اور ہماری جماعت کے کثیر لوگوں نے اس اُمر کا اثبات کیا ہے جس کا ابنِ تیمیہ اور ابن قیمؒ نے انکار کیا ہے اور ان تسلیم کرنے والوں میں متاخرین سے الشیخ ولی اللہ دہلوی اور ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز اور سیّد احمد ہیں جب کہ متقدمین سے امام شافعی، ابنِ حجر کی اور تمام تر صُوفیائے کرام رضی

وبهذا ظهر ان من اصحابنا من زعم ان مطلق الاستعانة بغير الله شرك فقد غلا وتجاوز لحد نعوذ بالله من الغلو والافراط ۔

﴿ہدیۃ المہدی ص ۱۹ از علامہ وحید الزمان﴾

انكر من اصحابنا الشيخان الفيوض والبركات واللذائذ القلبيه للتى تحصل لزائرى قبور الانبياء والصلحاء وقال مقصود الزيارة والدعا والاستغفار للموتىٰ وايصال النفع اليهم والعبرة والانزجار وتذكر الموت والزهد فى الدنيا للزائر فحسب۔

واثبتها كثير من اصحابنا كالشيخ ولى الله الدهلوى وابنه عبدالعزيز والسيد احمد من المتاخرين والشافعى وابن حجر المكى من

اللہ عنہم نے متفقہ طور پر اس کا اثبات کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے قبورِ انبیاء و صلحاء سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات اور لذّات و کیفیّات کا مشاہدہ کیا ہے اور باتیں ہمارے تجربہ میں آچکی ہیں یہاں تک کہ ان لوگوں کے حضور میں ان مشاہدات کا انکار کرنے کی کسی کو مجال نہیں۔

شیخ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قلائد میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کو متبرک سمجھتے ہوئے وہاں سے برکات حاصل کرتے تھے اور آپ کی قبر انور پر جا کر جو دعا مانگتے تھے وہ یقیناً قبول ہو جاتی تھی۔

المتقدمین والصوفیه کلهم متفقون علی الاثبات وقالوا انه شاهد عرب حتی انه لم یبق للانکار مجال عندهم،

روی الشیخ ابن حجر فی القلائد ان الشافعی کان تیبرك بقبر ابی حنیفة ویدعو عنده فیستجاب دعاء وه۔

﴿ہدیۃ المہدی ص ۲۳ للعلامہ وحید الزمان﴾

قال مولانا اسحاق فی مائته مسائل فصناك فرق بین نداء النبی ونداء غیره ونداء النبی ظاهر الجواز اذ کان نیة الصلوٰة والسلام قلت ان نادی میتا عند قبره یمکن ان یسمع ولکن لا تیقن بالسماع ناداه من بعید فالنادی اما مستغرق فی حبه کما ینادی العاشق معشوقه تیصور الغائب شاهدا او سفیه، لماللو نادی حیا بالکوفه وهو فی البصرة

مولانا اسحاق نے اپنی کتاب مأۃ مسائل میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا دینے اور دوسروں کو ندا دینے میں فرق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا دینے کا جواز ظاہر ہے جب کہ نیّت آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچانے کی ہو۔

میں کہتا ہوں کہ اگر مردہ کی قبر کے نزدیک ندا کی جائے تو ممکن ہے کہ وہ سن لے مگر دور سے ندا کو سن لینا یقینی نہیں مگر اس شخص کی ندا سنی جاتی ہے جو اپنے محبوب کی محبت میں مُستغرق ہو جیسا کہ عاشق اپنے غائب معشوق کو حاضر و موجود متصوّر کرتے ہوئے پکارتا ہے جیسا کہ پُکارنے والا کوفہ میں ندا کرتا ہے اور اس کا محبوب بصرہ میں ہوتا ہے۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولینِ بدر کو ان

وبهذا ظهر ان ماتقوله العامه يارسو ل الله او ياعلي او ياغوث فمجرد النداء لاتحكم بشركهم كيف وقد نادى رسول الله صلى الله عليه وسلم قتلىٰ بدر يافلان بن فلان بن فلان وورد في حديث عثمان بن حنيف يامحمد ! اني اتوجه بك الى ربى ، صححه البيهقى والجزرى وقال الترمذى حديث حسن صحيح وفى روايته ، يارسول الله توجهت بك الى ربى ، وورد فى الحديث يا عباد الله اعينونى ۔

﴿ہدیۃ المہدی ص ۲۲﴾

کے نام لے لے کر اور فلاں ابنِ فلاں کہتے ہوئے پکارا۔

نیز عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کو اس طرح ندا کی گئی کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی اس حاجت میں آپ کے رب کے وسیلہ سے آپ کی توجہ کا طلب گار ہوں اس حدیث پاک کو امام بیہقی اور امام جزری رحمہم اللہ تعالیٰ نے صحیح کہا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن صحیح کہا ہے اور دُوسری روایت میں ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے پروردگار کے وسیلہ سے آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی مُشکل امر درپیش ہو تو اس طرح ندا کرو کہ اللہ کے بندو میری امداد و استعانت فرماؤ۔

ہم دائرہ اسلام توڑ رہے ہیں

علامہ وحید الزّمان رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد انتہائی کرب سے لکھتے ہیں کہ متاخرین میں سے ہمارے بعض بھائی شرک کے معاملہ میں انتہائی تشدد کرتے ہیں اور دائرہ اسلام کو توڑ دیتے ہیں اور شرک کے معاملہ میں مکروہ اور حرام کام شروع کر دیتے ہیں اور ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ کام شرکِ عملی یعنی شرکِ اصغر ہے اس خیال سے ہمارے یہ بھائی اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کے دروازے بند کر دینا چاہتے ہیں اور عفو و درگزر کے ذرائع مسدود

کردینا چاہتے ہیں اور دین میں انتہائی غلو اور تشدّد سے کام لیتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ تم دین میں تشدد اور غلو مت کرو۔

یہی تشدّد خارجیت ہے

اس تشدّد اور غلو کی بنا پر خارجیوں کو مارقین اور ناکثین کہا گیا ہے ہم اپنے بھائیوں کو ان امور میں اجمالی طور پر متنبہ اور خبردار کرتے ہیں وراس سے ہماری غرض اپنے اہلِ حدیث بھائیوں کی اِمداد کرنا ہے تا کہ ان سے خارجیوں جیسے امور واقع نہ ہوں اور اللہ ہی حفاظت فرمانے والا ہے اور وہی

شد وبعض الاخواننا من المعاصرين فى امرا شرك وضيق دائرة الاسلام وجعل الامور المكروهته والمحرمته شركا فان كان غرضه من هذاالشرك العملى اعنى الشرك الاصغرا والذرائع فالله يغفر له ويعفو منه والا فهو نمال ومشدد فى الدين وقال الله تعالىٰ لا تغلوا فى دينكم والتشديد فى الدين سيما الخوارج المارقين والناكثين ونحن ننبه على هذه الامور اجمالا وغرضنا صيانته اخواننا اهل الحديث عن الوقوع والله العاصم وهو الهادى الى سبيل الرشاد۔

﴿ہدیۃ المہدی ص۲۶﴾

﴿از علامہ وحید الزمان﴾

سیدھی راہ پر چلانے والا ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد مزید فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مشکلات یا قضائے حاجات میں انبیاء اولیاء سے استعانت طلب کرنا اگر چہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِذن وحکم اور رضا و قضا سے ہو یہ اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے یہ کلام غلط ور غیر صحیح ہے کیونکہ بے شک فرشتے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم اور قضا وارادہ سے لوگوں کی امداد کرتے ہیں نہ کہ اپنے اختیار وقدرت سے اور لوگ بھی ایک دوسرے کے مددگار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا ارشاد ہے۔

اور نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو

اور گناہ وزیادتی کے کاموں پر باہم مدد نہ دو۔

منها انه قال ان الاعانة في المشكلات او قضاء الحاجات ولو بقدرة الله تعالیٰ واذنه وامره رضاه وقضائه ليس من شان الانبياء والاولياء ومن اعتقد ذالك فهو مشرك وهذا كلام غير الصحيح لان الملائكة يعينو الناس بامر الله وقضائه وارادته لا باختيار هم وقدرتهم والناس يعينون بعضهم بعضا قال الله تعالیٰ۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ وقال وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ۔ وقال الله تعالیٰ

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ،

اگر وہ تم سے دین میں مدد چاہیں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ،

اہلِ زمین کے مددگار

پس تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار نشان والے فرشتے بھیجے گا

اور قرآن مجید میں ہے کہ ذوالقرنین نے کہا کہ قوت کے ساتھ یعنی زورِ بازو کے ساتھ میری مدد کرو۔

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس شخص ہمیشہ منصب ابدالیت پر فائز المرام ہیں گے ان کی وجہ سے زمین قائم رہے گی اور وہ اہلِ زمین کے مددگار ہیں۔

يُمْدِدْكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ، وقال ذو القرنين فاعينونى بقوة ۔ وفى حديث الابدال فى فتى ثلاثون رجلا بهم تقوم الارض وبهم تنصرون ،

وفى حديث حسان رضى الله عنه اللهم ايده بروح القدس ، وورد فى الحديث اذا نفلتت دابعه احدكم فى الارض فلاة فليتا ديا عبا د الله اعينونى فان اعتقد احد فى حق ارواح الانبياء والصلحاء بمثل ذالك لايلزم اشرك بالله ۔ ﴿هدية المهدى وحيد الزمان ص ۲۶،۲۷﴾

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الٰہی حسان کی رُوح القدس سے مدد فرما۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص زمین میں حیران و سرگردان ہو جائے تو کہے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو پس ان میں سے کوئی عقیدہ یا اس کی مثل اعتقاد انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام کی ارواح معظمہ سے رکھنا ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کو مُستلزم نہیں۔

یا محمد کی ندا کیسی ہے؟

دُعا کے شرعی معنے عبادت ہیں جیسے نماز اور یہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں اور ان آیات سے یہی مُراد ہے جن میں لفظ دُعا آیا ہے۔

مگر لغوی طور پر دُعا بمعنی ندا کے ہے تو یہ غیر اللہ کے لئے مُطلقاً جائز ہے خواہ وہ زندہ ہو یا فوت شُدہ دونوں اس مسئلہ میں برابر ہیں۔

اور نابینا کی حدیث سے ثابت ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کہا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ خُدا تعالیٰ کے وسیلہ سے میری طرف توجہ فرمائیں اور دوسری حدیث یہ ہے کہ اُے اللہ کے بندو میری امداد کرو۔

اور عبداللہ ابن عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب اُن کے پاؤں سُن ہو گئے تو کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم توجہ فرمایئے اور جب مُلک رُوم میں نصرانیوں کی طرف صحابہ کرام گئے تو شہید ہونے والوں نے پکارا یا محمداہ

اور ابن جوزی نے صحابہ کرام سے روایت کی ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد پکارتے تھے یا عمراہ یا عمراہ اس روایت کو ابنِ حبّان نے بھی نقل کیا ہے اور سیّد احمد بریلوی نے کہا ہے کہ اَے قبلۂ دین مدد فرمایئے اَے کعبۂ ایمان مدد فرمایئے اَے ابنِ قیّم مدد کیجئے اے قاضی شوکانی مدد فرمایئے۔

الدعا الشرعی عباده کالصلواة فلایجوز من غیر الله وهی المراد فی الآیات التی ورد فیها لفظ الدعا اما الدعا اللغوی بمعنی الندا فیجوز لغیر الله مطلقا سواء کان حیا او میتا،

وثبت فی الحدیث الاعمی ، یامحمد انی اتوجه بك الی ربی ، وفی حدیث آخر یا عبا الله اعینونی وقال ابن حین زل قدمه وامحمداه ولما ملك الروم الشهداء الی النصرانیه قالوا یامحمد اه ،

رواه ابن الجوزی من اصحابنا وقال اویس القرنی بعد وفات عمر ، یاعمراه یاعمراه رواه ابن حبان ، وقال السید احمد فی بعض توالیفه ـ

قبلہء دین مدد ے کعبہء ایماں مدد ے

ابن قیم مدد ے ، قاضیء شوکاں مدد ے

﴿ہدیۃ المہدی از علامہ وحید الزمان ص ۲۳﴾

مشاہدات کا انکار کرو

اور مشائخ صوفیاء کرام قدس اسرارہم اور بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ امر ثابت ہے اور میرے شیخ مولانا اسحاق نے اپنی کتاب مأتہ مسائل میں کہا ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے مگر میں کہتا ہوں کہ جب فوت شدگان کے لئے سماع اور ادراک ثابت ہے پھر اس سے منع کرنے کے لئے مانع کے پاس کیا جواز ہے جب کہ بے شمار اولیاء کرام جن کی تعداد کا حصر نہیں کیا جا سکتا کا یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ فوت شدگان سنتے بھی ہیں اور ادراک بھی رکھتے ہیں اور یہ ہرگز جائز نہیں کہ جو بات عقل میں نہ آئے اور اسے جھٹلا دیا جائے چنانچہ مناسب یہی ہے کہ افراط و تفریط کے معاملہ میں محتاط رہا جائے اور ان امور کا انکار ترک کیا جائے۔

والبته المشائخ الصوفية قدس الله اسرارهم و بعض الفقهاء رحمهم الله۔

و قال شيخنا مولانا اسحاق في كتاب مائة مسائل هذا المسئلة مختلفة فيها قلت اذا السماع والادراك للموتى فاى مانع يمنع منه سيما الأجر به كثير من الاولياء بحيث لا يحصى عدهم ولا يجوز العقل تكذيبهم و مع ذلك الاحوط الاقتصار على الزيارة السنية و ترك الانكار۔

پیشوائے وہابیہ علامہ وحید الزماں نے حق گوئی کے معاملہ میں اپنے گروہ کے متشدد دین کے فرسودہ تخیلات کی جس طرح بیخ کنی کی ہے وہ مزید کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔

اِن ناقابلِ تردید حقائق سے روشناس ہونے کے باوجود وہ حضرات غیر مقلد وہابیہ محض ضدِ صداقت کی وجہ سے اپنے تیار کردہ تصوراتی عقائد سے رجوع نہ کریں اور بقول علامہ موصوف کے خارجیوں کی فہرست میں اضافہ کرنے کے لئے مارقین وناکثین کے زمرہ میں رہنا چاہیں تو یہ اُن کا ذاتی معاملہ ہے ہم اس سلسلہ میں انہیں کسی بھی قسم کا مشورہ دینے کی پوزیشن میں نہیں۔

تاہم تحقیق جدید کے دلدادگان اُن نونہالانِ وطن کی خدمت میں ضرور یہ التماس کریں گے کہ محض تن آسانیوں کے حصول کے لئے حقائق سے دُور ہونے کی کوشش نہ کریں۔

کیونکہ مادیت کا یہ زہر آپ کی رُوح کی موت بھی ثابت ہو سکتا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ تن آسانی اور مادیت کے زہروں کے حصول کے لئے آپ کا رواں رواں خُود ہی یہ صدا دے رہا ہے۔

زہر دیتے ہوئے کیوں ہاتھ لرزتے ہیں ترے
مجھ کو پینے سے تو انکار نہیں ہے کوئی

یہ جرأت کیسے ہوئی

قارئین کرام سے مخفی نہیں ہوگا کہ آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ کی آڑ لے کر ان لوگوں نے کس کس ہولناک طریقہ سے مالک ومختار کائنات شفیع المذنبین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ کا واضح ترین انکار کرنے کی جسارت کی ہے۔

شاتمانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ جسارت محض اس لئے ہوئی ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایسی آیت کو جو اصولِ تفسیر کے جاننے والوں کے نزدیک متفقہ طور پر متشابہات میں شمار ہوتی ہے اِس قوّت سے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان لوگوں کی جسارت اس حد تک بڑھ گئی کہ اب وہ بلا خوف وخطر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرتِ شفاعت کی نفی میں استعمال کرتے ہیں۔

حالانکہ اس کے ساتھ ہی قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا واضح ترین یہ فرمان بھی موجود ہے کہ انك لتهدى الى صراط المستقيم یعنی محبوب آپ یقیناً راہِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور یہ آیت کریمہ متفق علیہ محکمات میں شمار ہوتی ہے۔

ہم ان لوگوں کو کیا کہیں جن کے سینے میں ساری دُنیا کے نجات دہندہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق بُغض وعناد کے شُعلے ہمہ وقت بھڑکتے رہتے ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کو جو کچھ بھی سمجھایا جائے اس لئے بیکار محض ہے کہ یہ اس بیمار گروہ کے ساتھی ہیں جن کے امراض کو مزید بڑھانے کا وعدہ اللہ تبارک وتعالٰی نے قُرآن مجید فرقان حمید میں کر رکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو قطعی پر نظرانداز کرتے ہوئے صرف ان حضرات کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں جن کے دلوں میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ اسی محبّت اور والہانہ عشق کی شمعیں بھی فروزاں ہیں اور یہ وہ محض روایات پرستانہ ذہنیّت کی وجہ سے ان حقائق کے قریب نہیں ہو سکے جن کو جان لینے کے بغیر تکمیلِ محبّت کا فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ گمراہ فرقوں کے لوگ اس آیت کریمہ کی آڑ لے کر کس کس انداز سے توہینِ رسالت کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اَحادیثِ شفاعت

ہم اس سے پیشتر بھی متعدد مرتبہ اس اُمر کا اعادہ کر چکے ہیں کہ اگر حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت پہنچنے والی روایات درست ہیں تو پھر ان کا کافر و مشرک رہنا کسی بھی صورت میں ثابت نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اس سلسلہ میں ہم نے کتاب ہذا

کی جلد دوم میں تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باذنِ اللہ شفاعتِ کبریٰ کے متعلق ایک باب مقرر کیا ہے جس میں قارئین کے سامنے اثباتِ ایمان ابی طالب کے ساتھ ساتھ اُن ناقابل تردید حقیقتوں کو بھی پیش کیا جائے گا جو گزشتہ اوراق میں نقل کی گئی نجدیوں کی شرانگیز تحریروں اور شرمناک جسارتوں کا دامن چاک چاک کرنے کے ساتھ ان لوگوں کے کافرانہ اور سفیہانہ اندازِ فکر کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں گی انشاء اللہ العزیز۔

مکھی کا پَر ڈبوتے ہیں

اس مقام پر ہم اپنے وعدہ کے مطابق زہرِ نجدیت کو زائل کرنے کے لئے پھر وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں جو اس سے پہلے علامہ وحید الزمان کی تحریریں پیش کرنے کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔

چنانچہ اس طائفہ کے معتمد ایک اور بزرگ کی چند تحریریں دیکھیں جن میں ان کے پھیلائے ہوئے زہروں کا کافی حد تک تریاق موجود ہے۔

اہلِ قبور سے مدد مانگنا

اہلِ قبور سے استمداد کرنا ایک ایسا امر ہے کہ مشائخ صوفیا جو کہ اہل کشف و کمال سے ہیں ان کے نزدیک یہ کامل طور پر ثابت ہے حتیٰ کہ وہ حضرات کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کی ارواح سے فیض حاصل ہوا ہے چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا ہے کہ قبر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مجرب تریاق

ہے دُعا قبول ہونے کے لئے اور حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے کہ جس سے حیات کی حالت میں اِستمداد کیا جاتا ہے اس سے اس کی موت کے بعد اِستمداد کیا جاتا ہے امام ذہبی نے فرمایا ہے کہ جب زائر قبر کے پاس جاتا ہے تو اس کے نفس کو ایک خاص تعلق اس صاحب قبر کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح اس صاحب قبر کے نفس کو ایک خاص تعلق اس زائر کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے ان دونوں تعلق کے سبب سے ان دونوں نفوس کے درمیان تقابل معنوی حاصل ہوتا ہے اور علاقہ مخصوص اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہوتا ہے تو زائر کا نفس مُستفیض ہوتا ہے۔

اور اگر اس کے بالعکس ہوتا ہے تو اِستفاضہ بھی برعکس ہوتا ہے اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ قبر کی زیارت میں نفع پایا جاتا ہے اور ایسا ہی صالحین اموات کے نفس سے استعانت کرنے میں بھی نفع پایا جاتا ہے اس واسطے کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد بھی نفس کا تعلق بدن کے ساتھ باقی رہتا ہے اور میت کے نفس کا تعلق اس تُربت کے ساتھ بھی رہتا ہے کہ جس میں وہ دفن کیا جاتا ہے جب زندہ اس تُربت کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفوس میں تلاقی حاصل ہوتی ہے اور استفاضہ حاصل ہوتا ہے۔

﴿فتاوی عزیزیہ ص ۱۶۹ / مؤلفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی﴾

جب تم حیران ہو جاؤ

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اِمدادِ زندہ کی قوی ہے میت کی اِمداد سے یا اس کے برعکس بعض محققین کے نزدیک دُوسری شق مختار ہے اور اس بارے میں بعض روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب تم متحیر ہو جاؤ امور میں یعنی کوئی کام انجام کرنے میں متحیر ہو جاؤ تو چاہیئے کہ مدد چاہو اُصحابِ قبور سے،

یہ تصرّف یہ امداد

شیخ اجل شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ نہیں پائی جاتی کتاب وسنّت اور سلف صالحین کے اقوال میں کوئی ایسی چیز جو اس اِمداد واِستعانت کے مخالف ہو اور اس کو ردّ کرے اور حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ثابت ہوا کہ رُوح باقی رہتی ہے اور اس کا ایک خاص تعلّق بدن کے اُجزا کے ساتھ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد اور اس بدن کی کیفیت متغیّر ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے کہ اس تعلّق کی وجہ سے قبر کی زیارت کرنے کے لئے جو لوگ آتے ہیں ان کے احوال سے اس رُوح کو خبر ہوتی ہے۔

اور کاملین کی اُرواح کو بحالتِ حیات اللہ تعالیٰ کے نزدیک قُرب کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اس وجہ سے ان کی رُوح کرامات اور تصرفات اور

استمداد میں موثر ہوتی ہے اور موت کے بعد بھی قُرب کا درجہ باقی رہتا ہے اس وجہ سے تصرّفات کی قوت بھی باقی رہتی ہے جس طرح حیات میں یہ قوت رہتی ہے کیونکہ اس وقت رُوح کا تعلّق کُلی بدن کے ساتھ رہتا ہے پھر موت کے بعد تصرّفات کی وہ قُوّت زیادہ ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں استمداد سے انکار کرنے کے لئے کوئی صحیح وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے۔

مگر یہ کہ اوّل اُمر سے منکر ہو جائیں یعنی یہ کہیں کہ موت کے بعد رُوح کی مفارقت بدن سے ہو جاتی ہے اور حیات کا علاقہ زائل ہو جاتا ہے تو اس حالت میں رُوح کا تعلّق کچھ بھی بدن سے نہیں رہتا تو یہ نقل کے خلاف ہے اس صورت میں قبر کی زیارت کرنا اور قبر کے پاس جانا سب لغو اور فضول ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسا اُمر ہے کہ عامہ اخبار اور آثار سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۶۹﴾

کائنات کا مدار اعظم

معروف غیر مقلد بزرگ حضرت علّامہ قاضی محمد سُلیمان منصور پوری سراجاً مُنیرا کی تفسیر فرماتے ہوئے تمام کائناتِ عالم کو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محتاج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سورہ فُرقان اور سورہ نُور میں آفتاب کو سراجا اور سورہ نبا میں سراجاً

وھاجاً فرمایا ہے مگر سراجاً منیراً ایک ایسا لفظ ہے جس کا استعمال ذاتِ پاک نبوی کے سوا اور کسی کے لئے نہیں فرمایا گیا۔ نظامِ شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے کیونکہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلۂ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے یہی نیرِّ اکبر ہے۔

عالمِ کون وفساد میں آفتاب کی بڑی ضرورت ہے اس کی حرارت کا نُور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہے۔

اَب خداوند کریم عالم رُوحانی کے نیرِّ اعظم کو اپنے نُور میں دکھاتا ہے اور سیّدنا و مولٰنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سِرَاجاً مُنِیراً کے خطاب سے روشناسِ عالم فرماتا ہے سچ ہے کہ آپ جُملہ سیارگانِ سماء نبوّت کا مدارِ اعظم بھی ہیں اور عالمِ شریعت کی بقائے دوام کی علّتِ اُولیٰ بھی۔

بعض شپرہ چشم آفتاب کی روشنی میں چُندھیا جاتے ہیں اور بعض بُوم طبع رات کی تاریکی ہی میں بال و پر کھولتے ہیں یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوارِ محمدی کی تاب نہیں لا سکتے اور ضوء رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے۔

﴿رحمۃ للعالمین جلد دوم ص ۳۱۳﴾

تریاق کی صُورت میں پیش کردہ ان چند تحریروں سے روشناس ہونے کے بعد اب آپ ہدایۃ المستفید کی زہریلی تحریر کا وہ آخری حصّہ ملاحظہ

فرمائیں جس کو نشانہ بنا کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت وشفاعت کا انکار کیا گیا ہے۔

واپس آئیں

اپنے مضمون سے قریب تر رہتے ہوئے فری لسٹ میں درآمدہ شدہ زہریلی تحریروں کا تریاق انتہائی اختصار کے ساتھ اہلِ اسلام کے سامنے پیش کر دیا ہے استفادہ خوبیءِ مقدر کے ساتھ مشروط ہے اور اللہ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

اب قارئین وہ روایت ملاحظہ فرمائیں جس کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت وہدایت کے انکار کے ساتھ ساتھ آپ سے استعانت طلب کرنے والوں کو بھی مشرک بنانے کا فریضہ ادا کیا گیا ہے۔

درج ذیل روایت نقل کرنے کے بعد ہدایۃ المستفید کے مترجم اور حاشیہ نگار نے حضرت ابوطالبؑ کے علاوہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان پر جو ڈاکہ زنی کرنے کی کوشش کی ہے وہ ان حضرات کے لئے یقیناً ایک لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے جو ایک طرف تو حضرت عبدالمطلب کو مومن و موحد تصور کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی ملت کو ملتِ شرکیہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

بہرکیف زیر بحث روایت مع مزید حاشیہ آرائی کے پیشِ خدمت

ہے جس پر حسب ضرورت اختصار کے ساتھ تبصرہ بھی کر دیا گیا ہے۔

وہ روایت یہ ہے

ترجمہ بلفظہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ حضرت مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کے آثار دکھائی دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابوامیہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! چچا جان! کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کر لو میں تمہارے لئے یہی کلمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور دلیل پیش کروں گا ابو جہل اور عبداللہ بن اُمیہ بولے کیا عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار کلمہ شہادت کی ترغیب دیتے تھے اور وہ دونوں ابو طالب کو اپنے مذہب پر قائم رہنے پر اصرار کرتے تھے ابو طالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہی قائم رہے گا اور اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا انکار کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا جب تک مجھے

روک نہ دیا گیا میں تمہارے لئے استغفار کرتا رہوں گا اس پر اللہ کریم نے یہ
آیت نازل فرمائی کہ،

نبی اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے
لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ رشتہ داری کیوں نہ ہوں۔

اور ربّ ذوالجلال نے ابوطالب کے بارے میں یہ آئت نازل
فرمائی کہ اے نبی تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے
ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے
والے نہیں۔

﴿ہدایت المستفید اردو ترجمہ فتح المجید علی کتاب التوحید صہ ۶۸۹ تا ۷۰۰﴾

ہاتھ کی صفائی

مذکورہ بالا کتاب ہدایۃ المستفید سے اس کتاب کا عربی متن مع اُردو
ترجمہ کے بلفظہ اس مضمون کی ابتداء میں ہی نقل کر دیا گیا تھا یہاں صرف اس
کتاب سے محض اردو ترجمہ نقل کر دینے پر اس لئے اکتفاء کیا گیا ہے کہ ترجمہ
نگار نے جو ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے قارئین بھی اس پر مُطلع ہو سکیں۔

ان لوگوں کی ہاتھ کی صفائی یا حُسنِ دیانت داری یہ ہے کہ پہلے تو یہ
بتایا کہ یہ روایت بخاری شریف سے نقل کی گئی اور پھر ترجمہ کسی دوسری کتاب
میں آنے والی اس حدیث کا کر دیا جس میں راویوں کی کمزوری دور کرنے

کے لئے ایک ایسے راوی کا مزید اضافہ کر دیا جسے ناقدینِ رجال پُوری قوّت سے مُسترد کر چکے ہیں بہرحال ملاحظہ ہو۔

دادا بھی ٹھونس دیا

مذکورہ ترجمہ میں خط کشیدہ سطر میں راویان کرام کا سلسلہ مضبوط کرنے کے لئے آپ اصل عبارت کو زیرِ تصرّف لاتے ہوئے ایک راوی کا یوں اضافہ کرتے ہیں کہ،

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت مسیب اپنے باپ حُزن رضی اللہ عنہ، سے روایت کرتے ہیں۔

حالانکہ عربی متن میں بھی انہی چند الفاظ کا اضافہ کر لیتے تو یقیناً یہ ان کا ایک عظیم کارنامہ ہوتا مگر وائے بدنصیبی کہ فریب بھی کارآمد نہ ہُوا اور ایمان و دیانت کا جنازہ بھی مُفت میں نکلوا لیا ان لوگوں کو قلمی بد دیانتوں کو دیکھتے ہیں تو بیساختہ زبان پر آ جاتا ہے۔

آدمیت پتھروں میں ڈھل گئی
یا خُدا کِس دَور میں پیدا کیا

تعارف

جناب حزن رضی اللہ عنہ کا نام اردو ترجمہ میں گھسیڑنے کے بعد

مترجم صاحب تعارفی طور پر مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ جناب مسیّب اور جناب حُزن دونوں صحابی تھے۔

قولہ عن ابن مسیّب ان کا مختصر نسب نامہ یہ ہے

سعید بن مسیّب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم القرشی،

اہلِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ جس قدر بھی مراسیل منقول ہیں ان میں سعید کی مراسیل بہت صحیح ہیں ان کی عُمر اسّی سال کے لگ بھگ تھی ۹۰ھ کے بعد فوت ہوئے۔

ان کے والد ماجد حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ صحابی تھے حضرت عُثمان کے دورِ خلافت تک زندہ رہے حضرت سعید کے جدِ امجد حضرت حزن رضی اللہ عنہ بھی صحابیٔ رسول تھے جنہوں نے جنگِ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

یہ فراڈ کیوں کھیلا گیا

قارئین شاید حیران ہوں کہ کسی ایک راوی کی کمی بیشی کو نشانہ بنا کر ہم ہم خواہ مخواہ سسپنس پیدا کر رہے ہیں مگر اس کا پس منظر معلوم ہونے پر وہ یقیناً ہماری اس گرفت کو انتہائی ضروری خیال کریں گے اور اس فراڈ کا پس منظر یہ ہے کہ بعض محدّثین نے تمام تر کُتبِ حدیث میں بخاری شریف کو

افضل قرار دے رکھا ہے اور اس فضیلت کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔

یہی ایک روایت

کہ امام بخاری نے اس کتاب میں جو احادیث بھی نقل کی ہیں ان میں ہر حدیث اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کی ابتداء میں روایت بیان کرنے والے دو صحابی ہوتے ہیں مگر پوری بخاری شریف میں حضرت ابو طالب کے حق میں بیان کی گئی۔

یہی ایک روایت موجود ہے جسے دو صحابہ کی بجائے صرف ایک صحابی سے ملنے کے باوجود شرف پذیرائی بخشا گیا اور صرف اسی ایک روایت کو نقل کرنے کے شوق میں امام بخاری اپنی پوری کتاب میں قائم کردہ شرط کو توڑنے پر مجبور ہو گئے۔

چنانچہ محدثین کو واضح طور پر لکھنا پڑا کہ بخاری کی یہ ایک روایت اس کی شرط پر پوری نہیں اترتی۔

اُمید ہے قارئین اس پس منظر کو جان لینے کے بعد سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ "ہدایۃ المستفید" کے حاشیہ بردار اور ترجمہ نگار نے حضرت مسیب کے ساتھ ان کے والد جناب حزن کو بھی جوڑنے کی کوشش اس لئے فرمائی ہے کہ امام بخاری اگر اپنی شرط قائم رکھنے کے لئے دوسرے صحابی کا بروقت انتظام نہیں کر سکے تو اب کر لیا جائے۔

روایات کی ہی نہیں

قارئین کرام کی خدمت میں اب ایک ایسے بزرگ کی عبارت پیش کی جاتی ہے جسے فنافی البخاری کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا اور وہ بزرگ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اور صاحب الاصابہ ہیں آپ مذکورہ بالا زبردستی روایت میں ٹھونسے جانے والے بزرگ جناب حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ فتح مکّہ کے وقت اسلام لائے تھے اور انہوں نے پوری زندگی میں صرف ایک ہی روایت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے کہا حزن! تو آپ نے فرمایا نہیں تم سہل ہو۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری اور ابو داؤد زہری کے طریق سے سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا حزن نے کہا کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو میں نے عرض کیا حزن

آپ نے فرمایا! نہیں بلکہ تم سہل ہو۔

حزن فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور یمامہ کی جنگ میں حاضر تھے

اور اُن سے کوئی روایت نقل نہیں کی گئی سوائے اِن کے بیٹے کی اس روایت کے،

کیسے ٹھونسا

جناب مسیّب کے والد جناب حزنؒ کا نام بخاری کی روایت میں جڑ دیا حاشیہ نگار کی تصوراتی نگارش کے متعلق تو بتا ہی دیا ہے اب آپ کو یہ

روی البخاری وابو داؤد من طریق الزهری من سعید بن المسیب عن جده الی النبی صلی اللّٰہ علیه واله وسلم فقال له ! ما اسمك ؟ قال ! انت سهل الحنیث

اسلم حزن یوم الفتح وشهد الیمامة ولا نعرف عن روایته الا من ولده عنه ﴿الاصابہ جلد اول ص ۳۲۳﴾

واما قول الحاکم ان من لم یروعنه الاراد واحد فلیس هو من شرط البخاری ومسلم فمردود غلط الائمته فیه باخراجها حدیث المسیب بن حزن والد سعید بن المسیب فی وفاة ابی طالب لم یروعنه غیر ابنه سعید۔ ﴿المقدمہ مسلم نووی﴾

وباخراج البخاری حدیث عمرو بن تغلب انی لاعطی الرجل والذی ادع احب الی لم یرونه غیر الحسن۔

﴿مقدمہ مسلم نووی جلد اول ص ۱۷﴾

بتانا باقی ہے کہ آخر اس کے ذہن میں یہ نام آیا کیسے جب کہ بخاری شریف اور اس کی تمام شروح میں بتائے گئے راویوں کے سلسلہ میں کسی محدث نے بھی یہ نام مزید ٹھونسنے کی کوشش نہیں فرمائی۔

تو اس کا پس منظر یہ ہے کہ مستدرک للحاکم میں بیان کردہ روایت کی ابتدا حزن کے نام سے کی گئی ہے چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم مسلم شریف ہی کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں کہ حاکم کا یہ کہنا کہ حزن سے بیان کردہ یہ روایت کسی نے بھی بیان نہیں کی حالانکہ یہ بخاری کی شرط پر ہے قول مردود اور غلط ہے۔

آئمہ نے اس روایت کا اخراج مسیب بن حزن سعید بن مسیب کے والد سے حضرت ابو طالب کی وفات کے سلسلہ میں کیا ہے لیکن اس روایت کو بھی مسیب کے بیٹے سعید کے سوا کسی دوسرے صحابی یا تابعی نے بیان نہیں کیا۔

اسی سلسلہ میں بخاری پر جرح کرتے ہوئے نووی نے مزید لکھا ہے کہ انی لاعطی الرجل والذی ادع احب ولی عمرو بن تغلب کی حدیث کو بھی سوائے حسن کے کسی دوسرے نے بیان نہیں کیا۔

ممکن ہے

قولہ جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ابو جہل اور عبداللہ بن

ابی امیہ ابو طالبؑ کے پاس بیٹھے تھے ہو سکتا ہے اس وقت مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں بیٹھے ہوں کیونکہ یہ تینوں کافر تھے ابو جہل تو حالتِ کفر میں ہی مرا اور باقی دونوں نے دولتِ اسلام سے متمتع ہونے کا شرف حاصل کیا۔

حافظہ نہ باشد

مترجم صاحب کے تعارف نامہ کو زیرِ بحث لانے سے پہلے ہم اپنے قارئین کو از سرِ نو اس بات کی یاد دہانی کراتے ہیں حالانکہ ہمیں یقین ہے کہ آپ ابھی بھولے نہیں ہوں گے کہ محشی صاحب نے اُردو ترجمہ میں اس روایت کے پہلے راوی کا نام حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ سعید نے اپنے باپ مسیّب سے اور مسیّب نے اپنے باپ حزن سے روایت کی ہے۔

مگر اب آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ ابو طالبؑ کے پاس ابو جہل وغیرہ کے ہمراہ مسیّب بھی موجود ہوں محشی صاحب کے اس ممکن کو تو محدثین کرام ناممکن بنا چکے ہیں جس کی تفصیل زیر آئت انک لا تھدی بیان کر دی گئی ہے کہ جناب مسیّب حضرت ابو طالب کے احتضار کے موقع پر بحیثیت کافر بھی موجود نہیں تھے مگر حیرت تو یہ ہے کہ محشی صاحب نے اس مقام پر یوں کیوں نہیں فرمایا کہ ممکن ہے وہاں حضرت حزن رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوں جب کہ آپ اپنی عبارت میں اس روایت کے پہلے راوی کی

حیثیت سے ان کا تعارف بھی کروا چکے ہیں۔ افسوس کہ آنجناب کی قوتِ متخیلہ نے جس راوی کو جنم دیا تھا اسے اپنا بھی نہ سکے اور باقی روایت میں بھی ممکن ہے کا سہارا تلاش کرتے پھرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ،

اِک چاند کی تلاش میں کھو کے نگر نگر
لوٹے تو آسماں نے ستارے بجھادیئے

عبادت کیسے کرتے

محشی صاحب مزید فرماتے ہیں۔

قولہ لَا اِلٰہ الا اللّٰہ، حضورؐ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابو طالب کو کلمہ توحید کے اقرار کرنے کی ترغیب دی، لیکن ابو طالب نے انکار کر دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ علم و یقین کے ساتھ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مُشرکین و کفّار سے اظہار بریت کیا جائے اور تمام عبادات پُورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کی جائیں اور یہ کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین "لا الٰہ الا اللہ" کے مطلب کو خوب سمجھتے تھے، اس وقت مکۃ المکرمہ میں دو ہی قسم کے لوگ تھے مُسلمان اور کافر اور اس کلمے کا اقرار وہی شخص کرتا تھا جو شرک سے بالکل بیزار ہو۔

﴿ہدایۃ المستفید صفحہ ۶۹۳﴾

اِس کا کیا علاج ہے ؟

محشی صاحب قدرے نسیان کے مریض معلوم ہوتے ہیں جبھی و انہیں یاد نہیں رہتا کہ ابھی بات کیا ہو رہی تھی روایت کے لفظ ہیں ابا طالب ن الوفاۃ یعنی یہ واقعہ حضرت ابو طالب کے وقتِ احتضار کا ہے اب اس نسیان کا ہم کیا علاج بتا سکتے ہیں کہ ادھر تو عین وقت وفات کی بات چلا رکھی ہے اور ادھر پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کرنے کا خوف مسلط کیا جا رہا ہے اور بزعم خویش حضرت ابو طالب کو اس قسم کا کٹر مشرک ثابت کیا جا رہا ہے جو کسی بھی صورت میں مشرکین سے اظہار برءیت کرنے پر تیار نہ ہو حالانکہ زیرِ بحث روایت میں جناب ابو طالب کا ایک بھی ایسا لفظ نہیں جس سے ان کا مشرک ہونا ثابت ہوتا۔

بنا بر صدقِ روایت زیادہ سے زیادہ آپ کے یہ الفاظ ہیں کہ ملتِ عبد المطلب پر فوت ہو رہا ہوں حالانکہ کٹر مشرک ہونے کی صورت میں آپ کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں آپ کے ایک معبود کے مقابلہ میں اپنے سینکڑوں خداؤں کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں کیونکہ مشرکین مکہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے جواب میں یہی جملہ کہا کرتے تھے جس کا بالوضاحت تذکرہ اپنے مقام پر ہوگا۔

بہر کیف روایت کے الفاظ کو قطعی طور پر نظر انداز کرتے ہوئے

تخیلاتی حاشیہ آرائی اور تصوراتی تشریح ایک قابلِ نفرین حرکت اور لائق مذمّت فعل کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

روایت کو مناسب اور جائز تشریح و توجیہہ سے آراستہ کیا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے غیر متعصب اور بالغ ذہن کی ضرورت ہے یوں نہیں کہ۔

جیسے بچے نے شگفتہ پھول کو
توڑ کر سونگھا اُچھالا مَل دیا

ڈبل نسیان

ڈبل نمونیہ کی اصطلاح تو بچپن سے ہی سنتے آئے ہیں مگر ڈبل نسیان کے مریض سے پہلی بار ہی واسطہ پڑا ہے۔

چلتے چلتے ایک لطیفہ بھی سن لیجئے نسیان کے ایک مریض نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ مجھے نسیان کا مرض ہے کیا آپ میرا علاج کر سکیں گے ڈاکٹر صاحب نے پوچھا یہ بیماری آپ کو کب سے ہے جواب میں مریض نے حیرت زدہ ہو کر کہا کون سی بیماری؟

یہی حال ان محشی صاحب کا ہے لفظ احاج کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

احاج میں حرف "ج" مشدد ہے جو محاجّہ سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حالتِ موت میں بھی لا الہ الا اللہ کہہ لیا جائے تو اس کو حجت قرار دیا

جاتا ہے۔

اگر ابو طالب مرتے وقت بھی اس کلمہ کا اقرار کر لیتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور اس کی اس شہادت کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے۔

محشی صاحب اَب بھول گئے ہیں کہ ان کو بھولنے کا مرض لاحق ہے اور ورنہ فوراً ہی یہ اقرار نہ کر لیتے کہ یہ واقعہ فی الواقع حضرت ابو طالب کی زندگی کے آخری لمحات کا ہے اس حقیقت کے پیشِ نظر یہ تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا کہ بقول محشی حضرت ابو طالب نے اس لئے کلمہ نہیں پڑھا تھا کہ ان پر تمام تر عبادات محض اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہی کرنے کا خوف طاری تھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تو پھر ایک خُدا کا ہو کر رہنا پڑے گا

بہرکیف! محشی صاحب اگر یہ تسلیم نہ کریں کہ انھیں ڈبل نسیان ہے تو پھر ان کی ان توجیہات کا نام ڈبل کراس رکھنا پڑے گا مگر یہ اُمر بالغ ذہن ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔

ان دونوں صورتوں کے علاوہ اَب آخری صورت یہی باقی رہتی ہے کہ محشی صاحب نے اپنے متعلق یہ داعیہ قائم کر لیا ہو کہ،

منتشر رہنے میں پاتے ہیں اَب آرام حواس
شوق مجموعہ ہوشِ فردا افزا نہ رہا،

اصلی رُوپ

ہم نے بخشی صاحب کے متعلق جو اندازے قائم کیے ہیں قارئین چاہیں تو ان میں سے کسی ایک کو مسترد بھی کر سکتے ہیں کیونکہ اندازے میں غلطی کا امکان موجود رہتا ہے اس لئے اب آپ اس کا اصلی روپ ملاحظہ فرمائیں اور خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس گرگٹ نمائی کا اصلی نام کیا ہونا چاہیئے اس کے حاشیہ کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں۔

حُجّتِ ملعونہ ☆ عبدالمُطّلب کا مذہب

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال کا دارو مدار خاتمے پر ہے کیونکہ اگر ابو طالب خلوص دل سے ان تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جو نفی و اثبات کی صورت میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے وابستہ ہیں کلمہ پڑھ لیتا تو وہ لازماً اس کے لئے سود مند ہوتا۔

یہ وہی حُجّتِ ملعونہ ہے جو تمام مشرکین نے اپنے رسولوں کے سامنے پیش کی تھی حدیث کے ان الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابو جہل اور عبداللہ بن ابو امیہ اس کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے مقتضیات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کیونکہ اس وقت ان دونوں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اگر ابو طالب نے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کر لیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس نے عبدالمُطّلب کے مذہب سے اظہار بے زاری کر دیا ہے عبدالمُطّلبؓ کا مذہب شرک فی

الالوہیت ہی تو تھا البتہ توحید ربوبیت کا کافر ومشرک سب اقرار کرتے تھے۔

ابرہہ بادشاہ کو جو بیت اللہ کو گرانے کے لئے آیا تھا عبدالمطّلب نے یہی جواب تو دیا تھا کہ یہ اُونٹ میرے ہیں یہ مجھے واپس کر دو رہا بیت اللہ کا معاملہ تو اس کا مالک موجود ہے وہ تم سے خُود نمٹ لے گا انا رب الابل ولا بیت له رب یمنعه منك،

کیا عبدالمُطّلب کافر ومُشرک تھے؟

حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدِ امجد سیّدنا عبد المُطّلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ و دیگر آباؤ اجدادِ الکرام علیہم السلام کے متعلق اگرچہ خوارج وغیرہ گمراہ فرقوں کی طرف سے اب بھی اس قسم کی فتنہ انگیزی ظہور میں آتی ہی رہتی ہے کہ وہ کافر ومشرک اور جہنمی ہیں مگر اہلِ سنت و جماعت بالخصوص بریلوی حضرات اس امر پر متفق ومتحد ہیں کہ حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام تر آباؤ اجداد مع حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے قطعی طور پر مومن توحید پرست اور جنّتی ہیں اس اظہارِ حقیقت کے بعد ہم ان محققین کرام کی خدمت میں درخواست کریں گے جنہیں بریلوی ~~مکتب فکر سے~~ منسلک ہونے کا بھی شرف حاصل ہے کہ اگر آپ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہٗ کو کافر ومُشرک تسلیم کرنے پر ہی بضد رہے تو پھر کسی بھی صُورت میں آپ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ کو کُفر وشرک کے فتووں سے

نہیں بچا سکیں گے۔

ہمارے بعض بھولے بھالے اور سادہ لوح حضرات اس دلیل سے دل خوش کر لیتے ہیں کہ جناب عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ زمانہ فترت ہے جب کہ حضرت ابو طالب کا زمانہ بعثتِ مصطفیٰ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے لہٰذا حضرت ابو طالب کے کافر و مشرک ہونے سے حضرت عبد المطلب کے کُفر و شرک پر استدلال نہیں کیا جا سکتا حالانکہ ان حضرات کی دلیل تارِ عنکبوت سے بھی کمزور تر ہے کیوں کہ دشمنانِ خاندانِ مصطفیٰ کے پاس صرف یہی ایک دلیل ہے جس کے سہارے وہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار و مشرکین میں ثابت کرتے ہیں اور یہی ایک ایسی دلیل ہے جس کا توڑ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ بھی پیش نہیں کر سکے حالانکہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین جدِ امجد اور دیگر آباؤ اجداد کو مومن اور ناجی ثابت کرنے کے لئے اس قدر سعی وجہد کی ہے جس کی مثال پوری تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

ہم اس کتاب کی جلد دوم میں چند ایسی ثقہ روایات پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کا مع حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن اور جنتی ہونا روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے فی الحال آپ شاتمانِ رسول اور گستاخانِ خاندانِ رسالت کی ان چند ہولناک تحریروں پر غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ

حضرت ابو طالب کا کافر و مشرک ہونا حضرت عبدالمطلب کے ایمان پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں۔

بُرے ساتھ اسلاف کی تعظیم

اب فیہ مسائل کے عنوان کے تحت متذکرہ کتاب کے مصنف کے قلم کی جولانیاں ملاحظہ فرمائیں حدیث کے زیر بحث الفاظ میں ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو ابو طالب کے اسلام پر اصرار کرتے ہیں اور ان کی حمایت میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔

دُوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ بُرے اور غلط ساتھیوں کے شر سے چوکس رہنا چاہیے تیسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ اپنے اسلاف کی تعظیم میں افراط و تفریط اور غلوّ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ چیز اس درجہ خطرناک ہے کہ اکثر اوقات یہ دخولِ جہنم کا سبب بن جاتی ان کی تعظیم شریعت کی حد سے تجاوز کر جاتی ہے اور متنازعہ فیہ مسائل میں ان کے قول کو فیصلہ کن خیال کر کے مان لیا جاتا ہے تو اس کے احکامِ شرعی مجروح ہوتے ہیں۔

ما کان للنبی والذین آمنوا یعنی کسی نبی اور مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دُعا مانگیں یہ آیت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی کیونکہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے کہ لاستغفرن لک مالم انہ عنک بھی ثابت ہوتا ہے

علمائے کرام نے اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں اور بھی کئی چیزیں بیان فرمائی ہیں جس میں کوئی منافات نہیں اور وہ سب صحیح ہے۔

اگر اختیار ہوتا

ابو طالب کے ہدایت یاب نہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں ان میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ کسی کو ہدایت دینا یا نہ دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس کے سوا کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں۔

التفاتِ ہدایت

مُشکلات سے نجات دِلانا

اور اگر لوگوں کے دلوں کو ہدایت کی طرف مُلتفت کرنا، مصائب و مُشکلات سے نجات دلانا ان کو عذاب الٰہی سے بچانا اور ان جیسے دوسرے امور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اختیار میں ہوتے جو کہ تمام کائنات سے افضل واشرف ہیں تو اس کے سب سے زیادہ حقدار ابو طالب تھے کیونکہ یہ رشتہ میں آپ کے چچا بھی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو حمایت و نصرت اور رعایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ابو طالب نے کی ہے وہ تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ نقش رہے گی۔

اصل عبارت

روایت کا سیاق یہ واضح کرتا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی انا علی ملة عبد المطلب راوی نے یہ لفظ انا کو اچھا نہ سمجھتے ہوئے "ھو" سے بدل دیا ہے اس قسم کے تصرفات اہل علم کے ہاں اِستحسان کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت استغفار ابو طالب کی وفات سے کافی عرصہ بعد نازل ہوئی اور یہ کہ یہ آیت ابی طالب کے لئے عام ہے لہٰذا اس کو صرف ابو طالب کے حق میں نازل ماننا قرین صحت معلوم نہیں ہوتا ہاں دوسری آیت یعنی انك لا تهدی من احببت ابو طالب کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ کُفر کی حالت میں فوت ہوا تھا اور سہیلی کا مسعودی کی بعض کُتب کے حوالے سے یہ کہنا کہ ابو طالب مُسلمان ہو گئے تھے صحیح نہیں کیونکہ اس قسم کی باتیں صحیح روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

عذاب الٰہی سے بچانا ☆ تعلّقات حرام ہیں

اس آیت کریمہ میں صاف اور واضح ارشاد موجود ہے کہ مُشرکین کے لئے اِستغفار کرنا ان سے محبّت وموالات قائم کرنا اور ان سے تعلّقات استوار کرنا حرام ہے اس لئے کہ جب اس نے ان کے لئے استغفار حرام ٹھہرا

دیا تو ان سے محبت اور تعلقات و موالات تو بالاولیٰ حرام قرار پائے۔

﴿ہدایۃ المستفید ص ۷۰۲-۶۹۶﴾

کام کی بات

قارئین کرام یقیناً جان چکے ہوں گے کہ عامت موجودات مالک و مختارِ کائنات رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین اِمام الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی بارگاہ منزہ سے حاصل ہونے والے تمام تر اختیارات کی نفی کرنے کے لئے اور آپ کی شفاعت و ہدایت اور رحمت و رافت کا یہ واضح ترین اِنکار صرف اسی ایک بات کی آڑ لے کر کیا گیا ہے کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے محسن و مربی چچا کو ہدایت نہیں دے سکتے اور ان کی مُشکل کشائی نہیں کر سکتے تو دوسروں کو کیا نفع پہنچا سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

آستین کا سانپ

درآمدی زہروں کے علاوہ عرصہ دراز سے مختلف اَدوار میں آنے والے اَربابِ بست وکشاد کی نرم و نازک پالیسیوں نے اَرضِ پاک میں ایک ایسے زہریلے سانپ کو بھی افزائش نسل کا موقع فراہم رکھا ہے جس کے باپ دادا کے مکروہ جسم کو کبھی ابلیس ملعون نے استعمال کر کے جنت میں ڈیرے ڈالنے کی ناکام کوشش کی تھی اگرچہ اس ابلیس زادے کی تلبیسات تاریخ

معکوس کے نام سے کتاب ہذا میں نقل کرنے کے بعد مسکت اور دندان شکن جواب دیا جا چکا ہے مگر ہماری اس کاوش و کوشش کے پوری طرح بار آور ہونے کی ضمانت اس وقت تک نہیں دی جا سکتی جب تک اس کی اُس تمام ذُرّیت کا قلع قمع نہیں ہو جاتا جو اب سینکڑوں سنپولیوں کی صورت میں پوری قوم کی نس نس میں زہر داخل کر دینے کی کوشش میں پھیلتی جا رہی ہے۔

مذکورہ بالا شیطانی سانپ کے شیطانی جسم میں بغض اہل بیت کا زہر اس قدر شدّت سے بڑھا ہوا ہے کہ ہر ہفتہ عشرہ کے بعد اس کا کوئی نہ کوئی چھالا پھوٹ جاتا ہے اور وہ اس زہر کو باہر اگل دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی ذُرّیت کا مادۂ تولید وہی مہلک ترین زہر ہے جو اس کی قے کی صورت میں اس کے چھالے پھوٹنے سے زندہ ہوتا ہے۔

یہ جرثومے

شیطانی سانپ کی قے سے جنم لینے والے یہ زہریلے جرثومے اب اس سے بھی زیادہ خطرناک اور ہولناک صورت اختیار کر چکے ہیں کاش ان جرثوموں کو جنم دینے سے پہلے اس سانپ کے دانت توڑ دیے جاتے تاکہ اس کا زہر ہمیشہ اس کے اپنے ہی جسم میں سرایت کرتا رہتا۔

خدا تعالیٰ ارض پاک میں رہنے والے مسلمانوں پر رحم فرمائے حالت انتہائی سنگین صورت اختیار کر چکے ہیں ۱۹۷۵ء کی چھپی ہوئی ایک

کتاب موسومہ بہ شمائل علی ہمارے سامنے پڑی ہوئی ہے اس کا مصنف بھی مذکور سانپ کی قے سے برآمد ہونے والا ایک ناپاک جرثومہ ہے اور یہ جرثومہ اپنے شیطان نماز ہریلے باپ سے کہیں زیادہ شیطان اور زہریلا ہے اس بد طینت اور ولدِ غیر طُہر نے دُنیا بھر کی شاید ہی کوئی ایسی گالی چھوڑی ہو جو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نہیں دی ہے۔

مولائے کائنات سیدنا علی علیہ السلام کی شان میں کی گئی ناقابل برداشت گستاخیوں کا جواب انشاء اللہ العزیز کتاب مشکل کشا کی کسی جلد میں ناقابل تردید شواہد کی روشنی میں شرح وبسط کے ساتھ دیا جائے گا۔

یہاں محض وہی چند عبارات نقل کی جاتی ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والدین کے تعارف کے طور پر بیان کی گئی ہیں اگرچہ یہ عبارات اس نے اپنے زہریلے باپ کی عبارتوں سے ہی اخذ کی ہیں تاہم اپنی خباثت کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نجاست نحوست لنگڑے

علی اک بت کے آگے اس منحوس گھڑی پیدا ہوئے جب کہ ان کی ماں پوجا پاٹ کے لئے کھڑی تھیں اس لئے علی کی زندگی میں نجاست کا داغ پایا جاتا ہے علی منحوس گھڑی پیدا ہوئے یا نہیں مگر ان کی پیدائش ان کے باپ کے لئے نہایت منحوس ثابت ہوئی کیونکہ ابو طالب ایک غریب آدمی تھے

جسمانی طور پر وہ نہایت کمزور اور لنگڑے آدمی تھے بڑی تجارت ان کے بس کی بات نہیں تھی کیونکہ تجارتی قافلے لے کر وہ دور کا سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے وہ خوشبو کشید کر کے مکہ معظمہ اور اطراف واکناف کے قریوں میں فروخت کرتے تھے۔

﴿شمائل علی ص ۲۴﴾

لنگڑا غریب

محمد صلعم اپنے بڑے چچا زبیر بن عبد المطّلب کے زیرِ پرورش تھے زبیر بن عبد المطلب کا انتقال ہوا حضرت محمد صلعم کی عمر پچیس برس تھی۔

شادی بھی حضرت خدیجہ سے ہو چکی تھی آپ مکّہ کے بڑے تاجر تھے آپ کو کسی دوسرے چچا کی کفالت یا پرورش میں رہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی

زبیر بن عبد المطلب کے انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی عبد مناف ابو طالب بنو ہاشم کے سردار ہوئے وہ لنگڑے نہایت کمزور غریب آدمی تھے ایک بڑے کُنبہ کی پرورش کا بوجھ ان کے کندھوں پر تھا۔

﴿شمائل علی ص ۲۵﴾

بُتوں کی نذر نیاز

ابو طالب کی اس قدر تنگی کے موقع پر علی پیدا ہوئے اور جیسے ہی وہ پیدا ہوئے مکہ میں قحط پڑا قحط بھی اس قدر سخت تھا کہ عرب کے باشندوں کو

کھانے پینے کی تکلیف ہوئی لوٹ مار کے خوف سے تجارتی قافلوں کی نقل و حرکت میں کمی واقع ہوئی سالانہ حج کے لئے بھی لوگ کم ہی مکّہ آ ئے تھے بتوں کی نذر و نیاز کی آمدنی بھی ختم ہو گئی جس کی وجہ سے ابو طالب کی حالت نہایت ابتر ہو گئی۔

﴿شمائل علی ص ۲۵﴾

کوئی واسطہ نہ تھا ☆ کوئی ہمدردی نہ تھی

حضرت محمد صلعم نے اپنے بڑے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت میں پرورش پائی ابو طالب سے آپ کا واسطہ کوئی نہیں تھا کتب سیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابو طالب کو اپنے چھوٹے بھائی عبداللہ متوفی کے بیٹے سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں تھی۔

﴿شمائل علی ص ۲۵﴾

مُشرک چچّا سے ہمدردی

غرض ابو طالب کو نہ محمد صلعم سے کوئی واسطہ رہا نہ ان کے دل میں اپنے یتیم بھتیجے کے لئے کوئی ہمدردی تھی مگر ایک مشرک و کافر چچّا کی مجبوری آئندہ ہونے والے رسول سے دیکھی نہیں جاتی تھی محمد صلعم نے نہ صرف غریب چچا کی مالی امداد فرمائی بلکہ ان کی ابتر حالت دیکھ کر اپنے چھوٹے چچا عباسؓ سے فرمایا !

آپ دولتمند ہیں آپ چچا ابو طالب کے ایک لڑکے کی پرورش کا
بوجھ اٹھالو۔

﴿شمائل علی ص ۲۶﴾

نہ علی نہ جہنمی باپ

کبھی کبھی مکّہ کے مُشرکین رسول اللہ پر زیادتی کر بیٹھتے تھے تو ان کی مدد کے لئے حضرت ابو بکر حضرت حمزہ وغیرہم پہنچتے تھے اس وقت نہ علی نظر آتے تھے نہ علی کے جہنّمی باپ ایک دن خانہ کعبہ میں بحالتِ سجدہ رسول اللہ صلعم کی پیٹھ پر اُونٹنی کی اوجھڑی رکھ دی گئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے دُور پھینکا تھا علی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی وہ کھاتے اور سوتے رسول اللہ کے گھر میں تھے مگر باقی وقت اپنے مُشرک باپ کی صحبت میں گزارتے تھے۔

﴿شمائل علی ص ۲۹﴾

بد بخت چچا اسفل السافلین

عام طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ابو طالب کو حضرت محمد صلعم سے اتنی محبت تھی کہ انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے باہر جاتے تو ساتھ لے جاتے ان کے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتے تھے لیکن تعجب کی بات ہے کہ ابو طالب بچپن سے رسول اللہ صلعم کے خرق عادات کا مشاہدہ کرتے رہے ان کو رسول اللہ صلعم سے عشق تھا مگر اعلان نبوّت کے بعد نہ اُنہوں نے بھتیجے کا کبھی

کلمہ پڑھانہ ان کے رسول ہونے پر ایمان لائے نہ ان کو دشمنوں کے نرغے سے بچانے کے لئے کبھی خود کوشش کی نہ اپنے بیٹوں طالب اور عقیل کو بھیجا رسول اللہ کو مشرکین کی دست درازیوں سے بچانے کے لئے صرف ابوبکر پہنچے تھے یا چند سال بعد حضرت حمزہ جو ابوجہل کی بدکلامی پر طیش کھا کر لڑ پڑے اور اسلام میں شامل ہو گئے ابوطالب ان بدبخت چچاؤں میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کے اصرار کے باوجود اسلام قبول نہیں کیا اور جہنم کے اسفل السافلین میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔

﴿شمائل علی ص ۳۲﴾

کفیل کون تھا

دادا عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حضرت محمد صلعم اپنے بڑے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت میں پرورش پاتے رہے انہیں کے ساتھ وہ تجارتی سفروں میں شریک رہے۔

﴿شمائل علی ص ۳۲﴾

یہ پشت پناہی؟

اس میں شک نہیں کہ زبیر بن عبدالمطلب کے انتقال کے بعد ابی طالب بنو ہاشم کے سردار ہوئے مقاطعہ کے ایام میں انہوں نے بہ سبب معذوری و مفلسی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا یعنی شعب بنو ہاشم میں

بندر ہے نہ کہ تمام بنو ہاشم جو ہنوز مُسلمان نہ ہوئے تھے غرض سوشل بائیکاٹ کے موقعہ پر ابو طالب کا رسول اللہ صلعم کی پُشت پناہی کرنا محمد صلعم سے کسی محبّت یا ہمدردی کی وجہ سے نہیں تھا؟

﴿شمائل علی ص ۳۴﴾

مُردود مُردہ ڈھیلہ دینا

چند برسوں کے بعد ایک دن حضرت علی نے ابو طالب کے مرنے کی خبر سنائی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جاؤ اپنے باپ کی میت کو ٹھکانے لگاؤ رسول اللہ صلعم اپنے چچا کی میت کو ڈھیلہ دینے کے لئے خود نہیں گئے کیونکہ کسی مُشرک کافر اور مُردود مُردہ کو ایک پیغمبر خدا ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا علی کو کافر باپ کے گور و کفن میں مدد دینے کے لئے بھیج دیا اور وہ جب واپس آئے تو غسل کر کے پاک صاف ہو لینے تک گھر کے اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی۔

﴿شمائل ص ۱۳۴﴾

کمزوری ورثے میں ملی تھی

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کمزور تھے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی صحت کا خیال رکھتے تھے کمزوری شاید انہیں ورثہ میں ملی تھی ابو طالب ایک لنگڑے اور کمزور انسان تھے بڑی تجارت کے

لئے دور دراز سفروں پر جانا ان کے بس کی بات نہیں تھی وہ خوشبو کشید کر کے مکہ معظمہ اور اطراف واکناف کے مقامات میں فروخت کر دیتے تھے جس وقت علی پیدا ہوئے اس وقت قحط سال کی وجہ سے ابو طالب کے گھر میں فاقہ کشی کی حالت تھی۔

﴿شمائل علی ص ۴۴﴾

نبی کی دُعا مسلمان نہ بنا سکے

یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ علی اور اولادِ علی کو اہل بیت تصور کرتے ہوئے انہیں بھی گندگی سے پاک صاف کر دے آپ نے بحیثیت پیغمبر کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک انسان کے اپنے خاندان کے تمام افراد کو گندگی سے پاک صاف کر دینے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی مگر اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ علی کے متعلق ایک ارادہ کر چکا تھا اس ارادہ کو کسی نبی کی دعا بھی نہیں بدل سکتی رسول اللہ صلعم نے اپنے ایک کافر چچا یعنی ابو طالب کو مُسلمان بنانے کی کوشش کی مگر اسے مسلمان نہ بنا سکے وہ آخر تک کافر ہی رہا اور کافر ہی مرا۔

اِسی طرح رسول اللہ نے منافقوں کے سردار عبداللہ بن سلول کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے لئے مغفرت کی دُعا فرمائی اس کی میت کہ قبر سے

اٹھایا اپنے زانو پر رکھ کر میت کو اپنا مبارک پیراہن پہنایا اس کے منہ میں لعاب دہن داخل فرمایا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس کی مغفرت کی ستر مرتبہ دعا کرو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی اور اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

﴿شمائل علی ص ۹۴﴾

حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے خلاف روایات

اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کافر و مشرک ہونے اور ایمان نہ لانے کے متعلق کُتب احادیث میں اِس قدر زیادہ مواد ہے کہ قاری کا ذہن مختل ہو کر رہ جاتا ہے۔

اور بعض محدثین نے تو ان روایات میں اس قدر زور پیدا کیا ہے اور اِس قدر شدّت اختیار کی ہے کہ ایک ہی روایت کو مسلسل نقل کرتے چلے گئے ہیں اور جہاں کہیں بھی موقعہ میسّر آیا نئے انداز سے نیا باب قائم کیا اور مکرّر نقل کر دیا حتیٰ کہ صرف بخاری شریف میں محض تین رواتیوں کو دس بار نقل کیا گیا ہے چنانچہ ہم ان روایات کی ابتداء بخاری شریف سے ہی کرتے ہیں جنہیں اِمام بخاری نے بار بار نقل کیا ہے۔

ابوطالب مُشرک تھے

ایک روایت کئی باب

پہلا باب

اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ یعنی موت کے وقت مشرک کا لا الہ الا اللہ پڑھنا

﴿بخاری شریف کتاب الجنائز جلد اول ص ۱۸۱﴾

دُوسرا باب

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ یعنی نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ مُشرکین کے لئے استغفار طلب کریں۔

﴿بخاری شریف کتاب التفسیر جلد دوم ص ۶۷۴﴾

تیسرا باب

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ یعنی اے محبوب آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔

﴿بخاری شریف کتاب التفسیر جلد دوم ص ۷۰۳﴾

چوتھا باب

فی قصۃ ابی طالب یعنی ابوطالب کا واقعہ

﴿بخاری شریف جلد اول ص ۵۴﴾

راوی

پہلے باب کے راوی

اسحٰق، یعقوب، ابراہیم، صالح، ابن شہاب، سعید، میتب،

دُوسرے باب کے راوی

اسحٰق بن ابراہیم، عبدالرزاق، معمر، زہری، سعید، میتب،

تیسرے باب کے راوی

ابوالیمان، شعیب، زہری، سعید، مسیّب

چوتھے باب کے راوی

محمود، عبدالرزاق، معمر، زہری، سعید، مسیّب،

روایت یہ ہے

اله اخبر ه انه لما حضرت ابا طالب الو فات جآء ه
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فو جد عنده ابا
جهل ابن هشام و عبد الله بن امية بن المغيرة قال
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا بى طالب اى
عم قل لا اله الا الله كلمة اشهد لك بها عند الله
فقال ابو جهل و عبد الله ابن امية يا أبا طالب اتر
غب عن ملة عبد المطلب فلم يزل رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم يعرضها و يعود ان بعلك
المقالة حتى قال ابو طالب آخر ما كلمهم به هو
على ملة عبد المطلب و ابى ان يقول لااله الا الله
فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اما
والله لا ستغفر ن لك مالم انه عنه فا نزل الله فيه
ما كان للنبي الآية وانك لا تهدى الاية ـ

خبر دی اُنہوں نے کہ جب حضرت ابو طالب کی
وفات کا وقت قریب آیا تو وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تشریف لائے پس آپ نے وہاں ابو جہل
بن ہشام اور عبداللہ بن اُمیہ بن مغیرہ کو پایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کو مخاطب
کر کے ارشاد فرمایا کہ اے چچا آپ لَا اِلٰہ الا اللہ کہہ
دیجئے میں اس کی گواہی اللہ تعالیٰ کے حضور میں دوں گا
یہ سُن کر ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا اے ابی
طالب کیا تم مِلت عبدالمُطلب سے پھر جانا چاہتے ہو
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر کلمۂ توحید
پیش کیا اور ہر دو جانب سے یہ تکرار جاری رہی حتیٰ کہ
ابو طالب نے آخری کلمہ یہ کہا کہ میں ملّت عبدالمُطّلب
پر ہوں اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں آپ
کے لئے اُس وقت تک اِستغفار کرتا رہوں گا جب تک
کہ مجھے روکا نہ جائے پس یہ آیات نازل ہو گئیں۔
مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ اور اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ۔

﴿بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۱۔ ج ۲ ص ۶۷۴۔ ج ۲ ص ۷۰۳۔ ج ۱ ص ۵۴۸﴾

مندرجہ بالا روایت میں امام بخاری نے پہلا باب مُشرک کے کلمہ پڑھنے کا قائم کیا ہے اور پھر آیت مبارکہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ کا حضرت ابوطالب حق میں نازل ہونا آپ کے مُشرک ہونے پر روایت کے مطابق دلیل قطعی ہے اب ہم بخاری شریف ہی کی دوسری روایت پیش کرتے ہیں جس میں حضرت ابوطالب کو کافر ثابت کیا ہے یہ روایت امام بخاری نے صرف دوبار نقل کی ہے۔

دُوسری روایت دُوباب

ابوطالب کافر ہیں (معاذاللہ)

حدثنا اصبغ قال اخبر لی ابن وھب عن یونس عن ابن شہاب عن علی بن حسین عن عمرو بن عثمان عن اسامة ابن زید انه قال یا رسول اللہ این تنزل فی دارك بمكة فقال وهل ترك عقیل من رباع او دور وكان عقیل ورث ابا طالب هو و طالب ولم یرث له جعفر ولا علی شیا لا نهما كان مسلمین وكان عقیل و طالب كافرین فكان عمر بن الخطاب یقول لا یرث المومن الكافر قال ابن شہاب و كانوا یتاولون قول اللہ عزوجل إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ الآیة باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مكة قال ابو عبد اللہ نسبة الدور الی عقیل تورث الدور و تباع و تشتری۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۱۶ کتاب المناسک)

راویان حدیث! اصبغ ،ابن وہب یونس، ابن

ھشاب، علی بن حسین، عمر بن عثمان، اُسامہ بن زید نے
رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض
کیا کہ آپ کہاں ٹھہریں گے۔
مکّہ میں اپنے مکان میں تو آپ نے فرمایا کہ کیا عقیل
نے چھوڑا ہے مکانوں وغیرہ کو اور تھے عقیل وارث ابو
طالب کے وہ اور طالب اور نہیں وارث اس کے کسی
چیز کے جعفر اور علی کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل
و طالب دونوں کافر تھے پس حضرت عُمر بن خطاب
کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ابنِ شہاب نے
کہا ہے پہلے کہتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد
فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور مہاجر ہوئے اور اللہ
کی راہ میں جانوں اور مالوں سے لڑے جنہوں نے
جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں
﴿باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکّہ میں
تشریف لے جانے کا﴾ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ
مکانوں کی نسبت عقیل کی طرف ہے اور اُن کی خرید و
فروخت کے وہ وارث تھے۔

☆☆☆☆
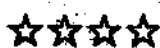
حدثنا سليمن بن عبد الرحمن قال حدثنا سعد ان بن يحيیٰ قال حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن علی بن الحسین عن عمرو بن عثمان عن اسامة بن زید انه قال زمن الفتح یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم این تنزل غداً قال النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم وهل ترك لنا عقیل من منزل ثم قال لا یرث المومن الکافر ولا یرث الکافر المومن قیل للزهری ومن ورث ابا طالب قال ورثه عقیل و طالب قال معمر عن الزهری این تنزل غداً فی حجته یقل یونس حجة والازمن الفتح۔

راویانِ حدیث! سُلیمان، عبدالرحمٰن، سعدان بن یحییٰ، محمد بن ابی حفصہ، زہری، علی بن حسین، عمر بن عثمان، اسامہ بن زید کہتے کہ فتح مکّہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کہاں قیام فرمائیں گے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کیا ہمارے لئے ٹھہرنے کو عقیل نے چھوڑا ہے (مکان وغیرہ) پھر کہا کافر کا وارث مومن نہیں اور نہ ہی کافر وارث ہے مومن کا زہری کہتے ہیں کہ ابو

طالب کا ورثہ عقیل اور طالب کو ملا۔

معمر زہری سے روایت کرتے ہیں کہاں قیام کیا اگلے روز درمیان فتح کے زمانہ حج اور زمانہ فتح کا جملہ یونس نے روایت میں بیان نہیں کیا۔

﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۶۱۴ کتاب المغازی﴾

تیسری چوتھی روایت تین باب

ابو طالب جہنمی ہیں (معاذ اللہ)

درج ذیل روایتوں کے لئے بھی امام بخاری نے تین باب مقرر کئے ہیں آخری روایت کے راوی دو مقامات پر تو ایک ہی ہیں لیکن تیسری جگہ پر دوسرے راوی پیش کئے ہیں بہر حال ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن سفیان قال حدثنا عبد الملک قال حدثنا عبد اللّٰہ بن حارث قال حدثنا العباس بن عبد المطلب قال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم ما اغنیت عن عمک فانہ کان یحوطک و یغضب لک قال ھو فی ضحضاح من نار ولو لا انا لکان فی درک لا سفل من النار۔

راویان حدیث مسدد، یحییٰ، سفیان، عبد الملک، عبد اللہ بن حارث، حضرت عباس ابن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے چچا کو کیا فائدہ پہنچا وہ جو آپ کا احاطہ کئے

رہتے تھے اور آپ کے لئے لوگوں سے غضبناک ہو
جاتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ وہ آگ میں مقامِ
ضحضاح پر ہیں اگر ہم نہ ہوتے تو وہ آگ کے زیرین
طبقہ یعنی جہنّم کی تہہ میں ہوتے۔

﴿بخاری شریف باب قصۃ ابی طالب کتاب بیان کعبہ ج۱ ص۵۴۸﴾

حدثنا ابراهيم بن حمزة قال حدثنا ابن ابی حازم
و الدر واری عن يزيد بن عبد الله بن خباب عن
ابی سعيد ن الخدری انه سمع رسول الله صلی
الله عليه و آله وسلم و ذکر عنده عمه ابو طالب
فقال لعله تنفعه شفاعتی يوم القيامة فيجعل فی
ضحضاح من النار تبلغ کعبيه تغلی منه ام دماغه۔

راویانِ حدیث ابراہیم بن حمزہ ابن ابی حازم درواری
یزید بن عبداللہ بن خباب حضرت ابوسعید خدری سے
روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ جب آپ کے سامنے حضرت
ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت
کے دن اُنہیں ہماری شفاعت سے نفع حاصل ہوگا
جہاں اُن کے ٹخنوں تک آگ ہوگی جس کی گرمی اُن

کے دماغ تک پہنچی گی۔

﴿بخاری شریف ج ۲ ص ۹۷۱۔ ج ۲ ص ۹۷۲۔ ج ۱ ص ۵۴۸﴾

اس روایت کے ایک مقام پر یہ راوی بھی ہیں۔

(۱) عبداللہ بن یوسف (۲) لیث (۳) ابن الہاد

(۴) عبداللہ بن خباب (۵) ابی سعید خدری

یہ روایات دیگر متعدد کتب کے علاوہ مُسلم شریف جلد اول ص ۱۱۵ پر بھی موجود ہیں الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ان روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سے حضرت ابو طالب کا کفر پر فوت ہونا ظاہر ہوتا ہے فھذا شان من مات علی الکفر۔

﴿الاصابہ ج ۴ ص ۱۱۸﴾

اب آپ بخاری شریف کے علاوہ دیگر کتب سے چند روایات ملاحظہ فرمادیں۔

پانچویں روایت

قال اخبر نا محمد بن عمرو حدثنی محمد بن عبد اللّٰہ بن اخی الزھری عن ابیہ عن عبد اللّٰہ ثعلبۃ بن صعیر العذری قال قال ابو طالب یا ابن اخی واللّٰہ لو لا رھبۃ ان تقول قریش دھرتی الجزع فیکون سبۃ علیک و علیٰ بنی ابیک لفعلت الذی تقول ؟ واقر رت عینک بھا لما اریٰ من شکرک وو جدک لی و نصیحتک۔

﴿طبقات وغیرہ﴾

راویان حدیث محمد بن عمر، محمد بن عبداللہ زہری کا بھتیجا اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن ثعلبہ صعیر العذری سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے میرے بھتیجے خدا کی قسم اگر قریش کے اس کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ میں ڈر گیا۔ کیونکہ ایسی بات کہی گئی تو یہ تجھ پر اور تیرے بھائیوں پر گالی ہو گی تو میں وہی کرتا جو تو کہتا ہے اور تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا اس لئے کہ میں جانتا

ہوں کہ تیری باتیں میرے لئے تشکر و امتنان کا باعث ہیں میں محسوس کر رہا ہوں کہ تجھے میرے ساتھ کیا شفقت و شفقت ہے اور میں مشاہدہ کرتا ہوں اور کہ جو تو میرے حق میں نصیحت و خیر خواہی رکھتا ہے۔

ثم ان ابا طالب دعا بنی عبد المطلب فقال لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد و ما اتبعتم امره فاتبعوه واعینوه ترشدوا فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم اتامرهم بها وتدعها لنفسك؟

فقال ابو طالب! اما لو سالتنی الکلمة و انا صحیح لتابعتك علی الذی تقول ولکنی: اکره ان اجزع عند الموت فتعیر نی قریش انی اخذتها جزعاً وردتها فی صحتی۔

بعد ازاں ابو طالب نے فرزندانِ عبدالمطّلب کو بلا کر کہا کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے رہو گے اور ان کے احکام کی تعمیل کرتے رہو گے۔

اس وقت تک برابر خیر و فلاح میں رہو گے ان کی پیروی کرو ان کی مدد کرو تا کہ تمہیں ہدایت نصیب ہو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ

آپ انہیں تو اس کا حکم دیتے ہیں لیکن خُود آپ مانتے
نہیں تو ابو طالب نے کہا کہ اگر آپ مُجھ کو اس کا حکم
اُس وقت دیتے جب میں تندرست تھا تو میں ضرور
تابعداری کرتا اور کلمہ پڑھ لیتا لیکن موت کے وقت
جزع فزع میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہوں کیونکہ
قریش کہیں گے کہ تندرستی کی حالت میں تو اس سے
انکار کر دیا لیکن موت کے ڈر سے قبول کر لیا۔

﴿طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۲۱﴾

معمولی تغیرِ لفظی سے آخری الفاظ ہیں کہ میں ملّتِ اشیاخ اور عبد المطلب پر فوت ہوتا ہوں

﴿تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۳۹﴾

﴿تفسیر کشاف جلد ۳ ص ۴۲۲﴾

چھٹی روایت

عن علی قال اخبرت النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ
وسلم بموت ابی طالب فبکی فقال: اذھب
فغسلہ و کفنہ و وارہ غفر اللّٰہ لہ و رحمۃ ففعلت
وجعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم
یستغفر لہ ایاما ولا یخرج من بیتہ حتی نزل
جبریل علیہ السلام بھذا لآیۃ ما کان للنبی والذین
امنوا ان یستغفروا للمشرکین۔

ترجمہ!

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابوطالب کی موت کی خبر دی
تو آپ رونے لگے پھر ارشاد فرمایا کہ جا کر انہیں غسل
دو کفن پہناؤ اور دفن کر دو اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت
کرے اور اُن پر رحم فرمائے میں نے یہ کام سرانجام دیا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ دن استغفار
فرماتے رہے اور گھر سے باہر نہ نکلے حتیٰ کہ یہ آیت

نازل ہوگئی کہ نبی اور مومنین کی شان کے لائق نہیں کہ

وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں۔

﴿روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۴﴾

﴿تفسیر دُرِّ منثور ج ۳ ص ۲۸۳﴾

﴿تفسیر فتح البیان ج ۲ ص ۳۱۲﴾

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۲۱﴾

ساتویں روایت

وقال عبد الرزاق حدثنا سفیان عن حبیب بن ابی
ثابت عن سمع ابن عباس فی قوله تعالیٰ وَهُمْ
يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ قال نزلت فی ابی طالب
کان ینھی عن اذی النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ
وسلم وینا ئی عما جاء بہ۔

﴿ترجمہ﴾

روایت بیان کی عبد الرزاق سفیان حبیب بن ابی
ثابت نے سُنا کہ ابن عباس سے وہ کہتے تھے کہ آیت
کریمہ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ابوطالب
کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ دوسروں کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دینے سے منع کرتے
تھے لیکن خود اُن کی بات نہیں مانتے تھے۔

﴿الاصابہ ج ا ص ۱۱۶﴾

آٹھویں روایت

اخرج ابن عسا کر منطریق الحسن بن عمارة عن
رجال مسماهم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم
وعلی بن ابی طالب ذھبا الی قبر ابی طالب
یستغفر لہ فانزل اللّٰہ ما کان للنبی والذین آمنوا
ان یستغفروا للمشرکین فاشتد علی النبی صلی
اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم موت ابی طالب علی الکفر۔
نقل کیا ابن عسا کر نے حسن ابن عمارہ کے طریق سے
کئی شخصوں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت ابوطالب کی قبر
تک گئے اور ان کے لئے استغفار کیا پس اللہ تعالیٰ
نے آیتِ کریمہ نازل فرمادی کہ نبی اور مومنوں کی
شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے اِستغفار
کریں پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ابوطالب کی کفر
پر موت سخت گراں گذری۔

﴿خصائص کبریٰ جلد اول ص ۲۱۷﴾

نویں روایت

قال اخبر نا الفضل بن دکین ابو نعیم اخبر نا سفین عن ابی اسحق عن نا جیۃ بن کعب عن علی قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فقلت ان عمك الشیخ الضال قد مات یعنی ابیہ قال اذ ھب فواره ولا تحد ثن شیئا حتیٰ تا تینی فاتیہ فقلت لہ فا مر نی فاغتسلت ثم دعا لی بدعوات ما یسر و لی ما عرض بہن من شی۔

فضل بن دکین ابو نعیم، سفیان ابی اسحٰق، ناجیہ بن کعب روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا اس سے مراد اُن کے والد ابو طالب تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جا کر اُسے دفن کر دو اور جب تک میرے پاس نہ آ جاؤ کچھ نہ کرنا بعد از تدفین میں حاضر خدمت ہوا تو مجھے غسل کر لینے

کا حکم فرمایا اور میرے لئے ایسی دُعائیں فرمائیں کہ
مجھے جس قدر مسرّت ان دعاؤں سے ہوئی خواہ کتنی بھی
بڑی چیز پیش کی جاتی تو مجھے اتنی مسرّت نہ ہوئی۔

﴿الاصابہ جلد ا ص ۱۱۷﴾

﴿طبقات ابن سعد ج ا ص ۱۲۳﴾

دسویں روایت

حدثنا ابن ابی عمر قال حدثنا سفیان عن عبد الملک بن عمیر عن عبد اللّٰہ بن الحارث قال سمعت العباس یقول قلت یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ان ابا طالب کان یحوطک وینصرک ویغضب لک فھل نفعہ ذالک قال نعم! وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح۔

راویان حدیث ابن ابی عمر سفیان عبد الملک بن عمیر عبد اللہ بن الحارث نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ابو طالب آپ کا احاطہ کئے رہتے تھے آپ کی امداد کرتے تھے اور لوگوں سے آپ کے لئے غضبناک ہو جاتے تھے کیا اُن کو اس کا کچھ نفع پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ہم نے انہیں غمرات نار میں پایا اور کھینچ کر مقام ضحضاح پر اوپر لے آئے۔

﴿مسلم شریف جلد اول ص ۱۱۵﴾

گیارہویں روایت

ذکر ابن اسحق وفاۃ ابی طالب الی آخر القصۃ و
فیھا قال العباس واللہ لقد قال اخی الکلمۃ امرتہ
بھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم اسمع

ابن اسحٰق وفات ابی طالب کے قصہ کے آخر پر بیان
کرتے ہیں کہ حضرت عباس نے کہا خدا کی قسم بیشک
میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ دیا جس کا آپ نے ارشاد
فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم
نے تو نہیں سُنا۔

﴿الروض الانف ص ۲۵۹﴾ ﴿زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۳۵﴾
﴿سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۰﴾

بارہویں روایت

کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پُوچھا کہ
میرا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان ابی و اباک فی النار
میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔

﴿مسلم شریف ج ۱ ص ۱۱۴﴾

اور یہاں میرا باپ سے مراد بعض لوگ حضرت ابو طالب ہی کو لیتے
ہیں ﴿مصنف﴾

تضادات روایات

ان روایات پر واضح ترین تبصرہ تو آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے یہاں مختصر طور پر ہم ان روایات کے مختلف اور متضاد پہلو پیش خدمت کرتے ہیں تا کہ ان روایات کی کچھ نہ کچھ حقیقت آپ پر واضح ہو جائے ملاحظہ ہو۔

﴿روایت نمبر۱﴾

حضرت ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ابوجہل وغیرہ کے بہکانے میں آکر واضح طور پر کلمۂ توحید پڑھنے سے انکار کر دیا اور ان کے آخری لفظ یہ تھے کہ ملت عبدالمطلب پر فوت ہو رہا ہوں آپ نے مایوس ہو کر ان کے لئے استغفار شروع کیا تو اللہ نے منع فرمادیا۔

﴿روایت نمبر۹﴾

حضرت ابوطالب کے فوت ہونے کی اطلاع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی نے ان الفاظ کے ساتھ دی کہ یا رسول اللہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں غسل دے کر دفن کر دو۔

﴿روایت نمبر۵﴾

نزع کے وقت حضرت ابوطالب نے اولاد عبدالمطلب کو حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی وصیت کی تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ چچا آپ خود کلمہ کیوں نہیں پڑھتے تو حضرت ابوطالب نے کہا کہ اگر میری تندرستی کے وقت آپ یہ کلمہ پیش کرتے تو میں ضرور پڑھ لیتا اب مجھے قریش سے عار آتی ہے اور آخری کلمہ یہ کہا کہ ملت عبدالمطلب پر فوت ہوتا ہوں۔

﴿روایت نمبر۴﴾

حضرت ابوطالب کے انتقال کی خبر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلِّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچائی تو آپ رونے لگے اور اُن کے لئے گھر کے اندر ہی استغفار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے سے منع فرمادیا۔

﴿روایت نمبر۸﴾

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوطالب کے مزار پر جا کر استغفار شروع کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمادیا۔

﴿روایت نمبر۱۱﴾

ابوطالب کے نزع کے وقت حضرت عباس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے ارشاد فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں سُنا گیا۔

یہ چھ روایتیں

ان چھ کی چھ روایات کا موازنہ آپ خود بھی کریں ہمارا دعویٰ ہے کہ ان واضح ترین تضادات اور وسیع تر اختلافات کو دور کیا ہی نہیں کیا جا سکتا اور کوئی ایسی صورت موجود نہیں جس سے ان روایات کی آپس میں مطابقت پیدا کی جا سکے۔

روایت نمبر ایک گیارہ اور پانچ میں واضح طور پر یہ چیز موجود ہے کہ حضرت ابو طالب کا انتقال سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ہوا۔

روایت نمبر ایک اور پانچ میں ہے کہ ان کا آخری کلمہ یہ تھا کہ میں ملت عبدالمطلب یا ملت اشیاخ پر فوت ہو رہا ہوں۔

اور روایت نمبر گیارہ میں ہے کہ انہوں نے کلمہ توحید پڑھ لیا لیکن "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں سنا گیا" بہر حال ان تینوں میں یہ بات قطعی طور پر مشترک ہے کہ حضرت ابو طالب کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ہوا۔

لیکن روایت نمبر ۹ اور نمبر ۴ میں ہے کہ حضرت ابو طالب کی موت کی خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

اب یا تو روایت نمبر ایک پانچ اور گیارہ کو مخدوش قرار دینا پڑے گا اور یا روایت نمبر ۹ اور نمبر ۴ کو غلط قرار دینا ہوگا۔

علاوہ ازیں روایت نمبر ایک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ابو طالب کا یہ آخری کلمہ سُنا کہ میں ملت عبدالمطلب پر فوت ہو رہا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اے چچا میں تیرے لئے اُس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے روکا نہ جائے لہذا استغفار سے منع کرنے والی آیت نازل ہوگئی۔

لیکن روایت نمبر ۴ میں ہے کہ جب حضرت علیؑ نے آپ کو ابو طالب کی وفات کی خبر دی تو آپ رونے لگے اور اُن کے لئے استغفار شروع کردیا اور گھر کے اندر رہ کر ہی کئی دن استغفار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کو منع کردیا۔

ان دونوں روایات کے برعکس روایت نمبر ۸ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت ابو طالب کے مزار پر گئے اور ان کے لئے استغفار فرمانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔

نیز یہ کہ روایت نمبر ایک میں ہے کہ حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت ابو جہل وغیرہ نے اُنہیں ملتِ عبدالمطلب پر قائم رہنے کی تلقین کی تھی۔

جبکہ روایت نمبر ۵ میں ہے کہ حضرت ابو طالب نے نزع کے وقت اولادِ عبدالمطلب کو خود جمع فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و

فرمانبرداری کی وصیت فرمائی تو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں فرمایا کہ آپ خود کیوں کلمہ نہیں پڑھ لیتے تو حضرت ابوطالب نے کہا کہ مجھے آخری وقت اور بیماری کی حالت ہونے کی وجہ سے عار محسوس ہوتی ہے اگر آپ میری تندرستی کے وقت یہ کلمہ پیش کرتے تو میں ضروری پڑھ لیتا اب میں ملتِ عبدالمطلب پر فوت ہوتا ہوں۔

علاوہ ازیں روایت نمبر۹ میں ہے کہ حضرت علی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ سے اطلاع دیتے ہیں کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اُن کو غسل دو اور دفن کر دو لیکن روایت نمبر۴ میں ہے کہ حضرت علی نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوطالب ؑ کی موت کی خبر دی تو آپ رونے لگے اس روایت میں حضرت علی نے حضرت ابوطالب کے متعلق گمراہ وغیرہ کچھ بھی نہیں کہا۔

بہرحال آپ خود بھی غور فرمائیں کہ ان روایتوں کا کون کونسا پہلو مبنی بر حقیقت ہے اور کس کس روایت کے کون کون سے حصے قابلِ تسلیم ہیں اور کون کون سے حصے نا قابلِ یقین مخدوش اور اجتماعِ ضدین ہیں۔

روایت نمبر۷ میں ہے کہ حضرت ابوطالب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسروں سے تو حفاظت کرتے تھے لیکن خود اُن کا حکم نہیں مانتے تھے اور کلمہ نہیں پڑھتے تھے۔

لیکن روایت نمبر۵ میں ہے کہ جب حضرت ابوطالب کو نزع کے

وقت کلمہ پڑھ لینے کا ارشاد ہوا تو اُنہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر آپ مجھے میری تندرستی کی حالت میں یہ کلمہ پیش کرتے تو ضرور پڑھ لیتا گویا آپ نے اب تک اُنہیں کلمہ پڑھ لینے کا ارشاد نہیں فرمایا تھا۔

تضاد در تضاد

روایت نمبر چار میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ابو طالب نے جو حسنِ سلوک آپ سے کیا تھا اُس کا اُس کو کیا صلہ ملا تو آپ نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اُن کی شفاعت فرمائیں گے اور وہ جہنم میں سب سے کم عذاب والی جگہ مقامِ ضحضاح میں ہوں گے۔

روایت نمبر ۴ میں ہے کہ اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر ہم نہ ہوتے تو ابو طالب جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتے اب وہ مقام ضحضاح پر ہیں۔

روایت نمبر ۶ میں ہے کہ آپ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے ابو طالب کو غمراتِ نار میں پایا تو اُوپر کھینچ لائے۔

اگر چہ یہ روایات بظاہر ایک جیسی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تینوں روایات میں زبردست تضاد اور بُعد المشرقین موجود ہے۔

یعنی ایک روایت میں ہے کہ ابو طالب کی شفاعت قیامت کے دن کی جائے گی اور وہ مقامِ ضحضاح میں ہیں اور تیسری روایت میں ہے کہ ہم

نے اُسے غمراتِ نار میں پایا تو اوپر کھینچ لیا۔

اب ان سب روایات میں سے کونسی درست ہے اور کونسی نادرست اس کا فیصلہ قارئین خود بھی کر سکتے ہیں تاہم اس قسم کی تمام تر روایات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل ترین بحث پیش خدمت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ بجاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں اور آپ کو حق کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ایک ضروری بات

تاجدارِ انبیاء حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاں نثار عمِ محترم اور تاجدارِ اولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے غیور والدِ معظم سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدمِ ایمان کے متعلق آنے والی متعدد روایات ضمناً نقل کر دی گئی ہیں اور ابھی وہ مزید روایات باقی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے علامہ ابنِ حجر عسقلانی شارحِ بخاری کی تصنیف فتح الباری کی تحریریں نقل کرنے کے بعد کیا تھا۔

ان روایات کو یہاں اس لئے بھی درج کرنا ضروری ہے کہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اپنی مشہور تصنیف الاصابہ میں یہ روایتیں نقل کرنے کے ساتھ ساتھ حق تبصرہ بھی ادا فرما رکھا ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی کا یہ تبصرہ ہی فی الحقیقت ہمیں ان تحریروں کی

طرف بار بار متوجہ کرتا ہے کیونکہ علامہ موصوف یہ عجیب و غریب تبصرہ کرتے وقت ایک عجیب ذہنی خلفشار کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں حالانکہ آپ علمی دنیا کی ایک بلند و بالا شخصیت کی صورت میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔

آپ کی بیان کردہ روایتیں مع ان کے مذکورہ تبصرہ کے نقل کرنے کے ساتھ ہی کتاب ہذا کی جلد اوّل اختتام پذیر ہو جائے گی اور آپ کے تبصرہ پر صحت مند تبصرہ انشاء اللہ جلد دوم میں بخاری مُسلم کی بیان کردہ روایات کی حقیقت نا قابل تردید شواہد کی روشنی میں قارئین کے سامنے لانے کے بعد نہایت شرح وبسط کے ساتھ کیا جائے گا کتاب ہذا کی دوسری جلد کے صفحات بھی جلد اوّل کے مطابق ہیں اور تحقیقی مضامین جلد اوّل سے کہیں زیادہ ہیں۔

بہرکیف! یہ کار آمد بات ضمناً ہدیۂ قارئین کرنے کے بعد حضرت ابو طالب کے حق میں تحریر کردہ الاصابہ کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

الاصابہ کی رنگارنگ روایات

چوتھی قسم، صحابی نمبر ۶۸۵ ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم اور آپ کے والدِ مکرم سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی کیونکہ جناب ابو طالب اور حضرت عبد اللہ دونوں کی والدہ حضرت جناب فاطمہ بنت عمرو بن

عائذ مخزومیہ ہیں۔

﴿۲﴾ حضرت ابو طالب اپنی کنیت ابو طالب سے ہی مشہور ہیں حالانکہ آپ کا اسمِ گرامی عبد مناف ہے اور بعض نے عمران بھی کہا ہے امام حاکم فرماتے ہیں کہ اکثر متقدمین ان کی کنیت یعنی ابو طالب ہی کو اُن کا نام سمجھتے تھے۔

﴿۳﴾ حضرت ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ معظمہ سے ۳۵ سال قبل پیدا ہوئے اور جب حضرت عبدالمطلب کا وقتِ ارتحال آیا تو انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابو طالب کی کفالت میں دے کر وصیّت فرمائی چنانچہ حضرت ابو طالبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت کی اور بہترین طریقہ سے تربیّت فرمائی اور اپنے ساتھ شام کے سفر کو لے گئے اور

القسم الرابع ۶۸۵ ابو طالب بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الهاشمی عم رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم شقیق ابیه امها فاطمة بنت عمرو بن عائذ المخزومیه اشتهر بکنیة واسمه عبد مناف المشهور وقیل عمران وقال الحاکم اکثر المتقدمین علی ان اسمه کنیة ولد قبل النبی بخمس وثلاثین سنته ولمامات عبدالمطلب اوصی بمحمد صلی الله علیه و آله وسلم الی ابی طالب

آپ اس وقت نوجوان تھے اور جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ ہوئی تو جناب ابوطالب آپ کی نصرت وحمایت پر قائم ہو گئے اور دشمنوں سے آپ کی حفاظت فرماتے اور آپ کی شان میں متعدد نعتیہ قصائد انشاء فرمائے جن میں سے مندرجہ ذیل شعر اس واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہیں جب اہلِ مکہ قحط اور خشک سالی کی زد میں آ گئے تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے بارش ہوئی حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا۔

آپ وہ حسین ہیں جن کے چہرے سے بادل بارش برساتے ہیں
آپ یتیموں کے ملجا وماویٰ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

آپ کا اسم گرامی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اسم معظم سے نکالا ہے
وہ عرش محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

فكفله واحسن تربيته وسافر به صحبته الى شام وهو شاب ولما بعث قام فى نصرته وذب عنه من عاداه ومدحه عدة مدائح منها قوله لما استسقى اهل مكة فسقوا ومنها قوله من قصيده !

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للارامل

وشق له من اسمه ليجعله
فذوا العرش محمود هذا محمد

﴿۴﴾ ابن عینیہ علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان شعروں سے زیادہ حسین کوئی شعر نہیں سنا۔

﴿۵﴾ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ حبۃ العرنی کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ آپ منبر پر تبسم فرما رہے ہیں پھر آپ نے حضرت ابو طالب کا ذکر چھیڑ دیا اور فرمایا کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وادی نخلہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ دونوں کیا کر رہے ہیں؟ پس ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی چیز ہے مگر خدا کی قسم میں اس کو کبھی ظاہر نہیں کروں گا۔

قال ابن العینیة عن علی بن زید ما سمعت احسن من هذا البیت

واخرج احمد من طرق حبه العرنی قال رایت علیا ضحک علی المنبر حتی بدت نواجذہ ثم تذکر قول ابی طالب وقد ظهر علینا وانا اصلی مع النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم ببطن نخلته فقال له ماذا یصنعان فدعاه الی الاسلام فقال ما بالذی تقول من باس ولکن واللہ لا یعلو نی استی ابدا۔

واخرج البخاری فی التاریخ من طریق طلحه بن یحیی عن موسیٰ بن طلحه عن عقیل بن ابی طالب قال قالت قریش لابی طالب ان ابن

﴿۶﴾ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں طلحہ بن یحییٰ سے انہوں نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش مکہ نے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کہ قریش مکہ نے حضرت ابو طالب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے بھائی کا بیٹا ہمیں اپنی باتوں سے ایذا دیتا ہے تو حضرت ابو طالب نے مجھے فرمایا کہ اے عقیل کفار قریش یہ خیال کرتے ہیں کہ تمہارے چچا کا بیٹا انہیں تکلیف دیتا ہے تم آپ کی خدمت میں عرض کرو کہ ان کو تکلیف نہ دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپ اس سورج کو دیکھ رہے ہیں؟ مجھ کو اس کے بلانے پر بھی قدرت حاصل ہے جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا خدا کی قسم میرے بھائی کے بیٹے نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

﴿۷﴾ امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ سفیان بن حبیب بن ابی ثابت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آیت

اخيك هذا قد آذانا فذكر القصه فقال يا عقيل أتني بمحمد قال فجئت به في الظهيرة فقال ان عمك هولاء زعموا انك تو ذيهم فانته عن اذاهم فقال اترون هذه الشمس ؟ فما انا باقدر على ان ادع ذلك ، فقال ابو طالب والله ما كذب ابن اخى قط ،

﴿الاصابہ ج ۴ ص ۱۱۵﴾

کریمہ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود اس طرف نہیں آتے تھے۔

﴿۸﴾ امام ابن عدی ہیثم البکاء کے طریق سے حضرت ثابت بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے جناب ابوطالب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے میرے بھائی کے بیٹے اپنے رب سے میری صحت کی دعا فرمایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی میرے چچا جان کو صحت و عافیت عطا فرما آپ کا دعا فرمانا ہی تھا کہ حضرت ابوطالب بالکل تندرست ہو گئے اور ایسے معلوم ہوا جس طرح بیماری کا شکنجہ ٹوٹ گیا ہو۔

حضرت ابوطالب نے خود کو یوں صحت یاب ہوتے دیکھا تو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ اے ابن اخی یوں معلوم

وقال عبدالرزاق حدثنا سفیان عن حبیب بنا بی ثابت عمن سمع ابن عباس فی قولہٖ تعالیٰ ﴿وھم ینھون وینئون عنہ﴾ قال نزلت فی ابی طالب کان ینھی عن اذی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم تینا ی عما جاء بہ۔

ہوتا ہے جیسے آپ کا رب آپ کی اطاعت کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا چچا جان آپ بھی میری طرح اس کی اطاعت کریں تو آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو سکتا ہے۔

﴿۹﴾ نیز زیادات میں اور یونس بن بکیر نے مغازی میں یونس بن عمرو سے اور وہ ابی اسفر سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہا کہ مجھے جنت الفردوس کے انگور کھلائیں۔

﴿۱۰﴾ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر یہ چیز حرام قرار دے رکھی ہے۔

بعض روافض کا قول ہے کہ حضرت ابو طالب کا وصال اسلام کی حالت میں ہوا ہے اور وہ جناب ابو طالب کے ان اشعار سے اپنے مؤقف میں تمسک کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ،

واخرج ابن عدی من طریق الهیثم البكاء عن ثابت عن انس قال مرض ابو طالب فعاده النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فقال یا ابن اخی ادع ربك الذی بعثك یعافینی فقال اللهم اشف عمی فقام كانما نشط من عقال فقال یا ابن اخی ان ربك لطیعك فقال وانت یا عماه لو اطعته لیطیعنك ،

یارسول اللہ! آپ نے مجھے دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ اس دعوت میں سچے ہیں اور میں نے آپ کو ہمیشہ صادق وامین پایا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جناب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین تمام ادیان عالم سے بہتر دین ہے۔

﴿۱۴﴾ امام ابن عساکر نے جناب ابو طالب کے تذکرہ کے درمیان میں کہا ہے کہ کہتے ہیں کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر ان کا اسلام صحت کو نہیں پہنچا اور بے شک موافقت کی ہے بعض شیعوں کی تصانیف کے ساتھ جن میں جناب ابو طالب کا اسلام ثابت کیا گیا ہے ان میں سے ایک روایت یہ ہے جسے یونس بن بکیر کے طریق سے محمد بن اسحاق سے انہوں نے عباس بن عبداللہ بن سعید بن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان کے بعض اہل خانہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو طالب کی بیماری کے عالم میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ! چچا جان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیجئے تا کہ آپ کی شفاعت قیامت کے دن میرے لئے جائز ہو جائے تو جناب ابو طالب نے عرض کی یا ابن اخی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ کفار مکہ میرے بعد آپ کو اور میرے گھر والوں کو اس وجہ سے سب وشتم کریں گے کہ میں نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں ضرور پڑھ لیتا مگر اب آپ کی خوشی کے

لئے پڑھ لیتا ہوں پھر ان کے ہونٹ تھر کنے لگے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے ہونٹوں کے ساتھ اپنے کان لگا دیئے اور اُن سے کلمہ سن کر سر اوپر اٹھایا اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں عرض کی کہ خدا کی قسم انہوں نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں ارشاد فرمایا تھا۔ اور اسحاق بن عیسیٰ ہاشمی کے طریق پر اُن کے باپ سے روایت ہے کہ میں نے بنی نفیل کے مولیٰ المہاجر سے روایت سُنی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابو رافع سے سُنا ہے کہ میرے بھائی کے بیٹے محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے پروردگار نے مبعوث فرمایا ہے تا کہ میں تمہیں صلہ رحمی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی تبلیغ کروں بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہایت سچے اور امین ہیں۔

﴿۱۳﴾ جنازہ کے ہمراہ جانا

ابنِ مبارک کے طریق سے صفوان بن عمرو ابی عامر ہوزنی سے روایت کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابو طالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا چچا جان آپ نے حقِ صلہ رحمی ادا کر دیا۔

﴿۱۴﴾ اطاعت مصطفیٰ کو واجب کر لو

۔عبد اللہ بن ضمیرہ کے طریق پر اُن کے والد سے روایت ہے کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے باپ حضرت ابو طالب نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت خود پر واجب کرلو۔

﴿۱۵﴾ بیٹے نماز پڑھو

ابی عبیدہ معمر بن مثنیٰ کے طریق پر محاج اپنے باپ سے اور وہ عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسلام قبول کیا تو حضرت ابو طالب نے حضرت جعفر کو ارشاد فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے کا سایۂ عاطفت قبول کرلو تو یہ سن کر جناب

وفی زیادات یونس بن بکیر فی المغازی عن یونس بن عمرو عن ابی السفر قال بعث ابو طالب الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اطعمنی من عنب جنتک فقال ابو بکر ان اللہ حرمها علی الکافر وذکر جمع من الرافضه انه مات مسلما وتمسکوا بما نسب الیه من قوله !

ودعوتنی وعلمت انک صادق
ولقد صدقت فکنت قبل امینا

ولقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریة دینا

جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

واہی روایت

محمد بن ذکریا علائی کے طریق سے عباس بن بکار ابی بکر ہذلی سے وہ کلبی سے وہ ابی صالح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ ابوقحافہ کو جو کہ اس وقت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ

قال ابن عساکر فی صدر ترجمته انه اسلم ولا یصح اسلامه ولقد وقفت علی تصنیف لبعض الشیعة اثبت فیه اسلام ابی طالب منها ما اخرجه من طریق یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن العباس بن عبداللّٰه بن سعید بن عباس عن بعض اهله عن ابن عباس قال لما اتی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ابا طالب فی مرضه قال له ، یا عم قل لا اله الا اللّٰه کلمة استحل بها لك الشفاعة یوم القیامة قال یا بن اخی واللّٰه لولا ان تکون سبة علی وعلی اهلی من بعدی یرون انی قلتها جزعا عند الموت لقلتها لا اقولها الالا سرك بها فلما ثقل ابو طالب روی یحرك شفتیه فاصغی الیه العباس فسمع قوله فرفع راسه عنه فقال قد قال واللّٰه الکلم التی ساله عنها۔

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر کو ارشاد فرمایا کہ آپ کے والد بوڑھے ہیں انہیں گھر چھوڑ آتے تاکہ ہم خود ہی ان کے پاس چلے جاتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں اس خیال سے لے کے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے اپنے باپ کے اسلام قبول کرنے سے جناب ابوطالب کے ایمان قبول کرنے کی کہیں زیادہ خوشی ہے کیونکہ ان کا اسلام آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے اس حدیث کی تمام اسناد واہی ہیں اور دوسری حدیث میں اس قول سے اثبات اسلام ابوطالب مراد نہیں۔

﴿۱۷﴾ اچھی سندیں

عمر بن شبہ کتاب مکہ میں اور ابویعلیٰ و ابو نعیم اپنی کتاب فوائد میں

ومن طریق اسحاق بن عیسیٰ الهاشمی عن ابیه سمعت المهاجر مولی بنی نفیل یقول سمعت ابا رافع یقول سمعت ابا طالب یقول سمعت ابن اخی محمد ابن عبدالله یقول ان ربه بعثه بصلة الارحام وان یعبدالله وحده لا یعبد وغیره محمد الصدوق الامین۔

ومن طریق ابن المبارك عن صفوان بن عمرو عن ابی عامر الهوزنی ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم خرج معارضا جنازة ابی طالب وهو یقول "وصلتك رحم"

محمد بن مسلمہ کے طریق سے ہشام بن حسان سے وہ محمد بن سیرین سے وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسلام ابوقحافہ کے قصہ میں روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق انہیں بیعت کروانے کے لئے لے کر آئے تو رونے لگے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کیوں روتے ہو؟ عرض کیا کہ اگر آپ کے ہاتھوں میں میرے باپ کی بجائے آپ کے چچا کا ہاتھ ہوتا اور وہ اسلام قبول کرتے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور یہ میرے لئے زیادہ خوشی کا باعث ہوتا اس روایت کی سند درست ہے اسی وجہ سے حاکم نے اسے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری مسلم کی شرط پر درست ہے۔

﴿۱۸﴾ اگر معارض ہو تو؟

اور اس کے ثابت ہونے کی صورت میں اس کی معارض وہ روایت

ومن طريق عبدالله ضميرة عن ابيه عن على انه لما اسلم قال له ابو طالب الزم ابن عمك ومن طريق ابى عبيدة معمر بن المثنى عن رؤبة بن العجاج عن ابيه عن عمران بن حصين ان ابا طالب قال لجعفر بن ابى طالب لما اسلم قبل جناح ابن عمك فصلى جعفر مع النبى صلى الله عليه وآله وسلم،

﴿الاصابہ ج ۴ ص ۱۱۶﴾

ہے جو اس سے اصح ہے اور پہلی حدیث بخاری مسلم میں زہری کے طریق سے آئی ہے کہ سعید بن مسیب نے اپنے باپ مسیب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوطالب کا وقت اِحتضار آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیجئے تاکہ آپ کی شفاعت مجھ پر واجب ہو جائے مگر ابوجہل اور عبداللہ بن اُمیہ انہیں ملّتِ عبد المطلب کی طرف راغب کرتے رہے اور طرفین میں یہ سلسلہ کلام جاری رہا حتیٰ کہ حضرت ابوطالب نے آخر پر فرمایا کہ میں ملّتِ عبدالمطلب پر فوت ہو رہا ہوں۔

ومن طريق محمد بن زكريا الغلابي عن العباس بن بكار عن ابى بكر الهذلى عن الكلبى عن ابى صالح عن ابن عباس قال جاء ابو بكر بابى قحافته وهو شيخ قد عمى فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا تركت الشيخ حتى آتية قال اردت ان يأجره الله والذى بعثك بالحق لانا كنت اشد فرحا باسلام ابى طالب منى باسلام ابى القمس بذلك قرت عينك واسانيد هذه الاحاديث واهية۔

وليس المراد بقوله فى الحديث الاخير اثبات اسلام ابى طالب فقد اخرج عمر بن شبة فى كتاب مكته وابو يعلى وابو البشر سمويه فى فوائده كلهم من طريق محمد بن سلمة عن هشام بن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا کہ میں آپ کے لئے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوگئی کہ نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ مُشرکین کے لئے استغفار کریں اور یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوگئی کہ محبوب آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

حسان عن محمد بن سیرین عن انس فی قصة اسلام ابی قحافته قال فلما مدیده یبایعه بکی ابو بکر فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وعلی آلہٖ وسلم ما یبکیك قال لان تکون یده عمك مکان یده ویسلم ویقر اللّٰہ عینك احب الی من ان یکون ،

وسنده صحیح واخرجه الحاکم من هذا الوجه وقال صحیح علی شرط الشیخین وعلی تقدیر ثبوتها فقد عارضها ماهوا صح منها اما الاول ففی الصحیحین من طریق الزهری عن سعید بن المسیب عن ابیه ان طالب لماحضرته الوفاة دخل علیه النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم وعنده ابو جهل وعبداللّٰہ بن ابی امیه فقال یا عم قل لا اله الا اللّٰہ کلمته احاج الك بها عنداللّٰہ فقال له ابو جهل وعبداللّٰہ بن ابی امیه یا ابا طالب اترغب عن ملته عبدالمطلب فلم یزا لابه حتی قال آکر آخر ما قال هو علی ملته عبدالمطلب فقال النبی صلی علیه وآلہٖ وسلم لا سعفرون لك مالم اله عنك فنزلت ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ،

﴿الآیۃ ص ۱۱۷ ج ۴﴾

﴿۱۹﴾ اپنا سوال اپنا جواب

پس یہ روایت درست ہے اور اس روایت کا رد کرتی ہے جس کا ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے اس لئے کہ اگر جناب ابو طالب کلمہ توحید کا اقرار کر لیتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے استغفار سے کیوں منع کرتے اور یہ جواب اس جواب سے بہتر ہے جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی کے متعلق دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان تھے جب کہ یہ

ونزلت انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء فهذا هو الصحيح برو الروايته النبی ذكرها ان ابن اسحاق اذلو كان قال كلمعه التوحيد مانهی الله تعالیٰ نبيه من الاستغفار له وهذا المحجوب اولی من قول من اجاب بان العباس ما ادی هذه الشهادة وهو مسلم وانما ذكرها قبل ان يسلم فلا يعتد بها وقد اجاب الرافضی الله عن قوله وهو علی ملعه عبدالمطلب بان عبدالمطلب مات علی الاسلام واستدل باثر مقطوع عن جعفر الصادق ساذكره بعد ولا حجته فيه لانقطاعه وضعف رجاله واما الثانی وفيه شهادة ابی طالب بتصديق النبی صلی الله عليه وآله وسلم فالجواب عنه وعما درد من شعر ابی طابل فی ذلك انه نظير ما حكی الله تعالیٰ عن كفار قريش ﴿وجحدار بهاد استيقنتها انفسهم ظلما وعلوا﴾ فكان كفرهم عنادا منشوره من الانفته والكبر والی ذلك اشار ابو طالب بقوله لو لا ان تعرفی قريش۔

واقعہ ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا ہے۔

وہ ایک بات بھی کتنے رُخوں سے کرتے
کہ بار بار نگاہوں کے زاویے بدلے

﴿۲۰﴾ رافضی کا یہ جواب حُجّت نہیں

رافضی کا جواب ہے کہ وہ ملتِ عبدالمطلب پر فوت ہوئے اور عبد المطّلب کی وفات اسلام پر ہوئی اس نے یہ استدلال حضرت امام جعفر صادق

واما الثالث وهو اثر الهوزني فهو مرسل و مع ذلك فليس في قوله وصلتك رحم مايدل اسلامه بل فيه ما يدل على عدمه ومعارضة لجنازته اذ لو كان اسلم لمشى معه وصلى عليه وقد ورد ماهو اصح منه وهو ما اخرجه ابو داؤد والنسائي وصححه ابن خزيمته من طريق نا جيبة بن كعب عن علي قال لمامات ابو طالب لقيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقلت ان عمك الضال قدمات فقال لي اذهب فواره لا تحدثني شيئا حتى تاتيني ففعلت ثم جئت فدعالي بدعوات وقد اخرجه الرافضي المذكور من وجه آخر عن ناجيته بن كعب عن علي بدون قوله الضال واما الرابع والخامس وهوا مر ابي طالب ولديه باتباعه فتركه ذلك هو من جملته العنادو هوايضامن حسن نصرته له وذبه عنه ومعاداته قوم بسببه واما قول ابي بكر فمراده لاني كنت اشد فرحاباء سلام ابي طالب مني باسلام ابي اى لواسلم ويبين ذلك ما

کے ایک مقطوع اثر سے کیا جسکا ذکر بعد میں کروں گا اس میں اس کے انقطاع اور ضعف رجال کے متعلق کوئی حجت نہیں پائی جاتی۔

﴿۲۱﴾ آیت بھی مل گئی

اور دوسرا جواب یہ کہ جناب ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اخرجه ابوقرة موسی بن طارق عن موسی بن عبیدة عن عبداللّٰه بن دینار عن ابن عمر قال جاء ابوبکر بابی قحافه یقوده یوم فتح مکه فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم الاترکت الشیخ حتی ناتیه قال ابوبکر اردت ان یاجره اللّٰه والذی بعثك بالحق لا نا کنت اشد فرما باسلام ابی طالب لو کان اسلم مني بابی وذکر ابن اسحاق ان عمر لما عارض العباس فی ابی سفیان لما اقبل به لیلة الفتح فقال له العباس لو کان من بنی عدی ما احببت ان یقتل فقال عمر انا باسلامك اذا اسلمت افرح منی باسلام الخطاب یعنی لو کان اسلم ثم ذکر الرافضی من طریق راشد الحمانی قال سئل ابو عبداللّٰه یعنی جعفر بن محمد الصادق من اهل الجنة فقال الانبیاء فی الجنة والصالحون فی الجنة والا سباط فی الجنة واجمل العالمین مجدا محمد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یقدم آدم فمن بعده من آباسة وهذالاصناف یحدقون به ویحشر.

عبدالمطلب به نورالانبیاء وجمال الملوك ویحشر ابو طالب

وآلہ وسلم کی تصدیق کی ہے اور آپ کی رسالت کی گواہی دی ہے جیسا کہ جناب ابو طالب کے اشعار میں وارد ہوا ہے تو اس کی مثال اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار قریش کی یہ حکایت بیان فرمائی ہے۔

اوران کے منکر ہوئے اوران کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور

فی زمرته فاذا صاروا بحضرة الحساب وتبوا اهل الجنة منازلهم و د جرا اهل النار ارتفع شهاب عظيم لا يشك من رآه انه غيم من النار فيحضر كل من عرف ربه من جميع الملل ولم يعرف نبيه ومن حشر امته واحدة والشيخ الفانى والطفل فيقال لهم ان الجبار تبارك وتعالىٰ يامركم ان تدخلوا هذه النار فكل من اقتحمها خلص الى اعلى الجنان ومن كع عنها غشيته ،

﴿الاصابہ ج ۴ ص ۱۱۷﴾

اخرجه عن ابى بشر احمد بن ابراهيم بن يعلى بن اسد عن ابى صالح الحمادى عن ابيه عن جده سمعت راشد الحمانى فذكره وهذه سلسلة شيعية غلاقى رفضهم والحديث الاخيرو ردمن عدة طرق فى حق الشيخ الهرام ومن مات فى الفترة ومن ولدا كمه اعمى اصم ومن ولد مجنونا اوطرا عليه الجنون قبل ان يبلغ ونحوذلك وان كلامنهم يدلى بحجته ويقول لو عقلت اوذكرت لا منت فترفع لهم ناروبقال لهم ادخلوها فمن دخلها كانت عليه بردا وسلاما ومن امتنع

تکبر سے ﴿سورۃ النمل﴾

تو ان لوگوں کا یہ کفر عناد تھا جو کہ تکبر اور غرور کی پیداوار ہے اور اسی کی طرف خود جناب ابوطالب نے اشارا کیا ہے کہ اگر مجھے قریش کے طعنوں کا ڈر نہ ہوتا۔

﴿۲۲﴾ نماز جنازہ کیوں نہ پڑھی

اور تیسری روایت جو کہ ہوزنی کی خبر ہے تو وہ مرسل ہے اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نہیں کہ آپ نے حق صلہ رحمی ادا کر دیا ہے اور یہ ان کے اسلام کی دلیل نہیں بلکہ یہ ان کے عدم اسلام پر دلالت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ کے ساتھ نہ جانا

ادخلها کرها ، هذه بمعنی مادرومن ذلك وقد جمعت طرقه فی جزء مضرد ونحن نه جوان یدخل عبدالمطلب وآل بیته فی جملته من یدخلها طائفا فینجو لکن ورد فی ابی طالب ما یدفع ذلك وهو ما تقدم من آیته برلة وما درهفی الصحیح عن العباس بن عبدالمطلب انه قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم ما اغنیت عن عمك ابی طالب فانه کان یحوطك ویغضب لك فقال هوفی ضحضاح من النار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل فهذا شان من مات علی الکفر فلو کان مات علی التوحید لنجامن النار اصلاباء۔

﴿الاصابہ ص ۱۱۸ ج ۴﴾

بھی اسی ضمن میں آتا ہے کیونکہ اگر ابو طالب مسلمان ہوتے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھتے۔

﴿۲۳﴾ حضرت علی کے لئے دُعا

اور جو صحیح روایات میں آیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے صحت کے ساتھ اور بن خزیمہ نے ناجیہ بن کعب کے طریق پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہوا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے وارفتہ محبت چچا انتقال کر گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ان کی تدفین کرنے کے بعد کسی سے کوئی بات کئے بغیر ہمارے پاس آجانا پھر جب میں نے ایسا ہی کیا تو آپ نے مجھے دعائیں دیں۔

﴿۲۴﴾ یہ کیسا عناد ہے؟

اس روایت کو مذکورہ رافضی نے بھی آخری وجہ سے نقل کیا ہے لیکن اس میں لفظ ضال کا ذکر نہیں کیا۔ نیز چوتھی اور پانچویں روایت کو جناب ابوطالب نے اپنے بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم دیا اور خود آپ کی اتباع کو چھوڑ رکھا تھا تو یہ عناد کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین طریقہ سے نصرت وحمایت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے قوم کو اپنا دشمن بنالیا تھا۔

﴿۲۵﴾ یہ دلیل ہے

مگر ابوبکر کا یہ قول کہ مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے حضرت

ابوطالب کے اسلام لانے کی کہیں زیادہ خوشی ہوتی یعنی اگر وہ اسلام لے آتے تو یہ دلیل ہے اس بات کی جسے ابوقرہ نے موسیٰ بن طارق سے اور انہوں نے موسیٰ بن عبیدہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن دینار سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر اپنے والد حضرت ابوقحافہ کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر اس بوڑھے کو گھر چھوڑ آتے اور ہم خود ہی اس کے پاس چلے جاتے تو حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ میرا ارادہ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کا تھا اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے جناب ابوطالب کے ایمان لانے کی اپنے باپ سے کہیں زیادہ خوشی ہوتی۔

﴿۲۶﴾ یہ کیسی روایت ہے؟

اور ابن اسحاق نے حضرت عمر سے روایت کی ہے جب فتح مکہ کی رات کو حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ابوسفیان سے ہوئی تو حضرت عباس نے اسے فرمایا کہ اگر کوئی بنو عدی سے ہوتا تو مجھے اس کے قتل کی خواہش نہ ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ اسلام میں ہمارے ساتھ ہیں جب آپ اسلام لائے تو مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ فرحت ہوئی یعنی اگر وہ اسلام لے آتا۔

﴿۲۷﴾ پھر راشد الحمانی کے طریق پر رافضی نے ذکر کیا ہے کہ جناب ابوعبداللہ یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اہل

جنّت کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا! کہ انبیاء کرام جنّت میں جائیں گے صالحین اور ان کے اسباط جنّت میں جائیں گے اور دونوں جہانوں سے خوبصورت اور بزرگی والے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے جنّت میں تشریف لے جائیں گے پھر ان کے بعد حضرت آدم علیہ السلام جنّت میں داخل ہوں گے اور پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آبا وٴ اجدادِ الکرام جنّت میں داخل ہوں گے اور یہی وہ صنفیں ہیں جو اس زمرہ میں آتی ہیں اور حضرت عبدالمطلب انبیاء علیہم السلام کا نور اور بادشاہوں کا جمال لے کر محشور ہوں گے اور انہی کے ساتھ حضرت ابو طالب کا حشر ہوگا۔

پس جب یہ تمام لوگ حساب کے لئے حاضر ہوں گے اور اہلِ جنت قرار دیئے جائیں گے تو جنّت کی طرف جاتے وقت ان کا گزر اہلِ نار کے اوپر سے ہوگا جہاں ان کی طرف بڑے بڑے آگ کے شعلے بلند ہوں گے تو یہ آگ میں ان لوگوں کو دیکھیں گے جو جمیع اُمتوں میں سے ہوں گے اور جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت تو حاصل ہوگی مگر اس کے نبی کی معرفت حاصل نہیں ہوگی اور یہ لوگ ایک اُمّت کی صورت میں محشور ہوں گے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ بوڑھے لوگ اور بچے ہوں گے۔ ان لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ تو وہ لوگ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے آگ میں کود جائیں گے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں وہاں سے رہائی عطا فرما کر جنّت کے اوپر لے جائیں گے اور جو اس میں کودنے سے اعراض کریں گے انہیں آگ ڈھانپ لے گی۔

وہ غالی شیعہ تھے

ابی بشر احمد بن ابراہیم بن معلی بن اسد نے ابی نے صالح حمادی سے اُس نے اپنے باپ اور اُس نے اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ میں نے راشد الحمانی کو اس حدیث کا تذکرہ کرتے سُنا یہ سلسلہ غالی رافضیوں کا ہے۔

آخری حدیث کئی طرق سے پیرِ فرتوت زمانہ فترت میں فوت ہونے والے اندھے گونگے بہرے اور پیدائشی مجنون یا قبل از بلوغت پاگل ہو جانے والے شخص کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ ان لوگوں میں سے ہر ایک یہ حُجت پیش کرے گا کہ اگر مجھے عقل عطا کی جاتی یا نصیحت کی جاتی تو میں ایمان لے آتا تو انہیں آگ دکھا کر اس میں داخل ہونے کے متعلق فرمایا جائے گا جو اس میں داخل ہوگا آگ اُس کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا موجب بن جائے گی اور جو اس میں داخل ہونے سے پس وپیش کرے گا اُسے زبردستی داخل کر دیا جائے گا۔

ہم اُمید کرتے ہیں

﴿۲۹﴾ یہ مفہوم ہے اُن روایات کا جو اس بارہ میں آتی ہیں اور میں نے اس کے طرق کو ایک جز میں اکٹھا کر دیا ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ حضرت عبدالمطلب اور ان کی آل ان لوگوں میں شامل ہوگی جو بخوشی آگ میں داخل ہو کر نجات پانے والے ہیں۔

کوئی امید نہیں

﴿۳۰﴾ مگر حضرت ابو طالبؑ کے بارے میں وہ بات بیان ہوتی ہے جو اس مفہوم کو رد کرتی ہے اور وہ سورہ براۃ کی آیت ہے جو قبل ازیں بیان ہو چکی ہے اور حضرت عباس کی وہ روایت بھی صحیح مسلم میں بیان ہوئی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نے پُوچھا کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا جب کہ وہ آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ غضبناک ہو جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ مقام ضحضاح پر ہوں گے اگر ہم نہ ہوتے تو سب سے نچلے طبقے میں ہوتے اور یہ اُس شخص کی حالت ہے جو کُفر پر فوت ہوا گر وہ توحید پر فوت ہوتے تو اصلاً آگ سے نجات پاتے اس کے متعلق بے شمار احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

شعروں کی دُنیا

﴿۳۱﴾ اور بے شک محمد بن عبداللہ بن حسن پر خلیفہ منصور نے فخر کیا جب وہ ان کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلا تو تحریر کیا کہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے تو اس وقت آپ کے چار چچا بقید حیات موجود تھے جن میں سے دو نے تو اسلام قبول کر لیا اور دو نے انکار کر دیا جن میں سے ایک تمہارا باپ ابو طالب ہے۔ نیز عبداللہ بن المعتز خلیفہ عباسی کا ایک شعر جس میں اس نے بنو فاطمہ کو مخاطب کیا ہے اس طرح ہے کہ تم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے صاحبزادے ہو اور ہم آپ کے مسلمان چچا کے بیٹے ہیں۔

جرح پر جرح

﴿۳۲﴾ اور رافضی نے اپنی تصنیف میں جناب ابو طالب کی وفات کے قصہ میں علی بن محمد بن میثم کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اور انہوں نے اپنے دادا سے سُنا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضرت ابو طالب تمام احوال میں اپنے باپ حضرت عبدالمُطّلب کی اتباع اور پیروی کرتے تھے حتیٰ کہ جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو بھی اپنے باپ کی ملّت پر تھے اور مجھے وصیّت کی کہ مجھے میرے باپ کی قبر میں دفن کیا جائے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابو طالب کی وفات کی اطلاع دی گئی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ ان کی تدفین کرو چنانچہ میں نے ان کو غسل دیا اور کفن دیا اور جنازہ اٹھا کر حجون قبرستان قریش جنت المعلیٰ میں لے گئے تو حضرت عبدالمُطّلب کی قبر کو کھول کر دیکھا تو آپ کا چہرۂ انور قبلہ کی طرف تھا چنانچہ ان کے ساتھ ہی حضرت ابو طالب کو دفن کر دیا گیا۔

ابن ابی بشر جس کا پہلے بھی ذکر ہوا ہے ابی بردہ اسلمی سے وہ حسن بن ما شاء اللہ سے وہ اپنے باپ سے علی بن محمد بن میثم سے یہ تمام سلسلہ غالی شیعوں اور رافضیوں کا ہے اور اس کلام میں کوئی فرحت نہیں اور اس حدیث کا اس سے اس اصح حدیث کے ساتھ معارضہ کیا گیا ہے جن کا پہلے بیان ہو چکا

ہے اور وہی لائق اعتماد ہیں۔

دُوسرا استدلال

﴿۳۳﴾ پھر رافضی نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اِستدلال کیا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے اور آپ کو قوت دی اور آپ کی نصرت واِمداد کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور بے شک جناب ابو طالب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قُوت دی اور یہ اَمر مشہور روایات کی صورت میں ظاہر ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ آپ نے کافر قریش کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اس وقت اپنا دشمن بنا لیا تھا جب کوئی بھی دُوسرا شخص کفارِ مکہ سے آپ کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا اور یہ چند روایات میں موجود ہے پس جناب ابو طالب فلاح پانے والوں میں سے ہیں۔

ہم مانتے ہیں

﴿۳۴﴾ استدلال قائم کرنے والے کا یہی مبلغ علم تھا حالانکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ جناب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نُصرت و امداد دی اور یہ اَمر ہمیں تاریخی شواہد کی روشنی میں پہنچا ہے لیکن انہوں نے اس نور کی اتباع نہیں کی جس نے کتاب کی صورت میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول فرمایا اور توحید کی طرف آنے کی دعوت دی اور فلاح اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک ان تمام چیزوں کا حصول نہ ہو جو

قرآنی آیات کی صورت میں نازل کی گئیں۔

یہ روایت

﴿۳۵﴾ مرآبانی نے کہا کہ جناب ابو طالب نے بعثتِ مُصطفےٰ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دسویں سال میں وصال فرمایا اور کہا کہ ان کی عمر اس وقت اسّی سال سے زیادہ تھی۔

﴿۳۶﴾ ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوطالب کی وفات ۱۵ شوال المکرّم کو ہوئی اور بے شک حضرت ابو طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایات کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ خطیب بغدادی نے اپنی کتاب روایۃ الآباءعن الابناء میں نقل کیا ہے ان راویان کا طریق اس۔ احمد بن حسن، محمد بن اسماعیل، بن ابراہیم علوی ان کے چچا ابی الحسین بن محمد ان کے باپ موسیٰ جعفر، جعفر علی بن حسین، حسین بن علی علیہم السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوطالب کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ، میرے بھائی کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حدیث بیان کی ہے اور وہ خُدا کی قسم ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے احکام کے ساتھ۔

﴿۳۷﴾ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے اس اسناد کو اس

بزرگ اور صاحب غریب وہیں المعری کے سوا کسی سے نہیں لکھا یہ شخص مناکیر روایات بکثرت بیان کرتا ہے۔ ابو نعیم محمد بن فارس بن حماد علی بن سراج البسر قعیدی جعفر بن عبدالواحد القاص محمد بن عباد اسحاق بن عیسیٰ، مہاجر مولا بنو نوفل،

﴿۳۸﴾ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طالب کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ صلہ رحمی کرو اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک سچے اور امین ہیں۔ اور خطیب نے کہا کہ یہ حدیث اہل علم نے نقل نہیں کی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی دوسرے معروف طرق سے بیان ہوئی ہے اور ان میں جعفر ذاہب الحدیث ہیں۔

﴿۳۹﴾ ابن سعد طبقات میں روایت بیان کرتے ہیں کہ اسحاق ارزق عبد بن عون اور عمرو بن سعید سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ میں اپنے ابن اخی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وادی ذی المجاز میں تھا۔ کہ مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی اور میں نے اس کی شکایت اپنے ابن اخی سے کی حالانکہ اس وقت ہمارے نزدیک کہیں بھی پانی کا چشمہ وغیرہ موجود نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری شکایت سنی تو زمین پر اترے اور اپنا عصا مبارک زمین پر مارا تو وہاں پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا تو آپ نے مجھے فرمایا چچا جان پانی پی لیجیے پھر میں نے

وہاں سے پانی پی لیا۔

﴿۴۰﴾ اس باب میں وارد ہونے والی ان احادیث میں سے رافضی نے کوئی ذکر نہیں کیا جنہیں تمام رازی نے اپنی کتاب فوائد میں ولید بن مسلم کے طریق پر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث کی صورت میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قیامت قائم ہوگی تو ہم اپنے والد مکرم والدہ معظمہ عم محترم جناب ابوطالب اور رضاعی بھائیوں کی شفاعت کریں گے تمام رازی کہتے ہیں کہ ولید منکر الحدیث ہے ابن عساکر نے صحیح روایت نقل کی ہے اور ابوسعید خدری کی یہ حدیث مسلم نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جناب ابوطالب کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ قیامت کے دن ہماری شفاعت انہیں نفع دے گی اور وہ آگ میں مقام ضحضاح پر ہوں گے جہاں آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس کی وجہ سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔ انتہی

بفضل اللہ تعالیٰ جلد اول تمام شد

الحمد للہ علیٰ ذالک

الاصابہ کا معمولی متن ابھی باقی ہے جسے انشاء اللہ العزیز جلد دوم میں ان تمام روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے پیش کر دیا گیا ہے۔ کتاب ہذا کی دوسری جلد دنیائے تحقیق میں ایک ایسے سنگ میل اور نشان راہ کی حیثیت رکھتی ہے جو صدیوں تک متلاشیان حق کی راہ نمائی کرتی رہے گی۔